مطبوعہ بار چہارم
حقوق ترجمہ محفوظ ہیں
۵/
وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم
تاریخ الخلفاء
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا
اردو ترجمہ
مترجمہ مولانا مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب
باہتمام شیخ عبد الحی پسر شیخ محی الدین صاحب تاجر کتب
۲ دسمبر ۱۹۲۳
مطبع صدیقی لاہور

معارف الٰہیہ فی احادیث قدسیہ

احادیث قدسیہ کا جو مرتبہ ہے آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت صرف یہ جتایا جاتا ہے کہ اس کتاب میں مولانا مولوی محمد محی الدین خانصاحب نے صحیح احادیث قدسیہ کو جمع کرکے شائقین احادیث قدسیہ کے لئے کسی اور کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ توحید۔ ایمان۔ ذکر الٰہی۔ اور فضیلت قرآن۔ دعا۔ اخلاق۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر۔ تواضع۔ خوف۔ رجا۔ اطاعت الٰہی۔ خشوع وخضوع۔ رضا بالقضا۔ زہد۔ شکر وصبر۔ صلہ رحمی۔ قناعت اور ریاکاری۔ ظلم۔ تکبر۔ جہاد۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ غرض کوئی ایسی بات نہیں جس کے متعلق کئی احادیث قدسیہ نہ لائی گئی ہوں۔ اسکی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور قیمت صرف ۸ر

حدیث ابن السلام مترجم اُردو

مصنفہ سید محمد محی الدین خان صاحب جج ہائیکورٹ جو کہ عبداللہ بن سلام نے اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سی سوال وجواب کیے تھے ایسا رسالہ پہلے اس سے سوال وجواب کے طور پر کبھی طبع نہیں ہوا۔ اس میں ایسے ایسے مسائل درج ہیں جو غالبا اچھے اہل علم کے فہم میں بھی نہ آسکتے ہوں گے مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور قیمت صرف ۴ر

عین الیقین تفسیر سورہ فاتحہ

از تصانیف حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ مترجم سید محمد محی الدین خانصاحب مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور قیمت صرف ۲ر

عقائد محمدیہ

مصنفہ سید محمد محی الدین خانصاحب مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور قیمت . . . ۱ر

مبادی الاسلام

مصنفہ سید محمد محی الدین خانصاحب قیمت صرف ۱ر

البلاغ المبین فی اتباع خاتم النبیین

مصنفہ جناب والد صاحب شیخ محی الدین مرحوم اسمیں کل مسائل عبادات کی صحیح حدیثوں اور قرآن مجید کے بیان کئے گئے ہیں اردو خوانوں کے لیے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ہے جلد اول کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ۸ر) جلد دوم کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ عہ۸ر

الداء والدواء

کتاب التعویذات مشہور بہ الداء والدواء مصنفہ جناب مولانا نواب سید صدیق حسن خانصاحب آپنے اس کتاب میں تمام اعمال وتعویذات اور فوائد سور قرآن مجید اور ہر ایک کام کے لئے دعائیں عربی اور اردو زبان میں حدیث کی معتبر کتابوں اور مستند اورادو وظائف سے جمع کردیے ہیں۔ یہ کتاب پہلے بھی چھپ چکی ہے مگر کاغذ خراب خط ردی۔ تمام عبارتیں غلط۔ لیکن اس دفعہ ان تمام خرابیوں کو رفع کردیا گیا۔ تمام عربی عبارتوں پر اعراب لگادیئے گئے ہیں کاغذ کی عمدگی خوشخطی صحت چھپائی غرض اسکی تمام خوبیاں آپکے دیکھنے سے معلوم ہوجائینگی باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف چھ آنہ (۶ر)

المشتہر شیخ عبدالحی ولد شیخ محی الدین صاحب مرحوم تاجر کتب مالک مطبع صدیقی لاہور

حَمْدًا لِلّٰہِ الَّذِی وَعَدَ فَوَفٰی ۔ وَاَوْعَدَ فَعَفَا ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الشُّرَفَاءِ مُسَوَّدِ الْخُلَفَاءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَہْلِ الْکَرَمِ وَالْوَفَاءِ **اَمَّا بَعْدُ** اس کتاب میں مینے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ باسعادت سے لیکر ترتیب وار اپنے زمانہ تک کے خلفاء کی تاریخ بیان کی ہے اور اسی ضمن میں اُن عجیب و غریب حوادث کا ذکر بھی کیا ہے جو انکے زمانہ میں واقع ہوئے اور نیز اُن علمائے کرام و ائمہ عظام کا تذکرہ بھی کیا ہے جو ان کے وقت میں موجود تھے یہی باتیں سبب تالیف کتاب ہیں جن کے معلوم کرنیکا شوق عام طور پر پایا جاتا ہے اسی مضمون پر اکثر حضرات نے کتابیں لکھی ہیں ۔ لیکن جس طرح سے انہوں نے کام لیا ہے وہ باعث مخلوط الذکر ہونے اور جملہ حالات پر پوری روشنی نہ ڈالنے کے موجب ملال خاطر ہوتی ہیں ۔ اسی بنا پر مینے یہ قصد کیا کہ ہر فرقہ اور طائفہ کے جداگانہ حالات لکھوں تاکہ اس سے زیادہ فائدہ پہونچے اور یاد کرنے میں آسانی ہو ۔ چنانچہ میں نے حسب ذیل جداگانہ مضامین پر کتابیں لکھی ہیں ۔

(۱) متعلق حالات انبیاء

(۲) متعلق حالات صحابہ کرام (کتاب شیخ الاسلام ابوالفضل بن حجر سے اقتباس کرکے)

(۳) متعلق حالات مفسرین ۔

(۴) حالات حافظان حدیث (کتاب طبقات ذہبی سے)

(۵) حالات نحویوں اور اہل لغات (اس مضمون خاص پر پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی)

(۶) حالات اولیاء اللہ ۔

(۷) طبقات فرضیین (عالمان علم)

(۸) طبقات بیانیین (مفسرین حدیث)

(۹) " انشاء پردازان

(۱۰) " خوشنویسان

(۱۱) " شعراء عرب (جس سے زبان عرب میں سند و حجت لی جاتی ہے)

قاضیوں کا طبقہ مندرجہ بالا تذکروں میں شامل ہے ۔ اسی لئے جدا کتاب نہیں لکھی گئی یہی وہ لوگ ہیں جنکو اعیان اُمت کہتے ہیں

فقہاء کے حالات میں بہت سے علماء کتابیں لکھ چکے ہیں اور وہی کافی ہیں - اسیطرح اہل قرأت کے حال میں طبقات الذہبی کفایت کرتی ہے اب سوائے خلفاء کے اور کوئی طبقہ باقی نہیں رہا چونکہ اُن کے حالات معلوم کرنے کا لوگوں کو بہت شوق ہے لہذا مینے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا ہے

اس کتاب میں مینے کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں کیا جس نے فتنہ برپا کر کے خلافت کا دعوے کیا اور آخر ناکام رہا۔ اس قسم کے لوگ علویوں میں بیشتر گذرے ہیں اور عباسیوں میں کمتر۔

نہ مینے اس کتاب میں عبیدیوں کا ذکر کیا ہے جو کہ اپنے آپ کو خلیفہ کہتے تھے۔ کیونکہ انکی امامت صحیح نہ تھی جسکے مختلف وجوہ ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہہ کہ وہ لوگ قریشی نہ تھے عام جہلا اُن کو فاطمیین کہنے لگے تھے۔ اور اصل یہ ہے کہ انکا مورث مجوسی تہا چنانچہ قاضی عبدالجبار بصری کہتے ہیں کہ خلفاء مصر کے مورث کا نام سعید تہا اس شخص کا باپ مذہب کا یہودی ذات کا لوہار اور تیر گر تہا۔ قاضی ابو بکر باقلانی کہتے ہیں کہ عبیداللہ الملقب بمہدی کا دادا مجوسی تیر گر تھا۔ عبیداللہ نے ملک مغرب میں آکر علوی ہونے کا دعوے کیا۔ مگر علماء نسب میں سے ایک نے بھی اسکے دعوے کو تسلیم نہیں کیا۔ البتہ جاہلوں نے اسکے خاندان کو فاطمیین کا خطاب دیدیا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اکثر اہل علم نے خلفائے مصر کے مورث المہدی عبیداللہ کی نسب کو صحیح نہیں تسلیم کیا بلکہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے چند روز بعد عزیز باللہ بن معز منبر پر چڑہا تو اُسنے یہ اشعار ایک کاغذ پر لکھے دیکھے۔

ترجمہ ابیات حسب ذیل ہے۔

مینے ایک مکروہ نسب شخص کو جامع مسجد کے منبر پر کہتے ہوئے دیکہا اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو یہ بتا کہ ساتویں پشت تک تیرا بزرگ کون کون تھا۔ اگر تجھے اپنے قول کی تصدیق ہے تو اپنا نسب مفصل بتلا اگر اپنے دعوے نسب کو تو پوشیدہ رکھنا ہے تو آ۔ کہ ہم تجھے اپنا اظہر من الشمس نسب بتائیں۔ کیونکہ انساب بنی ہاشم تو ایسے ہیں کہ بڑے بڑے طامعین کا دست طمع اُنسے کوتاہ ہی رہا۔

عزیز نے ایک خط اندلس (اسپین) کے اموی خلیفہ کے نام شعر بہ ہجو و دشنام لکھا۔ اسکے جواب میں خلیفہ نے لکھا کہ "حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ تجھکو ہمارا نسب معلوم تہا تب تو تو نے ہجو کی اگر ہمیں بہی تیرا نسب معلوم ہوتا تو تیری طرح ہم بہی ہجو کر سکتے۔ اسمیں تلمیح یہہ تہی کہ تو ایک گمنام خاندان سے ہے۔ عزیز کو یہہ جواب شاق تو ضرور ہوا مگر کچھہ جواب نہ دے سکا محققین اسپر متفق ہیں کہ عبیداللہ المہدی علوی نہ تہا۔ ابن طبا طبا العلوی نے اس سے اسکا نسب پوچھا تو اسنے خوب جواب دیا تہا یعنی عبیداللہ نے اپنی آدہی تلوار میان سے کھینچکر کہا کہ یہ میرا نسب ہے۔ اور کچہہ اشرفیاں امراء و حاضرین دربار کیطرف پھینک کر کہا کہ یہہ حسب ہے"

اونکی امامت کے غیر صحیح ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب یہہ بہی ہے کہ انہیں سے اکثر لوگ زندیق اور خارج از اسلام تھے انہیں کے وقت میں انبیا کی گستاخی کی گئی۔ اور شراب مباح ٹہرائی گئی انہی نے اپنے آپ کو سجدے کرائے اس خاندان کا سب سے اچھا بادشاہ جو گذرا ہے وہ رافضی تہا۔ جس نے صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو گالیاں دینے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کی نہ بیعت صحیح ہے نہ امامت۔

قاضی ابو بکر باقلانی نے لکھا ہے کہ المہدی عبیداللہ باطنی تھا۔ اور اسکو زوال اسلام و ملت اسلام اور قتل علماء و فقہاء عظام کا بڑا شوق تہا اور خلق خدا کو گمراہ کرنے پر مستعد و کوشاں رہتا تہا۔ اسکی اولاد بہی اسکے اصول پر چلی۔ اور شراب و زنا کو جائز ٹہرایا اور رافضیوں کے مذہب کو ترقی دی بقول ذہبی القائم بن مہدی اپنے باپ سے بہی بدتر زندیق و ملعون تہا اسی کے وقت میں انبیاء کی علانیہ گستاخیاں کی گئیں۔ اسلام کیلئے عبیدیوں کا خاندان اہل تاتار سے بہی زیادہ نقصان رساں ثابت ہوا ہے

حسن قابسی کہتے ہیں کہ عبید اللہ اور اسکی اولاد نے چار ہزار علماء و عابدین کو محض اس جرم میں قتل کر ڈالا کہ وہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسن عقیدت رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے بھی قتل ہونا اختیار کیا۔ مگر اپنے عقیدے سے روگردان نہ ہوئے۔ کاش عبید اللہ صرف رافضی ہی ہوتا۔ مگر وہ کمبخت کھلم کھلا زندیق تھا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ابو محمد القیروانی الکیزانی (عالم مذہب مالکی) سے کسی نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص خلفاء مصر کے عقائد اختیار کرنے کے لئے مجبور کیا جائے تو آیا وہ قتل ہونا پسند کرے یا ان کے عقائد کو۔ ابو محمد نے جواب دیا کہ قتل کو اختیار کرنا چاہیئے اور اس امر خاص میں کوئی عذر نہ سنا جائے کہ ابتداً ان لوگوں کے عقائد معلوم نہ ہوں۔ لیکن معلوم ہو جانے پر انکے ملک سے بھاگ نکلنا ضرور ہے اور اگر کوئی وہیں رہ پڑا تو پھر خوف کا عذر مسموع ہونے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں شرع شریف کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ وہاں قیام کرنا کسیطرح جائز نہیں ہے۔ جو فقہاء انکی سلطنت میں قیام پذیر رہے ہیں۔ وہ پہلے تو اس ارادہ سے کہ مسلمانوں کو ان کے عقائد سے بچائیں۔ لیکن بعد میں فریب میں آگئے اور ان سے بیعت ہو گئے یوسف الرعینی کہتے ہیں کہ علماء قیروان کا اس پر اتفاق ہے کہ عبیدیوں کا حال مرتد و زندیقوں کا سا ہے۔ کیونکہ انہوں نے شرع شریف کا خلاف کیا۔

بقول ابن خلکان کے ان لوگوں نے علم غیب کا دعوٰے کیا انکی یہ باتیں عام طور پر مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ عزیز نے منبر پر ایک کاغذ دیکھا جسمیں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے (ترجمہ ابیات)

ہم تیری سلطنت سے بوجہ ظلم و جور راضی ہو گئے ہیں نہ کفر و حماقت سے اگر تجھے علم غیب عطا کیا گیا ہے تو بتا کہ ان اشعار کا لکھنے والا کون ہے۔

ایک عورت نے اسکو لکھکر بھیجا کہ تجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے یہودیوں کو میشا کے اور عیسائیوں کو ابن نسطور کی ذات سے عزت دی اور اسلام کو تیری ذات سے ذلیل کیا تو میرے مقدمہ میں غور کر (میشا یہودی شام کا حاکم تھا اور ابن نسطور عیسائی مصر کا حاکم)

ایک سبب یہ بھی ہے کہ علویین نے ایسے وقت لوگوں سے بیعت کی کہ امام عباسی خلیفہ موجود تھا جس سے پہلے بیعت کر چکے تھے ایک وقت میں دو اماموں کی بیعت جائز نہیں ہے۔ اور جس سے پہلے بیعت ہو چکی ہو وہ خلیفہ جائز سمجھا جائیگا۔

قطع نظر اس کے ایک حدیث قدسی ہے کہ جب بنو عباس کو خلافت پہونچ جائے گی تو پھر اس خاندان سے نہ نکلیگی یہانتک کہ وہی لوگ مہدی یا عیسی علیہما السلام کو سپرد کرینگے پس ظاہر ہے کہ بنو عباس کے ہوتے جس نے دعوی خلافت کیا وہ باغی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مینے عبیدیین یا کسی اور خارجی شخص کی خلافت کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان خلفا کا حال لکھا ہے کہ جنکی خلافت و بیعت کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔

شروع کتاب میں مینے چند فصلیں لکھی ہیں جنمیں فوائد عظیمہ ہیں۔ اور حادثات عجیبہ و وقائع غریبہ کو مینے تاریخ حافظ الذہبی سے اقتباس کر کے لکھا ہے۔ واللہ المستعان۔

فصل ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور اسمیں کیا بھید تھا

بزار نے اپنی مسند میں ایک حدیث شریف بروایت حضرت حذیفہ نقل کی ہے کہ لوگوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے اوپر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر فرماتے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کروں اور تم اسکی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔

امام بخاری و مسلم نے ایک حدیث شریف نقل کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص مجھسے اچھا تہا (یعنے حضرت صدیق اکبرؓ) اُسنے کیا کوئی خلیفہ مقرر کیا تہا۔ اور میں تمہیں یوں ہی چھوڑ جاؤں۔ کہ تم کو اس شخص نے بہی تو یوں ہی چھوڑ دیا تہا۔ جو مجھ سے کہیں اچھا تہا (یعنی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم)

احمد و بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ جمل کے لیے نکلے تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امارت کے معاملہ میں ہمسے کوئی عہد نہیں لیا تہا ہمنے اپنی رائے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔ اور آپ استقامت سے قائم رہے یہانتک کہ گذشتنی وگذاشتنی دنیا چھوڑ گئے۔ پہر حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے نزدیک مناسب سمجہا کہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنائیں حضرت عمرؓ نے بہی قیام فرمایا اور دین اسلام کو طمانیت ہوئی۔ پہر لوگوں نے دنیا طلبی کی تو خدا نے جو کچہہ چاہا کیا۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور بیہقی نے دلائل میں بروایت ابی وائل تائید صحت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ آپ بہی کسیکو خلیفہ نہ مقرر فرمائینگے۔ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تو میں کیسے کروں ولیکن اگر خدا کو لوگوں کی بہلائی منظور ہے تو میرے بعد لوگ اپنے میں سے کوئی بہتر آدمی انتخاب کریں گے جسطرح کہ بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں نے اجتماع کر کے بہتریں امت میں سے انتخاب کر لیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ رافضیوں میں یہ چہوٹے قصے مشہور ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیئے عہد لیا تہا۔

ہذیل بن شرحبیل نے روایت کی ہے کہ ابو بکرؓ حضرت علی پر حکم کرتے تہے جو کہ موصی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تہے۔ اور ابو بکرؓ کی یہہ خواہش تہی کہ حضرت رسول اللہ صلعم سے کوئی ایسی دلیل ملجاوے جس سے کہ حضرت علیؓ کے ناک میں نکیل پڑ جاوے کیا ہوسکتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وصی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے عہد لیتے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ باوجود اس عہد کے جناب رسالت مآب کے خلاف مرضی فعل کرتے۔ ابن سعد نے حضرت امام حسن سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو ہمنے غور کیا اور دیکہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنی جگہ امام بنایا تہا۔ پس ہم نے معاملات دنیا کیلئے بہی حضرت ابو بکر کو باتفاق انتخاب کر لیا۔ جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے انتخاب فرمایا تہا۔ امام بخاری رح نے اپنی تاریخ میں بروایت سفینہ لکہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمان رضی اللہ عنہم کے حق میں ارشاد فرمایا کہ یہہ میرے بعد خلیفے ہیں حضرت امام بخاری رح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت علی۔ عمر۔ اور عثمان رضی اللہ عنہم نے یہہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا۔ سفینہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد بنائی تو سنگ بنیاد آنحضرت نے اولاً اپنے دست مبارک سے رکہا۔ پہر حضرت ابو بکر صدیق سے فرمایا کہ تم اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکہو پہر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم اپنا پتھر حضرت ابا بکر صدیق کے برابر رکہو پہر حضرت عثمان سے فرمایا کہ تم اپنا پتہر حضرت عمر کے پتہر کے پاس رکہو۔ پہر ارشاد فرمایا کہ یہہ میرے بعد خلیفہ ہونگے۔

ابو ذرعہ نے کہا ہے کہ اسحدیث کی اسناد قابل اطمینان نہیں ہیں۔ میرے نزدیک اسحدیث اور قول عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ اُن حضرات کا یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت صراحتاً کوئی حکم خلافت کے متعلق نہیں دیا اور یہ اشارت اُس سے قبل کی ہے اور بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین ہدایت یافتگان کی سنت پر چلو اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اسکی اقتدا کرو جسکی میرے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ کریں۔ انکے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے خلافت کا اشارہ نکلتا ہے۔

فصل (۲)

امامت اور خلافت قریش کیلئے ہے

ابو داؤد طیالسی نے اپنے مسند میں بروایت ابی برزہ لکھا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ امامت قریش کیلئے ہے کہ بحالت حکومت عدل کرتے اور وعدہ کو ایفا کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے طلب رحم کیا جائے تو رحم کرتے ہیں۔ اسکی تائید صحت امام احمد و ابو یعلیٰ و طبرانی نے اپنی مسندوں میں کی ہے۔ ترمذی نے بروایت ابو ہریرہؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حکومت قریش کی قضا انصار کی اور اذان حبشہ کیلئے ہے (اسحدیث شریف کے اسناد صحیح ہیں)

امام احمدؒ نے اپنے مسند میں بروایت کثیر بن مرہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلافت قریش میں حکم انصار میں اور دعوت حبشہ میں رہے گی (اسحدیث شریف کے راوی ثقہ ہیں) بزار نے بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کیا کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ امراء قریش میں سے ہونگے اُن میں سے جو دیندار ہونگے وہ دینداروں کے امیر ہونگے اور جو بدکار ہونگے وہ بدکاروں کے امیر ہونگے۔

فصل (۳) ذکر خلافت

امام احمدؒ بیان کرتے ہیں کہ سفینہؓ نے کہا کہ مینے جناب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ خلافت تیس برس تک رہے گی اسکے بعد ملک ہو جائیگا۔ اس کی تائید صحت کی اصحاب سنن و ابن حبان وغیرہ نے کی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ تیس سال چاروں خلفاء راشدین اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پورے ہوگئے اور بزار نے بسند عبیدہ بن جراحؓ بیان کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری ابتدا نبوت و رحمتہ سے ہوئی۔ اسکے بعد خلافت و رحمتہ ہوگی پھر زمانہ پادشاہی و جبر کا آئیگا (یہ حدیث حسن ہے) عبداللہ بن احمد نے بروایت جابر بن سمرہ کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ یہ امر غالب رہیگا۔ جبتک کہ اسمیں بارہ خلفاء نہ گذر جائیں۔ جو کہ سب قریش سے ہونگے۔ اسحدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے لیکن اسکے اور بھی طریقے ہیں جنکے الفاظ یوں ہیں۔ کہ "یہ امر نیک ہمیشہ رہیگا" بروایت احمدؒ "یہ امر ہوتا رہے گا"۔ امام مسلم کے نزدیک یہ الفاظ ہیں

کہ "لوگ گذرتے رہینگے"۔ یہاں تک کہ انپر بارہ آدمی حکمران ہونگے اُنہوں نے یوں ہی روایت کیا ہے کہ "یہ امر
نہ گذرے گا یہانتک کہ بارہ خلیفہ نہ ہو گذریں"۔ نیز یہہ کہ اسلام بارہ خلفار کے گذرنے تک غالب و بلند رہیگا
بزار نے رسول اللہ صلعم سے یوں روایت کیا ہے "کہ میری امت کی حالت قائم رہے گی۔ جبتک کہ اُسپر بارہ
خلفار نہ گذر جائیں اور وہ سارے قریش سے ہونگے"۔ ابوداؤد نے اسپر اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ جب آپ اپنے
مکان مبارک پر واپس تشریف لے آئے تو قریش لوگ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ پھر کیا ہوگا تو آپ نے
ارشاد فرمایا کہ پھر فتنہ و فساد ہوگا۔ ایک روایت میں یوں ہی ہے کہ یہہ دین قائم رہیگا۔ یہاں تک کہ اس
میں بارہ خلفار گذرینگے۔ کہ جن پر تمام امت کا اجماع ہوگا۔ احمد و بزار نے بسند حسن بیان کیا ہے کہ ابن مسعود
سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلفار حکمران رہینگے۔ ابن مسعود نے کہا کہ مینے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا تو آپنے فرمایا بارہ جتنے بنی اسرائیل میں نقیب تھے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان احادیث یا ان ہی کے ہم
مضمون احادیث میں بارہ خلفاء سے یہہ مراد ہوگی کہ وہ بارہ خلفار زغلبہ خلافت اور قوت و استقامت اسلام کے
زمانہ میں گذریں گے اور لوگوں کا اجتماع ایک شخص واحد کی خلافت کیلئے پایا ہی جاتا ہے یہانتک کہ زمانہ
خلافت ولید بن یزید میں اضطراب پیدا ہوا اور فتنہ برپا ہوگیا۔ جو قیام خلافت بنو عباس تک قائم رہا اور اُسی
پر خلفار بنو امیہ کا استیصال ہوگیا۔ شیخ الاسلام بن حجر نے شرح بخاری میں قاضی عیاض کے قول کی نسبت
کہا ہے کہ قاضی عیاض نے اس حدیث کے متعلق بہت ٹھیک کہا ہے۔ حدیث صحیح کے بعض طریقے اُن کی تائید بھی
کرتے ہیں۔ کہ تمام لوگوں کا انپر اجتماع ہوگیا اسکی توضیح یوں ہے کہ اجتماع سے مراد یہہ ہے کہ لوگوں نے انکی بیعت
میں کوئی چون وچرا نہیں کیا جیسا کہ حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں قضیہ صفین تک واقع
ہوا۔ کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ تسلیم کئے گئے۔ پھر لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلع کرنیکے
بعد معاویہ پر اجتماع کیا۔ پھر یزید پر حالانکہ امام حسین رض موجود تھے۔ مگر آپ پر اجتماع نہیں ہوا۔ بلکہ آپ شہید
کرڈالے گئے۔ پھر یزید مرا تو اختلاف پڑگیا۔ یہانتک کہ ابن زبیر رض کے قتل کے بعد عبدالملک بن مروان پر
اجتماع ہوگیا۔ اور اسکے بعد اسکی چاروں اولادوں۔ (ولید سلیمان یزید ہشام) پر سلیمان اور یزید کے درمیان
میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ حائل ہوا پس اس حساب سے خلفار راشدین کو چھوڑ کر یہ سات خلفار ہوئے اور بارہواں
ولید بن یزید بن عبدالملک تھا کہ اسکے چچا ہشام کے مرنے پر لوگوں نے اجتماع کیا اور قریب چار برس کے حکمران
رہا۔ اور پھر لوگ اس سے برگشتہ ہوگئے اسکو قتل کر ڈالا۔ فتنہ و فساد برپا ہوگیا۔ اور زمانہ ہی بدل گیا۔ اس روز
کے بعد پھر کسی خلیفہ کیلئے اجتماع نہیں ہوا۔ کیونکہ یزید بن ولید نے اپنے چچا ولید بن یزید کے بیٹے کے خلاف ہتھیار
اوٹھائے لیکن اُسکا بھی زمانہ نے دیر تک ساتھ نہ دیا۔ اور قبل اسکے کہ اسکے باپ کے چچا کا بیٹا مروان بن
محمد بن مروان کی قضا آئی۔ لوگوں نے اسپر بھی حملہ کردیا۔ جب یزید مرا تو اسکے بھائی ابراہیم نے زمام سلطنت
ہاتھ میں لی۔ مگر اوسی مروان نے قتل کر ڈالا مروان پر بنو عباس نے فوج کشی کی اور وہ قتل کردیا گیا۔ اور
خلفار بنو عباس میں سے سب سے پہلا بادشاہ سفاح ہوا۔ لیکن مکروہات زمانہ نے اسے بھی چین نہ لینے
دی اور اسکے بعد اسکا بھائی منصور تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اور زمانہ نے ایک مدت اُسکا ساتھ دیا لیکن
مغرب الاقصے اسکے ہاتھ سے نکل گیا اور اندلس (اسپین) پر بنو امیہ مدتوں قابض رہی۔ اور انہوں نے اپنی

سلطنت کو خلافت کا لقب دیا اسکے بعد خرابیاں پڑگئیں اور خلافت کا نام ہی نام رہ گیا۔
عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک مسلمانوں نے غلبہ پالیا تھا اور تمام شہروں میں خلیفہ ہی حاکم الکل تھا۔ اور کوئی حاکم نہیں مانا جاتا تھا۔ اندلس کا جدا ہونا جو ۱۵۰ھ کا واقعہ ہے اور وہاں چھ آدمیوں کا بنام نہاد خلفا حکومت کرنا اور مصر میں عبیدیوں کا دعوے خلافت کرنا اور بغداد میں عباسی کا ماسوائے اونکے جو اطراف و جوانب ہیں۔ علوی و خوارج کے مدعی خلافت ہو رہے تھے۔ یہ جملہ زوال خلافت کے اسباب ہیں۔
غرض اس تاویل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مبارک سے ہے کہ پھر فتنہ و فساد ہوگا یہ مراد ہوگی کہ قتل ناحق واقع ہونگے اور یہ حالت جاری رہے گی بلکہ ترقی پکڑیگی جیسا کہ ہوا۔
یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بارہ خلفا عادل با لحق شروع اسلام سے لیکر قیامت تک ہونگے یہ ضروری نہیں ہے کہ اونکا زمانہ یکے بعد دیگرے ہو اس تاویل کی تائید اُس حدیث شریف سے ہوتی ہے جسکو مسدد نے اپنی مسند الکبیر میں ابی الخلد سے نقل کیا ہے کہ یہ امت ہلاک نہ ہوگی تاوقتیکہ اُسی میں سے ایسے بارہ خلفا نہ گذرلیں کہ جو دین حق اور ہدایت پر چلنے والے ہونگے اور منجملہ انکے دو آدمی اہل بیت رسالت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہونگے اس تاویل کے روسے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی کہ "پھر فتنہ و فساد ہوگا" یہ مراد ہوگی کہ وہ فتنے جو قیام قیامت کے جزبننے والے (خروج دجال سے لیکر زمانہ مابعد تک) ہونگے انتہی۔ میرے نزدیک وہ بارہ خلفاء یہ ہیں خلفاء اربعہ۔ امام حسن۔ معاویہ۔ ابن زبیر۔ عمر بن عبد العزیز کل آٹھ ہوئے انئیں مہتدی اور شامل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خلیفہ بنو عباس میں اسی پایہ کا ہوا ہے جیسے کہ عمر بن عبد العزیز خلفاء بنوامیہ میں اور خلیفہ طاہر کو بھی انہیں میں شامل کرنا چاہیئے کیونکہ وہ بھی بڑا عادل خلیفہ گذرا ہے۔ باقی رہے دو وہ ابھی ہونے والے ہیں۔ جنمیں سے ایک امام مہدی ہونگے جو اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہونگے۔

فصل (۴)

احادیث مشعر بہ اشارت خلافت بنی اُمیّہ

ترمذی نے بروایت یوسف بن سعد نقل کیا ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے معاویہ کی بیعت کرلی تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر (امام حسنؓ سے) کہا تو نے مسلمانوں کا منہ کالا کر دیا۔ آپ نے فرمایا خدا تجپر رحمت کرے مجھ ملامت نکر کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خواب میں) بنوامیہ کو ممبر پر دیکھا تو آپ کو بہت ہی برا معلوم ہوا۔ پھر اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ اور اِنَّا اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ نازل ہوئی یعنے نازل کیا ہمنے قرآن کو قدر کی رات میں۔ تو کیا جانتا ہے کہ رات قدر کی کیا ہے۔ رات قدر کی بہتر ہے ہزار مہینہ سے۔ ہزار مہینہ کے بعد بنو امیہ تیرے بعد مالک ہونگے۔ قاسم کہتے ہیں کہ ہمنے حساب لگایا تو بیعت معاویہ ٹھیک ہزار ہی مہینہ کے بعد واقع ہوئی نہ کم نہ زیادہ۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اسکے راویوں میں قاسم ثقہ ہیں لیکن اون کا استاد مجہول تھا۔ اس حدیث کو حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں نقل

کیا ہے۔ حافظ ابوالحجاج نے کہا ہے کہ یہ منکر ہے اور یہی ابن کثیر کا قول ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بروایت جد عباس بن سہل لکھا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خواب میں) بنی الحاکم بن ابوالعاص کو بندر کیطرح ممبر پر کودتے دیکھا۔ آپ کو یہ ناگوار ہوا اسکے بعد وفات شریف تک کسی نے اسکو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا اس آیتہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کا شان نزول یہی خواب ہے۔ اسحدیث کی اسناد ضعیف ہے لیکن احادیث عبداللہ بن عمر اور یعلی بن مرہ اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم) اسکے شواہد ہیں۔ مینے اسحدیث کو معہ دیگر طریقوں کے کتاب التفسیر والمسند میں نقل کیا ہے اور کتاب اسباب النزول میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

فصل (۵)

احادیث مشعر بہ بشارت خلافت بنو عباس

بزار نے بسند ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ تم لوگوں میں نبوت و مملکت ہے (اس حدیث کے راویوں میں عامری ضعیف ہے۔ لکن اس کو ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے بواسطہ ابن فدیک اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے) ترمذی نے بسند ابن عباس نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے ارشاد فرمایا کہ کل صبح آپ اپنے بیٹے کو لیکر میرے پاس آئیں تاکہ میں دعا کروں کہ جو آپکے بیٹے کو نافع ہو۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ دوسرے روز میں اپنے بیٹے کو کپڑے پہنا کر حضور نبوی میں لیگیا۔ آپ نے دعا فرمائی کہ الہی عباس اور اسکے بیٹے کی ظاہر و باطن مغفرت فرما اور اسکو کسی گناہ میں نہ پکڑ . . . .

. . . . . . الہی اسکی اور اسکے بیٹے کی حفاظت فرما۔ ترمذی نے اپنی جامع میں بھی ایسا ہی لکھا ہے مگر رزین العبیدی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ اسکے بعد خلافت کو باقی رکھ۔ میرے نزدیک یہ حدیث اور ما قبل اس کی اس باب میں اصلح ہے۔ طبری نے بروایت ثوبان لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مینے بنو مروان کو اپنے ممبر پر یکے بعد دیگرے چڑھتے دیکھا تو مجھے ناگوار ہوا۔ اور جب بنو عباس کو دیکھا تو میرا جی خوش ہوا۔ ابونعیم نے حلیہ میں بسند حضرت ابو ہریرہ رض لکھا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمد ہوئے تو حضرت عباس ملے آپ نے انکو بشارت دی کہ یہ امر مجھہ سے شروع ہوا ہے اور تمہاری اولاد اسکو ختم کریگی (اسحدیث کے اسناد ضعیف ہیں) ایک اور ضعیف تر حدیث میں ابن عساکر سے بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ منقول ہے۔ کہ حضور نے حضرت عباس سے یوں فرمایا کہ خدا نے اس امر کو مجھسے شروع کیا اور تمہاری اولاد سے ختم کرائے گا۔ ایک حدیث میں ابن عباس سے بروایت خطیب یوں بھی آیا ہے کہ تم ہی سے یہ امر شروع ہوا اور تم ہی پر ختم ہوگا۔ میں اس حدیث پر معہ اسکی سند کے مہتدی باللہ کے بیان میں بحث کرونگا۔

ایک اور حدیث بسند جابر بن عبداللہ عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ عباسؓ کی اولاد پادشاہ ہوگی اور خدا میری اُمت کے امرا کی وجہ سے دین کو غلبہ دیگا (اس حدیث کے راویوں میں عمر بن راشد ضعیف ہیں) ابونعیم نے دلائل میں بروایت ابن عباسؓ لکھا ہے کہ ام الفضلؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے فرمایا کہ تیرے پیٹ میں لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو اسے لیکر میرے پاس آنا جب وہ لڑکا پیدا ہوا تو میں اُسے خدمت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لیکر حاضر ہوئی آپ نے اوسکے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں میں تکبیر اور اپنا لب مبارک اُسکے منہ میں ڈالا اور اسکا نام عبد اللہ رکھا اور فرمایا کہ جا خلفا کے باپ کو لیجا۔ نیز حضرت عباس سے اس واقع کا ذکر کیا۔ حضرت عباس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں جو کچھ مینے کہا ہے صحیح ہے۔ وہ لڑکا خلفا کا باپ ہی ہے اسی کی اولاد میں سفاح و مہدی ہوگا یہانتک کہ وہ شخص بھی ہوگا جو حضرت عیسے علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑہیگا۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا (مرفوعاً) بیان کیا ہے کہ قریب ہے کہ بنو عباس کا جھنڈا کھڑا ہو۔ اور وہ حق کے قائم رہنے تک اُنکے ہاتھ سے نہ نکلیگا۔ دار قطنی نے افراد میں بسند ابن عباس لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباس سے فرمایا کہ جب تیری اولاد کالے کپڑے پہننے لگے اور اہل خراسان انکے مددگار ہوں تو حکومت ان ہی میں رہے گی یہانتک کہ وہی اسکو عیسے بن مریم علیہ السلام کے سپرد کرینگے (یہ حدیث ضعیف ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات میں شمار کیا ہے جس کیلئے حدیث ذیل شاہد ہے)۔ طبرانی نے کبیر میں بروایت ام سلمہؓ (مرفوعاً) لکھا ہے کہ خلافت میرے چچا کی اولاد اور میرے باپ کے ہم جدوں میں رہے گی۔ یہانتک کہ وہ اسکو حضرت مسیح علیہ السلام کو سونپ دینگے۔ عقیلی نے کتاب الضعفا میں بسند حضرت ابو بکرہؓ (مرفوعاً) لکھا ہے کہ بنو عباس ایک دن میں وہ کرینگے جو بنو اُمیہ نے دو دن میں کیا اور ایک مہینہ میں وہ کرینگے جو بنی امیہ نے دو مہینوں میں کیا ابن جوزی نے اس حدیث کو بوجہ روایت کرنے بکار کے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ لیکن بکار کبھی وضع حدیث یا جھوٹ بولنے میں متہم نہیں ہوئے۔ لیکن ابن عدی نے انکو اُن لوگوں میں بتایا ہے جنکی ضعیف حدیثیں کہی جاتی ہیں۔ پھر یہ بھی کہا ہے کہ یہ امر چنداں قابل اعتراض نہیں ہے اصل یہ ہے کہ اس حدیث کے معنے کچھ بعید نہیں ہیں۔ کیونکہ زمانہ عروج دولت بنو عباس جبکہ ان کی حکومت مشرق سے غرب تک (بجز مغرب اقصے کے) تھی سنہ ۱۳۲ھ سے لیکر سنہ ۲۹۰ھ تک یا کچھ زیادہ ہے۔ یہانتک کہ مقتدر تخت پر بیٹھا اور نظام سلطنت میں خلل آگیا۔ اور تمام ملک مغرب اسکے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اوسکی حکومت میں سخت فساد پڑگیا۔ جیسا کہ آگے بیان کیا جائیگا۔ اس حساب سے ان کے عروج کا زمانہ ایک سو ساٹھ سال (یا کچھ زیادہ) رہا ہے اور یہ زمانہ بنو اُمیہ کے زمانہ عروج یعنے بانوے برس سے دو چند ہے۔ اسمیں سے نو برس زمانہ حکومت ابن زبیر کے اگر منہا کر دیئے جائیں تو بیاسی برس (کسر سے زاید) رہ جاتے ہیں جو زمانہ عروج دولت عباسیہ سے نصف ہے علاوہ ازیں اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جسکو زبیر بن بکار نے موقوفات میں بروایت حضرت عباسؓ ذکر کیا ہے۔ یعنی حضرت عباسؓ نے معاویہ سے فرمایا کہ تم لوگ اگر ایک دن حکومت کروگے تو ہم دو دن۔ تم ایک مہینہ تو ہم دو مہینے۔ تم ایک سال تو ہم دو سال ابن زبیر نے موفقیات میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کالے جھنڈے اہل بیت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہیں۔ اور انکا زوال مغرب کی طرف سے ہوگا۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں بروایت الیاس کے والد عبد اللہ

لکھا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ الٰہی عباسؓ اور اسکی اولاد کی مدد فرما۔ اور پھر فرمایا کہ چچا جان آپکو معلوم نہیں ہے کہ آپ کی اولاد میں مہدی موفق راضی برضائے الٰہی ہوگا (اسحدیث کے راویوں میں سے کریمی وضاع ہے) ابن سعد نے طبقات میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس نے اولاد عبدالمطلب کو بلوا کر جمع کیا حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ کو سب سے زیادہ محبت تھی مگر آپ نے انسے کہا کہ اے میری برادرزادگان میں تم سے ایک معاملہ میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ جو چیز نقصان پذیر ہونیوالی ہو اوس سے ہم کیوں محبت کریں۔ حضرت علی کرم وجہہ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ کہا کہ تم رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور عرض کرو کہ اگر خلافت ہمارے خاندان کیلئے ہے تو قسم ہے خدا کی کہ جبتک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہے ہم اپنے میں سے نکلنے نہ دینگے اور اگر ہمارے لیئے نہیں ہے تو ہم آج سے اسکی پروا ہی نہ کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اے چچا بیشک حکومت آپ ہی کیلئے ہے کسی شخص کو مجال ممانعت نہیں ہے۔

فصل (۶) خلافت

دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت انس ابن مالک مرفوعاً لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب خداوند عالم کسی قوم کو خلافت کیلئے پیدا کرتا ہے تو اپنا دست قدرت اون کی پیشانی پر پھیر دیتا ہے۔ (اسحدیث کے راویوں میں سے میسرہ متروک ہے) اور اس حدیث کی تائید ابن جریر نے بھی کی ہے۔ اور دیلمی نے مزید دو طریق پر ابن ذئب سے اور صالح مولی التوائمہ سے مرفوعاً اسی طرح روایت کی ہے۔ اور حاکم نے بھی مستدرک میں ابن عباس سے تائیداً یہی روایت کی ہے۔

فصل (۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کا بیان جو خلفا میں آخر وقت تک چلی آئی ہے

سلفی نے طوریات میں بروایت ابن عمر لکھا ہے کہ جب کعب بن زہیر نے اپنا قصیدہ بانت سعاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا تو آپنے اپنی چادر جو اوسوقت اوڑھے ہوئے تھے اونکی طرف پھینک دی۔ معاویہؓ نے اپنے دور حکومت میں کعب کو لکھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر دس ہزار درہم میں ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔ لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ جب کعب نے انتقال کیا تو معاویہ نے وہ چادر اُن کی اولاد سے بیس ہزار درہم میں خریدلی۔ پھر یہ چادر خلفاء بنو عباس کیطرف منتقل ہوگئی۔ سلفی کے علاوہ اور لوگوں کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن ذہبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ چادر وہ نہ تھی جو معاویہؓ نے خریدی تھی بلکہ بقول یونس بروایت ابن اسحق منقول ہے۔ کہ وہ تھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ایلہ کو غزوہ تبوک کے وقت بطور نشان امان اپنے خط کے ساتھ بھیجی تھی۔ پھر اُسکو ابوالعباس سفاح نے تیس ہزار درہم میں خرید لیا تھا۔ میرے نزدیک جو چادر معاویہؓ نے خریدی تھی وہ زوال بنو امیہ کے وقت میں ضائع ہوگئی۔ امام احمد حنبل نے لکھا ہے کہ جو چادر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک وفد کے آنے پر اوڑھ کر نکلے تھے وہ حضرموت کی بنی ہوئی تھی اور اُسکا طول چار گز اور عرض

دو گز اور ایک بالشت تہا۔ یہ چادر خلفار کے پاس پہونچی۔ چونکہ پھٹ گئی تہی۔ اسلیئے کپڑوں میں لپٹی رہتی تہی۔ خلفا عیدین میں اسکو پہنا کرتے تھے۔ یہہ چادر خلفار میں نسلاً بعد نسل چلی آتی تہی۔ اور کسی بڑے جلوس کے موقع پر بحالت سواری اسکو کندہوں پر ڈال لیا کرتے تہے۔ کہتے ہیں کہ فتنہ تتار میں جب مقتدر قتل ہوا ہے تو یہ چادر وہ اوڑہے ہوئے تہا اور اسکے خون میں تر ہوگئی تہی۔ آخر اسی موقع پر ضائع ہوگئی (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○)

فصل (۸)

بعض فوائد جن کا ذکر کرنا یہان مناسب ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ صولی نے کہا کہ ہر چھٹے خلیفہ نے خلع کیا۔ میں نے غور کیا تو واقعی عجیب بات معلوم ہوئی چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ چھٹے امام حسن خلیفہ ہوئے اور آپنے خلع کیا۔ پھر معاویہؓ۔ یزید بن معاویہ۔ معاویہ بن یزید۔ مروان۔ عبد الملک بن مروان انکے بعد چھٹے ابن الزبیر نے بہی خلع کیا۔ پھر ولید۔ سلیمان۔ عمر بن عبد العزیز۔ یزید۔ ہشام کے بعد ولید۔ اسنے بہی خلع کیا۔ اور بنو امیہ کی سلطنت کا زوال ہوگیا۔ پھر سفاح۔ منصور۔ مہدی۔ ہادی۔ رشید کے بعد امین اسنے خلع کیا۔ پھر مامون۔ معتصم واثق۔ متوکل۔ منتصر۔ کے بعد مستعین۔ اسنے بھی خلع کیا۔ پہر معتز۔ مہتدی۔ معتمد۔ معتضد۔ مکتفی کے بعد مقتدر اسنے دو مرتبہ خلع کیا۔ اور آخر قتل ہوا۔ پہر قاہر۔ راضی۔ متقی۔ مستکفی۔ مطیع کے بعد طائع اسنے بہی خلع کیا۔ پہر قادر قائم۔ مقتدی۔ مستظہر۔ مسترشد کے بعد راشد اسنے بہی خلع کیا اور ابن جوزی نے یہاں تک ہی ذکر کیا ہے ذہبی کہتے ہیں کہ بعض امور ایسے ہیں کہ جنسے یہ بات صحیح قرار نہیں پاتی۔ کیونکہ ابن زبیر پانچویں خلیفہ ہیں نہ کہ چھٹے اور ان کے بعد عبد الملک خلیفہ ہوا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ دونوں پانچویں خلیفہ تہے یا ان میں سے ایک پانچواں تھا اور ایک خارج۔ کیونکہ ابن زبیر اس سے سابق بالبیعۃ تہا۔ اور عبد الملک کی خلافت ابن زبیر کے زمانہ قتل کے بعد صحیح ہوئی ہے (دوم) یزید الناقص اور اسکے بہائی ابراہیم کو بہی شمار نہیں کیا گیا۔ حالانکہ مؤخر الذکر نے خلع کیا۔ اور مروان بہی شمار میں نہیں آیا۔ پس اس حساب سے امین نواںؑ خلیفہ ہوتا ہے۔ میرے نزدیک حسب بیان بالا مروان خارج ہے۔ کیونکہ وہ باغی تہا۔ اسیطرح معاویہ بن یزید۔ کیونکہ ابن زبیر سے لوگوں نے بعد از موت یزید بیعت کی ہے۔ اور معاویہؓ نے ان کے خلاف شام میں ہتھیار اوٹھائے تھے۔ پس ان دونو کو ایک شمار کرنا چاہیئے اور ابراہیم جو یزید الناقص کی بعد تخت پر بیٹھا۔ اس کی خلافت تامہ نہ تھی۔ کیونکہ اس سے بعضوں نے بیعت کی اور بعضوں نے نہ کی۔ بعض اسکو خلیفہ نہیں کہتے بلکہ امیر ہی کہتے ہیں اسکی مدت سلطنت بہی کل چالیس دن یا ستر ہی دن تہی۔ اس حساب سے مروان الحمار چھٹا تہا۔ کیونکہ وہ معاویہ کے بعد بارہواں خلیفہ تہا۔ اور امین اس کے بعد چھٹا (سوم) دیکھا جائے تو خلع کرنا ہر چھٹے خلیفہ پر موقوف نہ تہا۔ چنانچہ معتز نے بہی خلع کیا۔ اور قاہر اور متقی اور مستکفی نے بہی۔ میرے نزدیک اس سے کچھہ حرج واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ مقصود قائل یہہ ہے کہ ہر چھٹے خلیفہ نے ضرور ہی خلع کیا ہے۔ اگر درمیان میں بہی کسی خلیفہ نے خلع کیا تو یہہ اس قول کا منافی نہیں ہو سکتا۔ اور قول جوزی پر یہہ اضافہ بہی کیا گیا ہے کہ راشد کے بعد مقتفی۔ مستنجد۔ مستضی۔ ناصر

طاہر اور مستنصر چھٹا خلیفہ ہوا مگر اسنے خلع نہیں کیا۔ پھر مستعصم بادشاہ ہوا جسکو تاتاریوں نے قتل کرکے خلافت کا خاتمہ کردیا۔ ساڑھے تین برس تک تخت خلافت خالی رہنے کے بعد مستنصر خلیفہ ہوا۔ لیکن وہ دار الخلافت میں نہ تہا۔ بلکہ اسکی بیعت مصر میں واقع ہوئی تہی۔ وہاں سے وہ عراق گیا۔ اور اہل تاتار کے مقابلہ میں قتل ہوا۔ پہر ایک سال تک تخت خالی رہا اور خلافت مصر میں منتقل ہوگئی۔ جہاں سب سے پہلا خلیفہ حاکم ہوا پہر مستکفی۔ واثق۔ حاکم معتضد اور متوکل۔ یہہ چھٹا خلیفہ تہا اس نے خلع کیا۔ پہر معتصم اول خلیفہ ہوا۔ اس نے بعد پندرہ روز خلع کیا۔ پہر متوکل دوبارہ جس نے خلع کیا۔ پہر معتصم ثانی ہوا جس نے خلع کیا۔ پہر متوکل از سر نو خلیفہ بنایا گیا جو مرتے دم تک خلیفہ رہا۔ پہر مستعین معتضد مستکفی۔ قائم۔ یہ معتصم ثانی کے بعد چھٹا خلیفہ تہا۔ اس نے بہی خلع کیا پہر مستنجد تخت خلافت زمانہ پر بیٹھا جو خلفاء بنو عباس میں کیا نواں تاجدار تہا۔
فوائد کہتے ہیں کہ خلفاء بنی عباس میں ایک شروع کرنیوالا ہوا ہے۔ اور دوسرا درمیانی۔ اور تیسرا آخری۔ چنانچہ منصور شروع کرنیوالا۔ مامون درمیانی۔ اور معتضد آخری ہے۔

سوائے سفاح۔ مہدی اور امین کے تمام خلفاء بنی عباس کنیزکوں کی اولاد میں سے تھے۔

سوائے علی بن ابی طالب وحسن بن علی رضی اللہ عنہم اور امین بن رشید کے کوئی ہاشمی خلیفہ ہاشمیہ کے بطن کا تخت پر نہیں بیٹھا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور علی المکتفی کے سوا اور کسی خلیفہ کا نام علی نہ تہا۔

خلفاء کے نام زیادہ تر مفرد ہیں۔ کمتر مثنیٰ اور ایک جیسے نام بہت ہیں۔ عبد اللہ۔ احمد۔ محمد۔ تمام القاب خلفاء کے مستعصم (آخر خلیفہ عراق) تک مفرد ہیں۔ خلفاء مصر میں ایک نام بار ثانی رکہا گیا۔ مثلاً مستنصر۔ مستکفی۔ واثق حاکم معتضد۔ متوکل۔ مستعصم۔ مستعین۔ قائم مستنجد (مستکفی اور معتضد کے نام کے تین خلیفہ ہوئے۔ باقی ناموں کے صرف دو دو۔) خلفاء بنی عباس میں کوئی شخص خلفاء بنی عبید کے ہمنام نہ تہا۔ بجز قائم۔ حاکم۔ طاہر۔ اور مستنصر کے۔ باقی رہا مہدی اور منصور یہہ دونوں نام بنی عباس میں قبل از وجود بنی عبید کے رکھے جاچکے ہیں

کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ یا خلیفہ کا لقب قاہر ہو کبہی پہولا پہلا نہیں۔ میرے نزدیک یہی حال مستکفی و مستعین کے مسیحے کا ہے خاندان عباسیہ میں دو خلفاء اس لقب سے ملقب ہوئے دونوں کو خلع کرنا پڑا۔ اور دونوں قتل ہوئے معتضد سب سے اچہا اور بابرکت لقب ہے۔

مقتفی اور مستنصر کے سوا کوئی خلیفہ اپنے بہائی کی جگہ تخت پر نہیں بیٹھا۔ جو کہ ارشد اور معتصم کے جگہ علی الترتیب ہوئے (بقول ذہبی) سوا امین مامون اور معتصم اولاد ہارون رشید اور مستنصر معتمز۔ اور معتمد۔ اولاد متوکل اور راضی مقتضی اور مطیع اولاد مقتدر کے ایک باپ کے تین بیٹے یکے بعد دیگرے تخت پر نہیں بیٹھے۔

اولاد عبد الملک میں چار بیٹے تخت پر بیٹھے اسکی نظیر خلفاء میں تو نہیں۔ پادشاہوں میں البتہ ملتی ہے۔ مگر میرے نزدیک خلفاء میں ہے۔ چنانچہ اولاد متوکل سے چار نہیں بلکہ پانچ خلیفہ تخت پر بیٹھے۔ یعنی مستعین معتضد مستکفی۔ قائم مستنجد۔

کوئی شخص سوا ابوبکر صدیق اور ابوبکر الطائع بن مطیع کے اپنے باپ کی زندگی میں خلیفہ نہیں ہوا۔ موخر الذکر کے باپ کو فالج ہوگیا تہا۔ اس لیئے وہ باپ کی حیات میں ہی خلیفہ ہوا۔

علما کہتے ہیں کہ سب سے پہلا شخص جو باپ کے سامنے خلیفہ ہوا۔ جسکے ساتھ عہد کیا گیا۔ جسنے بیت المال بنایا

قرآن شریف کو مصحف کا خطاب دینا وہ ابوبکر صدیق رض ہیں۔
خطاب امیر المومنین سے اول ہی اول حضرت عمر رضی اللہ عنہ مخاطب ہوئے۔ انہیں نے دُرّہ نکالا۔ انہیں نے سنہ ہجری شروع کیا۔ انہیں نے صلوٰۃ تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اُن ہی نے اول دیوان عدالت قائم کیا۔
سب سے پہلے چراگاہیں حضرت عثمان غنی نے مقرر کیں۔ اُن ہی نے جاگیریں دیں۔ ان ہی نے جمعہ میں اذان ثانی بڑھائی اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ انہی نے خطبہ پڑھنا چھوڑا۔ ان ہی نے سب سے پہلے پولیس مقرر کی۔
سب سے پہلے معاویہ نے اپنی زندگی میں ولیعہد مقرر کیا۔ اور اپنی خدمت کیلئے خواجہ سرار کھے۔
سب سے پہلے عبداللہ بن زبیر کی مخالفت پر لوگ آمادہ ہوئے۔
سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے اپنا نام سکہ پر ضرب کرایا۔
سب سے پہلے ولید بن عبدالملک نے اپنا نام لیکر پکارنے کو منع کیا۔ اور خطاب بنی عباس سے ملقب کیا۔
ابن فضل اللہ کہتے ہیں کہ بعض علمار کا یہ گمان ہے کہ خلفا بنو امیہ نے بھی بنو عباس کی طرح اپنے القاب مقرر کئے تھے میں کہتا ہوں کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ معاویہ کا لقب الناصر لدین اللہ تھا۔ اور یزید کا المستنصر اور معاویہ بن یزید کا۔ الراجع الی الحق اور مروان کا المومن باللہ اور عبدالملک کا الموفق لامر اللہ اور ولید بن عبدالملک کا المنتقم باللہ اور عمر بن عبدالعزیز کا المعصوم باللہ اور لقب یزید بن عبدالملک کا القادر لصنع اللہ اور لقب یزید ناقص کا الشاکر لانعم اللہ۔
سب سے پہلے سفاح نے حکومت خود میں زبانوں کو جدا کیا۔
سب سے پہلے نجومیوں کو منصور نے اپنا مقرب بنایا۔ اور احکام نجوم پر چلایا۔ اسی نے اپنے غلاموں کو حاکم بنایا اور انکو عرب کا گورنر کیا۔
سب سے پہلے مہدی نے ردّ مخالفین میں کتابیں تصنیف کرائیں۔
سب سے پہلے ہادی کے جلو میں سپاہی تلواریں اور نیزے لیکر چلے۔
سب سے پہلے رشید نے چوگان کھیلا۔
سب سے پہلے امین ہی کو تحریر و تقریر میں خلیفہ کے لقب کے ساتھ مخاطب کیا گیا۔
سب سے پہلے معتصم نے ترکوں کو دیوان حکومت میں داخل کیا۔
سب سے پہلے المتوکل نے ذمی کافروں کیلئے ایک الگ لباس مقرر کیا۔
سب سے پہلے ترکوں نے متوکل کو قتل کیا اور اس واقعہ سے اس حدیث قدسی کی تصدیق ہوگئی جیسا کہ طبرانی نے بروایت ابن مسعود نہایت مستند سند سے لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ تم ترکوں کے ترک کرنے سے پہلے انکو چھوڑ دو۔ کیونکہ سب سے پہلے وہی ہونگے جو میری امت کے ایک بادشاہ کو اُن سے جدا کرینگے اور بنو قنطورہ کو خدا تعالےٰ پادشاہ کریگا۔
سب سے پہلے چوڑی آستینیں اور چھوٹی ٹوپیاں مستعین نے پہنیں۔
سب سے پہلے گھوڑوں کو چاندی کا زیور معتز نے پہنایا۔
سب سے پہلے معتمد پر جبر و قہر کیا گیا۔

سب سے پہلے مقتدر بچپن میں خلیفہ بنایا گیا۔
آخری خلیفہ جو تدبیر لشکر و اموال سے الگ کیا گیا راضی تھا۔ اسی نے سب سے آخر میں شعر کہا اور لوگوں کو ہمیشہ نماز پڑھائی۔ اور خطبہ پڑھا۔ اور اپنے ہم نشینوں کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اور وہی سب سے آخر خلیفہ ہے۔ جسکی اخراجات تنخواہ انعامات۔ جاگیریں۔ خدام و لشکر و خزانے باورچیخانے۔ ساقی خانے۔ اجلاس خانے۔ دربان وغیرہ مقرر تھے اور اسکے احکام مثل خلفائے سابق جاری تھے اور اسکے بعد کسی خلیفہ نے لباس خلافت پہنکر سفر نہیں کیا۔
سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی والدہ شریفہ کے حیات میں خلیفہ ہوئے اور ان کے بعد ہادی۔
سب سے پہلے عسکری کو جو کہ بعد مستعصم کے ہوا ہے دوبارہ القاب مستنصر دیا گیا۔
پھر رشید۔ پھر امین۔ پھر متوکل۔ پھر منتصر۔ پھر مستعین۔ پھر معتز۔ پھر معتضد۔ پھر مطیع۔ سوائے ابو بکرؓ اور زید الطائع کے اور کسی کو حیات والد خود میں خلافت نہیں ملی۔
صولی کہتے ہیں کہ ولیدا و رسلیمان ابنان عبد الملک کی والدہ۔ اور شاہین والدہ یزید الناقص و ابراہیم بن ولید اور خیزران والدہ ہادی و رشید کے سوا کوئی عورت ایسی نہیں ہوئی جسکے بطن سے دو خلفاء پیدا ہوئے ہوں۔
میرے نزدیک اس تعداد میں عباس و حمزہ کی والدہ اور داؤد و سلیمان کی والدہ کو اولاد متوکل ثانی سے اور شامل کرنا چاہیئے
ف عبیدیوں میں چودہ آدمی خلافت سے ملقب ہوئے۔ جن میں سے تین۔ (مہدی۔ قائم اور منصور) مغرب میں ہوئے اور گیارہ (معز۔ عزیز۔ حاکم۔ ظاہر۔ مستنصر۔ مستعلی۔ آمر۔ حافظ۔ ظافر۔ فائز۔ عاضد۔ مصر میں گذرے۔ انکی سلطنت کی ابتدا ۲۹۰ھ (یا کچھ بعد) ہوئی اور زوال ۵۶۷ھ میں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ ان کی سلطنت گویا یہودیوں اور مجوسیوں کی سلطنت تھی نہ علویوں کی۔ اور باطنیہ لوگ فاطمیہ نہ تھے۔ جو کہ چودہ ہوئے نہ ان کی سلطنت کو خلافت کہہ سکتے ہیں۔
ف۔ بنو امیہ میں سے چھ شخص اندلس میں لقب خلیفہ سے مخاطب ہوئے یہہ لوگ عبیدیوں سے بدرجہا بہتر تھے شریعت اسلام و سنت رسول علیہ السلام کے بڑے پابند تھے۔ بڑے عالم فاضل عادل غازی اور جہاد کرنے والے تھے
ف بہت سے لوگوں نے خلفاء کی تاریخیں لکھی ہیں۔ منجملہ متقدمین کے نفطویہ نحوی نے دو جلدوں میں تاریخ الخلفاء لکھی ہے۔ اور اسمیں زمانہ قاہر تک کا حال بیان کیا ہے۔ صولی نے صرف عباسیین کی تاریخ لکھی ہے جو مجھ تک پہونچی ہے۔ اور میںنے اس سے مدد لی ہے جوزی نے تاریخ خلفاء بنی عباس زمانہ ناصر تک لکھی ہے۔ اس کتاب کو میںنے دیکھا ہے۔ ابو الفضل احمد ابن ابو طاہ المروزی دو زمرہ شعراء نے بھی ایک تاریخ الخلفا لکھی ہے۔ جسنے ۲۸۰ھ میں وفات پائی۔ ایک تاریخ الخلفاء بنی العباس امیر ابی موسے ہارون بن محمد العباسی نے بھی لکھی ہے۔
ف۔ خطیب نے تاریخ میں بروایت محمد بابا د لکھا ہے کہ سوا عثمان بن عفان رضہ اور مامون کے کوئی شخص حافظ قرآن نہیں ہوا۔ میرے نزدیک تو یہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ اس کی صراحت صحت ایک جماعت نے کی ہے جنمیں سے امام نووی نے اپنی کتاب تہذیب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر بھی حافظ قرآن تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بعد از وصال جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ کے تمام قرآن شریف حفظ کیا تھا۔
ف ابن الساعی نے لکھا ہے کہ خلیفہ ظاہر کی بیعت کے وقت میں موجود تھا۔ خلیفہ ایک قبہ دار چتر کے نیچے سفید کپڑے پہنے ہوئے بیٹھا تھا۔ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی چادر

اسکے شانوں پر پڑی تھی۔ ایک وزیر اسکے سامنے اور داروغہ صرف خاص زینہ تخت پر کھڑا تھا۔ لوگ اس سے ان الفاظ کے ساتھ بیعت کر رہے تھے "ہیں اپنے سردار و مولا جسکی اطاعت تمام دنیا پر فرض ہے۔ یعنی ابوالنصر محمد الظاہر بامر اللہ سے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجتہاد امیر المؤمنین پر بیعت کرتا ہوں اور نیز اسپر کہ اسکے سوا اور کوئی خلیفہ نہیں ہے"۔

فصل (۹) ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اسم مبارک آپکا عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ بن غالب القرشی التیمی ہے۔ اور سلسلہ نسب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ مرہ سے ملتے ہیں۔

نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا نام عبداللہ ہی مشہور تھا۔ جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کا نام مبارک عتیق تھا۔ لیکن جمہور علماء کا اسپر اتفاق ہے کہ عتیق آپ کا نام نہ تھا۔ بلکہ لقب تھا۔ اسوجہ سے کہ آپ آتش دوزخ سے عتیق (یعنے آزاد) ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں بروایت ترمذی آچکا ہے۔ اور ایک گروہ مصعب بن زبیر ولیث بن سعد کہتے ہیں کہ بوجہ آپ کے حسن وجمال صورت کے آپ کا لقب عتیق ہوا (عتیق بمعنے حسن وجمال) بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ آپ کے نسب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ قابل عیب ہو۔ مصعب بن الزبیر کہتے ہیں کہ تمام امت محمدی کا اتفاق لقب صدیق پر ہے۔ کیونکہ آپ نے نڈر ہوکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق فرمائی۔ اور صدق کو اپنے لئے لازم کرلیا۔ آپ سے کبھی کسی حال میں ترشروی و زشت خوئی سرزد نہیں ہوئی۔ اسلام میں آپ کا درجہ نہایت رفیع ہے لقب صدیق کے معاملہ میں معراج شریف کا قصہ بھی ہے کہ آپ نے کفار کے جواب میں ثابت قدمی دکھائی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی تصدیق فرمائی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی ہجرت اور ترک عیال واطفال ملازمت غار و تمام راستہ پھر جنگ بدر و حدیبیہ میں آپکا کلام فرمانا۔ مکہ میں داخل ہونیمیں تاخیر فرمانا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشاد فرمانے پر کہ ایک بندے کو خدا تعالے نے دنیا و آخرت کے اختیار کرنے کے لئے۔ مختار کیا ہے رو پڑنا۔ پھر وفات جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ کے دن آپ کا ثابت قدم رہنا لوگوں سے خطاب فرمانا اور انکی تسکین فرمانا اور مسلمانوں کی بہتری کے واسطے بیعت لینے کیلئے تیار ہوجانا۔ پھر اسامہ بن زید کو معہ لشکر شام پر بھیجنے کا انتظام کرنا۔ اور اس سے باز نہ آنا۔ پھر مرتدوں سے لڑائی کیلئے آمادہ ہوجانا اور صحابہ کو دلیل سے ثابت کرکے قائل کرنا اور اللہ تعالے کا دیگر صحابہ کے دلوں کو روشن کرنا جیسا کہ خدا نے حضرت ابوبکر کا دل ساتھ صدق کے منور کیا ہوا تھا اور وہ قائل مرتدوں کا ہے۔ پھر انتظام بھیجنے لشکر متعلق فتح شام کرنا اور اوسکو مدد بھیجنا۔ پھر شام کو فتح کرنا آپ کے بڑے فضائل میں سے ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کو خلیفہ بنا دینا بھی آپ کی بڑی فضیلت میں داخل ہے۔ اصل یہ ہے کہ آپ کے فضائل اسقدر ہیں کہ اس مختصر کتاب میں نہیں آسکتے۔

میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے حالات کو اپنے معلومات کے موافق ذرا تفصیل کے ساتھ لکہو نگا
اسی لئے میں نے اس باب میں کئی فصلیں کر دی ہیں۔

فصل (۱)

حضرت ابو بکرؓ کا اسم و لقب جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہی

ابن کثیر نے کہا ہے کہ اسپر اتفاق ہے کہ آپ کا نام عبداللہ بن عثمان ہے مگر ابن سعد نے بحوالہ ابن سیرین لکھا ہی
کہ آپ کا نام عتیق تہا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ عتیق آپ کا لقب تہا۔ اسمیں اختلاف ہے کہ آپ اس لقب سے کس
وقت اور کس سبب سے ملقب ہوئے۔ لیث بن سعد و احمد بن حنبل و ابن معین اور دیگر ایک گروہ نے کہا ہے کہ بوجہ
آپ کے حسن صورت کے آپ کا یہ لقب ہوا۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ آپ کا یہ لقب اسوجہ سے پڑا کہ آپ نیک کام
کیلئے سب سے آگے بڑہتے تھے۔ یہہ بہی کہتے ہیں کہ آپ کا یہہ لقب اسوجہ سے ہوا کہ آپ صحیح النسب تھے اور
آپ کی نسب میں کوئی ایسا نہیں ہوا۔ کہ جسپر کوئی عیب لگایا گیا ہو۔ ایک یہہ بھی قول ہے کہ پہلے آپ کا نام مبارک
عتیق رکہا گیا۔ پہر عبداللہ نام ہو گیا۔

طبرانی قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچہا۔ کہ حضرت ابو بکر
رضی اللہ تعالے عنہ کا کیا نام تہا۔ آپ نے فرمایا کہ عبداللہ۔ انہوں نے عرض کی کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ عتیق نام تہا
تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ابو قحافہ کے تین لڑکے تھے ایک کا نام عتیق تہا۔ دوسرے کا معتق اور تیسرے کا معتیق
ابن مندہ و ابن عساکر موسے بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو طلحہ سے پوچھا کہ حضرت ابو بکر صدیق کا نام
عتیق کیوں رکہا گیا تہا۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ جب حضرت صدیق اکبر
پیدا ہوئے تو آپ انکو لیکر خانہ کعبہ میں گئیں۔ اور کہا الٰہی یہ بچہ موت سے عتیق (آزاد) رہے جو کہ تو نے مجھے عطا فرمایا۔

طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت کا نام عتیق بلحاظ آپ کے حسن صورت کے رکھا گیا ہے
ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہو کہ حضرت ابو بکر صدیق کا نام ان کے خاندان والوں نے
تو عبداللہ ہی رکھا تہا۔ لیکن عتیق زیادہ مشہور ہو گیا۔ ایک روایت میں یوں بہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے آپ کا نام عتیق رکہدیا تہا

ابو یعلی نے اپنے مسند میں اور ابن سعد اور حاکم نے حضرت عائیشہؓ سے روایت کی ہے کہ آپنے قسمیہ فرمایا ایک
روز میں اپنے مکان میں تنہا تہی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ صحابیوں کے صحن خانہ میں تشریف
فرما تہے میرے اور آپ کے درمیان ایک پردہ تہا۔ کہ اسمیں حضرت ابو بکر تشریف لے آئے۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی آتش دوزخ سے آزاد شخص کو دیکھنا چاہے وہ ابو بکر کو دیکھ لے
آپ کا نام آپ کے خاندان والوں نے تو عبداللہ ہی رکہا تہا مگر عتیق اس نام پر غالب آگیا۔ ترمذی اور
حاکم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر تو آتش دوزخ سے خدا کا آزاد کیا ہوا ہے
پہر اس روز سے آپ کا نام عتیق پڑ گیا بزار و طبرانی نے عبداللہ بن زبیر کی مستند سند میں بیان کیا ہے

کہ حضرت ابوبکر صدیق کا نام عبد اللہ تھا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو آتش دوزخ سے آزاد کیا ہوا ہے اس روز سے آپ کا نام عتیق ہوگیا۔ باقی رہا لقب صدیق۔ کہتے ہیں کہ آپ اس لقب سے ایام جاہلیت میں ہی ملقب ہوگئے تھے کیونکہ آپ سے بہت ہی صدق سرزد ہوتا تھا۔ جیسا کہ ابن سعد ی نے بیان کیا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ لقب اسواسطے ہوا کہ آپ ہمیشہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق میں جہاں تک کہ انکو علم ہوتا مبادرت فرماتے تھے۔ ابن اسحاق نے بروایت حسن بصری وقتادہ لکھا ہے کہ اس لقب سے آپ کی شہرت شب معراج کی دوسرے دن سے ہوئی۔ حاکم نے مستدرک میں بروایت حضرت عائشہ رضہ لکھا ہے کہ مشرکین حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ کچھ خبر بھی ہے۔ تمہارے دوست کو یہ زعم ہوا ہے کہ میں رات کو بیت المقدس پہونچایا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ کیا حضور نے ایسا فرمایا ہے۔ مشرکین نے کہا کہ ہاں۔ حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا کہ آپ نے ضرور صحیح فرمایا اگر آپ اس سے بھی زیادہ دور آسمانوں کی خبر صبح یا شام کو دیتے تو میں اسکی تصدیق کرتا۔ بس اسی وجہ سے آپ کا لقب صدیق ہوگیا۔ اسکے اسناد زبردست اور مستند ہیں (اسکی تصدیق بذریعہ طبرانی حدیث انس وابوہریرہ سے بھی ہوتی ہے) سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بروایت ابوہریرہ کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں مقام ذی طوائے پر پہونچے تو آپ نے حضرت جبرئیل سے کہا کہ میری) قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔ حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابوبکر کرینگے وہ صدیق ہیں۔

حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ ابن سبرہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر کا کچھ حال بیان کیجئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ابوبکر وہ شخص ہیں کہ خدا تعالے نے انکا نام صدیق رکھا ہے جبرئیل اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے صدیق کہلوایا ہے۔ وہ نماز میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شخص کو لیئے ہمارے دینی معاملات میں راضی ہوئے ہم اس سے دنیا کیلئے بھی راضی ہوگئے۔ اسناد اس حدیث کے مستند ہیں۔ دارقطنی اور حاکم نے لکھا ہے کہ ابویحیے کہتے ہیں کہ میں نے بہت دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا نے اپنے نبی کی زبان سے ابوبکر کا نام صدیق رکھا ہے۔ طبرانی نے سند مستند سے لکھا ہے کہ حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قسمیہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام صدیق خدا نے آسمان سے نازل کیا ہے۔ حدیث اُحد میں ہے کہ اطمینان رکھو تم میں نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کی والدہ ماجدہ آپکے والد ماجد کی چچا کی بیٹی تہیں۔ جن کا نام سلمی بنت صخر بن عامر بن کعب ہے اور انکی کنیت ام الخیر ہے (بقول ابن عساکر بروایت زہری)۔

فصل (۱۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ کا مولد ومنشا

بقول ابن کثیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ دو سال و دو ماہ بعد از تولد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیدا ہوئے۔ اور جب آپ نے (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پائی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کی عمر ترسٹھ سال کی تھی لیکن خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ یزید بن اصم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے دریافت کیا کہ بڑے ہم ہیں یا تم حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ بڑے تو آپ ہی ہیں۔ لیکن آپ سے میری عمر زیادہ ہے۔ اور یہ روایت نادرہ ہے مگر مشہور اسکے خلاف ہے اور اسکی صحت ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ آپ نے مکہ ہی میں نشو ونما پائی اور سوا ضرورت تجارت کے آپ کبھی مکہ سے نہیں نکلے۔ آپ اپنی قوم میں متمول بزرگ صاحب مروت واحسان تھے۔ چنانچہ ابن دغنہ نے کہا کہ آپ صلہ رحم کرے اور حدیث نبوی کی تصدیق فرماتے ہیں۔ گم شدہ کو تلاش کرتے ہیں۔ سختی زمانہ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور مہمان کی خاطر داری کرتے ہیں نووی کہتے ہیں کہ آپ ایام جاہلیت میں قریش کے رؤسا میں سے تھے۔ اُن کے معاملات کی خوب واقفیت رکھتے تھے۔ وہ آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور آپ کو عزیز رکھتے اور زمانہ اسلام میں آپ گویا بالکل اسلام ہی کے ہو رہے۔

زبیر اور ابن عساکر نے بروایت معروف بن خربوذ لکھا ہے کہ آپ اُن گیارہ آدمیوں قریش میں سے تھے جنکو زمانہ جاہلیت اور اسلام میں شرف حاصل رہا ہے اور خون بہا اور جرمانہ کے مقدمات آپ ہی طے فرمایا کرتے تھے کیونکہ قریش میں کوئی شخص بمنزلہ بادشاہ نہ تھا کہ جس سے تمام معاملات رجوع کیے جاتے بلکہ ہر قبیلہ کے رئیس نے الگ الگ کام سنبھالے ہوئے تھے۔ چنانچہ بنی ہاشم کے سپرد حاجیوں کو پانی پلانا اور امداد کرنا تھا۔ یعنی سوا ان کے حاجیوں کو کوئی اور شخص کھانا یا پانی نہیں دے سکتا تھا۔ اور عبدالدار کے متعلق حجابت (ایلچی گری و دربانی) اور علم برداری اور مجلس شورے کا مقرر کرنا تھا۔ یعنی کوئی شخص انکی اجازت کے بغیر کسی کے گھر نہیں جا سکتا تھا۔ تاوقتیکہ وہ علم نہ اوٹھائے جنگ نہ ہو سکتی تھی اور کسی کام کیلئے مجلس شورے وہی جمع کرتے تھے۔ جسکے بغیر تصفیہ نہیں ہوتا تھا۔

فصل

زہد حضرت ابو بکرؓ

حضرت ابو بکر صدیق ایام جاہلیت میں سب سے زیادہ پارسا شخص تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا قسمیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے جاہلیت یا اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا۔ اور آپ نے اور عثمانؓ نے جاہلیت ہی میں شراب چھوڑ دی تھی۔ ابو نعیم نے مستند سند سے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ نے ایام جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔

ابن عساکر نے بروایت عبداللہ بن زبیر لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے کبھی شعر نہیں کہا۔ اور حضرت ابو بکرؓ سے کسی نے دیگر صحابہ کے سامنے دریافت کیا کہ بھلا آپ نے کبھی شراب زمانہ جاہلیت میں بھی پی ہے۔ آپ نے خدا سے پناہ مانگ کر کہا کہ کبھی نہیں۔ اسنے پھر پوچھا کہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری بدن میں بدبو آئے اور مروت زائل ہو جائے۔ شراب پینے سے بدبو آنے لگتی ہے۔ اور مادۂ مروت بھی جاتا رہتا ہے۔ یہ گفتگو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچی تو آپ نے دو مرتبہ فرمایا کہ ابو بکر سچ کہتے ہیں۔

فصل (۱۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عائیشہ رضہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ابو بکر رضہ کا حلیہ مبارک کیا تھا آپنے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر کا گورا رنگ چھریرا بدن ریچکے ہوئے گال تھے۔ آپ کا پاجامہ ہمیشہ نیچے کو کھسک جایا کرتا تھا۔ پیشانی پر اکثر پسینہ رہتا تھا۔ آنکھیں جھکی رہتی تھیں۔ بلند پیشانی۔ انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں آپ مہندی یا وسمہ سے خضاب کیا کرتے تھے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے ہیں تو سوا حضرت ابو بکر صدیق کے اور کسی کی داڑہی کھچڑی نہ تھی۔ پھر آپ مہندی یا وسمہ سے خضاب کرنے لگے۔

فصل (۱۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضہ کا اسلام لانا

ترمذی اور ابن حبان نے ابوسعید خدری رضہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے بوقت قضیہ خلافت کے فرمایا۔ کہ کیا میں سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا مستحق نہیں ہوں۔ اور کیا میں سب سے پہلے ایمان لانیوالوں میں سے نہیں ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ابن عساکر نے بروایت حضرت علی رضہ بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر ایمان لائے۔ اور خیثمہ نے بروایت زید بن ارقم لکھا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ ابو بکر رضہ تھے۔ ابن سعد نے ابواروی سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے ابو بکر ایمان لائے تھے۔ طبرانی نے کبیر میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد میں شعبی سے روایت کی ہے۔ کہ ابن عباس سے سوال کیا گیا تھا۔ کہ سب سے پہلے کون ایمان لایا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ۔ حسان بن ثابت کے یہ اشعار مشہور ہیں:۔

اذا تذکرت شجوًا من اخی ثقۃ	فاذکر اخاک ابا بکرٍ بما فعلا
خیر البریۃ اتقاھا و اعدلھا	الا النبی و اوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشھدہ	و اول الناس منھم صدق الرسلا

ترجمہ ۱۔ جب کبھی تو اپنے قریبی بھائی کے درد و غم کا ذکر کرے تو اسوقت ان واقعات کو بھی یاد کر لیا کر جو تیرے بھائی ابو بکر رضہ کے ساتھ گذرے ہیں۔ ۲۔ وہ زمانہ بھر میں سب سے زیادہ متقی مصلح۔ اور وعدہ وفا کرنیوالے تھے ۳۔ سوم آپکی شہادت محمودہ "گواہی بے بحث سچی" تھی۔ اور آپ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

ابونعیم نے فرات بن صائب سے روایت کی ہے۔ کہ میمون بن مہران سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک علی کرم اللہ وجہہ افضل ہیں یا ابو بکر رضہ یا عمر رضہ پس وہ بحالت غصہ کانپنے لگے تا حدیکہ اونکا عصا ہاتھ سے گر گیا۔

برازنے مسند میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک شجاع ترین کون شخص ہے سبنے بالاتفاق عرض کیا کہ آپ۔ آپنے فرمایا کہ میں ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا ہوں۔ یہ کوئی شجاعت نہیں تم شجاع ترین شخص کا نام لو۔ سبنے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں تو آپ نے فرمایا کہ شجاع ترین ابو بکر صدیق ہیں کیونکہ یوم بدر میں ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک سائبان بنادیا تہا اور ہمنے پوچہا کہ حضور کے پاس کون رہیگا کہ مشرکین کو آپ پر حملہ کرنے سے روکے۔ پس قسم خدا کی کہ ہم میں سے کسی شخص کو ہمت نہ پڑی مگر ابو بکر صدیق ننگی تلوار لیکر رسول اللہ صلعم کے سینہ سپر ہوکے کہڑے ہو گئے۔ اور کسی شخص کو پاس نہ پھٹکنے دیا۔ اور جس کسی نے آپ پر حملہ کیا۔ ابو بکر اُسپر حملہ آور ہوئے۔ پس ابو بکر ہی بہادر ترین عالم ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ لیا۔ اور آپ کو گہسیٹتے اور گراتے اور کہتے تھے کہ تو ہی ہے جو ایک خدا بتاتا ہے۔ پس قسم ہے خدا کی کہ کسی کو کفار کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ مگر ابو بکرؓ آگے بڑہے اور کفار کو مارتے گھسیٹتے گراتے۔ اور ہٹاتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کہتے جاتے تھے کہ تم پر افسوس ہے تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا ایک خدا ہے۔ یہ فرماکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوگئے اور وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے پس اسقدر روئے کہ آپکی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور فرمانے لگے کہ خدا تمکو تقویت ایمان دے یہ بتلاؤ کہ مومن آل فرعون اچھا ہے یا ابو بکرؓ پس لوگ چپ رہے تو فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتے پھر فرمایا کہ قسم ہے خدا کی ابو بکرؓ کی ایکساعت مومن آل فرعون کی ہزار ساعت سے بہتر ہے۔ یہ لوگ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے اور ابو بکر نے اپنے ایمان کو ظاہر کیا۔ امام بخاری بروایت عروہ لکہتے ہیں کہ مینے عبد اللہ بن عمرو سے پوچہا کہ مشرکین نے سب سے زیادہ سختی رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی تہی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز نماز پڑھ رہے تھے عقبہ پیچہے سے آیا اور اپنی چادر آپکے گلے میں ڈالکر نہایت سخت طور سے گلا گھونٹا۔ پس ابو بکر صدیق آپہونچے اور عقبہ کو ہٹاکر فرمانے لگے کہ تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو کہ جو اپنا خدا اللہ کو بتلاتا ہے اور وہ خدا کی طرف سے نشانیاں لیکر تمہارے طرف آیا ہے۔ ہیثم بن کلیب نے مسند میں ابو بکرؓ سے روایت کی ہے کہ بروز ہفتہ (شنبہ) تمام آدمی حضرت رسول اللہ صلعم کے پاس سے روگردان ہوکر چلے جاتے تھے۔ پس سب سے پہلا میں ایک تہا جس نے آپکیطرف رجوع کیا۔ اسکا ذکر اپنے محل پر کیا جاویگا۔ ابن عساکر نے لکہا ہے۔ کہ حضرت عائیشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب اڑتیس آدمی مسلمان ہوگئے تو حضرت ابو بکر صدیق نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اسلام کو ظاہر فرمائیے۔ آپنے فرمایا کہ ہماری جمعیت بہت ہی قلیل ہے لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اصرار فرمایا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار اسلام کیا۔ مسلمان نواح مسجد میں منتشر گئے۔ مگر ہر ایک مسلمان مسجد کے گوشہ ہائے میں موجود تہا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے کہڑے ہوکر خطبہ پڑہا اور لوگوں کو دعوت اسلام طرف اللہ و رسول اوسکے کی دی۔ اور ابو بکر سب سے پہلے خطیب تھے۔ مشرکین نے یہ سنکر حضرت ابو بکرؓ اور مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اور نواح مسجد میں مسلمانوں کو سخت اذیت پہونچائی (ہم اس حدیث پر آگے چلکر بحث کرینگے) ابن عساکر نے بروایت حضرت علیؓ نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے مسلمان ہوتے ہی اپنا اسلام ظاہر فرمایا اور دعوت خدا و رسول خدا کی دی۔

فصل (۱۶)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اپنے مال کو رسولؐ خدا پر تصدق کرنا

آپ صحابہ میں سب سے زیادہ سخی تھے وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی کا شان نزول بروایت ابن جوزی واجماع آپ ہی ہیں۔ احمد نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنا مجھے ابوبکر صدیق کے مال سے نفع پہونچا ہے کسی اور کے مال سے نفع نہیں پہونچا۔ حضرت ابوبکر رو کر فرمانے لگے کہ میں اور میرا مال کیا چیز ہے۔ جو کچھ ہے سب آپ ہی کا مال ہے۔ اسی قسم کی دوسری حدیث ابو یعلی نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ ابن کثیر نے بروایات حضرت علیؓ وابن عباسؓ وانسؓ وجابرؓ وابی سعیدؓ خدری اور خطیب نے بروایت سعید بن مسیب اور دیگر بہت سے راویوں سے لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مال میں ویسا ہی تصرف فرماتے تھے جیسا اپنے مال میں۔ ابن عساکر نے بروایت حضرت عائشہؓ وعروہ روایت کی ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے ہیں آپ کے پاس چالیس ہزار دینار (یا درہم) تھے جو آپ نے کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کر دیئے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے ہیں آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم تھے لیکن جب آپ نے ہجرت فرمائی ہے تو پانچ ہزار سے زیادہ نہ رہے تھے یہ سب ہی اطاعت رسول اللہ صلعم اشاعت وامداد اسلام میں خرچ ہو گئے تھے۔ ابن عساکر نے بروایت حضرت عائشہؓ لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے سات غلام برضا خدا آزاد کر دیئے تھے۔ ابن عمر ہی کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضور نبوی میں حاضر تھا اور حضرت صدیق اکبر بھی وہیں ایک عبا پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ جس میں کانٹا لگا کر اپنا سینہ ڈھک رکھا تھا کہ حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ابوبکرؓ عبا میں کانٹا کیوں ٹانکے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا تمام مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ خدا ابوبکر کو سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ تمکو جو میری وجہ سے فقیری حاصل ہوئی ہے اس پر تم راضی ہو یا ناراض۔ حضرتؓ ابوبکر نے کہا میں اپنے خدا سے ناراض نہیں ہوں میں اپنے خدا سے بالکل خوش ہوں اور یہ کلمہ تین دفعہ ادا کیا ابو نعیم نے ابو ہریرہ وابن مسعود سے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے اور ابن عساکر نے روایت ابن عباس ایسا ہی نقل کیا ہے۔ ابن عباس نے حضرت رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ ایک جبہ پہنے ہوئے اور اسمیں کانٹا لگائے ہوئے آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ڈھنگ ہے۔ جبرئیلؑ علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ زمین پر ابوبکرؓ کو اس ڈھنگ پر دیکھکر خدا نے آسمان پر فرشتوں کو انہیں کی تقلید کرنے کو فرمایا ہے۔ بقول ابن کثیر یہہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہوتی تو اس راوی سے پہلے اور لوگ بھی اسکو روایت کرتے۔ ابوداؤد و ترمذی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا نے ہمیں کچھہ مال تصدق کرنے کا حکم دیا۔ میں نے ابوبکر سے بڑھ کر تصدق کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اپنا نصف مال تصدق کیلئے لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھہ سے دریافت کیا کہ اپنے اہل وعیال کیواسطے کچھہ چھوڑا میں نے عرض کیا کہ باقی نصف۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ اپنا سارا مال لئے ہوئے آگئے۔ حضور نے اُن سے بھی وہی سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اہل وعیال کیلئے خدا اور رسول کافی ہے۔ میں نے

یہہ دیکھکر کہاکہ میں کبھی بہی ابو بکرؓ سے کسی بات میں نہ بڑہ سکوں گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن وصحیح لکھا ہے۔
ابو نعیم نے حلیہ میں حسن بصریؓ سے روایت کی ہی کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ کچہہ صدقہ لائے اور اسکی مالیت پوشیدہ رکھکر رسول للہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم سی عرض کیا کہ بس اب مجھی اللہ ہی کا سہارا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بہی اپنا صدقہ پیش کیا اور اسکی مالیت بتلاکر فرمایا کہ مجہی اب اللہ کا سہارا ہے۔ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا تم دونوں کے الفاظ میں فرق ہی۔ اتنا ہی تم دونوں میں فرق ہے۔ امام ترمذی نے ابو ہریرہؓ سی روایت کی ہے کہ رسول للہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب کا احسان اُتار چکا ہوں۔ ابو بکرؓ کا احسان البتہ باقی ہے اسکا بدلہ قیامت کے روز خدا دیگا۔ کسی شخص کے مال سی مجہی اتنا فائدہ نہیں ہوا۔ جتنا کہ ابو بکر صدّیقؓ کے مال سی حضرت ابو بکر صدّیقؓ کہتے ہیں کہ میں ایک روز اپنے والد ماجد قحافہ کو لیکر رسول للہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ بہلا تمنے اس بڑھاپے میں انکو کیوں تکلیف دی میں خود انکے پاس چلا آتا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ حضور کو تکلیف دینے سے تو انکا آنا ہی زیادہ مناسب ہے آپنے فرمایا کہ تمہارے احسان میرے اوپر اتنے ہیں کہ مجہی تمہاری والد کو تکلیف دینا ناگوار معلوم ہوتا ہے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابو بکرؓ سے بڑھ کر میرے اوپر کسی کے احسان نہیں ہیں انہوں نے اپنی جان سی میری غمخواری کی ہے۔ اپنے مال سی میری مدد کی ہے اور اپنی بیٹی سی میرا عقد کیا ہی۔

فصل (۱۷)

حضرت ابو بکرؓ کا علم وذکا

آپ صحابہ میں سب سے زیادہ عالم اور ذکی تھے۔ نووی نے تہذیب میں احادیث مستند وصحیحہ سی اور آپ کے ایک خطبہ سی نقل کیا ہے کہ آپکا یہ ارشاد فرمانا "قسم ہی خدا کی جو شخص نماز وزکوۃ میں فرق بتائیگا میں اسکا سر قلم کر دونگا اور جو کچہہ کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمانہ میں لوگوں کو ادا کرنا پڑتا تہا۔ اگر اسمیں سی حبہ بھی کم ہوا تو جدال وقتال کیلئے اوسکے لینے میں آمادہ ہوں" آپ کے اعلےٰ تر وفور علم پر دلالت کرتا ہے۔ شیخ ابو اسحٰق وغیرہ نے اس سے استدلال کیا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر عالم ترین صحابہ تھے۔ کیونکہ گو وہ تمام مسائل کو سمجھتے تہی۔ مگر مباحثہ کی حالت میں حضرت ابو بکرؓ کے قول پر رجوع کیا کرتے ہی جو کہ بہتر ہوتا تھا۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کون مفتی تہا۔ اونہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ جنسے زیادہ اور کوئی عالم نہ تہا شیخان نے جو سعیدؓ سی روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ خدا نے ایک بندہ کو مختار کیا۔ کہ خواہ وہ دنیا میں رہے یا عاقبت اختیار کرے اُس بندے نے عاقبت اختیار کی حضرت ابو بکرؓ یہ سنکر رو پڑے اور کہا کہ ہم اپنے ماں اور باپ آپ پر سے قربان کر دیں۔ صحابہ کو حضرت ابو بکر کے رونے سی سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ رسول للہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم معمولی طور پر ایک بندہ خدا کا ذکر فرما رہے تہی جسکو اختیار دنیا وعاقبت میں مختار کیا گیا تہا۔ لیکن اس فقرے میں جو کچہہ رمز تہا اوس تک صرف ابو بکرؓ کا انتہا علم پہونچ سکتا تہا۔ فی الاصل بندے کے استعارے میں رسول للہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود اپنی ذات مبارک تہا اور اس سی صاف طور پر آپ کی مفارقت دنیا کا اشارہ پایا جاتا تہا۔ رسول اللہ

صَلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے خوشتر صحبت ابوبکرؓ کی اخوۃ اسلامی و محبت خالصہ ہمیشہ باقی رہے گی۔
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قرآن شریف کا علم آپکو سب صحابیوں سے زیادہ تہا اسیواسطے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرماکر نماز میں امام بنایا کہ امامت وہی کر اسکتا ہے جسکو زیادہ علم کتاب اللہ کا ہو۔ ترمذی نے عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ جس قوم میں ابوبکرؓ ہو اسمیں کوئی اور شخص امامت نہیں کر اسکتا کیونکہ آپکو لغت کا علم سب سے زیادہ تہا۔ علاوہ برآں مسائل سنت میں صحابہ آپ ہی کیطرف رجوع کرتے تہے اور جو امورات انکو یاد ہوتے تہے بتادیا کرتے تہے۔ جسکی وجہ یہ تہی کہ آپ کا حافظہ نہایت قوی تہا اور نہایت ذکی الطبع تہے اور ایسا کیوں نہوتا۔ کہ آپ کو رسول خدا کا فیض صحبت ابتدا البعثت سے لیکر وفات شریف تک حاصل رہا۔ اور ساتھ ہی آپ بڑے عابد اور عقلمند تھے۔ تعجب ہو گا کہ باوجود ان تمام امور کے آپ سے احادیث صحیحہ بہت ہی کم مروی ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپکی عمر نے بہت ہی کم وفا کی اگر کچھہ زمانہ آپ اور زندہ رہتے تو آپ کی روایت تمام صحابہ سے بڑھ جاتی اور کوئی حدیث ایسی نہ ملتی جسکے راویوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نہ ہوتے۔ قطع نظر اسکے صحابہ کو اُن سے روایت کرنے کی اسلیئے اور بہی احتیاج نہوئی کہ اکثر مواقع پر وہ حضرات بہی خدمت نبوی میں حاضر رہتے تھے پس وہی روایات نقل کی گئیں نہیں جو کہ دیگر صحابہ حضرت صلعم کے پاس موجود نہ تھے۔ ابو القاسم نے میموں سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت شریف تھی کہ جب کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ پہلے قرآن میں اس مسئلہ کو تلاش فرماتے تہے اگر اس میں ملجاتا تو ا سکے موافق فیصلہ کردیتے اور قرآن شریف میں نہ ملتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کے موافق فیصلہ کرتے۔ اور اگر ایسا قول و فعل آپ کو نہ معلوم ہوتا تہا تو باہر نکل کر لوگوں کو جمع کرکے دریافت فرماتے کہ تم نے کوئی حدیث اسمعاملہ کے متعلق سنی ہے اگر کوئی شخص کوئی حدیث بیان کرتا تو آپ اُسکے موافق فیصلہ فرمایا کرتے اور خوش ہوکر خدا کا شکر کرتے کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد رکہتے ہیں اگر کوئی حدیث نہ ملتی تو آپ جلیل القدر صحابہ کو جمع فرماتے اور انکی کثرت رائے کے موافق فیصلہ اخیر صادر فرماتے۔ حضرت عمرؓ کا یہ معمول تہا کہ آپ قرآن و حدیث پر غور فرماتے اگر وہاں کسی مسئلہ کا پتہ نہ ملتا تو حضرت ابوبکر صدیق کی اجتہادی رائے پر فیصلہ فرماتے۔ اگر یہ بہی نہ ہوتا تو پہر صحابہ کرام کی کثرت رائے پر تصفیہ فرماتے۔

حضرت ابوبکر صدیق عرب بہر کے بالعموم اور قریش کے بالخصوص بڑے نساب تھے۔ ابن اسحق نے شیخ الانصار سے روایت کی ہے کہ جبیر بن مطعم جو قریش اور عرب کے بڑے نسابوں میں نامی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے خوشہ چین تھے اور کہا کرتے تہے کہ مینے علم نسب حضرت ابوبکر سے سیکہا ہے جو عرب کے سب سے بڑے نساب تہے۔
علم تعبیر بہی آپکو بہت بڑا تہا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ سعادت ہی میں آپ خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تہے۔ محمد بن سیرین جو علم تعبیر الرؤیا میں بڑا پایہ کے آدمی ہیں کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے معتبر ہیں۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں اور ابن عساکر نے سمرہ سے روایت کی ہے کہ خود حضور صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نے فرمایا ہے کہ مجھے بارگاہ ایزدی سے حکم ہوا ہے کہ میں ابوبکر کے سامنے تعبیریں بیان کیا کروں۔
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ سب سے زیادہ فصیح تقریر کرنے والے ہیں۔ اور خطیب ہے۔ زبیر بن بکار نے لکھا ہے

کہ میں نے سنا ہے کہ بعض اہل علم کا اسپر اتفاق ہے کہ صحابیوں میں سب سے زیادہ فصیح ابوبکرؓ و علیؓ تھے۔ حدیث شقیقہ میں حضرت عمرؓ کا قول ہم آگے چلکر بیان کرینگے۔
آپکے دل میں سب سے زیادہ خدا کا خوف تہا۔ ہم ابوبکر صدیق کی تعبیر رویا و خوف الٰہی اور عالم ترین باللہ ہونیکا بمعہ اوسکے قول کے مستقل فصل میں جداگانہ بیان کریں گے۔
آپکے اعلم الصحابہ ہونے پر حدیث صلح حدیبیہ دلالت کرتی ہے۔ بخاری وغیرہ سے روایت ہے کہ ایکدفعہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے اسکے متعلق عرض کی کہ آپ ہمیں خطرہ ہائے دین کی خبر دیویں۔ جسکا جواب رسول اللہ صلعم نے دیا پہر حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور وہی سوال کیا۔ آپ نے بعینہ وہی جواب دیا جو کہ رسول اللہ صلعم نے دیا تہا تمام صحابیوں میں آپکی عقل کامل اور اصابت رائے مانی جاتی تہی۔
رازی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل ع نے نازل ہوکر فرمایا کہ آپ کو خدا نے حکم دیا ہے کہ ابوبکرؓ سے مشورہ کیجئے۔
طبرانی وابونعیم وغیرہ نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجنے لگے تو آپ نے ایک مجلس شورے منعقد فرمائی جسمیں ابوبکرؓ عمرؓ۔ عثمانؓ علیؓ طلحہؓ زبیرؓ اور اسید رضی اللہ عنہم اجمعین شامل تھے سبنے اپنی اپنی رائے دی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ جو کچھ ابوبکرؓ فرما رہے ہیں بہت صحیح ہے۔ اسپر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خود خدا کو یہ بالا آسمان گوارا نہیں کہ ابوبکرؓ غلطی کریں۔ ایسا ہی ابن امامہ نے مسند میں اور طبرانی نے سہل بن سعد سے یہی روایت کی ہے جو کہ مستند ہے۔

فصل (۱۸)

ذکر تہذیب حضرت ابوبکر صدیقؓ

امام نووی نے تہذیب میں اور ابن کثیر نے تفسیر میں لکھا ہے کہ کئی علماء کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ واحد فرد صحابیوں میں سے تہے جنکو تمام قرآن شریف حفظ تہا۔ مگر حضرت انسؓ یہ کہتے ہیں کہ چار آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قرآن شریف جمع کیا تہا۔ یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ انصار کے چار آدمیوں نے قرآن شریف ضبط کیا تہا جیسا کہ کتاب اتقان میں تشریح کی گئی ہے باقی رہا ابن ابی درواؓ کا یہ قول کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مرنے تک قرآن شریف جمع نہیں ہوا وہ یا مدفوع ہے یا اسکی یوں تاویل کیجا سکتی ہے کہ ترتیب عثمانؓ کے موافق جمع نہیں ہوا تہا۔

فصل (۱۹)

حضرت ابوبکر صدیقؓ صحابہ میں سب سے افضل ہیں

اہلسنت والجماعت کا اسپر اتفاق ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کل آدمیوں میں حضرت ابوبکرؓ سب سے افضل ہیں

اونکے بعد علی الترتیب عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ عشرہ مبشرہ۔ اہل بدر۔ اہل احد۔ اہل البیعۃ اور باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بقول بخاری ایسی ہی ابو منصور بغدادی نے اتفاق اجماع کی حکایت کی ہے کہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم سب میں افضل زمان رسول اللہ صلعم ابو بکر کو پھر عمر کو پھر عثمانؓ کو بتلایا کرتے تھے۔ بقول طبرانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اسکی خبر ہوئی۔ مگر آپکو کبھی ناگوار نہیں ہوا۔ ابن عساکر نے لکھا ہے۔ کہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم ہمارے میں سے ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ و علیؓ کی فضیلت فرمایا کرتے تھے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہ کہتے تھے کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلعم کے مجلس رہے ہیں۔ اور بہت سے ہم میں سے کہا کرتے تھے۔ کہ بعد نبی رسول اللہ صلعم بزرگتر اس امت میں ابو بکر پھر عمر پھر عثمان ہیں پھر ہم خاموش ہو جاتے۔

ترمذی نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کو خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہکر مخاطب کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو کیوں مستثنےٰ کرتے ہو۔ کیونکہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ عمر سے بہتر آدمی پر کبھی آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ بخاریؒ لکھا ہے کہ محمد بن علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ مینے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسکو فضیلت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر کو مینے پوچھا کہ پھر تو فرمایا کہ عمرؓ کو پھر میں حضرت عثمان کا نام لیتے ہوئے ڈرا اور کہا کہ پھر فضیلت آپکو ہے۔ تو آپنے فرمایا کہ میرا کیا ہے۔ میں تو ایک معمولی مسلمان ہوں۔ احمد وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بارہا فرمایا ہے کہ اس امت محمدیہ میں بعد نبی سب سے زیادہ افضل ابو بکر و عمر ہیں۔ ذہبی کہتا ہے کہ یہ حدیث متواتر حضرت علی سے روایت ہے۔ باوجود اسکے کتنا افسوس ہے کہ اہل تشیع جہل مرکب میں پھنسگئے۔

عام مسلمانوں میں حضرت ابوبکرؓ افضل ہیں

ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ ہم سب میں سے سردار اور بہتر اور زیادہ محبوب نزد رسول اللہ صلعم ابوبکرؓ ہیں اور ابن عساکر نے عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ برسر منبر یہ فرمایا کہ امت محمدی میں سب سے زیادہ افضل حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ اور جو شخص اسکے خلاف کہے وہ مفتری ہے اور مفتری سزا کا مستوجب ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھکو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیگا۔ میں اسکو دُرے لگاؤنگا۔ جو کہ سزا مفتری کی ہے۔

عبد الرحمن نے مسند میں اور ابو نعیم وغیرہ نے متفرق طور پر ابو درداء سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کبھی آفتاب کسی ایسے شخص پر نہ طلوع ہو نہ غروب کہ جو ابو بکرؓ سے افضل ہونا چاہے سوائے نبی کے مگر ایک روایت میں یوں ہی کہ "بعد نبی و مرسل کے" جیسا کہ حدیث جابر میں ذکر ہے۔ اور لفظ عدم طلوع آفتاب الخ کے متعلق طبرانی اور دوسرے راویوں کا قول ہے۔ کہ یہ الفاظ زیادتی صحت اور حسن ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ایسا ہی ابن کثیر نے اسکی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

طبرانی نے سلمہ سے نقل کیا۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ابو بکرؓ افضل ترین آدمیوں سے ہیں۔ خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہوں۔

سعد بن زرارہ نے اوسط میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے روح القدس جبرائیل نے خبر دی ہے کہ میرے بعد ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ افضل ترین میری امت کے فرد ہیں۔

شیبانی لکھتا ہے کہ عمرو بن العاص نے ایکدفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپکو انسانوں میں سب سے

زیادہ عزیز کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ عائشہؓ انہوں نے پوچھا کہ مردوں سے آپ نے فرمایا کہ پھر انکے والد انہوں نے پوچھا کہ پھر تو آپ نے فرمایا کہ عمرؓ (ایک روایت میں حضرت عمر کا نام نہیں ہے) ترمذی۔ نسائی۔ اور حاکم نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابیوں میں سب سے زیادہ عزیز کون تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر ابو عبیدہ بن جراح۔

ترمذی وغیرہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ عمرؓ کی شان میں فرمایا کہ جنت میں یہ دونوں سوا انبیا و مرسلین کے تمام اولین و آخرین بعمروں کے سردار ہونگے۔

عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر کسی اور کو فضیلت دیتا ہے وہ مہاجرین و انصار پر ظلم کرتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حسان بن ثابت سے فرمایا کہ اگر تم نے ابو بکر کی شان میں کچھ کہا ہے تو سناؤ انہوں نے یہ اشعار عرض کیے۔ شعر

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا ۔ وکان حب رسول اللہ قد علموہ من البریۃ لم یعدل بہ رجلا ۔

(ترجمہ ابیات) بزرگتر وہ یار غار رسول ہیں۔ جب آپ پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو دشمن ڈر کر بھاگ جاتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جیسی کچھ اُن سے محبت ہے سب پر ظاہر ہے دنیا میں آپ کو کسی مخلوق میں سے ایسی محبت نہیں ہوئی۔ انتہی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سنکر بہت ہنسے اور فرمایا کہ حسان تم سچ کہتے ہو وہ ایسے ہی ہیں۔

فصل "افضل ترین امت حضرت ابو بکرؓ"

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی میری امت پر رحم فرما سب میں امتی ابو بکرؓ ہیں۔ اور اشد بامر اللہ عمرؓ ہیں۔ اور سخت حیادار عثمانؓ ہیں۔ اور حلال و حرام میں اعلم معاذ ہیں۔ اور زیادہ پابند فرض زید بن ثابت۔ اور زیادہ قاری قرآن اُبی بن کعب۔ تمام امتوں میں ایک امین ہوتا آیا ہے۔ میری امت کے امین عبیدہ بن جراح ہیں۔ ابن عمر نے اس حدیث میں یہ اور زیادہ کیا ہے کہ سب سے زیادہ قضیہ فیصل کرنے والے علی ہیں۔ شداد بن اوس نے اس حدیث میں زیادہ کیا ہے کہ زیادہ زاہد و صادق ابو ذر ہیں۔ اور زیادہ عابد و متقی ابو دردا ہیں اور حلیم و سخی معویۃ بن سفیان۔ مگر ان مؤخر الذکر تفصیلات کی نسبت شیخ علامہ کابخی سے دریافت کیا گیا کہ آپکو ان کی نسبت کچھ معلوم ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ انکا کوئی تعلق سابق تفصیلات و حدیث کے ساتھ نہیں ہے۔

فصل (۲۰)

آیات قرآن جو حضرت ابو بکرؓ کی مدح یا تصدیق یا شان میں نازل ہوئیں

پوشیدہ نہ رہے کہ بعض علما نے عنوان بالا پر مستقل کتابیں مجمل طور سے لکھی ہیں مگر میں نے ان کے مفصل حالات کے متعلق جدا کتاب تحریر کی ہے۔ اور اس فصل میں خاص طور پر حالات متعلق حضرت صدیق اکبرؓ ذیل میں بیان

کرتا ہوں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ۔ عامہ مسلمین کا اسپر اتفاق ہے کہ یہاں صاحب سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور عنقریب اسکا ذکر کیا جاویگا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ نزول اس آیۃ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ پر رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ نزول تسکین کی تمپر کیا حکمت آلہی ہے۔ ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ نے حضرت بلال رض کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور دس[لہ] پیمانہ غلہ کے بدلے میں خرید کر آزاد کر دیا تو وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی سے لیکر اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی تک حضرت ابوبکر اور امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کے شان میں نازل ہوئیں۔

عامر بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کا مکہ میں معمول تھا کہ بوڑھی عورتوں کو اسلام لانے کے بعد خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے والد ماجد نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جہاں تم بوڑھوں کو آزاد کرتے ہو وہاں اگر جوان لوگوں کو بھی آزاد کیا کرو تو وہ وقت پر تمہارے کام آئیں اور تمہارے دشمنوں سے مقابلہ کریں تو آپنے فرمایا میرا مقصد رضامندی خدا ہے نہ دنیاوی فائدہ حاصل کرنا۔ اسپر بعض اہل بیت نے کہا ہے۔ کہ اسپر فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی سے آخر سورہ تک آیات نازل ہوئیں۔ عروہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سات آدمیوں کو آزاد کیا جنکو محض اسلام قبول کرنیکے جرم میں عذاب دیا جاتا تھا۔ اسپر یہ آیات نازل ہوئیں وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ تا آخر سورہ بزار نے عبداللہ بن زبیر کی سند پر لکھا ہے کہ آیات وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰی تا آخر سورہ۔ حضرت ابوبکر رض کی شان میں ہی نازل ہوئی۔ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جبتک کفارہ قسم نازل نہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قسم سے کبھی خلاف نہیں کیا۔

سعید بن صفوان نے جو مصاحبت حضرت علی رض میں تھا روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ قسم کھائی کہ اس خدا کی قسم کہ جس نے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا۔ اور انکی تصدیق ابوبکر سے کرائی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ ابن عساکر نے لکھا ہے۔ کہ یہ روایت درست ہے کیونکہ ایسا ہی حضرت علی رض نے کہا ہے آیت وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے نازل ہوئی۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ . . . . . . ابن حاتم کہتے ہیں کہ بقول ابن شوذب کے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شان میں نازل ہوئی ہے (دیکھئے اسپر اپنی کتاب اسباب نزول میں بحث کی ہے)

ابن عمر و ابن عباس سے روایت ہے وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی ذات مراد ہے۔

عبداللہ بن ابوحمید سے روایت ہے کہ جب آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنی نیک باتیں آپ کیلئے نازل ہوئیں ہیں ان سب میں خدا نے ہمکو بھی شامل رکھا ہے مگر اس موقع پر ہم محروم رہے جاتے ہیں۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ ابن عساکر نے علی بن حسین کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آیۃ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ حضرت ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رض کی سند سے انہوں نے بیان کیا ہے کہ آیت وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا سے لیکر وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ تک۔ حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

[لہ] ایک پیمانہ غلہ چالیس درم کا ہوتا ہے ۱۲

اور ابن عینیہ کی سند سے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا کے متعلق خدا تعالے نے تمام مسلمانوں پر اپنی ناخوشی ظاہر فرمائی ہے۔ مگر صرف ایک حضرت ابو بکر اس سے بچے رہے چنانچہ اِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اسپر شاہد ہے۔

فصل (۲۱)

احادیث جو شان ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما میں آئی ہیں

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مقام پر چرواہا بکریاں چرا رہا تہا۔ کہ ایک بہیڑیے نے بکریوں پر حملہ کیا اور ایک بکری پکڑلی پس چرواہے نے بہیڑیے کا پیچھا کیا۔ تو بہیڑیے نے کہا کہ اسدن کیا ہوگا کہ جب تو بکریوں میں نہ ہوگا۔ اور میں ہی ہونگا۔ اس اثنا میں ایک شخص گذرا کہ اسنے بیل پر کچھ لادرکہا تہا۔ بیل نے کہا کہ میں لادنے کیلیئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ کھیتی کیلیئے خدا نے مجھے پیدا کیا ہے۔ یہ سنکر حاضرین نے کہا کہ سبحان اللہ یہ عجیب بات ہے۔ کہ بیل بولنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی تصدیق اور ابو بکرؓ و عمرؓ بہی کریں گے (حالانکہ یہ حضرت اسموقعہ پر موجود نہ تھے) مگر آپ نے انکے ایمان کامل کے بہروسہ پر فرمادیا۔ کیونکہ آپ جانتے تہے کہ وہ دونوں رسول خدا کی ضرور ہی تصدیق کریں گے۔

ترمذی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ اسکے دو وزیر اہل سما اور دو وزیر اہل ارض سے نہوں۔ میرے وزیر سماوی جبرائیل و میکائیل ہیں اور وزیر ارض ابو بکر و عمر ہیں۔ اور اصحاب سنن وغیرہ نے سعید بن زید کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر و عثمان و علی اور باقی تمام عشرہ مبشرہ کے اصحاب بہشتی ہیں۔

ترمذی نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ تمام عالی درجہ لوگ اسطرح نظر آتے ہیں جیسے ستارے اُفق آسمان پر دکہلائی دیتے ہیں۔ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما ان ہی میں سے ہیں۔

ترمذی نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مقام پر تمام مہاجرین و انصار معہ ابو بکر و عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ادہر سے گذرے۔ سب لوگ ویسے ہی بیٹھے رہے۔ مگر حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالے عنہما تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور رسولخدا کو دیکھکر مسکرانے لگے۔ حضور بھی دونو حضرات کو دیکھکر مسکرائے۔

ترمذی اور حاکم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد شریف کو تشریف لا رہے تھے اور آپکے دائیں حضرت ابو بکر اور بائیں حضرت عمر تہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کا ہاتھ پکڑا ہوا تہا۔ فرمانے لگے کہ ہم قیامت کے روز اسی حال میں اٹھیں گے طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے ترمذی اور حاکم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میں سب سے پہلے قبر سے اٹھونگا۔ اور میرے بعد ابو بکر اور پہر عمر اٹھیں گے۔

بروایت مذکورین بصحت عبد اللہ بن حنظلہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو یکجا دیکھکر فرمایا کہ یہ دونوں بمنزلہ میری آنکھ اور کان کے ہیں۔ ایسا ہی طبرانی نے بروایت ابن عمر اور ابن عمرو نقل کیا ہے۔

ابو اروی الدوسی نے کہا ہے کہ میں رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جسنے تم دونوں کو میرا مددگار بنایا ہے۔ ایسا ہی براء بن عازب سے روایت ہے۔

ابو یعلی نے عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جبرئیل میرے پاس آئے تو میں نے اُن سے عمرؓ کے فضائل پوچھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں حضرت عمرؓ کے فضائل مدت عمر نوح تک بیان کرتا رہوں تو بھی ان کے فضائل نہ بیان ہو سکیں۔ حالانکہ عمر (رضی اللہ تعالے عنہ) ابو بکر کے حسنات کا ایک جزو ہیں۔ احمد نے عبد الرحمن بن غنم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر و عمرؓ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جس امر پر تم دونوں متفق ہو جاؤ۔ مجھے اسمیں کوئی وجہ اختلاف معلوم نہیں ہوتی ہے۔

براء بن عازبؓ اور ابن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لوگ کس سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر و عمرؓ سے۔ ان کے سوا اور کسی کو میں نہیں جانتا۔ لیکن ابو القاسم بن محمد کہتے ہیں کہ بزمان رسول اللہ صلعم مسائل میں لوگ حضرت ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ و علی رضی اللہ تعالی عنہم سے رجوع کرتے تھے

طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی امت میں خاص آدمی ہوتے ہیں۔ میری امت کے خاص آدمی ابو بکر اور عمرؓ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا ابو بکرؓ پر رحم کرے کہ انہوں نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے دار ہجرت (مدینہ) تک پہونچایا۔ اور بلالؓ کو آزاد کیا خدا عمرؓ پر رحم کرے کہ حق بات کہتے ہیں خواہ کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔ اور خواہ دشمن و دوست کے حقوق و مال کا نقصان کیوں نہ ہوتا ہو۔ خدا عثمان پر رحم کرے کہ اُن سے فرشتے تک حیا کرتے ہیں۔ خدا علیؓ پر رحم کرے۔ الٰہی جہاں کہیں علی ہوں حق کو اُن کے ساتھ رکھ۔

طبرانی نے سہل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ممبر پر بیٹھکر اول تعریف خدا و باریاں کی پھر آپ نے فرمایا کہ لوگو اسکو یاد رکھو کہ ابو بکر نے مجھے رنج نہیں پہونچایا۔ اور تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ میں ان سے اور عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عبد الرحمن بن عوف اور مہاجرین اولین سے راضی ہوں (رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین)۔

عبد اللہ بن احمد نے زوائد زہد میں ابن ابو حازم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت حسینؓ سے پوچھا۔ کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا درجہ "بعد وفات" دربار رسول اللہ صلعم میں کیسا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ جیسا زندگی میں تھا۔

ابن سعد نے بسطام بن مسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے فرمایا کہ تمپر میرے بعد کوئی شخص حکمران نہ ہوگا۔

ابن عساکر نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ محبت ابو بکرؓ و عمرؓ سے رکھنا جزو ایمان ہے۔ اور ان سے

بعض رکہنا کفر ہے۔
حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں اپنی امت سے ایک تو یہ امید رکہتا ہوں کہ وہ ابو بکر و عمر سے محبت رکہینگے اور ایک یہ کہ کلمہ لا الہ الا اللہ سے نہ پہرینگے۔

فصل (۲۲)

سوا احادیث بالا کے دیگر حدیثین جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان پاک میں وارد ہیں

امام بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کوئی چیز خدا کی راہ پر اپنی بیوی کو دیگا اسکو جنت کے ایک دروازے سے پکارا جائیگا کہ اے بندہ خدا ادہر سے آ۔ اگر کوئی نمازی ہوگا تو نماز کے دروازے سے پکارا جائیگا اور مجاہد جہاد کے دروازے سے اور روزہ دار روزے کے دروازے سے اور صاحب صدقہ۔ صدقہ کے دروازے باب ریان سے پکارا جائیگا حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ زہے نصیب اس شخص کے جو ان تمام دروازون سے پکارا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے دریافت کیا کہ کوئی ایسا ہوگا بہی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اور امید ہے کہ ان لوگوں میں سے ایک تم ہوگے۔
ابن داود و حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت صحیحہ کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اے ابو بکرؓ آپ سب سے پہلے میری امت سے داخل جنت میں ہونگے۔
امام بخاری و مسلم نے ابی سعد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنے جان و مال کے ساتھ سب سے زیادہ میرے اوپر احسان کیا ہے وہ ابو بکرؓ ہیں اگر میں سوا خدا کے اور کسیکو خلیل بناتا تو ابو بکر سب سے زیادہ مستحق - لیکن اخوۃ اسلام اس سے بہی بڑھ کر ہے۔ (اس حدیث کو تیرہ ثقہ راویوں نے متواتر بیان کیا ہے)
امام بخاریؒ بروایت ابو درداؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تہا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ آئے اور سلام کرکے عرض کیا کہ میرے اور عمر کے درمیان میں کچہ گفتگوی ناراضگی ہوئی اور میں نے اسپر جلدی کی (تیز کلامی کی) لیکن پہر مجہے ندامت ہوئی اور اُن سے معافی مانگی۔ لیکن انہوں نے معاف نہ کیا اب میں حضور میں حاضر ہوا ہوں۔ آپنے تین مرتبہ فرمایا کہ خدا تجہے معاف کریگا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ بہی نادم ہوئے۔ اور حضرت ابو بکر کے مکان مبارک پر گئے مگر انکو وہاں نہ پاکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انکو دیکہکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا۔ حتی کہ حضرت ابو بکر کو بہی حضرت عمر پر رحم آگیا۔ پہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گہٹنوں کے بل ہوکر فرمانے لگے کہ یا رسول اللہ مینے سخت ظلم کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب خدا نے مجہے تمہارے اوپر مبعوث کیا تو تم سب لوگوں نے کہا کہ تو جہوٹا ہے۔ مگر ابو بکر نے میری تصدیق کی۔ اور مجہکو اپنی جان و مال سے مدد دی پہر دو بار فرمایا اب تم میرے دوست کو چہوڑے دیتے ہو اسکے بعد پہر کبہی ایسا معاملہ پیش نہیں آیا۔

ابن عمر کی حدیث میں اتنا اور زیادہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دوست کے معاملہ میں مجھے ایذا نہ پہونچاؤ کیونکہ جسوقت خدا نے مجھے راہ راست اور دین حق پر مبعوث کیا تو تم سب نے کہا کہ تو جھوٹا ہے مگر ابو بکر نے مجھے سچا بتایا۔ اگر خدا انکو میرا دوست نہ کہتا۔ تو میں انکو اپنا خلیل بناتا مگر اخوۃ اسلامی اس سے بڑھکر ہے

ابن عساکر نے ابن مقدام سے روایت کی ہے کہ حضرت عقیل بن ابو طالب اور حضرت ابو بکر کے درمیان میں کچھ رنج آمیز گفتگو ہوئی۔ اور حضرت ابو بکرؓ قطع نظر تعلقات حضرت رسول اللہ صلعم کے عقیل سے عالی نسب اور ذی رتبہ تھے پس آپنے فراموشی اختیار کی اور رسول اللہ صلعم کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ تم میرے دوست کو میرے لیے چھوڑ دو۔ تم اپنی حیثیت اور اسکی شان کو دیکھو۔ واللہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جسکے گھر کے دروازے پر اندھیرا نہ ہو مگر ابو بکر کے دروازے پر نور ہے۔ واللہ کہ تم سب نے میری تکذیب کی مگر ابو بکر نے میری تصدیق کی۔ تم نے اپنے مال سے میرے ساتھ بخل کیا۔ اور اسنے مجھے اپنا مال دیا۔ تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اس نے مجھے آرام پہونچایا۔ اور میرا اتباع کیا۔

امام بخاری نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنا کپڑا تکبراً لٹکائیگا۔ خدا اسکی طرف روز قیامت کو نگاہ نکریگا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں اسکا عہد کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص میرا کپڑا لٹکتا دیکھے تو پھاڑ ڈالے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ فعل از روئے تکبر نہیں کرتے ہو۔

مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آج صبح سے تم میں سے کون شخص روزہ دار ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میں۔ آپنے پوچھا کہ آج تم میں سے کون شخص جنازہ کے ساتھ گیا ہے حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میں آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ مینے۔ آپ نے پھر پوچھا کہ آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ مینے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ کام کئے ہوں وہ ضرور جنت میں جائیگا۔

اس حدیث کو حضرت انس اور کئی اور اصحابیوں نے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر کی روایت میں اسقدر زیادہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے واسطے جنت واجب ہوگی۔

اور ایک اور حدیث میں بزاز نے عبد الرحمٰن سے یوں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح پڑھکر صحابیوں سے متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ آج تم میں سے کون روزہ منہ میں لیکر اوٹھا ہے حضرت عمر نے عرض کی کہ میں نے شب گذشتہ تو روزہ نہیں رکھا اور صبح کو مینے کچھ کھایا بھی ہے۔ مگر حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ مینے رات روزے کی نیت کی ہے اور آج مجھے روزہ ہے پھر آپ نے فرمایا کہ آج تم میں سے کسنے مریض کی عیادت کی ہے۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ میں گھر سے ہی نہیں نکلا۔ اسلیئے عیادت مریض نہ کرسکا۔ مگر حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا تہا کہ برادرم عبد الرحمٰن بن عوف کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ میں انکی مزاج پرسی کرتا ہوا آیا ہوں۔ آپنے پھر فرمایا کہ تم میں سے کس نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے حضرت عمر نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھکر گھر سے نکلا ہی نہیں مگر حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ میں مسجد میں گیا تہا تو وہاں ایک سائل کو دیکھا وہیں عبد الرحمٰن بھی تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں ایک جو کی روٹی تھی مینے روٹی ان سے لیکر سائل کو دیدی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا کہ شادان و فرحان باش میں تمہیں جنت کی خوشخبری دیتا ہوں پھر کچھ ایسے الفاظ فرمائے جنسے حضرت عمر بھی خوش ہوگئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ مینے جب کبھی کسی نیک کام کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے اس کام میں سبقت لیجا چکے ہیں۔

بروایت ابو یعلی ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز کے بعد دعا مانگ رہا تھا کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ ابو بکر و عمر کے تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ مانگ جو کچھ مانگوگے پاؤگے۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی قرآن شریف کو اچھی طرح پڑھنا چاہیے وہ قرات ام عبد اختیار کرے اسکے بعد میں اپنے مکان پر چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابو بکر صدیق تشریف لائے اور مجھے مبارکباد دیکر نکلتے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی مبارکباد دینے کیلیے تشریف لائے اور حضرت ابو بکرؓ کو دیکھکر فرمانے لگے کہ آپ ہمیشہ نیک کام میں بڑھ جاتے ہیں۔

احمد بروایت حسن لکھتے ہیں کہ ربیعہ اسلمی کہتے ہیں کہ مجھ میں اور ابو بکر صدیق میں کسی بات پر جھگڑا ہو پڑا۔ یہانتک کہ آپ نے میری نسبت ایسی بات کہی کہ مجھے ناگوار ہوئی۔ لیکن آپ نے پھر نادم ہوکر فرمایا کہ تم بھی مجھے وہی الفاظ کہدو تاکہ بدلہ اُتر جائے۔ مینے کہا کہ میں تو نہ کہونگا انہوں نے فرمایا کہ تمہیں کہنا پڑے گا ورنہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرونگا۔ مینے کہا کہ میں یہ کبھی نہ کرونگا۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر چلے گئے۔ میرے پاس بنی اسلم کے کچھ لوگ آگئے۔ اور انہوں نے مجھے کہا کہ خدا حضرت ابو بکر پر رحم فرمائے بھلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں اونکی معاونت کریں گے حالانکہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے تمنے اونکو لوٹا کر نہیں کہا۔ مینے اُن سے کہا کہ تم جانتے بھی ہو کہ ابو بکر صدیق کون ہیں آپ آیت ثانی اثنین کے مورد ہیں۔ اور مسلمانوں کے بزرگ ہیں۔ اگر کچھ ہوا تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کی ناراضگی حضرت رسول اللہ صلعم کی ناراضگی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناخوشی گویا خدا کی ناخوشی ہے اسصورت میں سوائے ہلاکت ربیعہ کا ٹھکانا کہاں لگے گا۔

غرض میں حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے اکیلا چل پڑا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک میں پہونچا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تمام حال بیان کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ ربیعہ ابو بکر اور تمہارے درمیان کیا معاملہ گذرا ہے مینے بھی سب حال گذارش کیا اور کہا کہ انہوں نے مجھے ایک ایسا کلمہ کہدیا کہ مجھے ناگوار ہوا۔ پھر کہنے لگے کہ تم بھی وہی کلمہ مجھے کہدو تاکہ بدلہ اتر جائے مگر مینے انکار کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار وہ کلمہ ابو بکر کی شان میں نہ کہنا بلکہ یوں کہنا کہ خدا تجھے معاف کریگا۔ چنانچہ میں نے یہی کہدیا۔ کہ اے حضرت ابو بکرؓ آپکو خدا معاف کریگا۔

ترمذی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا کہ تم غار میں میرے ساتھی تھے۔ حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوگے۔

عبد اللہ ابن احمد نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ تم غار میں میرے ساتھی اور مونس تھے (سحدیث کی اسناد حسن ہے)

بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک پرندہ شتر بختی کے برابر ہوگا۔ حضرت ابو بکر نے پوچھا کہ کیا وہ کچھ چرتا چگتا بھی ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نعمت ہائے جنت سے جو کچھ وہ کھانا چاہیگا اوسکو دیا جاویگا اور تمکو بھی وہی نعمتہائے جنت دی جاویں گی اسحدیث کو انسؓ نے بھی نقل کیا ہے۔

ابویعلی بروایت حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ہر آسمان پر جس جگہ میرا نام لکھا ہے میرے پیچھے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بھی لکھا ہے مگر اس حدیث کی روایت کے اسناد ضعیف ہیں۔ لیکن ابن عباس و ابن عمر و انس و ابوسعید و ابودرداء نے بھی یکے بعد دیگرے یہ حدیث بیان کی ہے مگر اسناد ضعیفہ سے۔

ابن حاتم و ابونعیم نے نقل کی ہے کہ سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ پڑھا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ صلعم کیسے اچھے الفاظ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کے وقت فرشتے تمسے یوں ہی کہینگے۔

ابن ابی حاتم نے عامر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب آیت وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ تا آخر نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ اگر مجھے حکم ہوتا کہ میں اپنے آپ کو ہلاک کروں تو میں ضرور کرڈالتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو۔

ابوالقاسم بغوی نے ابن ملیکہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم معہ اپنے اصحابیوں کے ایک تالاب پر آئے۔ آپنے فرمایا۔ کہ ہر ایک شخص معہ اپنے مصاحب کے شناوری کرے۔ چنانچہ سب نے تعمیل حکم کی صرف رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ باقی رہ گئے۔ پس حضرت رسول اللہ صلعم نے معہ حضرت ابوبکر شناوری کی۔ یہاں تک کہ آپ نے اونکے ساتھ معانقہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر میں حضور بارگاہ خداوندی تک کسیکو اپنا دوست بناتا۔ تو حضرت ابوبکر کو ہی بناتا۔ مگر وہ میرے مصاحب ہیں اور میں اونسے مشورہ امورات لیتا ہوں۔ اس حدیث کو دیگر اکثر صحابیوں نے بھی ذکر کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر نے سلیمان بن یسار سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ۳۰۰ نیک خصلتیں ہوتی ہیں اگر خدا کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو ان میں سے ایک خصلت اس میں ڈال دیتا ہے جسکی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ ان خصلتوں میں سے کوئی مجھہ میں بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمام کی تمام۔

ابن عساکر نے بطرز دیگر قرشی سے روایت یوں کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نیک خصال کی تعداد تین سوساٹھ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اُن میں سے کوئی میرے نصیب کی بھی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تمام خصلتیں تم میں ہیں۔ خدا تمہیں مبارک کرے۔

ابن عساکر یعقوب انصاری کے والد سے متفقہ حدیث روایت کی ہے۔ کہ اگر ہم سب لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک میں حلقہ کرکے بیٹھ جاتے اس مدعا سے کہ باہمی اختلاط گفتگو سے سب ایک لڑی میں منسلک ہوجاویں۔ پس اگر مجلس میں ابوبکر صدیق تشریف فرمانہ ہوئے تھے تو ہر شخص سے حضور صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ متوجہ ہوتے تھے۔ لیکن جب ابوبکر صدیق آجاتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کو مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ اور تمام لوگ سنا کرتے تھے۔

ابن عساکر نے انسؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے ابوبکر کی محبت اور انکا شکر میری کل امت پر واجب ہے۔ اس حدیث کی تائید سہل بن سعد نے بھی کی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ تمام لوگوں کا حساب بروز قیامت ہوگا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ حساب سے بری رہیں گے۔

فصل (۲۴)

حضرت ابو بکرؓ کی شان میں صحابہ و سلف صالحین کا کلام

بخاریؒ نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ ابو بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کا قول ہے کہ اگر اہل زمین کے ایمان کو ایک پلڑے میں اور حضرت ابو بکر کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھکر تولا جائے تو حضرت ابو بکر کا ایمان بھاری رہے گا۔

زوائد الزہد میں ابن خیثمہ و عبداللہ بن احمد نے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نیکی میں سب سے سبقت لے جانے والے اور سب سے بزرگ تھے۔ بروایت مسدد۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ کاش میں ابو بکر کے سینے کا ایک بال ہوتا۔ نیز یہ کہ جس حالت میں ابو بکرؓ کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ اُسکی مجھے بھی آرزو ہے۔ (ابودنیا و ابن عساکر نے یہ روایت کی ہے) اور فرمایا کہ حضرت ابو بکر کے بدن کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ اچھی ہے (روایت ابونعیم)

ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز آپ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے تو آپکو ذکر الٰہی میں مشغول پاکر فرمایا کہ کوئی صحیفہ الٰہی مجھے اس تسبیح خوان سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق سے روایت کی۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ حضرت عمر بن خطاب نے ذکر کیا ہے کہ ہم ابو بکرؓ پر کبھی نیک کام کرنیں سبقت نہیں لے جا سکے ہر حال میں اونکو پہلے ہی نیک کام کیا ہوا پایا ہے طبرانی نے اوسط میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہم کبھی نیکی میں ابو بکر سے نہیں بڑھے۔ نیز فرمایا کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما افضل ہیں۔ میری محبت اور انکا بغض کسی مومن کے دل میں یکجا جمع نہیں ہو سکتا۔

کبیر نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو عمر نے فرمایا کہ قریش میں تین آدمی حسن صورت۔ خوش خلقی اور قوی دل کے لحاظ سے بے نظیر ہیں اگر تم ان سے باتیں کرو تو وہ تمہیں نہ جھٹلائیں گے اور اگر وہ تم سے باتیں کریں تو تم انہیں نہ جھٹلا سکو گے۔ وہ ایک ابو بکر صدیق دوسرے ابو عبیدہ بن جراح۔ تیسرے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم ہیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے۔ کہ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق بوجہ اپنی رافت و رحمت کے اواہ یعنے نہایت رحمدل مشہور تھے ابن عساکر لکھتے ہیں کہ ربیع بن انس کہتے ہیں۔ کہ کتب سابقہ میں حضرت ابو بکر صدیق کی مثال قطرہ آب سے دی گئی ہے کہ جہاں گرتا ہے وہیں نفع پہونچاتا ہے۔ نیز یہ کہ میں اصحاب انبیاء سابقین کی طرف نظر ڈالتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ ابو بکر جیسا ایک بھی صحابی کسی نبی یا رسول کو نصیب نہیں ہوا۔ اور زہری سے روایت کی ہے کہ فضائل ابو بکرؓ سے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی وحدانیت الٰہی میں اپنے شک نہیں فرمایا۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ میں نے بعض اہل علم سے سُنا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب حضرت

ابو بکر و علی ہیں۔

ابوحصین کہتے ہیں کہ اولاد آدم علیہ السلام میں بعد انبیاء و مرسلین کے کوئی شخص ابو بکرؓ سے بہتر نہیں پیدا ہوا مرتدوں پر فوجکشی کرنے میں آپ نے ایک نبی کا سا فعل کیا ہے۔

فصل (۲۴)

خصوصیت فضائل حضرت ابو بکرؓ

دینوری نے اپنے کتاب مجالست میں اور ابن عساکر نے شعبی سے روایت کی ہے کہ خداوند تعالےٰ نے چار خصوصیتیں حضرت ابو بکر صدیق میں ایسی رکھی ہیں کہ کسی انسان کو نصیب نہیں ہوئیں۔ اول یہ کہ آپ کو موسوم بہ صدیق کیا گیا اور سوا آپکے اور کسی کا نام صدیق نہ رکھا گیا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ غار میں دیا۔ تیسرے یہ کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ چوتھے یہ کہ آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام بنایا۔ اور تمام مسلمانوں کو مقتدی۔

حضرت ابوجعفر کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت جبرئیل کی سرگوشی سنا کرتے تھے۔ مگر انکو دیکھہ نہ سکتے تھے۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ ابن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بمنزلہ وزیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔ آنحضرتؐ مہمات میں اون سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ اسلام میں۔ غار میں۔ کجاوہ یوم بدر میں۔ اور قبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اونپر کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے

فصل (۲۵)

احادیث وآیات وکلمات آئمہ جنسے آپکی خلافت کا اشارہ نکلتا ہے۔

ترمذی نے بطور سند حسن اور حاکم نے بطور سند صحاح حذیفہ سے } روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نیز طبرانی نے درداسے اور حاکم نے ابن مسعود سے } کہ میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اقتدا کرو۔

ابوالقاسم بغوی نے بسند حسن عبدبن عمر سے روایت کی کہ میںنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ میرے پیچھے بارہ خلیفہ ہونگے۔ ابو بکر اس سے ملبوس ہوکر قلیل مدت دنیا میں رہیں گے۔ اس حدیث پر ایک جماعت کا متفرقہ طریق پر اتفاق ہے۔ (اور اسکے متعلق میں پہلے بحث کرچکا ہوں۔)

صحیحین میں اسکے متعلق لکھا ہے کہ قرب زمانہ وفات شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ایک بندہ کو خدا نے مختار کیا ہے (الخ حدیث) تمام دروازے سوا دروازہ ابو بکرؓ بند کردیے گئے (ایک روایت میں یوں ہی) کہ مسجد کی تمام کھڑکیاں سوا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے بند کردیگئیں علماء کہتے ہیں کہ اس سے آپکی خلافت کا اشارہ نکلتا ہے۔ کیونکہ آپ کھڑکی ہی سے مسلمانوں کو نماز پڑھانے کیلئے تشریف

لائے تھے ایسا ہی حدیث انس کے الفاظ یہ ہیں کہ آمد و رفت کے دروازے بند ہو گئے مگر دروازہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
اس حدیث کی تائید ابن عدی نے حضرت عائشہؓ سے ۔ ترمذی وغیرہ نے ابن عباسؓ سے زوائد مسند میں طبرانی
نے معاویہ بن سفیان سے ۔ بزاز نے انسؓ سے روایت اسی طرح کی ہے ۔

بخاری و مسلم نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
پاس حاضر ہوئی ۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ پھر آنا اس عورت نے عرض کیا کہ اگر میں ایسے وقت میں آؤں کہ آپ
دنیا میں نہوں تو آپ نے فرمایا کہ پھر ابوبکر کے پاس جانا ۔

حاکم نے بسند صحیح روایت کی ہے ۔ کہ حضرت انس کہتے ہیں کہ مجھے بنی مصطلق نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
کے پاس بھیجکر پوچھوایا کہ آپ کے بعد ہم اپنے صدقات کسکو بھیجیں ۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ ابوبکر کے پاس ۔

ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھہ
دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوئی ۔ آپ نے فرمایا کہ پھر آنا ۔ اُسنے عرض کیا کہ جب دوبارہ میں آؤں اور آپکی خدمت
میں بباعث وفات حاضر نہو سکوں ۔ تو آپ کے بعد میں کسکے پاس جاؤں ۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس حالت میں
میرے بعد ابوبکرؓ کے پاس جانا وہ میرے بعد خلیفہ ہونگے ۔

بروایت مسلم حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی
کو بلا تاکہ میں اُنہیں کچھہ لکھوا دوں ۔ میں ڈرگیا کہ کہیں کوئی اور شخص آکر کچھہ تمنا نہ کر بیٹھے ۔ اور اپنے آپ کو افضل ظاہر
کرے ۔ مگر شکر ہے کہ خدا نے اور مسلمانوں نے ابوبکر ہی کو انتخاب کیا ۔

احمد وغیرہ نے اسحدیث کو اسطرح بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جس مرض میں رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اسمیں مجھسے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمن بن ابوبکر کو بلادو میں انہیں دربارہ حضرت ابوبکرؓ
لکھوا دوں تاکہ میرے بعد پھر کوئی اختلاف نہ کرے پھر خود ہی فرمایا کہ خیر جانے دو خدا ایسا نہ کرے کہ مسلمان
ابوبکر کے معاملہ میں اختلاف کریں ۔

مسلم نے روایت کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کسکو خلیفہ
بنایا ہے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو ۔ اُس نے پوچھا کہ انکے بعد ۔ آپ نے فرمایا کہ عمر کو ۔ اس نے پوچھا کہ انکے بعد آپ
نے فرمایا کہ ابوعبیدہ بن جراح کو ۔

بخاری و مسلم نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدت مرض
ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھاویں حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا
کہ حضرت ابوبکر رقیق القلب آدمی ہیں ۔ جب وہ آپ کے مقام پر کھڑے ہونگے تو اُنسے نماز نہ پڑھائی جائے گی ۔ آپنے
فرمایا کہ اُن ہی کو کہو کہ نماز پڑھائیں ۔ حضرت عائشہ نے پھر اسی بات کا اعادہ فرمایا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا کہ اُن ہی سے کہو کہ نماز پڑھائیں یہ عورتیں تو حضرت یوسف کے زمانہ کی سی عورتیں ہیں (کہ دل
میں کچھہ ہے اور کہتی کچھہ ہیں) اسکے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاصد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے پاس ہی واسطے نماز پڑھانیکے بھیجا ۔ اور اُنہوں نے نماز پڑھائی ۔

یہ حدیث متواترہ ہے کہ ایسا ہی حضرت عائشہؓ وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وعبداللہ بن زمعۃ وابن سعید

وعلی ابن ابی طالبؓ وحفصۃؓ نے روایت کی ہے البتہ کچھ الفاظ بباعث متواترہ ساقط ہوگئے ہیں۔
حضرت عائشہ سے ایک روایت یہ ہے کہ میں نے اس معاملہ خاص میں رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تعمیل فوراً اس خیال سے نہیں کی اور بار بار مراجعت سے میرا مدعا یہ تھا کہ اس واقعہ عظیمہ کے باعث لوگ تا قیامت قائمقام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچھا نہ کہیں گے اور نہ انکو دلی محبت ہوگی۔ دوم میں کہتی تھی کہ جو کوئی آپکے قائمقام کھڑا ہوگا۔ اس سے بدفالی (نحوست) کا گمان اخذ کریں گے۔ اسلیئے مینے مناسب سمجھا کہ کسیطرح یہ بات حضرت ابو بکر سے ٹل جائے۔
ابن زمعہ کی روایت میں یوں ہے کہ جسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم نماز پڑھانیکا دیا تو حضرت ابو بکر حاضر نہ تھے۔ اسلیئے حضرت عمرؓ نماز پڑھانے کے لئے بڑھے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (تین مرتبہ) فرمایا نہیں نہیں نہیں۔ خدا کو منظور نہیں ہے کہ سوا ابو بکر کے کوئی اور شخص نماز پڑھائے۔
حضرت ابن عمر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر کے تکبیر تحریمہ کی آواز سنکر خفگی کے ساتھ سر اٹھایا اور فرمایا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کہاں ہیں ابو قحافہ کے بیٹے۔
علماء کا قول ہے کہ اسحدیث سے نہایت صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر تمام صحابہ میں افضل علی الاطلاق ہیں اور خلافت کیلئے سب سے زیادہ حقدار اور امامت کیلئے سب سے اولے ہیں۔
امام اشعری فرماتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو ان سب میں زیادہ قرآن شریف کا عالم ہو۔ اور پھر مہاجرین وانصار کی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امامت کا حکم دیا۔ تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عالم قرآن تھے۔
صحابہ نے اسی واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق سب سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں۔ ان ہی حضرات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علیؓ بھی شامل ہیں (ہم فصل بیعت میں اسکو مفصل بیان کریں گے)
ابن عساکر نے روایت کی کہ اشعری نے فرمایا ہے کہ جسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو امامت کا حکم دیا ہے۔ تو میں اسوقت موجود تھا۔ اور میرے حواس بھی صحیح تھے۔ اور مجھے کوئی مرض بھی نہ تھا اس لحاظ سے ہم اپنی دنیا کے معاملات میں بھی اسی شخص سے راضی ہوگئے جس سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے دینی معاملات میں راضی ہوئے تھے۔
علماء کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سعادت ہی میں امام ہونے کے قابل مانے جانے لگے تھے۔

احمد وابو داؤد وغیرہ نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں کچھ فساد ہوگیا۔ اور یہ معاملہ آنحضرتؐ کے پیش کیا گیا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از ظہر انکیں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے اور حضرت بلال سے فرما گئے کہ اگر وقت نماز عصر ہو جاوے اور میں نہ آؤں تو حضرت ابو بکر کو ہمارا حکم سنادینا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ حضرت بلال نے حضورؐ کے حکم کی تعمیل کی اور حضرت ابو بکرؓ نے نماز عصر پڑھائی۔
ابو بکر شافعی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے حفصہؓ سے روایت کی کہ حضرت حفصہ نے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپنے اپنی بیماری میں ابو بکر کو امام بنادیا آپنے ارشاد فرمایا کہ مینے نہیں بنایا بلکہ خدا نے بنایا تھا

دارقطنی نے افراد میں اور خطیب و عساکر نے حضرت علی رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تین مرتبہ خدا کی جناب میں عرض کیا کہ تمکو امام بنایا جاوے۔ مگر خدا نے سوا انکار کیا اور ابوبکر ہی کو امام کا حکم دیدیا۔

ابن سعد نے حسن سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے لوگوں کی گندگی پامال تنگ کرتی ہے آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو راہ نہ بتلانے والے ہو گے۔ آپ نے عرض کی کہ میرے دل میں دو نقش کا القا ہوا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم دو سال حکومت کرو گے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ابو بکرہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپکے پاس کچھ لوگ کھانا کھا رہے ہیں حضرت عمر نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمنے انبیا سابقین کے صحائف میں کیا دیکھا ہے۔ اسنے کہا کہ اسمیں پیشگوئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اونکے ایک صدیق ہونگے۔

ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے روایت کی ہے کہ اونکو عمر بن عبد العزیز نے حضرت امام حسن بصری کے پاس بھیجکر کچھ باتیں پچھوائیں میں نے اُن سے کہا کہ لوگوں کو حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت میں شکوک واقع ہوئے ہیں آپ کسیطرح میری تشفی کر دیجئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو خلیفہ بنا دیا تھا امام حسن بصری غصہ میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کیا تجھے بھی اسمیں کچھ شک ہے؟ واللہ کہ خدا ہی نے انکو خلیفہ بنایا ہے اور کیوں نہ بناتا وہ سب سے زیادہ عالم و متقی تھے سب سے زیادہ خدا کا خوف اونکے دل میں تھا۔ خواہ وہ خلیفہ بنائے جاتے یا نہ بنائے جاتے وہ مرتے دم تک اسی حالت میں رہتے۔

ابن عدی بروایت ابی بکر لکھتے ہیں کہ ہارون رشید نے ابو بکر بن عیاش سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کیسے خلیفہ بنا دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملہ خلافت میں خدا اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمان ساکت رہے۔ ہارون رشید نے کہا کہ قسم ہے خدا کی تمنے اور مجھے شک و فکر میں ڈالدیا واضح طور پر بیان کرو انہوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ روز بیمار رہے حضرت بلال نے آپ سے دریافت کیا کہ نماز کون پڑھائے۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر کو لے جاؤ۔ وہی نماز پڑھائینگے چنانچہ آٹھ روز تک حضرت ابو بکر نماز پڑھاتے رہے اور وحی آتی رہی۔ خدا کے سکوت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور حضور کی خاموشی سے مسلمان چپ رہے۔ پس ہارون رشید اس واقعہ کو سنکر کہنے لگے کہ اللہ آپ کو برکت دے۔

بیہقی نے حسن بصری سے روایت کی ہے۔ کہ ایک گروہ علماء نے حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کا ثبوت اس آیت سے لیا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ پس قسم ہے خدا کی کہ یہ ابو بکر اور اونکے صحابی تھے جنہوں نے مرتدین عرب سے جہاد کر کے پھر انکو مسلمان بنا دیا۔

یونس نے ابن قتادہ سے روایت کی ہے کہ بعد از وصال جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض عرب مرتد ہو گئے اور حضرت ابو بکر نے ان سے جہاد و قتال کیا تو ہمنے کہا کہ کوئی شک نہیں کہ آیت مذکورہ بالا حضرت ابو بکر اور اونکے ہمراہیوں کی ہی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ابن حاتم نے جوزبیر سے روایت کی ہے کہ آیت قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ میں مخلفین سے مراد قبیلہ بنو حنیفہ ہیں۔ ابن ابی حاتم و ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ قوم اولی باس شدید سے حضرت ابو بکر اور اونکے ساتھی مراد ہیں۔ اور یہ آیت اوپر خلافت حضرت ابو بکر حجت کامل ہے اور اس آیت سے

سوا حضرت ابو بکرؓ اور انکے ساتھیوں کے اور کوئی مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حضرت ابو بکر ہی نے ان سے قتال کیا تھا ابو الحسن اشعری کہتے ہیں ابو العباس سے سنا ہے کہ ان ہی آیتوں سے حضرت صدیق اکبر کی خلافت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کے بعد کوئی قتال "جسکی طرف ان کو منسوب کیا جاوے" سوا قتال مرتدین و مانع زکوٰۃ۔ نہیں ہوا جسکے بانی حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ آیتہ دلالت کرتی ہے آپ کی خلافت کے واجب ہونے پر اور آپ کی فرضیت و تابعداری پر جبکہ خدا تعالیٰ نے خبر دی حکم کیا، ہے۔ کہ جو شخص اسکو نہ مانے وہ سخت عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اسکی تفسیر میں جنگ روم و شام کو لیا ہے۔ وہ بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ پر پورے طور پر منسوب ہوتی ہیں۔ کیونکہ آپ ہی نے اس ملک پر فوج کشی کی جو حضرت عمرؓ و عثمانؓ عنہما کے زمانہ میں ختم ہوئیں اور وہ دونو حضرات بھی حضرت ابو بکر صدّیق کی فرع ہی ہیں۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ پورے طور پر خلافت حضرت ابو بکر پر منطبق ہوتی ہے۔ ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں اور عبد الرحمن بن عبد الحمید مہدی نے روایت کی ہے کہ خلافت ابو بکر و عمر کی ہے۔

خطیب نے ابی بکر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالے عنہ بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور آپکو خود خدا نے صدیق فرمایا ہے چنانچہ یہ آیت لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ اسکی گواہ ہے۔ پس آپکو کون جھٹلا سکتا ہے اور اسی باعث آپکو خلیفہ رسول اللہ صلعم کہا جاتا تھا۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ استنباط حسن ہے۔

بیہقی نے زعفرانی سے روایت کی کہ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت صدیق اکبر کو بالاجماع خلیفہ بنایا کیونکہ بعد رسول اللہ صلعم لوگ بہت مضطرب ہوئے مگر انکو دنیا کے پردے پر ان سے بہتر آدمی نہ ملا۔ پس حضرت ابو بکر کی طرف رجوع کیا۔

اسد السنہ نے فضائل میں معاویہ بن قرہ سے روایت کی کہ صحابیوں کو کبھی خلافت ابو بکر میں شک نہیں واقع ہوا وہ لوگ ہمیشہ انکو خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہکر پکارتے رہے اور صحابی کبھی کسی خطا یا گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتے۔

حاکم نے نقل کی ہے کہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جس چیز کو مسلمانوں نے بالاجماع اچھا سمجھا اسکو خدا نے اچھا کہا اور جسکو مسلمانوں نے برا کہا اسکو خدا تعالےٰ نے برا کہا۔ جب مسلمانوں نے بالاجماع حضرت ابو بکر صدیق کو خلیفہ بنا لیا تو یہ امر کیوں صحیح نہ ہوگا۔

حاکم نے بصحت ذہبی مرۃ الطیب سے روایت کی کہ خلافت ابو بکر کے بعد ایک روز ابو سفیان ابن حرب نے آکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ دیکھو لوگوں نے قریش کے ایک نہایت ذلیل اور بے یار و مددگار کو خلیفہ بنا لیا بقسم خدا اگر تم چاہتے تو آسانی سے یہ بات حاصل ہو جاتی کیونکہ تمہارا ساتھ دینے والے بہت سے لوگ تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم اسلام اور مسلمانوں سے عداوت کرتے ہو مجھے اسمیں کچھ بھی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہمنے حضرت ابو بکر صدیق کو ہر طرح سے خلافت کے لائق پایا ہے۔

فصل (۲۶)

بیعت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے بعد از واپسی حج خطبہ میں لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا
کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ جب عمر مر جائیگا تو میں فلاں شخص سے بیعت کرونگا وہ شخص
اس بات پر نہ بولے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت لوگوں نے بے سوچے سمجھے یکا یک کر لی۔ گو درحقیقت بات
یہی ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ خدا نے مسلمانوں کو خلافت کے متعلق فتنہ وفساد سے بچا لیا۔ اور
آج تم میں ایسا کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ کہ جسکو لوگ اپنا حاکم بنالیں جیسا کہ حضرت ابو بکر کو بنا لیا۔ کیونکہ اُن سے
بہتر کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا تھا۔ قصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی
تو حضرت علی اور زبیر اور انکے ساتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں بیٹھ رہے۔ اور کل انصار ہم
سے بالکل الگ ہوکر سقیفہ[1] بنی ساعدہ میں ٹھیر گئے اور تمام مہاجرین بالاجماع حضرت ابو بکر صدیق کے حامی
ہوگئے۔ یہ دیکھکر مینے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ برادران انصار کی طرف چلیئے۔ آپ اُٹھ کھڑے
ہوئے اور ہم بھی قصداً ساتھ ہوگئے۔ راستہ میں ہمکو دو شخص صالح ملے اور انہوں نے لوگوں کا حال بیان کر کے
پوچھا کہ اے گروہ مہاجرین آپکا کہاں جانیکا ارادہ ہے۔ مینے کہا کہ برادران انصار کے پاس۔ انہوں نے جواب
دیا کہ بہتر ہوگا کہ تم انصار کے یہاں نہ جاؤ اور ترک ارادہ کر کے یہیں سے لوٹ چلو۔ مگر ہمنے اونکو کہا کہ قسم ہے
خدا کی ضرور جاویں گے چنانچہ ہم سیدھے سقیفہ بنی ساعدہ پر پونچے۔ جہاں انصار سب جمع تھے اونکے بیچ
پشت ایک شخص چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ سعد بن عبادہ ہیں اور درد میں مبتلا
ہیں۔ جب ہم بیٹھ گئے تو اُنکا ایک خطیب کھڑا ہوا۔ اور خدا کی حمد وثنا حسب لیاقت خود کر کے کہنے لگا کہ ہم انصار
خدا اور لشکر اسلام ہیں اور تم۔ اے مہاجرین۔ معدودے چند ہم میں سے تم نے باہستہ روی مشورہ کیا ہے۔
اور تمہارا ارادہ ہے کہ ہم سب کو نکالکر باہر کردو۔ اور خلافت سے ہمارا واسطہ ہی نہ رکھو۔ جب وہ چپ ہوا تو مینے
بھی کچھ روبرو حضرت ابو بکر کہنا چاہا کیونکہ میں موقعہ کیلئے ایک عمدہ تقریر تیار کر کے لایا تھا۔ اور میں بعض امور کی
کوششوں کو آپسے دور کرنا چاہتا تھا۔ مگر آپ مجھسے بہتر اور صاحب عزت تھے۔ پس حضرت ابو بکر نے
فرمایا کہ ہٹ جاؤ۔ میں نے آپکو ناخوش کرنا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ آپ مجھسے زیادہ عالم تھے۔ پس میں چپ ہو رہا۔ اور
حضرت ابو بکر صدیق نے خود بعینہ وہی تقریر بلکہ مجھسے بہتر کی جو میں کرنا چاہتا تھا۔ قسم بخدا کہ انہوں نے
ایک لفظ بھی کم وبیش نہیں کہا۔ بلکہ بے ساختہ اعلے تقریر فرمائی جسکو میں سُنکر حیران رہ گیا۔ اور پھر فرمایا
کہ جو کچھ تم (انصار) نے اپنی نسبت کہا ہے بیشک تم ایسے ہی ہو۔ مگر میں عرب کو عہدہ خلافت کے قابل نہیں سمجھتا ہوں
سوا اس قبیلے قریش کے کیونکہ وہ وسط عرب سے ہیں بلحاظ سکونت ونسب۔ میں آپکے لئے اس امر پر راضی
ہوں کہ حضرت عمرؓ اور عبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑ کر اگر تم ان دونوں آدمیوں میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو

[1] سقیفہ۔ نام ایوان اہل عرب ہوکر مقام مخفی تھا اور وہ لوگ جمع ہوتے مشوروں کیلئے وہاں جمع ہوا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے جو کچھ کہا اس سے مجھے اتفاق تھا مگر قسم ہے خدا کی کہ میری نسبت انہوں نے جو کچھ ارشاد
کیا وہ مجھے سخت ناگوار گذرا اگر میری گردن کاٹ دیجاتی تو بہتر تھا بہ نسبت اسکے کہ میں انکے مقابلہ
میں خلیفہ بنایا جاتا۔ اور نہ مجھے یہ گوارا تھا کہ جس قوم میں حضرت ابو بکرؓ ہوں میں انپر حاکم بنوں۔ غرض انصار میں سے
ایک شخص نے کہا کہ ہم بھی تو آخر قوی لوگ مثل تنہا اے استوار و خرما ے ثمردار صاحب حیثیت و جتھا ہیں
اسلیئے اے قوم قریش بہتر یہ ہوگا کہ ایک شخص کو ہم امیر بنائیں۔ اور ایک کو تم۔ اسپر سخت شور وغوغا پیدا ہوا۔ یہانتک
کہ مجھے اندیشہ پیدا ہوگیا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے۔ یہ حالت دیکھکر میںنے حضرت ابو بکر سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے
چنانچہ انہوں نے ہاتھ بڑھایا۔ اور پہلے میں نے بیعت کی اور پھر باقی مہاجرین نے اور پھر انصار نے۔ یاد رکھو کہ قسم
بخدا حاضرین سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو حضرت ابوبکر سے زیادہ لائق خلافت ہوتا۔ اور ہمیں خوف پیدا ہوگیا کہ اگر
قوم میں تفرقہ پڑگیا اور آپ سے بیعت نہوئی تو لوگ کسے اور سے بیعت کریں گے پس ہمیں مجبور ہونا پڑیگا کہ اسی
شخص کی بیعت کریں جسپر ہم راضی نہیں ہیں۔ یا ہم اونکی مخالفت کریں گے تو اس صورت میں فساد عظیم ہوگا۔
نسائی۔ ابو یعلیٰ۔ اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات
پائی تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہونا چاہیئے اور ایک مہاجرین میں سے اسپر حضرت عمرؓ ان کے پاس
گئے اور فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو مسلمانوں کی امامت
کا حکم دیا۔ اب یہ بتلاؤ کہ تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو خود کو حضرت ابو بکر سے بہتر سمجھتا ہے اور اس حکم سے انکار
کرتا ہے۔ پس انصار نے کہا کہ نعوذ باللہ ہم حضرت ابو بکر سے کسی طرح بہتر نہیں ہو سکتے۔
ابن سعد حاکم اور بیہقی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال
فرمایا اور لوگ سعد بن عبادہ کے مکان پر جمع ہوئے (ان ہی میں ابو بکر و عمر بھی تھے) تو انصار کے ایک خطیب نے
کھڑے ہوکر کہا کہ اے مہاجرین جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کسی کام کیلئے بھیجتے تھے تو اسکے
ساتھ ایک آدمی ہم میں سے کردیا کرتے تھے پھر بہتر یہ ہوگا کہ ایک امیر تم میں سے ہو جائے ایک ہم میں سے اوسکے
بعد یہی مضمون یکے بعد دیگرے اور لوگوں نے بیان کیا۔ اور انکے بعد حضرت زید بن ثابت کھڑے ہو کر کہا کہ کیا
تم لوگ یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مہاجرین میں سے تھے لہذا آپ کے خلیفہ بھی مہاجرین
میں سے ہی ہونے چاہئیں۔ چونکہ ہم انصار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پس ہمکو انکے خلیفہ کی ویسی
ہی امداد کرنی چاہیئے۔ جیسی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی تھی۔ یہ کہکر حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا
کہ یہ تمہارے حاکم ہیں اور خود ان سے بیعت کرلی۔ اور انکے بعد حضرت عمرؓ نے اور پھر دیگر مہاجرین و
انصار نے (رضی اللہ تعالے عنہم)
اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ ممبر پر چڑھے۔ اور لوگوں کو دیکھکر فرمایا کہ زبیر نظر نہیں آتے۔
انکو بلاؤ۔ جب وہ آگئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خیال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی کے
بیٹے ہوکر تم معہ حواریین خود مسلمانوں میں ضعف پیدا کرنا چاہتے ہو انہوں نے کہا کہ آپ کچھ فکر نہ کیجئے اور کھڑے ہوکر
بیعت کرلی اسکے بعد چونکہ حضرت علی رضہ بھی نہ تھے۔ انکو بلا کر بھی یہی فرمایا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے چچا کے بیٹے اور داماد ہوکر مسلمانوں کو ضعف پہونچانا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ

ضرورت فہمائش نہیں ہے اور بیعت کرلی۔

ابن اسحاق نے سیرۃ میں انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ کہ جب بمقام سقیفہ حضرت ابو بکرؓ سے بیعت ہو چکی تو دوسرے روز حضرت ابو بکر منبر پر بیٹھے مگر آپ کی تقریر سے پہلے حضرت عمرؓ نے کھڑے ہوکر خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ خدا نے تم سب کو معاملہ خلافت میں ایسے شخص پر جمع کیا ہے جو سب میں بہتر ہیں اور جو غار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پس کھڑے ہو جاؤ اور ان سے بیعت کرو۔ چنانچہ لوگوں نے کھڑے ہوکر از سر نو حضرت ابو بکر سے بیعت کی یہ بیعت عامہ تھی جو بیعت سقیفہ کے بعد واقع ہوئی۔

پھر حضرت ابو بکر کھڑے ہوئے اور بعد حمد و ثنا الٰہی فرمایا کہ حاضرین مجھے آپ لوگوں نے اپنا امیر بنایا ہے حالانکہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ اگر میں کوئی بھلائی کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر کوئی برائی مجھ سے سرزد ہو تو میری سرزنش کرو بیشک صدق امانت اور کذب خیانت ہے تم میں سے جو لوگ ضعیف ہیں وہ میری نظروں میں اسوقت تک قوی ہیں کہ جب میں انکا حق انکو انشاء اللہ واپس نہ دلوا دوں۔ اور جو لوگ قوی ہیں وہ میرے نزدیک اسوقت ضعیف ہیں کہ میں انکا حق دوسروں سے انشاء اللہ نہ لے دوں۔ جس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیا۔ انکو خدا نے ذلت میں ڈالدیا۔ اور جس قوم میں بدکاری پھیلی اسکو خدا نے بلا میں مبتلا کر دیا۔ جبتک میں خدا کی فرمانبرداری کروں تم میری اطاعت کرو۔ اور جب دیکھو کہ میں نافرمانی اللہ و رسول کی کرتا ہوں تو میری اطاعت تمپر واجب نہ رہے گی۔ اپنی نماز کو پابندی سے ادا کرو۔ خدا تمپر رحم کریگا۔

موسے بن عقبہ نے عبدالرحمن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ واللہ مجھکو امارت کی اوفات شبانہ وروز میں کبھی نہ حرص تھی نہ رغبت نہ میں نے ظاہر و مخفی میں اسکے لئے دعا مانگی۔ لیکن بات یہ ہے کہ مجھے ڈر لگتا تھا کہ تم لوگوں میں فتنہ برپا نہ ہو جائے۔ خود امارت میں مجھے کوئی راحت نہیں معلوم ہے اپنے آپکو ایسے امر میں پھنسا دیا ہے کہ جسکی مجھے طاقت نہیں تھی نہ سوا خدا کے کوئی میرا مددگار ہے۔ یہ سنکر حضرت علی و زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمکو سخت ندامت ہے کہ ہم مشورہ خلافت میں کیوں شریک نہ ہوئے حالانکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ وہ غار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی تھے۔ ہمکو انکی فضیلت و عزت معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں اُن کو مسلمانوں کا امام بنا دیا تھا۔

ابن سعد نے ابراہیم التیمی سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو حضرت عمرؓ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اس امت کا امین کہا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ جب سے تم اسلام لائے ہو میں نے تم میں کبھی ضعف رائے نہیں پایا۔ پس مقام تعجب ہے کہ تم مجھسے بیعت کرنے پر آمادہ ہو۔ حالانکہ تم میں صدیق اور ثانی اثنین فی الغار موجود ہیں۔

ابن سعد نے بروایت محمد لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ لاؤ ہاتھ بڑھاؤ میں تمسے بیعت کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ مجھ سے افضل ہیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا کہ تم مجھ سے

قومی تر ہو۔ اسی میں رد و بدل ہوتا رہا آخر حضرت عمر نے یہ کہکر کہ میری قوت آپ کے لئے صرف آپکے فضل کے سبب سے ہے
حضرت ابو بکر سے بیعت کر لی۔

احمد نے حمید بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ جسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات
پائی حضرت ابو بکر مدینہ میں کسی مقام پر ایک گروہ کے ہمراہ تہے۔ خبر وفات شریف سنکر آئے اور حضرت کا چہرہ
مبارک کہولکر بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر سے فدا ہو جائیں جیسے کہ آپ حیات میں خوبصورت تہے
ویسے ہی بعد ممات بہی ہیں۔ قسم ہے خدا کی کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ اور یہ حدیث آخر تک
سنائی۔ پہر وہاں سے نکلکر معہ حضرت عمر کے ایک دوسرے کا ہاتہ پکڑے ہوئے انصار میں پہونچے اور حضرت
ابو بکر نے انصار کی شان میں جو کچہہ نازل ہوا تہا جو کچہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تہا بلا کم وکاست
سب کا اعادہ کیا۔ چنانچہ فرمایا کہ یہہ تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر
لوگ ایک طرف جاتے ہوں اور انصار ایک طرف۔ تو میں اسیطرف جاؤنگا جدہر انصار جائینگے پہر سعد سے
مخاطب ہوکر فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری موجودگی میں یہ فرمایا تہا کہ قریش خلافت کے مستحق
ہیں نیک لوگ انکے نیک لوگوں کی اطاعت کرینگے اور برے اون کے بروں کی۔ سعد نے کہا کہ آپ سچ کہتے
ہیں۔ ہم وزیر ہیں اور آپ امیر۔

ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب لوگ حضرت ابو بکر سے بیعت کر چکے تو آپ نے بعض
لوگوں کے قیافہ سے معلوم کیا کہ انمیں گرفتگی و رکاوٹ ہے۔ پس آپنے فرمایا کہ تمکو کس نے میری بیعت سے باز رکہا
کیا میں تم سب سے زیادہ خلافت کا مستحق نہیں۔ کیا میں وہ شخص نہیں ہوں جو سب سے پہلا مسلمان ہوا تہا۔ پہر بقیہ
فضیلتیں خود بیان کر کے فرمایا کیا میں ایسا ایسا نہیں ہوں۔

احمد نے رافع طائی سے روایت کی ہے کہ انسے حضرت ابو بکر نے اپنی بیعت کا تمام قصہ بیان فرمایا اور حضرت
عمر کے اور انصار کے اقوال کا اعادہ فرماکر کہا کہ آخر میں نے لوگوں سے بیعت لی۔ اور خلافت کو قبول کر لیا۔ اور یہ محض
اسلیئے کہ مجہے خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں فتنہ اور فتنہ کے بعد ارتداد (روگردانی) نہ ہو جائے۔

ابن اسحق و ابن عابد سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت رافع طائی نے حضرت ابو بکر سے پوچہا کہ آپ تو مجہے
دو آدمیوں کی امارت سے بہی منع کیا کرتے تہے۔ پہر آپنے تمام مسلمانوں کی خلافت کیونکر قبول فرمائی۔ حضرت
ابو بکر نے فرمایا کہ اسکے متعلق تو کوئی اختلاف رائے نہ تہا محض اسلیئے کہ کہیں امت محمدیہ میں تفرقہ نہ پیدا ہو جائے

احمد نے ذکر کیا ہے کہ قیس ابن حازم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ایک ماہ کے
بعد ایک روز میں حضرت ابو بکر صدیق کے پاس بیٹہا تہا تو آپ نے بیعت کا تمام قصہ سنایا۔ اتنے
میں جمعہ کی نماز کی اذان ہو گئی جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ممبر پر بیٹہکر فرمایا کہ حاضرین اگر کوئی دوسرا
شخص بخیال تمہارے کار و بار خلافت کو چلا سکے تو اسکو خلیفہ بنا دو۔ اگر تم سنت نبی صلعم کے متعلق مجہسے باز
پرس کریں تو میں عاجز ہوں۔ مجہہ سے یہ بار نہیں اٹہایا جاتا۔ کیونکہ آخر میں معصوم نہیں ہوں اور شیطان
مجہپر بہی مسلط ہے۔ اور نہ ہی مجہپر وحی آسمانی نازل ہوتی ہے۔

ابن سعد نے لکہا ہے کہ امام حسن بصری کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر سے لوگ بیعت کر چکے تو آپ کہڑے

خطبہ پڑھکے فرمایا میں نے خلافت کو قبول توکرلیا ہے مگر میں اسکے ناقابل ہوں اگر کوئی دوسرا شخص اسکو سمبھال لے واللہ توبہت ہی بہتر ہو۔ لیکن اگر تم نے یہ تکلیف مالا یطاق اس بنا پر دی ہے کہ میں تمپر مثل رسول اللہ صلعم حکم و عمل کردں سو یہ امر میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ میں کسیطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر توہوں نہیں۔ کیونکہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ معصوم تھے اور میں معمولی آدمی ہوں اور تم سے بہتر نہیں ہوں کہ تمپر خلیفہ بنوں۔ پس جبتک تم مجھہ میں استقامت پاؤ میری اطاعت کرو اور جہاں میرا قدم ڈگمگاتا دیکھو مجھے ملامت کرو شیطان مجھپر بھی غالب ہے۔ جب مجھے کسی بات پر غصہ آجائے تو مجھہ سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ تمہاری خوش خبریوں اور شعروں میں میری تعریف نہ کی جاوے۔

عروہ کہتے ہیں کہ ابن سعد اور خطیب نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے بعد از بیعت خطبہ پڑھا اور بعد حمد وثنا خدا کے فرمایا کہ مینے تمہارا امیر ہونا تسلیم کیا۔ حالانکہ میں تم سے اچھا نہیں ہوں۔ لیکن قرآن شریف نازل ہوچکا۔ اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طریق روش عمل سنت دکھاکر راستہ بتادیا اور ہمکو سکھلادیا۔ سب سے زیادہ عقلمند متقی ہے اور سب سے زیادہ عاجز فاسق وفاجر تم میں سے قوی میری نظروں میں اسوقت تک ضعیف ہیں کہ جب تک ان سے دوسروں کا حق نہ دلوا دوں اور ضعیف اسوقت تک میرے نزدیک قوی ہیں کہ جب میں انکا حق دوسروں سے نہ دلوادوں۔ صاحبو! میں اتباع کرنے والا ہوں نئی باتیں نکالنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں بھلائی کروں تو میری مدد کرو۔ اور اگر کہیں پھسل جاؤں تو مجھے سرزنش کرو۔ میرا یہ قول ہے خداوند تعالے اکلو اور ہمکو بخشدیوے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ کوئی شخص سوا شرائط بالا کے امام نہیں ہوسکتا۔

حاکم نے مستدرک میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو مکہ میں زلزلہ پڑگیا یہ دیکھکر حضرت ابوقحافہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا۔ لوگوں نے حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اطلاع دی تو انہوں نے کہا اُف کتنا بڑا انقلاب ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ کی جگہ کون ہوا لوگوں نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے۔ آپنے پوچھا بنی عبد مناف اور بنو مغیرہ اسپر راضی ہوگئے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ الٰہی جسکو تو بڑہائے۔ اسکو کون گھٹا سکتا ہے۔ اور جسکو تو گھٹاوے کون بڑہا سکتا ہے۔

واقدی نے حضرت عائشہ اور ابن عمر سعید بن مسیب وغیرہ صحابی سے متفقہ علیہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضہ صدیق سے لوگوں نے وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری روز دوشنبہ کو بیعت کی تھی۔

طبرانی نے اوسط میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں کبھی ممبر پر نہیں چڑہے اور نہ حضرت عمر حیات ابوبکر میں اور نہ حضرت عثمان حیات حضرت عمر میں رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین۔

فصل (۲۷)

واقعات عظم زمانہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تنفیذ جیش اُسامہ و مرتدین سے زکوٰۃ ادا نکرنیوالوں اور مسیلمہ کذاب سے جنگ اور قرآن شریف و فرقان حمید کے جمع کرنے کا ذکر

اسماعیلی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفات کے بعد اکثر اہل عرب مرتد ہو گئے۔ اور انہوں نے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مینے حضرت ابوبکر رضہ سے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ وحشی ہیں۔ بالفعل آپ اُن کی تالیف قلوب الفت و ملاءمت سے کریں۔ حضرت ابوبکر رضہ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ مجھے تو تم سے مدد کی امید تھی۔ برخلاف اسکے آپ سے بے بہرگی و فرو گزاشتگی ظاہر ہوئے۔ جاہلیت میں تو تم نہایت سخت گیر تھے۔ تعجب ہے کہ بعد از اسلام تم سست ہو گئے۔ آخر میں اُن کی تالیف قلوب کس ذریعہ سے کروں۔ کیا میں ان سے اشعار موثرہ یا جادو مفسدہ کے ذریعہ التفات کراؤں۔ ہائے افسوس جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا اور وحی بند ہو گئی مگر واللہ جبتک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں اُن سے جہاد کرونگا۔ گو مجھے دانایان بازکیوں نہ رکھیں۔ حضرت عمر رضہ کہتے ہیں کہ میں اونکو اس امر میں اپنے خیالات سے بالاتر و دلاور پایا۔ اور ایام خلافت خود میں بہت سے آدمیوں کے مایحتاج نفقہ و ضروریات کی خبر داری کیا کرتے تھے۔

ابوبکر شافعی۔ ابو القاسم بغوی۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرۃ عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔ عرب مرتد ہو گئے اور انصار جدا ہو گئے۔

لیکن میرے والد ماجد نے نہایت استقلال سے ہر مشکل کا مقابلہ کیا۔ کیونکہ اگر بلند پہاڑوں پر بھی ایسی مشکلات پڑتیں تو اونکی عظمت ٹوٹ جاتی۔ انہوں نے اپنے ناخن علم سے ہر مسئلہ کی عقدہ کشائی کی اور کسی مصائب اور امورات مشکل میں آپ اپنے غنا اور فضل کی برکت سے عاجز نہیں رہے۔ سب سے پہلے یہی بحث پیش آئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں دفن کیئے جائیں لوگ اسمیں سخت پریشان تھے اور کوئی کچھہ نہ بتلا سکتا تھا۔ مگر حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ ہر نبی وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ جہاں اس نے انتقال کیا ہو۔ اس کے بعد آپکے ترکہ کا مسئلہ پیش ہوا۔ کوئی شخص اس میں جواب شافی نہ دیسکتا تھا۔ مگر حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور جو کچھہ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں سب سے پہلا اختلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کا واقع ہوا بعض کہتے تھے کہ آپ اپنے مولد یعنے مکہ شریف میں دفن کیئے جائیں۔ بعض کہتے تھے کہ مسجد میں۔ بعض بقیع کی رائے دیتے تھے۔ اور بعض بیت المقدس میں دفن کرنا چاہتے تھے۔ اس بحث کا خاتمہ حضرت ابوبکر صدیق کے علم کی بدولت باحسن وجہہ ہو گیا۔

ابن زنجویہ کا قول ہے کہ مہاجرین و انصار کو اکثر حضرت ابوبکر صدیق کی رائے پر بوجہ انکے وفور علم کے چلنا پڑتا تھا

بیہقی وابن عساکر نے لکہا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ واللہ اگر حضرت ابو بکر خلیفہ نہ ہوتے تو خداواحد کی پرستش کرنیوالا ایک بہی نظر نہ آتا۔ اور یہ بات مکرر سہ کرر بیان کی جسپر اسکی وجہ آپ سے دریافت کی گئی تو کہا کہ اسامہ بن زید کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام پر لشکر دیکر بہیجا۔ لیکن ابہی وہ لشکر ذی خشب تک ہی پونچا تہا کہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ اور حوالی مدینہ کے عرب مرتد ہوگئے۔ آپنے صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کیا۔ بعض نے رائے دی کہ اس لشکر کو بلاکر روم کی طرف بہیجا جائے کہ باشندگان حوالی دہہ مرتد ہوگئے ہیں۔ پس حضرت ابو بکر نے فرمایا قسم بخدائے لاشریک کہ اگر تنگی موقعہ حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بہی کیوں نہ پہونچ جاوے تو بہی جس لشکر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بہیجا ہے وہ واپس کیا جائیگا۔ پس اسامہ روانہ ہوا اور قبیلہ مرتدوں سے جب تک کہ انہوں نے قوت حکومت اور خلافت کو تسلیم نہ کرلیا آگے نہیں بڑہا تا حدیکہ آخر سلطنت روم پر فتح حاصل کرکے رہا۔ اور سالم و غانم واپس ہوا۔

حضرت عروہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مرض میں اسامہ کو لشکر کشی کا حکم دیا چنانچہ وہ لشکر لیکر روانہ ہوا تا حدیکہ وہ موقعہ حرب تک پہونچ گیا۔ تو اوسکی بیوی فاطمہ بنت قیس نے پیغام بہیجا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت غیر ہے ابہی تم پیش قدمی نہ کرو چنانچہ وہ ٹہیر گئے۔ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ اسلیئے انہوں نے واپس آکر حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجہے ادہر روانہ فرمایا تہا۔ اور مجہے ان حالات کا علم نہ تہا مجہے خوف لگا ہوا ہے کہ عرب اسلام سے نہ پہر جائیں۔ اگر ایسا ہو تو میں چاہتا ہوں کہ اُن سے لڑنے والا سب سے پہلے میں ہوں اور اگر ایسا نہ ہو تو میں چلا جاؤں۔ کیونکہ میرے ہمراہ شجاعان ترین وجوان مردان اسلام ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رض نے لوگوں کو جمع کرکے فرمایا کہ واللہ مجہہ پر خواہ کچہہ ہی کیوں نہ بن جائے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل ارادت صادقہ سے کرونگا۔ یہ فرماکر حضرت اسامہ کو روانہ فرمادیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ جب وفات شریف جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی خبر گرد ونواح میں مشہور ہوئی۔ تو اکثر قبائل عرب اسلام سے مرتد ہوگئے۔ اور زکوۃ دینے سے انکار کردیا پس حضرت ابو بکر نے انپر فوجکشی کا حکم دیا۔ حضرت عمر وغیرہ نے آپکو روکنا چاہا مگر آپ نے فرمایا کہ واللہ جو کچہہ وہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ادا کرتے تہے اگر اسمیں سے ایک بزغالہ یا پائی بہی رکہہ لیں گے تو میں ان سے تا وصولی لڑتا جاونگا۔ حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے۔ کہ مجہے حکم ہوا ہے کہ کفار سے اسوقت تک لڑو کہ جب تک وہ لاالہ الا اللہ اور کہ میں محمد رسول اللہ صلعم نہ کہیں۔ اور جب کہدیں تو انکا مال اور خون مجہپر منع ہوگیا۔ مگر بوجہ ادائ حق کے جسکا حساب خدا پر ہے۔ اس صورت میں آپ انپر کیوں کر ہتہیار اٹہا سکتے ہیں آخر وہ اس کلمہ میں تو شریک ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ واللہ میں اُن لوگوں سے ضرور لڑونگا جو نماز اور زکوۃ میں فرق سمجہتے ہیں۔ آخر زکوۃ بہی تو بیت المال کا حق ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما بہی دیا ہے کہ ادائ حق کیلئے اونکا مال اور خون مجہہ پر جائز ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ میں یہ سنکر خاموش ہورہا۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ بالکل حق پر تہے اور خدا نے انکا سینہ حق کیلئے کہول دیا تہا

(ریاض نے اس میں ایسا ہی لکھا ہے)
عروہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مہاجرین و انصار کے ساتھ نکلے اور مرتدین عرب کو نجد کے قریب شکست دی آخر لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ واپس مدینہ کو اپنے اہل و عیال کیطرف تشریف لیجاویں اور کسی کو فوج کے ساتھ بھیجدیں۔ چنانچہ آپ واپس آگئے۔ اور حضرت خالد بن ولید کو فوج کے ساتھ بھیجکر فرمایا۔ کہ جب تک وہ لوگ از سر نو اسلام نہ لائیں اور صدقہ دینا قبول نہ کریں واپس نہ آنا۔
دار قطنی نے لکھا ہے کہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق جہاد کیلئے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے تو حضرت علی نے آکر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کہاں جارہے ہیں۔ میں وہ روایت آپکو یاد دلاتا ہوں جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروز جنگ احد فرمائی تھی اپنی تلوار کو میان میں کریں۔ اور اپنی جان کو مصیبت میں نہ ڈالیئے۔ واپس آجائیں۔ اگر ناگہاں شکست پیش آگئی تو یہاں کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ نظام اسلام قائم رکھ سکے۔
حنظلہ بن علی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے خالد بن ولید کو بھیجتے ہوئے ہدایت فرمائی تھی کہ مرتدین سے پانچ امورات کی نسبت جنگ کرنا۔ اگر کوئی ان میں سے ایک سے بھی انکار کرے تو اس سے ایسا ہی جنگ کیا جاوے گویا کہ وہ پانچوں سے انکاری ہے۔ جو کہ شہادہ لا الہ الا اللہ محمد عبدہ و رسولہ اور نماز پڑھنا زکوٰۃ دینا روزہ رکھنا ہے۔
خالد بن ولید جمادی الآخر میں بمعیت عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم کے روانہ ہوئے۔ مخالفین میں سے گروہ بنی اسد و غطفان وغیرہ بہت سے قتل ہوئے اور بہت سے قید اور باقی اسلام پر قائم ہو گئے۔
اسی سال رمضان شریف میں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سردار نسوان عالم نے بعمر چوبیس سالہ انتقال فرمایا۔ ذہبی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب انہی سے جاری ہے۔ اور آپکی اولاد زینب پر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ اور زبیر بن بکار نے روایت کی ہے کہ اسی واقعہ سے ایک ماہ پیشتر ام ایمن نے انتقال کیا۔ اور شوال میں عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ کا انتقال ہوا۔
آخر سال میں حضرت خالد بن ولید معہ لشکر یمامہ گئے اور مسیلمہ کذاب سے جہاد کیا اور دونوں لشکر مقابل ہوئے اور چند روز جنگ جاری رہی آخر الامر اس ملعون کو بدترین عذاب سے حضرت امیر حمزہ نے قتل کیا۔ اس واقعہ میں اصحابیوں میں سے ابو حذیفہ بن عتبہ۔ سالم غلام ابی حذیفہ۔ شجاع بن وہب۔ زید بن خطاب۔ عبد اللہ بن سہیل مالک بن عمر طفیل بن عمر دوسی۔ یزید بن قیس۔ عامر بن بکیر۔ عبد اللہ بن مخرمہ۔ سائب بن عثمان بن مظعون۔ عباد بن بشر معن بن عدی۔ ثابت بن قیس بن شماس۔ ابو دجانہ سماک ابن حرب۔ اور علاوہ براین ستر دیگر صحابی رضی اللہ عنہم اجمعین شامل تھے۔ مسیلمہ ڈیڑھ سو برس کی عمر میں قتل ہوا۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ سے بھی عمر میں بڑا تھا۔
سنہ ۱۲ ہجری میں حضرت ابو بکر نے بحرین کی طرف علاء بن حضرمی کو بھیجا جو کہ مرتد ہو گئے تھے۔ چنانچہ مقابلہ ہوا مسلمان فتحیاب ہوئے اور عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کیطرف اور مہاجر بن ابی امیہ کو اہل نجیر کیطرف۔ زیاد بن لبید انصاری کو ایک گروہ مرتد کیطرف روانہ کیا۔ ابو العاص حضرت زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوہر کا اور صعب بن جثامہ اور ابو مرثد کا انتقال ہوا۔

مرتدین سے فراغت پاکر حضرت صدیق اکبرؓ نے بصرہ پر فوج بسرداری خالد بن ولید بھیجی اور شہر ایلا فتح ہوا۔ اور پھر مداین بعد جنگ بروئے صلح فتح ہوا۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ حج کیلئے تشریف لیگئے اور واپس تشریف لاکر عمر بن عاص کو فوج دیکر شام بھیجا۔ ۱۳ھ میں اجنادین کا واقعہ پیش آیا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ لیکن اس فتح کی خوشخبری حضرت ابو بکر کو حالت نزع میں پہونچی۔ اس جنگ میں عکرمہ بن ابو جہل اور ہشام بن معاصی شامل تھے۔ اسی سال میں مرج الصفر کی لڑائی ہوئی جسمیں فضل بن عباس وغیرہ شامل تھے۔ جس میں مشرکوں پر فتح حاصل ہوئی۔

فصل (۲۸)

ذکر جمع قرآن

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت زید بن ثابت لکھا ہے کہ جنگ مسیلمہ کذاب کے بعد مجھے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جبکہ حضرت عمرؓ آپکے پاس بیٹھے ہوئے تھے بلاکر فرمایا کہ عمرؓ نے مجھسے کہا کہ اُس جنگ یمامہ میں مسلمان بہت سے کام آئے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس جدال وقتال میں حافظان قرآن کے ساتھہ قرآن ہی دنیا سے اُٹھہ نجائے۔ پس سوا اسکے چارہ نہیں ہے کہ قرآن شریف جمع کرلیا جائے۔ مینے ابو بکر صدیق سے کہا کہ بھلا میں ایسے امر عظیم کی جرأت کیسے کرسکتا ہوں جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی نہیں کیا۔ عمرؓ نے کہا اسمیں کوئی حرج نہیں ہے یہ تو نیک کام ہے اور اسپر برابر مصر رہے۔ حتے کہ خدا نے میرے دلکو فراخ حوصلگی عطا کی۔ اور مجھے بھی یہی مشورہ حضرت عمرؓ کا مناسب معلوم ہوا اسلیئے مینے تمہیں (زید بن ثابت) بلایا ہے کہ تم جوان وعاقل آدمی ہو۔ تم پر کوئی کسی قسم کی تہمت بھی نہیں ہے اور تم کاتب وحی بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو رہ چکے ہو۔ تم ہی کوشش کرکے قرآن شریف جمع کرو۔ (زید بن ثابت فرماتے ہیں) کہ واللہ مجھپر اگر پہاڑ لاد دیا جاتا تو میں اسکا بار اٹھا لیتا۔ لیکن یہ بار سخت تر تہا۔ حضرت زید فرماتے ہیں۔ کہ حضرت بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ پس مینے عرض کیا کہ آپ دونوں صاحب ایسے امر کی کیسے جرأت کررہے ہیں۔ جسکو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا حضرت ابو بکرؓ نے وہی جواب دیا کہ واللہ اسمیں کچہہ مضائقہ نہیں ہے نیک کام ہے اور وہ اسپر مصر رہے۔ انجام کار خدا نے مجھکو اس کام کیلئے آمادہ کردیا۔ جسکے لئے خود حضرت عمر و ابو بکر کو کیا تہا اور مینے کاغذ کے پرچوں۔ ہڈیوں۔ درخت کے پتوں اور لوگوں کے دلوں سے قرآن شریف کو جمع کرکے حضرت ابو بکر کی خدمت میں پیش کردیا۔ سورہ توبہ کی دو آیات لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ آخر تک خزیمہ بن ثابت سے حاصل ہوئیں۔ اور کسی سے یہ نہیں ملیں۔ بس یہی میرا جمع کردہ مصحف حضرت ابو بکر کی وفات تک آپ کے پاس تہا۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا اور پھر حفصہ بنت عمرؓ کے پاس۔

ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ سب سے زیادہ اجر حضرت ابو بکر کو ملیگا۔ جنہوں نے قرآن شریف کو کتابی صورت میں جمع کرایا۔

فصل (۲۹)

اولیات (سب سے پہلے کام) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ سب سے پہلے انہی نے قرآن شریف جمع کیا اور مصحف اسکا نام رکھا اور صدور احکام قرآن شریف پر ہی قرار دیئے ان ہی کو سب سے پہلے خلیفہ کہا گیا۔ سب سے پہلے وہی اپنے والد کی حیات میں خلیفہ ہوئے اور سب سے پہلے خلیفہ ہیں جنکے لئے رعیت نے باجماع عطا کا تقرر کیا۔

احمد نے ابی بکر بن عیکتہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپکو خلیفۃ اللہ کہکر مخاطب کیا۔ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوں مجھے اتنا ہی فخر کافی ہے۔

بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ خلافت کے بعد آپ نے فرمایا کہ بوجہ اشغال خلافت اب مجھ سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی روزی کمانے کا کوئی کام نہ ہو سکیگا۔ اسلیئے اب ہم اسی مال سے اپنا گذارہ کریں گے کیونکہ میں تمام کام مسلمانوں کیلئے کرونگا۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ عطا بن سائب کہتے ہیں کہ بیعت خلافت کے دوسرے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چادریں لئے ہوئے بازار تشریف لیئے جاتے تھے۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ آپ کہاں جارہے ہیں آپ نے فرمایا کہ بازار۔ حضرت عمر نے کہا کہ اب تو آپ یہ دھندے چھوڑ دیں۔ آپ مسلمانوں کے امیر ہوگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر میں اور میرے اہل وعیال کہاں سے کھائیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ یہ کام حضرت ابوعبیدہ کے سپرد کریں۔ چنانچہ دونوں صاحب حضرات ابوعبیدہ کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ میرا اور میرے عیال کا نفقہ تم مہاجرین سے وصول کردیا کرو۔ ہرچند معمولی حیثیت کی۔ گرمی جاڑے کے کپڑوں کی ضرورت ہے۔ جب پھٹ جایا کریں گے تو ہم واپس کردیا کرینگے۔ اور نئے لیا کریں گے۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ ہر روز آپ کے یہاں آدھی بکری کا گوشت اور در جو کچھ تن ڈھکنے اور پیٹ بھرنے کو چاہیئے تہا بھیجدیا کرتے تھے۔

ابن سعد نے میمون سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو ہزار تنخواہ مقرر ہوئی۔ مگر آپ نے عذر کیا کہ میرا کنبہ بڑا ہے اور مجھسے بوجہ اشغال خلافت کے اب تجارت نہ ہو سکے گی۔ اسلیئے کچھ زیادہ دیا جائے۔ چنانچہ پانچسو اور ترقی کردی گئی۔

طبرانی نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے انتقال کے وقت حضرت عائشہ سے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد یہ اونٹنی جسکا دودھ ہم پیتے ہیں اور یہ بڑا پیالہ جسمیں ہم کہاتے ہیں اور یہ چادر جسکو ہم پہنتے ہیں عمر کے پاس بھیجدینا کیونکہ میں نے انکو بحیثیت خلیفہ ہونے کے بیت المال سے لیا تہا۔ اور مسلمانوں کا کام کرتا تہا۔ چنانچہ اونکی بعد وفات حضرت عمر کو یہ چیزیں پہونچیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ خدا ابوبکر پر رحم کرے کہ میرے واسطے کیسی کچھ تکلیف اٹہائی ہے۔

ابن ابی الدنیا نے ابوبکر بن حفص سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے انتقال کے وقت حضرت عائشہ سے فرمایا کہ مسلمانوں کے کام کرنے کی اجرت میں میں نے کوڑی پیسہ کا فائدہ حاصل نہیں کیا۔ سوا اسکے کہ موٹا جھوٹا کھا پہن لیا۔ اسوقت مسلمانوں کا تھوڑا یا بہت کوئی مال سوا اس حبشی غلام اور شتر آب کش اور پرانی چادر کے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ جب میں مرجاؤں تو ان سب کو عمر کے پاس بھیجدینا۔

ابن سعد نے سہل وغیرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر کے زمانہ میں بیت المال دامن کوہ میں تھا جبکا کوئی محافظ نہ تھا لوگوں نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ آپ بیت المال کیلئے کوئی چوکیدار کیوں نہیں رکھ لیتے آپنے فرمایا کہ قفل لگا رہتا ہے تو چوکیدار کی کیا حاجت ہے حالانکہ کیفیت یہ تھی کہ آپ جو کچھ آتا تھا مسلمانوں پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ چند روز بعد جب آپ خود قریب شہر چلے گئے تو بیت المال کو آپنے اپنے مکان میں منتقل کر لیا۔ پس جو کچھ مال آتا۔ وہ آپ فقراء و مساکین وغیرہ پر بحصہ مساوی تقسیم کر دیا کرتے۔ اور آپ اس مال سے اونٹ گھوڑے اور ہتھیار خرید کر فی سبیل اللہ دیدیتے۔ اور کبھی چادر وغیرہ قسم کے پارچات جو کہ دیہاتی برائے فروخت لایا کرتے خرید کر بیوگان شہر پر تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ پس آپ کے وفات اور تدفین کے بعد حضرت عمر نے بمعہ عبد الرحمن بن عوف و عثمان بن عفان بیت المال میں داخل ہوئے اور دروازہ کھولا تو بالکل خالی پایا۔ اسی بنا پر بقول عسکری یہ کہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے بیت المال قائم کیا۔ ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت ابو بکر کے زمانہ میں اسکا نام بھی نہ تھا۔ مینے اس مضمون پر اپنی ایک اور کتاب میں جو کہ اوائل میں نے تصنیف کی ہے۔ بحث کی ہے۔ عسکری نے البتہ اپنی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے ابو عبیدہ حضرت ابو بکر صدیق کی طرف سے بیت المال کے مہتمم تھے۔

حاکم نے لکھا ہے۔ کہ سب سے پہلا لقب اسلام و مسلمانان میں حضرت ابو بکر کا عتیق ہے۔

بخاری و مسلم نے جابر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اگر بحرین سے مال آئے تو میں اتنا اتنا تجھے دونگا۔ جب بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بحرین سے مال آیا تو حضرت ابو بکر نے منادی کرادی کہ اگر کسی کا کچھ قرض مزدوری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آتا ہو تو لیجائے۔ مینے بھی حاضر ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ وعدہ حضرت ابو بکر صدیق سے عرض کیا آپنے فرمایا کہ لے لو مینے کچھ روپیہ اوٹھا یا اور گنا تو پانسو تھا۔ مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے مجھے ایک ہزار اور دے دیا۔

فصل (۳۰)

حضرت ابو بکر صدیق کا حلم و تواضع

ابن عساکر نے انیسہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ ہمارے پاس تین سال قبل از خلافت اور ایک سال بعد از خلافت ٹھہرے۔ ایک لڑکی بکریاں لے آیا کرتی تھی اور دودھ دودھ دیا کرتی تھی۔

احمد نے میمون بن مہران سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابو بکر کے پاس آیا۔ اور بعد سلام علیک پوچھنے لگا کہ آپ ہیں سے خلیفہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہے۔

ابن عساکر نے ابو صالح غفاری سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب ایک اندھی اپاہج بڑھیا کی رات کے وقت خبر گیری کیا کرتے تھے جو مدینہ کے پاس کہیں رہتی تھی اوسکو پانی پلاتے اور جو کچھ وہ کہتی مہیا کرتے

تھے مگر چند روز بعد انہوں نے دیکھا کہ کوئی شخص پہلے ہی آکر اُس کا کام کاج کر جاتا ہے۔ آپکو سخت حیرت ہوتی آخر ایک رات دیکھنے کیلئے کہ کون شخص آتا ہے۔ قبل از وقت معمول خود آئے اور انتظار کرنیکے لیئے وہاں ٹھیر گئے۔ دیکھا تو حضرت ابو بکر صدیق تشریف لایا کرتے ہیں۔ حالانکہ اون دنوں میں آپ پر بار خلافت بھی تھا۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو دیکھکر فرمایا کہ بھلا سوا آپ کے اور کون ایسا ہوسکتا ہے۔

ابو نعیم وغیرہ نے عبدالرحمن اصبہانی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممبر پر تھے کہ حضرت حسنؓ تشریف لے آئے۔ بچے تو تھے ہی آپ کو ممبر پر دیکھکر فرمانے لگے۔ میرے باپ کے منبر پر سے اتر کھڑا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو کہ یہ ممبر تمہارے باپ کا ہی ہے۔ حضرت حسن کو گود میں لے لیا اور رو پڑے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ وہاں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مینے اس لڑکے سے کچھ نہیں کہا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ آپ صحیح کہتے ہیں۔ میں کچھ آپ پر اتہام تو نہیں لگاتا۔

فصل (۳۱)

حج حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ابن سعد نے حضرت عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو حج کرنے کیلئے اوائل زمانہ اسلام میں بھیجا کرتے تھے۔ پھر خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد صلح حج کیا۔ اور جب حضور کا وصال ہوگیا تو حضرت ابو بکر خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عمر کو بھیجا کرتے۔ پھر حضرت ابو بکر نے بعد امن حج کیا جب آپ کا انتقال ہوا اور حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپ حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بھیجا کرتے۔ پھر حضرت عمر نے تاحیات خود کوئی حج خطا نہ کیا۔ اور آپ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان بھی حضرت عبدالرحمن بن عوف ہی کو بھیجتے رہے۔

فصل (۳۲)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بیمار ہونا اور وفات پانا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنانا

سیف اور حاکم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ دراصل حضرت ابا بکر کا سبب موت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہی ہوا ہے۔ یہ صدمہ آپکو ایسا ہوا تھا کہ آپ برابر زار و نحیف ہی ہوتے گئے۔ یہانتک کہ سفر آخرت اختیار کیا ابن سعد و حاکم نے (بسند صحیح) ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں کچھ پکا یا ہوا گوشت (قلیہ) بھیجا تھا آپ نے حارث بن کلدح کو بھی کھانے میں شریک کیا لیکن حارث نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اسے نہ کھائیں اسمیں زہر ہے اور دیکھ لیجیئے گا کہ اسی سال کے اندر اندر میں اور آپ دونوں اسکے زہر سے مرجائیں گے۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مگر اسی روز سے دونو کی طبیعت ناساز ہوگئی اور دونوں صاحبوں کا اسی سال میں ایک ہی روز انتقال ہوگیا شعبی نے کہا ہے کہ بھلا اس دنیا ردی سے کوئی کیا امید رکھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی زہر دیا گیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی۔

واقدی اور حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کا مرض موت اسطرح شروع ہوا کہ ۷ جمادی الآخر کو پیر کے روز آپ نے غسل کیا اس روز ٹھنڈک تھی کہ جب آپکو زہر دیا گیا جس کے باعث بیمار ہوکر پندرہ روز آپ نماز کے لئے بھی نہ نکل سکے۔ آخر شنبہ کی رات ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو بہ عمر تریسٹھ سال آپ نے انتقال فرمایا۔

ابن سعد و ابن ابی الدنیا نے ابی السفر سے روایت کی۔ کہ میں بحالت مرض آپکے پاس گیا۔ اور آپ سے عرض کیا کہ اگر فرمائیں تو میں کسی حکیم کو بلالاؤں۔ آپ کا اُس سے علاج کرائیں۔ آپ نے فرمایا کہ حکیم نے مجھے دیکھا ہے انہوں نے دریافت کیا کہ پھر اُسنے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ اُسنے کہا کہ اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ (ہم جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں)

واقدی نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو آپ نے عبدالرحمن بن عوف کو بلاکر پوچھا کہ تم عمر کو کیا سمجھتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اونکے متعلق کس امر کو پوچھتے ہیں حالانکہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ پھر بھی جو کچھ تمہاری رائے ہے وہ بتاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے نزدیک تو آپ کی جو کچھ انکی نسبت رائے ہو اس سے بھی زیادہ افضل ہیں۔ پھر حضرت عثمان بن عفان کو بھی بلاکر یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا آخر آپ کے اصرار کرنے پر عرض کیا کہ انکا ظاہر و باطن یکساں بہتر ہے اور ہم سب میں ان جیسا ایک بھی نہیں — اُس کے بعد سعید بن زید اور اُسید بن نضیر اور دیگر مہاجرین و انصار سے بھی آپ نے مشورہ کیا۔ اُسید نے عرض کیا کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ مگر وہ رضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ وہ نیک کے ساتھ نیک ہیں۔ اور بُرے کے ساتھ بُرے انکا باطن ظاہر سے بھی اچھا ہے۔ اس امت میں تو اون سے قوی تر کوئی شخص ہے نہیں۔ بعد میں کچھ اور صحابہ آئے۔ اور اون میں سے ایک نے سوال کیا کہ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے کہ عمر جیسے سخت گیر آدمی کو ہمپر خلیفہ کئے جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ تمنے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔ لیکن اگر مجھ سے سوال ہوا تو میں عرض کرونگا کہ مینے مسلمانوں پر اُن میں سے سب سے بہتر آدمی کو خلیفہ کیا ہے۔ میری یہ کلام دوسروں تک پہونچا دینا۔ اسکے بعد آپنے حضرت عثمان بن عفان کو بلاکر فرمایا۔ کہ لکھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ تحریر ہے جسکو ابو بکر بن ابی قحافہ نے دنیائے فانی سے جاتے۔ اور دنیائے باقی میں داخل ہوتے وقت لکھایا ہے۔ جہاں پر کہ کافر ایمان کا اقرار اور فاجر گناہ سے توبہ اور دروغگو سچ کہیگا۔ کہ اے مسلمانو میں اپنے بعد تمہارے اوپر عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ پس تمپر اُسکی تعمیل واطاعت لازمی ہے۔ مینے خدا اور اسکے رسول اور اسکے دین کی خدمت میں کوئی قصور نہیں کیا میرے نزدیک عمر ہم سب میں اچھے ہیں اگر وہ عدل کرینگے تو گویا انہوں نے میرے گمان کے موافق کیا۔ اور اگر بدل جائیں تو ہر شخص اپنے افعال کا جواب وہ خود ہے مینے تمہارے واسطے نیکی ہی کا ارادہ کیا ہے۔ میں کچھ عالم الغیب تو ہوں نہیں۔ اور جو ظلم کریگا اپنی سزا کو پہونچ جائے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس تحریر پر حضرت ابو بکر صدیق نے مہر کردی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے لیکر چلے آئے اور لوگوں نے برضا و رغبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو خلوت میں بلاکر کچھ وصیتیں کیں۔ اور انکے چلے آنے کے بعد دعا کی کہ الٰہی اس کارروائی سے میرا مقصود صرف اصلاح مسلمین ہے مینے فتنہ سے ڈر کر جو کچھ کیا اس کو تو ہی خوب جانتا ہے۔ مینے اس امر میں اپنی رائے سے کام لیا ہے اور مسلمانوں میں سے ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو ان میں سب سے بہتر سب سے قوی تر۔ اور سب سے زیادہ نیکی کا حریص ہے

الٰہی میں تیرے حکم سے اس دنیا کو چھوڑتا ہوں۔ اور تو اپنے بندوں کا مالک ہے۔ تو انہیں عبادت پر قائم رکھ۔ الٰہی مسلمانوں کے حاکموں میں صلاحیت پیدا کر اور عمر کو اپنے خلفاء راشدین میں سے بنا اور اُسکی رعایا میں صلاحیت پیدا کر۔

ابن سعد و حاکم نے لکھا ہے کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ اگر غور کیا جائے تو صاحب عقل و فراست تین آدمی ہیں۔ ایک تو ابو بکر صدیق کہ انہوں نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا۔ دوسرے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بیوی کہ انہوں نے کہا کہ اِسْتَاْجِرْہُ اور تیسرا عزیز مصر کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت رائے قائم کی اور بیوی کو اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ کہا۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یسار بن حمزہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق نے ایک روز شدت مرض میں دریچہ مکان اپنے سے نکلکر لوگوں سے فرمایا کہ میں نے تمپر ایک شخص کو حاکم کیا ہے تم اس سے راضی ہو لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ ہیں منظور ہے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص عمر بن الخطاب نہ ہو تو ہمیں منظور نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ وہ عمر ہی ہیں۔

احمد نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر نے ایک روز حالت مرض میں پوچھا کہ آج کیا دن ہے لوگوں نے کہا کہ آج پیر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں آج ہی رات تک مرجاؤں تو میرے لاش کل تک نہ رکھ چھوڑنا میں چاہتا ہوں کہ جسقدر جلد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچوں اتنا ہی اچھا ہے۔

مالک نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق نے ایک کھجور کا درخت حضرت عائشہ کو دیدیا تہا اسپر سے نہایت درجہ بیس وسق کھجوریں اوترا کرتی تہیں آپ نے مرض موت میں ان سے فرمایا کہ تم میری بیٹی ہو واللہ مجھے تمسے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہیں ہر حال میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہاری خوشحالی سے مجھے راحت ہے اور غربت سے رنج۔ اس درخت سے ابتک جو کچھ تم نے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تہا۔ لیکن میرے بعد یہ ترکہ ہو جائیگا۔ اور بہن بہائیوں کو محروم نہ کرنا۔ اور مطابق حکم کتاب اللہ اسکو تقسیم کرنا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ والد بزرگوار واللہ بہلا ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری بہن تو صرف ایک اسما ہی ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ ایک اپنی ماں کے پیٹ میں بہی ہے۔ سعد کہتے ہیں کہ جنکا خیال حضرت ابو بکر صدیق نے حالت جنین میں رکہا وہ ام کلثوم تہیں۔

ابن سعد نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے مال کے پانچویں حصہ کی نسبت وصیت فرمائی جسطرح اور مسلمان اپنے مال کا خمس راہ خدا میں دیتے ہیں اسیطرح اسکو بہی لے لیا جائے اور جب آپکے روبرو یہ کل لیجایا جاچکا تو فرمانے لگے۔ کہ مجھے زیادہ تر محبت تہی کہ راہ خدا میں ربع مال دیتا اور اس سے بہی زیادہ محبت تہی اگر میں ثلث مال کے دیئے جانیکے لئے وصیت کرتا الا اگر ثلث مال کی وصیت کی جاتی تو باقی ایکبہ نہ بچتا۔

سعید بن منصور نے سنن میں ضحاک سے روایت کی۔ کہ حضرت ابو بکر کی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بہی کیا تہا اور کسی رشتہ دار کو اسکا مالک نہیں بنایا۔

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر نے ایک ہی درم یا دنیار ایسا نہیں چھوڑا کہ جسپر خدا کا نام نہ ہو۔

ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب آپ کی بیماری بڑھ گئی تو مینے ایکروز یہ شعر پڑھا۔ شعر

لعمرک مایغنی الثراء من الفتی ۔ اذا حشرجت یوما وضاق بہا الصدور

(ترجمہ شعر) مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ کوئی مال بحالت موت نفع نہیں کرتا جب موت کی ہچکی لگ جائے اور سینہ تنگ

ہو جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے چادر سے منہ کھول کر کہا کہ اسطرح نہیں بلکہ یہ کہو کہ وَجَاءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ یاد رکھو مجھے ان ہی دونوں مستعملہ کپڑوں میں غسل دیکر کفنا دینا۔ کیونکہ بنسبت مردے کے زندے کو نئے کپڑے کی زیادہ احتیاج ہوتی ہے۔

ابو یعلی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئی وہ بحالت نزع تھے میں نے یہ شعر پڑھا۔ من لا یزال دمعہ مقنعا فانہ فی مرة مدفوق

(ترجمہ شعر) اسکے آنسوؤں کو ماہ مقنع نہیں روک سکتا۔ کیونکہ قوائے نحیف شدہ خارج ہوئے ہیں۔ پس آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو۔ بلکہ کہو وَجَاءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ پھر آپ نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس روز انتقال فرمایا ہے۔ میں نے کہا کہ پیر کے روز۔ آپ نے فرمایا کہ خیر۔ بس رات کا وقفہ اور ہے چنانچہ آپ نے شب شنبہ کو انتقال فرمایا۔ اور صبح سے پہلے دفن کر دئے گئے۔

بکر بن عبد اللہ مزنی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے حالت بیماری جناب صدیق اکبر میں یہ شعر پڑھا

کل ذی ابل موردھا کل ذی سلب مسلوب

(ترجمہ شعر) ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے۔ اور ہر کپڑا پہننے والے کا ایک کپڑا ہوتا ہے۔ آپ اسکو سمجھ گئے اور فرمایا کہ بجائے اسکے یوں کہو کہ وَجَاءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

بروایت احمد۔ حضرت عائشہ نے آپ کی نزع کے وقت یہ شعر پڑھا ترجمہ شعر آپ کے روئے مبارک سے شب دیجور میں روشنی ہوگئی۔ آپ یتیموں کی فریادرس اور بیواؤں کے پشت پناہ ہیں حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ یہ شان تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ میری یہ دو مستعملہ چادریں دھو کر ان ہی میں مجھے کفنا دینا۔ مانا کہ میں تمہارا باپ ہوں اگر عمدہ کپڑوں میں کفنایا تو میں کچھ بڑھ نہ جاؤں گا۔ اور برے کپڑوں میں کفنایا تو گھٹ نہ جاؤنگا۔

ابن ابی الدنیا نے ابن ابو میسکہ سے روایت کی کہ آپنے وصیت کی کہ مجھے اسما بنت قیس (آپکی زوجہ محترمہ) غسل دیں اور عبد الرحمن (آپکے صاحبزادے) پانی ڈالیں۔

ابن سعد نے سعید بن مسیب سے روایت کی کہ آپ نے حضرت عائشہ کو وصیت کی کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر دفن کرنا چنانچہ بوقت دفن آپکا سر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھے کے برابر رکھا گیا۔ اور آپ کا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعویذ قبر برابر کر دیا گیا۔

ابن عمر نے روایت کی ہے کہ آپ کو قبر میں حضرت عمر۔ طلحہ۔ عثمان۔ اور عبد الرحمن بن ابو بکر نے اتارا۔ یہ امر بروایات مختلفہ ثابت ہے۔ کہ آپ رات کو ہی دفن کئے گئے۔

ابن سعد نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے۔ کہ نماز جنازہ آپ کی حضرت عمر نے مابین قبر اور منبر کے پڑھی اور چار تکبیریں ادا کیں۔

ابن مسیب نے روایت کی کہ آپکا انتقال ہوا تو مدینہ شریف میں ایک کہرام مچ گیا۔ ابو قحافہ آپ کے والد صاحب نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اف کیسی مصیبت

عظیم ہے ۔ پہر پوچہا کہ انکی جگہ کون ہوا لوگوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ اسپر فرمایا کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ ابو بکر کے دوست
مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابو قحافہ نے حضرت ابو بکر کے ترکہ کا حصہ شرعی نہیں لیا ۔ بلکہ اپنا حصہ اپنے پوتے کو
دیدیا ۔ اور خود حضرت ابو بکر سے چہہ ماہ دو روز کے بعد انتقال کیا ۔ بماہ محرم ۱۴ھ کو اور انکی عمر ستانوے
برس کی تہی ۔

حضرت ابو قحافہ نے ستانوے برس کی عمر میں ۱۴ محرم کو انتقال کیا ۔ علما کا اتفاقیہ قول ہے کہ سوا حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی خلیفہ ایسا نہیں ہوا جو اپنے باپ کی حیات میں تخت خلافت پر بیٹہا ہو ۔ سوائے
حضرت ابو بکر کسی خلیفہ کے باپ کو اوسکا ورثہ نہیں پہونچا ۔

حاکم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی مدت خلافت دو سال سات ماہ تہی ۔

ابن عساکر نے اصمعی سے روایت کی ہے ۔ کہ خفاف بن ندبہ سلمی نے اشعار ذیل رنج و ملال سے وفات و تاریخ
حضرت ابو بکرؓ میں کہے ہیں ۔ اشعار ۔

لیس لحی فاعلمہ بقاء	وکل دنیا امرھا للفناء
والملک فی الاقوام مستودع	عاریۃ فالشرط فیہ الاداء
والحی یسعی ولہ راصد	تندبہ العین ونار الصلاء
یھرم او یقتل او یقھرہ	یشکوہ سقم لیس فیہ شفاء
ان ابا بکر ھو الغیث اذا	لم تزرع الجوزاء بقلا بماء
تاللہ لا یدرک ایامہ	ذو مئیر رناش ولا ذو ردا
من یسع کی یدرک ایامہ	مجتہد شذ بارض فضاء

ترجمہ کسی زندہ کے لیئے بقا نہیں ہے ۔ اور کل دنیا نے مرجانا ہے ۔

فصل (۳۳)

احادیث صحیحہ جو حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں

امام نووی نے تہذیب میں لکہا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ سے کل ایک سو بیس یا ایک سو چالیس حدیثیں
مروی ہیں اور اس قلت روایت کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے بعد آپ بہت کم مدت زندہ رہے
اور اسوقت تک احادیث کی طرف لوگوں نے کم توجہ کی تہی ۔ تابعین نے سماع و تحصیل و حفظ حدیث میں زیادہ کوشش
کی تہی ۔ لیکن اس سے یہ سمجہنا چاہیئے کہ آپ کو احادیث محفوظ نہ تہیں کیونکہ ہم حضرت عمر سے یہ روایت کرائی
ہیں کہ قضیہ بیعت کے وقت آپنے وہ تمام احادیث بیان کیں جو انصار کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم
کے زبان مبارک سے سنی تہیں ۔ اور یہ دلیل اس امر کی شاہد ہے کہ آپ کو احادیث بہت یاد تہیں ۔ اور اسمیں بہی
کچہہ شک نہیں ہے کہ آپ کو علم قرآن بہی سب سے زیادہ تہا ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ سے صحابہ ذیل نے روایت کی ہے ۔

عمرؓ ۔ عثمانؓ ۔ علیؓ ۔ ابن عوف ۔ ابن مسعود ۔ حذیفہ ۔ ابن عمر ۔ زبیر ۔ ابن عمرو ابن عباس ۔ انس ۔ زید بن ثابت

براء بن عازب۔ ابو ہریرہ۔ عقبہ بن حارث۔ عبدالرحمن بن ابوبکر۔ زید بن ارقم۔ عبداللہ بن مغفل۔ عقبہ بن عامر الجہنی۔ عمران بن حصین۔ ابو برزہ اسلمی۔ ابو سعید خدری۔ ابو موسیٰ اشعری۔ ابو الطفیل لیثی۔ جابر بن عبداللہ۔ بلال۔ عائشہ بنت ابوبکر۔ اسماء رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین۔

اور تابعین میں اسلم غلام آزاد حضرت عمرؓ کا واثلہ البجلی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں مختصراً ان حدیثوں کو درج کردیں۔ اور راویوں کا نام ہی لکھدیں مفصل انشاءاللہ ہم اپنی مسند میں لکھیں گے۔

(۱) حدیث ہجرت شیخان وغیرہ (۲) دریا کا پانی پاک ہے اور اسمیں مری ہوئی حلال چیز حلال ہے (دارقطنی) (۳) مسواک منہ کو پاک صاف کرتی ہے اور باعث رضا خدا ہے (احمد) (۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا۔ اور وضو نہیں کیا۔ (بزار وابویعلی) (۵) کھانا کھانے کے بعد جو کہ اسکے لئے حلال کیا گیا ہے وضو کی ضرورت نہیں ہے (بزار) (۶) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں کو مارنے سے منع فرمایا (ابویعلی بزار) (۷) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے آخر میں جو میرے پیچھے نماز پڑھی ہے تو آپ ایک ہی کپڑا پہنے ہوئے تھے (ابویعلی) (۸) جو شخص قرآن شریف کو اس قرأت میں پڑھنا چاہے جیسے کہ قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ تو ام عبد کی قرأت اختیار کرے (احمد) (۹) مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا بتلا دیا کہ جسے میں نمازمیں پڑھا کروں تو آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔ اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم (بخاری ومسلم) (۱۰) جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ خدا کی پناہ میں آگیا۔ پس خدا سے عہد شکنی نہ کرو۔ اور جسنے عہد شکنی کی تو اللہ تعالے اسکو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالیگا (ابن ماجہ) (۱۱) کوئی نبی اس دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا جبتک کہ وہ اپنی امت کے کسی آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھ لے (بزار) (۱۲) اگر کوئی شخص کوئی گناہ کرے۔ اور پھر اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت پڑھے اور خدا سے مغفرت مانگے۔ تو اسکے گناہ بخشے جاتے ہیں (احمد۔ اصحاب سنن اربعہ ابن حبان) (۱۳) ہر نبی کی جان وہیں قبض کی جاتی ہے۔ جہاں اسکو دفن ہونے کی خواہش ہوتی ہے (ترمذی) (۱۴) خدا نے یہود ونصاریٰ پر لعنت کی ہے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (ابویعلی) (۱۵) مردے کو واویلا کے گریہ وزاری سے تکلیف ہوتی ہے (ابویعلی) (۱۶) آگ سے ڈرو۔ خواہ وہ کھجور کی گٹھلی کی برابر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ تم کو کجروی سے روکتا ہے۔ اور مردہ سے بار گناہ کم کرتا ہے۔ اور بچاتا ہے بھوکے کو اور سیری حاصل ہوتی ہے اسکو (ابویعلی) (۱۷) حدیث فرائض صدقات بمعہ تشریح (بخاری وغیرہ) (۱۸) ابن ملیکہ نے روایت کی ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اونٹ پر سوار ہوتے۔ اور آپ کی قمچی ہاتھ سے گر جاتی تو آپ اونٹ کو بیٹھا کر اور خود اتر کر اٹھایا کرتے۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ ہم ہی سے کیوں نہیں فرمادیتے کہ ہم اٹھا دیا کریں آپنے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں (احمد) (۱۹) جب محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسماء بنت عمیس کو اجازت دی کہ حالت نفاس میں غسل کرکے حج وعمرہ میں تکبیر کہیں (بزار۔ طبرانی) (۲۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ حج کونسا افضل ہے۔ آپنے فرمایا کہ جسمیں تکبیریں زیادہ کہی جائیں۔ اور قربانی زیادہ کی جائے (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۲۱) آپ نے حجر اسود سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا (دارقطنی) (۲۲) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برار کو اہل مکہ کے نام یہ حکم دیکر بھیجا کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہ کرنے پائے اور نہ کوئی شخص برہنہ طواف کرے (احمد) (۲۳) میرے مکان اور منبر کے درمیان جنت کی کیاروں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر گیسوہائے جنت کا ایک گیسو ہے (ابو یعلی) (۲۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوالہیثم کے مکان پر تشریف لے جانیکا قصہ (ابو یعلی) (۲۵) سونے کا ساتھ سونیکے مثل بمثل اور چاندی کا ساتھ چاندی کے مثل بمثل سودا کرنا اور اس سے زائد لینا دینا گویا دوزخ میں جانا ہے (ابو یعلی۔ بزار) (۲۶) جسنے مسلمان کو ضرر پہونچایا۔ یا اسکے ساتھ مکر کیا وہ ملعون ہے (ترمذی) (۲۷) جنت میں بخیل اور حیلہ گر مکار، خیانت کرنیوالا اور ظالم بادشاہ نہ جانے پائیگا اور سب سے پہلے وہ غلام بہشت میں داخل ہونگے جو خدا اور اپنے آقا کی اطاعت کرینگے (احمد) (۲۸) غلام کی میراث اسکے لیئے ہے جو آزاد کرے (ضیا المقدسی) (۲۹) صدقہ کی توریث کسیکو نہیں پہونچتی (بخاری) (۳۰) طعام نبی بعد از وفات اس نبی کو عطا ہوتا ہے جو اسکے بعد ہو (ابو داؤد) (۳۱) کہ حق تعالے کا نسب کو زائل کر دیتا ہے اور گدائی پر پہونچا دیتا ہے (بزار) (۳۲) تو اور تیرا مال تیرے باپ کے واسطے ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد نفقہ پدر ہے (بیہقی) (۳۳) جسنے اپنے قدم خدا کی راہ میں اٹھائے اسپر اللہ آتش دوزخ حرام کرتا ہے۔ بزار (۳۴) مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہوا۔ آخر حدیث تک (شیخان وغیرہم) (۳۵) اچھا بندگان خدا سے اپنے لواحقین کا دردخواہ بھائی خدای سیف اور غالب اوپر کفار کے خالد بن ولید ہیں (احمد) (۳۶) عمر سے بہتر کسی شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا (ترمذی) (۳۷) جو شخص کہ مسلمانوں کا سردار ہو۔ خواہ کسی امر میں مقرر کیا جاوے۔ اور وہ کسی امر میں فروگذاشت کرے تو اوسپر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اور نہ اسکی توبہ قبول ہوگی۔ اور نہ اسکا انصاف قبول ہوگا۔ یہانتک کہ اسکو جہنم میں داخل کیا جاویگا۔ اور اگر کسیکے سپرد کوئی شے بہ سپردگی خدا کی جاوے اور بلا حق وہ اسمیں سے خیانت کرے تو اسپر بھی خدا کی لعنت (احمد) (۳۸) قصہ ماعز اور اسکا سنگسار کیا جانا (احمد) (۳۹) جو شخص کہ استغفار کرتا ہے اور ویسے ہی گناہ اور توبہ ۷۰ بار دن میں کرتا ہے۔ آخر حدیث تک (ترمذی) (۴۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرب کے متعلق مشورہ کرنا (طبرانی) (۴۱) متعلق آیت وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ آخر حدیث تک (ترمذی ابن حبان وغیرہ) (۴۲) تم یہ آیت پڑھتے ہو۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ آخر۔۔۔ تک (احمد۔ ابن حبان وغیرہ) (۴۳) جو کچھ دو آدمی کہتے اور مشورہ کرتے ہیں۔ تیسری ذات خدا کی موجود ہوتی ہے یعنی خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے (شیخان) (۴۴) حدیث متعلق دعا اَللّٰهُمَّ لَعْنًا وَطَاعُوْنًا (ابو یعلے) (۴۵) مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا (دارقطنی) (۴۶) میری امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی اخفے ہے (ابو یعلی) (۴۷) مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی دعا بتلائیے کہ میں صبح شام پڑھا کروں۔ آخر حدیث تک ہیثم بن کلیب ترمذی وغیرہ (۴۸) لا الہ الا اللہ اور استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ لوگ گناہوں سے ہلاک ہوتے ہیں اور مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرتے ہیں۔ پس جب ہمنے اس امر میں غور کیا تو لوگ اپنے خواہشات کے موافق جنکو وہ اچھی تصور کرتے ہیں۔ ہلاکت میں پڑ جاتے ہیں (ابو یعلی)۔ (۴۹) جب کہ آیت لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ نازل ہوئی تو میں نے عرض کی کہ میں اب حضور

سے پیر کہن سال ناتوان کی سی بات کیا کرونگا (بزار) (۵۰) حدیث نسبت ذکر کل مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ (احمد) (۵۱)
جسنے مجھپر دانستہ جھوٹ بولا یا میبطرف کوئی چیز منعطف و منسوب کی۔ وہ اپنا گھر جہنم میں بنا لے (ابو یعلی)
(۵۲) نہیں ہے نجات اِس امر سے۔ تا آخر حدیث متعلق ذکر لا اله الا الله (احمد وغیرہ) (۵۳) مجھے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جا کر لوگوں سے کہدو کہ جو شخص شہادت دے کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں
ہے۔ اسپر جنت واجب ہوگئی۔ میں چلا تو راستہ میں عمرؓ ملے۔ تا آخر حدیث (ابو یعلی۔ ابو ہریرہ وغیرہ) (۵۴) میری
امت کے دو گروہ جنت میں داخل نہ ہونگے۔ مرجیہ۔ اور قدریہ (دارقطنی) (۵۵) اللہ تعالے سے عافیت کیلئے
دعا کرو (احمد نسائی۔ ابن ماجہ) (۵۶) جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی کام شروع کرتے تو فرمایا
کرتے تھے کہ الٰہی مجھے اسکی تکالیف سے بچا اور اسے میرے واسطے اغنیا کردے۔ ترمذی۔ (۵۷) دعائے قرض
بزار۔ حاکم (۵۸) جو جسم کہ حرام سے بڑھے اسکے لئے آگ بہتر ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جس جسم کی
غذا حرام ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا (ابو یعلی) (۵۹) جسم کا ہر ایک حصہ تیری زبان کی تیزی کا شکوہ کرتا ہے
(ابو یعلی) (۶۰) اس رات کو جو نصف شعبان کو واقع ہوتی ہے۔ خدا نیچے اُتر آتا ہے اور سوا کفار اور کینہ ور آدمی
کے سب کو بخشتا ہے (دارقطنی) (۶۱) دجال مشرق میں اس ملک سے خروج کریگا جسکو خراسان کہتے ہیں
اسکے ساتھی وہ لوگ ہونگے جنکا منہ اس ڈہال کیطرح ہوگا۔ جو بیچ میں سے بلند اور کناروں میں سے پست
ہوتی ہے (ترمذی ابن ماجہ) (۶۲) مجھپر خدا کا یہ احسان ہے کہ ستر ہزار آدمی میں بغیر حساب کے جنت میں داخل
کراونگا۔ احمد (۶۳) حدیث شفاعت اور انبیاء کا میدان حشر میں برائے خلائق تردد (احمد) (۶۴) اگر لوگ ایک
میدان کی طرف جائیں اور انصار دوسرے کی طرف تو میں اسطرف جاونگا جدہر انصار جائیں گے (احمد) (۶۵)
قریش اس امت کے امیر ہیں ان میں سے اچھے اچھوں کے تابع ہونگے اور بُرے بُروں کے (احمد) (۶۶) رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے متعلق بوقت وفات وصیت فرمائی کہ اُن کے نیک آدمیوں کو قبول کرو۔
اور بروں سے چشم پوشی کرو (بزار۔ طبرانی) (۶۷) عمان کی نسبت حضور کا ارشاد کہ میں اس خطہ زمین کے حالات
سے واقف ہوں جس کی سرزمین کو دریا سیراب کرتا ہے۔ اور وہاں عرب کے لوگوں میں سے ایک قبیلہ رہتا
ہے۔ جب میرا ایلچی وہاں گیا۔ تو عمان والوں نے اسکو نہ تیر مارے نہ پتھر (احمد ابو یعلی) (۶۸) امام حسنؓ غلاموں
کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق وہاں سے گزرے۔ آپ نے انکو اپنے کندھے پر بٹھا لیا
اور فرمایا کہ انکی صورت حضرت علی کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ملتی ہے (اس حدیث
کو بعض نے مرفوع کہا ہے) (بخاری) (۶۹) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ایمن کے دیکھنے کو تشریف لے جایا کرتے
تھے (مسلم) (۷۰) نسبت حدیث کہ مارا گیا چور بار پنجم تا آخر حدیث (ابو یعلی۔ دیلمی) (۷۱) حدیث قصہ احد (طیالسی
طبرانی) (۷۲) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمنے آپکو کوئی چیز ہٹاتے
ہوئے دیکھا۔ حالانکہ کچھ نظر نہ آتا تہا ہمنے پوچھا کہ کیا تہا۔ تو آپنے فرمایا دنیا جو میرے لئے فراخ کی جاتی ہے
پس میں نے کہا۔ کہ ہمارے لیئے دعا کیجیئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے لئے عطا شدہ ہے مگر آپکو علم نہیں ہے
(البزار) یہی ابن کثیر نے لکھا ہے احادیث مرفوعہ سے۔ کہ دیگر احادیث جو کہ نووی سے منقول ہیں۔ اس کی تردید
ہوتی ہے۔ (۷۳) اہل فرو کو اسوقت تک قتل کئے جاو کہ جب تک اون میں ایک آدمی بہی باقی رہے (طبرانی)

(۷۴) حدیث جو گھر بنایا جائے اوسکو اوس زمین کو جہاں رہتے ہو اور راستہ جہاں چلتے ہو دیکھو (دیلمی)
(۷۵) مجھپر اکثر درود بہیجا کرو۔ کیونکہ میری قبر پر خدا نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ جب کوئی شخص میری امت میں
سے مجھپر درود بہیجتا ہے۔ تو یہ فرشتہ مجھ سے کہتا ہے کہ فلان بن فلان نے اسوقت آپ پر درود بہیجا ہے
دیلمی (۷۶) ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کفارہ گناہ کا ہوجاتا ہے اور غسل جمعہ کفارہ گناہ ہے (عقیلی) (۷۷)
میری امت پر دوزخ کی گرمی حمام کی گرمی سے زیادہ نہ ہوگی (طبرانی) (۷۸) جھوٹ بولنے سے بچو۔ کیونکہ جھوٹ
بولنا ایمان سے دور ڈالدیتا ہے (ابن لال) (۷۹) جو شخص کہ جنگ بدر میں شامل ہوا اوسکو جنت کی بشارت
دیدو (دار قطنی) (۸۰) دین خدا کا جھنڈا ہے کون شخص اس کے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے (دیلمی) (۸۱) حدیث
فضیلت سورہ یسین۔ دیلمی بیہقی (۸۲) سلطان عادل متواضع زمین پر خدا کا سایہ اور اوسکا نیزہ ہے۔ اسکو رات
دن میں ستر صدیقوں کا ثواب ملتا ہے (ابوالشیخ العقیلی۔ ابن حبان) (۸۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا کہ
اوس شخص کو کیا جزا ملے گی۔ جو مصیبت زدہ عورت (جسکا فرزند مرجاوے) کی تسلی کرتا ہے۔ حکم ہوا کہ ہم اسکو اپنے سایہ میں
بٹھائیں گے (ابن شاہین (دیلمی)) (۸۴) الٰہی اسلام کو عمر بن الخطاب سے قوی کردے (طبرانی) (۸۵) حدیث
کوئی شکاری شکار نہیں کیا جاتا۔ کوئی بلند درخت قطع نہیں ہوتا ہے۔ کسی درخت کی بیخ اوکھاڑی نہیں جاتی مگر کمی یاد
الٰہی کے باعث۔ ابن راہویہ (۸۶) اگر میں تم میں نبی بنا کر نہ بہیجا جاتا۔ تو عمر نبی ہوتے (دیلمی) (۸۷) اگر جنتی تجارت
کرتے تو کپڑے کی تجارت ہوتی (ابو یعلی) (۸۸) جو شخص باوجود موجودگی امام کے اپنے لئے یا غیر کے واسطے
خروج کرے اسپر خدا اور اسکے فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اسکو قتل کرڈالو (دیلمی) (۸۹) جو شخص مجھ سے
علم یا حدیث لکھے تو جب تک وہ علم یا حدیث باقی رہیگی اسکے لئے اجر لکھا جاتا رہے گا (حاکم) (۹۰) جو شخص خدا کی
اطاعت میں برہنہ پا نکلیگا۔ اس سے قیامت میں اسکے متعلقہ مفروضات سے سوال نہ ہوگا (طبرانی) (۹۱) جو
شخص جہنم کے جوش سے بچنا اور خدا کے سایہ میں آنا چاہے اسکو چاہئے کہ مسلمانوں پر سختی نہ کرے بلکہ انپر رحم کرے
(ابن لال۔ ابن حبان۔ ابو الشیخ) (۹۲) جو شخص کہ خدا کے راہ پر علی الصباح کوئی حاجت کسی کی پوری کرے خدا اسکو اوسکا
اجر عطا کرتا ہے۔ خواہ اسدن وہ کوئی گناہ کرے (دیلمی) (۹۳) جس قوم نے جہاد چھوڑدیا وہ عذاب میں پھنسیگی (طبرانی)
(۹۴) مفتری جنت میں داخل نہ ہوگا (دیلمی) (۹۵) کسی مسلمان کی حقارت نہ کرو۔ کیونکہ کم درجہ کا مسلمان بھی خدا کے نزدیک
بڑا رتبہ رکھتا ہے (دیلمی) (۹۶) خدا فرماتا ہے اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلقت پر رحم کرو (ابو الشیخ۔ ابن حبان
دیلمی) (۹۷) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شلوار (پاجامہ) کی لمبائی کی نسبت دریافت کیا گیا آپنے موٹائی پنڈلی
تک فرمایا۔ پھر عرض کی گئی کہ قدرے زیادہ کی جاوے۔ آپنے شروع موٹائی پنڈلی تک فرمایا۔ سہ بارہ عرض زیادتی کی
کی گئی تو آپنے فرمایا کہ اس سے زیادتی میں بہتری نہیں ہے۔ ہمنے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم ہلاک ہوئے آپنے
فرمایا یا ابو بکر زیادتی سے باز رہو اور حصول نجات کا قرب حاصل کرو (حدیث ازار۔ ابونعیم) (۹۸) عدل میں میرا ہاتھ اور
حضرت علی کا ہاتھ برابر ہے (دیلمی۔ ابن عساکر) (۹۹) شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کرو۔ کیونکہ گو تم اسکو
نہیں دیکھتے مگر وہ تم سے غافل نہیں ہے (دیلمی) (۱۰۰) جو شخص خدا کیواسطے کوئی مسجد بنائے خدا اسکے واسطے
جنت میں گھر بنائیگا (طبرانی) (۱۰۱) جو شخص یہ خبیث ترکاری (یعنی پیاز و لہسن) کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے
(طبرانی) (۱۰۲) حدیث رفع یدین بروقت شروع نماز و رکوع و سجود (بیہقی) (۱۰۳) رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم

نے ایک اونٹ ابوجہل کو بھیجا (اسماعیلی) (۲۰) میری طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (ابن عساکر)

فصل (۳۴)

تفسیر قرآن از حضرت ابوبکر صدیق

ابوالقاسم بغوی نے ابو ملیکہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے کسی آیت کے معنے پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایسے معنے بیان کردوں جو خلاف منشار خدا ہیں تو میں کس زمین میں بسوں اور کس آسمان کے نیچے رہوں۔

ابو عبیدہ نے ابراہیم تیمی سے روایت کی کہ آپ سے فَاکِهَةً وَّاَبًّا کے معنے پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایسے معنے بیان کروں جو منشار خدا کے خلاف ہوں تو مجھکو زمین و آسمان پناہ نہ دینگے بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق سے کلالہ کے معنے پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہونگا میری رائے ہوگی۔ اگر ٹھیک ہے تو خدا کا احسان سمجھنا چاہئے ورنہ میرا اور شیطان کا فعل خیال کرنا میرے نزدیک تو اس سے سوائے ترکہ ولد اور والد مقصود ہے۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جو بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے کہی ہے اسکو میں رد کروں۔

ابو نعیم نے اسود بن ہلال سے روایت کی کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہاری ان دو آیتوں کے متعلق کیا رائے ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ انہوں نے جواب دیا کہ پس استقامت کی اور نہ گناہ کیا اور نہ اپنے ایمانوں کو گناہ میں ملبوس کیا۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے فرمایا۔ کہ تمنے ان کے معانی کا حمل غیر موقعہ پر کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کے معنے یہ ہیں کہ پھر انہوں نے سوائے خدا وحدہ لاشریک اور کسی طرف رجوع نہ کیا۔ اور نہ اپنے ایمانوں کو شرک سے ملبوس کیا۔

ابن جریر نے عامر بن سعد سے روایت کی۔ کہ آپنے آیت لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِیَادَةٌ کے معنوں سے توجہ بسوئے خدا تعالے مراد لی ہے۔

ابن جریر نے روایت کی ہے کہ آپنے آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا سے یہی مراد لی ہے۔ کہ جو شخص اس اعتقاد پر مرگیا وہ ہمراہ استقامت والے لوگوں کے بروز قیامت ہوگا۔

فصل (۳۵)

حضرت صدیق اکبر رضؓ کے آثار موقوفہ متعلق اقوال۔ احکام خطبہ ودعا

لالکائی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابو بکر کے پاس آیا۔ اور سوال کیا کہ کیا فعل زنا بھی بحکم خدا ہوتا ہے۔ آپنے فرمایا ہاں۔ اسنے کہا جب خدا نے مقدر میں تحریر کردیا تو پھر عذاب بھی دیگا۔ آپنے فرمایا ہاں اے ناپاک واللہ اگر میرے پاس اسوقت کوئی آدمی موجود ہوتا۔ تو میں حکم دیتا کہ وہ تیری ناک کاٹ

ڈالتا۔
ابن شیبہ نے زبیر سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر نے خطبہ میں فرمایا۔ کہ اے لوگو خدا سے شرم کرو۔ پس قسم ہے خدا کی جسکے دست قدرت میں میری جان ہے۔ کہ جب کبھی میں رفع حاجت کیلئے باہر میدان میں جاتا ہوں۔ تو خدا سے اسقدر شرم آتی ہے۔ کہ سر اپنے کو ڈھانپ لیا کرتا ہوں۔
عبدالرزاق نے عمر بن دینا سے روایت کی۔ کہ آپنے فرمایا۔ اللہ سے شرم کرو۔ واللہ جب کبھی میں پاخانہ میں جاتا ہوں۔ تو خدا سے شرما کر اپنی کمر کو دیوار مکان سے لگالیتا ہوں۔
ابو داؤد نے عبداللہ صنابحی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز مغرب پڑھی تو آپنے پہلی دو رکعت میں ہمراہ الحمد سورۃ مختصر پڑھیں اور تیسری میں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا تا آخر آیت پڑھی۔
ابن خیثمہ وابن عساکر نے ابن عیینہ سے روایت کی ہے کہ جب کبھی حضرت ابو بکرؓ کسیکی ماتم پرسی پر تشریف لیجاتے تو فرماتے کہ صبر میں کوئی مصیبت نہیں اور رونے سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔ حالات قبل موت آسان تر ہیں بمقابلہ اسکے بعد موت کے حالات زیادہ سخت ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفات کے حالات کو یاد کیا کرو تو تمہیں اپنے مصائب کم معلوم ہونگے۔ اور اللہ تم کو اجر عظیم دیگا۔
ابن شیبہ و دار قطنی نے سالم بن عبید صحابی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ مجھے فرمایا کرتے کہ میرے ہمراہ صبح تک عبادت الٰہی کرو۔
ابن قلابہ وابی الفر روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکرؓ فرمایا کرتے۔ کہ میرا دروازہ بند کردو۔ تا حدیکہ سحر ہو جاوے
بیہقی وابو بکر بن زیاد نے حذیفہ بن اسید سے روایت کی۔ کہ حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمرؓ کسی جانور کو دوسرے دن تک رکھہ چھوڑ نیکے لیئے ذبح نہیں کرتے تھے۔ تاکہ لوگ اس امر کو سنت نہ قرار دے لیویں۔
ابو داؤد نے ابن عباس سے روایت کی کہ میں حضرت ابو بکر کے پاس موجود تہا۔ کہ آپنے فرمایا کہ جو مچھلی مرکر دریا میں تیر آوے اوسکو کھالو۔
امام شافعیؒ نے حضرت ابو بکر صدیق سے روایت کی ہے۔ کہ آپنے زندہ جانور کے عوض گوشت کے بیع کا تبادلہ مکروہ فرمایا ہے
امام بخاریؒ نے حضرت ابو بکر سے روایت کی ہے۔ کہ اپنے جد (دادا) کو بمنزلہ باپ وارث قرار دیا ہے۔
ابن شیبہ نے حضرت ابو بکر سے روایت کی ہے۔ کہ دادا بمنزلہ باپ کے ہے۔ جسکا باپ مرگیا ہو۔ اور پوتا بمنزلہ بیٹے کے ہے جسکا بیٹا مرگیا ہو۔ اور سوائے اسکے اور کوئی نہ ہو۔
ابن شیبہ نے قاسم سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمتمیں ایک آدمی حاضر کیا گیا۔ جوکہ والد خود اپنا باپ ہونے سے انکاری تہا آپنے فرمایا۔ کہ اس کے سر میں مارو کیونکہ شیطان اسکے سر میں ہے۔
امام مالکؒ نے ابن وابی سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ جب کسی میت کی نماز پڑہا کرتے تو فرماتے اَللّٰهُمَّ اَسْلَمَهُ الْاَهْلُ وَالْمَالُ وَالْعَشِيْرَةُ وَالذَّنْبُ عَظِيْمٌ وَاَنْتَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ترجمہ) اے خدا اس بندے (مردہ) کو اوسکے اہل۔ مال اور رشتہ داروں نے تیرے سپرد کیا۔ اسکے گناہ تو بہت ہیں مگر تو بخشنے والا اور رحیم ہے اسپر رحم فرما۔
سعید بن منصور نے حضرت عمرؓ سے روایت کی۔ کہ حضرت ابو بکر نے تنازعہ عاصم بن عمر اور اسکی والدہ کا فیصلہ

فرمایا۔ اور بعد تصفیہ فرمایا۔ کہ اے عاصم تیری جان۔ ایک روحانی وجسمانی چیز وخصائل لطف وغیرہ تجھسے بہتر ہیں
بیہقی نے قیس ابن حازم سے روایت کی کہ ایک آدمی حضرت ابو بکرؓ کی خدمتمیں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ میرا باپ
مجھسے کل مال میرا چھین لینا چاہتا ہے۔ جو کہ میرے ہی ضرورت کے لائق ہے۔ آپ نے اسکے باپ سے فرمایا
جو کچھ بیٹے کے مال سے تجھے کافی ضرورت ہو وہ لے لے۔ اُسنے عرض کی کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم تو کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا (بحق پسر) کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے
آپ نے جوابدیا۔ کہ ہاں صحیح ہے مگر اس سے مراد نفقہ (خرچ بقدر ضرورت) کی ہے۔
احمد نے بروایت جد عمر بن شعیب لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمرؓ غلام کے بدلے آزاد کو قتل نہیں کرتے تھے۔
امام بخاری نے ابن ابی ملیکہ کے جد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ دانت سے ایسا کاٹ کھایا
کہ دونوں اگلے دانت گوشت میں گھس گئے۔ اور خون نکل آیا۔ پس آپ نے دوسرے کو بھی ویسی ہی (مباح کیا) خون نکالنے
کی اجازت فرمائی۔
ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عکرمہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکرؓ نے کان کاٹنے کے متعلق پندرہ شتر کے جرمانہ
کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا کہ اسکی بدنمائی کو بال اور عمامہ چھپا لیتے ہیں۔
بیہقی نے ابن عمران جونی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک لشکر شام کیطرف بھیجا جسکا سردار یزید
بن ابو سفیان کو کیا۔ اور اوسکو دس نیک امورات ذیل پر عمل کرنیکا حکم فرمایا۔ کہ عورت۔ بچہ بڈھے کہن سال کو قتل کرنا
اور نہ درخت پھلدار کو کاٹنا اور نہ آبادیوں کو خراب واجاڑ کرنا۔ اور نہ بکری اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنا (مگر جسکو
کہ تم کھانیکیلئے ذبح کرو۔ اور نہ درخت کھجور کو اکھاڑنا۔ اور نہ کسی چیز کو جلانا اور نہ کسی کو پیاسا رکھنا۔ اور نہ جنگ
میں پست حوصلگی دکھانا۔
احمد وابوداؤد ونسائی نے ابی برزہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص پر حضرت ابو بکرؓ خفا ہوئے۔ اور آپکو حد سے
زیادہ غصہ آگیا۔ پس میں نے عرض کی کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو قتل کرا دیجئے۔ آپ نے
فرمایا تیرے خیالات پر افسوس ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسیکو اجازت قتل
نہیں ہے۔
سیف نے کتاب الفتوح میں شیوخ سے روایت کی ہے کہ مہاجرین کا سردار یمامہ تہا۔ اوسکے پاس دو گانے
والی عورتوں کو پکڑ کر لیگئے۔ جنمیں سے ایک جو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہجویہ اشعار گایا
کرتی تہی اوسکے دونو ہاتھ کٹوا دیے اور دونوں اگلے دانت نکلوا دیے۔ اور دوسری مغنیہ جو مسلمانوں کی ہجو
کیا کرتی تہی اوسکے ساتھہ بہی وہی عمل کیا۔ جب اس امر کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ کو ہوئی تو آپنے یمامہ کو تحریر
فرمایا۔ کہ اگر سزا نہ دیجاتی تو وہ عورت جو حضرت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ناشائستہ الفاظ
کہہ رہی تہی۔ میں اوسکے قتل کرنیکا حکم دیتا۔ کیونکہ انبیاء علیہ السلام کا درجہ لا انتہا اعلےٰ ہے۔
پس اگر کسی مسلمان سے ایسا فعل سرزد ہوئے۔ تو وہ مرتد ہے۔ اگر وہ قوم معاہدہ شدہ سے ہے تو اوس سے
جنگ کرنا لازمی ہے۔ اور دوسری عورت جسنے مسلمانوں کی ہجو میں اشعار کہے۔ پس اگر وہ اہل اسلام سے ہے
تو اس کیلئے تادیب کرنا اور جلا وطن کرنا کفایت کرتا ہے نہ ہاتھ کٹوانے اور اگر وہ ذمیہ (جزیہ گزار معاہدہ شدہ)

نرفہ سے ہے۔ تو مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ البتہ میں شرک اعظم سے بچ جاتا۔ اگر تجھسے پہلے اس امر میں خود میں فیصلہ کرتا۔ تو میں درست لائے قائم نہ کرسکتا۔ پس تو تن آسانی کو چھوڑدے اور مثلہ کرنے سے بچ مسئلے کہ وہ بہت گناہ و نفرت کا ہے مگر بحالت قصاص نہیں۔

مالک اور دار قطنی نے سفینہ بنت ابی عبید سے روایت کی۔ کہ ایک شخص نے ایک باکرہ لڑکی سے زنا کیا۔ اور جرم کا اقرار کیا۔ پس آپ نے اوسے درے لگوائے پھر اس نے جرم سے انکار کر دیا۔

ابویعلی نے محمد بن عاطب سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کے روبرو ایک شخص لایا گیا جسنے چوری کی تھی اور پہلے اسکے ہاتھ کسی جرم میں کٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تیرے حق میں حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم قتل درست دیا تھا۔ اب مجھے بھی سوائے اسکے اور کوئی چارہ تیرے واسطے نہیں ہے۔ چنانچہ اسکے قتل کا حکم دیا۔

مالک نے قاسم بن محمد سے روایت کی ہے۔ کہ ایک شخص جسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا یمن سے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آکر ٹھیرا اور حاکم یمن کے ظلم کی شکایت کی۔ اور تمام رات نماز پڑھتا رہا جسپر حضرت ابو بکرؓ نے خیال کیا کہ میری رات اس چور کی رات سے بہتر نہیں ہے۔ اسی اثنا میں آپکے حرم محترم اسمائے بنت عمیس کا ایک زیور گم ہوگیا۔ اور وہ شخص آپکے ساتھ پھرتا رہا تھا اور دعا مانگتا تھا۔ کہ اے اللہ اس گھر کے نیکو کار صاحبان پر رحمت فرما۔ پس زیور زرگر کے پاس سے ملا۔ گمان کیا گیا۔ کہ یہ کارروائی نو وارد دست بریدہ کی ہے جس نے اقبال کیا۔ اور شہادت بھی اسپر گذرگئی۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے اوسکے بائیں ہاتھ کے کاٹنے کا حکم دیا۔ اور آپنے فرمایا کہ واللہ اسکی دعا مجھپر اوسکی چوری سے زیادہ بار تھی۔

دار قطنی نے انس سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک شخص کے ہاتھ بباعث چوری چوگان کے جس کی قیمت پانچ درہم تھے۔ کٹوا دئے تھے۔

ابونعیم نے ابی صالح سے روایت کی ہے کہ جب باشندگان یمن بر ایام خلافت حضرت ابو بکرؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے قرآن شریف سنا تو زار قطار رونے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ کہ ہمارا بھی اولا یہی حال تھا بعد میں دلوں کو قرار آگیا۔ ابونعیم نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد ہے کہ دل کو قوت اور اطمینان معرفت خدا سے حاصل ہوگیا۔

ابن عمر نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ اہل بیت رسول اللہ صلعم کی تابعداری و نگہداشت کرو۔

ابوعبیدہ نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی کہ آپ فرماتے تھے بڑا خوش نصیب وہ شخص ہے۔ جو ابتدائے اسلام میں مرگیا یعنے پہلے برپا ہونے فتنہ و فساد کے

ہر چہار امام نے اور امام مالک نے قبیصہ سے روایت کی۔ کہ ایک شخص متوفی کی دادی حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسکی میراث کا دعوے کیا۔ پس آپ نے فرمایا بروئے کتاب اللہ و سنت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا کوئی حق اس میت کی میراث میں نہیں ہے۔ فی الحال تو چلی جا ہم دیگر صحابیوں سے دریافت کریں گے پس آپ نے لوگوں سے دریافت فرمایا۔ مغیرہ بن شعبہ نے عرض کی کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھٹا حصہ اس حالت میں دلایا ہے آپنے فرمایا کیا اس موقعہ پر کوئی اور شخص بھی موجود تھا۔ پس محمد بن مسلمہ

نے کھڑے ہوکر عرض کی۔ کہ مغیرہ کا قول درست ہے۔ پس آپنے اسی پر فیصلہ خود بحق دادی سائلہ کے صادر فرمایا۔
مالک اور دارقطنی نے قاسم بن محمد سے روایت کی۔ کہ دو مستورات ایک نانی دوسری دادی نے متوفی میت کے ورثہ کا دعوے بحضور حضرت ابو بکرؓ حاضر ہو کر کیا۔ پس آپنے ترکہ نانی کو دلا دیا۔ اسپر عبدالرحمن بن سہل انصاری نے جو جنگ بدر میں حاضر تہا اور بنی حارثہ کا بہائی تہا عرض کی کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلعم آپ نے ایسی عورت کو ترکہ عطا کیا ہے کہ اگر وہ مر جاوے۔ تو اسکا کوئی بہی وارث نہ ہو۔ یہ سنکر آپنے نانی اور دادی دونوں کے درمیان ترکہ نصفا نصف تقسیم کر دیا۔
عبدالرزاق نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ قوم رفاعہ کی ایک عورت نے خاوند خود سے طلاق لیکر نکاح ثانی ہمراہ عبدالرحمن بن زبیر کیا۔ مگر اس سے بہی موافقت نہ ہوئی اور اسنے رفاعہ قوم والے سابق خاوند کے طرف عود کرنا چاہا۔ اور مسئلہ دریافت کیا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب تک دوسرا خاوند تیرے ساتہہ ہم بستر نہو (مباشرت نہ کرے) یہ امر نہیں ہو سکتا۔ اسقدر روایت صحیح بخاری میں ہے۔ مگر عبدالرزاق نے اسپر زیادہ کیا ہے۔ کہ کچہہ دنوں کے بعد پہر اسی عورت نے حاضر ہوکر عرض کی کہ خاوند ثانی نے اوسکے ساتہہ مساس کیا ہے۔ آپنے دوبارہ خاوند سابق کیطرف عود کرنے سے منع فرمایا۔ پہر وہ عورت زمانہ خلافت حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ بہی حاضر ہوئی۔ ان دونوں صاحبان نے بہی منع فرمایا۔
بیہقی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی۔ کہ عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ نے بنان نرسای ساکن شام کا سر کاٹ کر حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں بہیجا۔ جب آپکی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا عقبہؓ نے عرض کی کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ لوگ بہی تو ہمارے ساتہہ ایسا ہی کرتے رہے ہیں آپنے فرمایا کہ ہمیں حکم خدا و رسول کافی ہے اور ضرورت تقلید اہل فارس و روم نہیں ہے۔ جو کہ ہمارے تابع فرمان ہیں
امام بخاریؒ نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک عورت قبیلہ احمس سے دیکھی جسکا نام زینب تہا۔ کہ وہ کلام نہیں کرتی ہے۔ آپنے فرمایا کہ یہ کیوں کلام نہیں کرتی لوگوں نے عرض کی کہ اسنے خاموش رہنے کا روزہ رکہا ہے۔ آپنے اسکو فرمایا۔ کہ کلام کر کیونکہ یہ طریقہ ناجائز ہے۔ یہ عمل زمانہ جاہلیت کا ہے پس اسنے گفتگو شروع کی۔ اور کہنے لگی۔ کہ تم کون ہو۔ آپنے فرمایا سردار مہاجرین۔ آپنے کہا کہ مہاجرین کون کن میں سے ہیں آپنے فرمایا قریش سے۔ پہر اسنے کہا کونسے قریش سے۔ آپنے فرمایا تو تو بہت باتونی ہے۔ میں ابو بکر ہوں۔ اس نے کہا کہ ہم کو اس دین صالح پر کہ بعد جاہلیت آیا کون قائم رکہیگا۔ آپنے فرمایا تمہارا قیام اوپر دین کے تمہارے اماموں کے ذمہ ہے۔ اوسنے کہا ائمہ (امام) کون ہوتا ہے۔ آپنے فرمایا کیا تمہاری قوم میں سردار یا بزرگ لوگ جو تمپر حکم کرتے ہوں نہیں۔ اسنے کہا ہاں ہوتے ہیں آپنے فرمایا پس وہی امام ہیں
امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ کہ حضرت ابو بکر کا ایک غلام تہا۔ جو کہ آپ کیلئے خراج وصول کیا کرتا تہا۔ اور آپ اسپر بسر اوقات کیا کرتے تہے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا جو کہ آپ نے کہائی پس غلام نے عرض کی آپکو معلوم ہے یہ کہاں سے آئی تہی۔ آپنے فرمایا اسکی حقیقت بیان کر۔ اسنے عرض کی کہ میں نے ایک آدمی زمانہ جاہلیت والے سے بذریعہ کہانت (نجوم) کچہہ حال بیان کئے تہے۔ اور کہانت درست نہیں ہے۔ مگر میں نے اسے دہوکہ دیا۔ پس اسنے مجہے یہ چیز دی تہی جو آپنے کہائی۔ یہ سنکر حضرت ابو بکرؓ

اپنی انگلیاں حلق میں ڈالکر قے کر ڈالی اور پیٹ بالکل خالی کر دیا۔
احمد نے ابن سیرین سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے سوا حضرت ابو بکرؓ اور کسیکو نہیں سنا جسنے حالات مشتبہ طعام سنکر کھانیکے بعد قے کر دی ہو۔
نسائی نے اسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی اور دیکھا۔ کہ آپنے اپنی زبان ہاتھ سے پکڑی ہوئی ہے اور فرماتے ہیں۔ کہ اسنے مجھے مصیبت میں ڈالا ہے۔
ابو عبیدہ نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی۔ کہ ایکدفعہ اپنے عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا کہ وہ ہمسایہ خود کے ساتھ تنازع کر رہا ہے۔ آپنے فرمایا کہ اپنے ہمسایہ سے نہ لڑو۔ کہ وہ باقی رہیگا اور لوگ تجھے ملامت کرینگے۔
ابن عساکر نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا۔ کہ
بعد از حمد خالق دو جہان و امداد طلب و بخشش بعد موت کے اے لوگو جان لو۔ کہ میری اور تمہاری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں جو کہ واحد اور لاشریک ہے اور محمد صلعم اسکے بندے اور رسول ہیں جنکو خدا نے صداقت کے ساتھ خوشخبری دینے والا صالحین کیلئے اور ڈر سنانیوالا گناہ گاروں کیلئے اور شمع ہدایت منور کر کے ہماری طرف بھیجا تاکہ زندہ لوگوں کو۔ احکامات خوف و رجا سنائیں اور منکروں پر اتمام حجت ہو جاوے۔ جس نے تابعداری احکام خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پس وہ راہ راست پر ہو گیا۔ اور جسنے نافرمانی کی وہ گمراہی ظاہری میں پھنس گیا میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ خالصتاً للہ پرہیزگاری کرو اور احکام آلہی جو تمپر بیان کئے گئے ہیں اور جنکے عمل کیلئے تمہیں ہدایت کی گئی ہے۔ اونپر قائم رہو۔ کیونکہ جملہ ہدایات اسلام کا مدعا بعد از خلوص عقیدت گوش دل سے سننا اور تابعداری امیر خود کی کرنا ہے۔ پس جسنے اطاعت اللہ اور اولی الامر کی امر معروف و نہی عن المنکر بد کی پس وہ کامیاب ہوا۔ اور اسنے اپنے حقوق ادا کر دیئے۔ خبردار متابعت نفس نکرنا۔ پس جو کوئی ہوا و حرص۔ طمع اور غصہ سے بچا وہ کامیاب ہو گیا۔ اور خبردار فخر نہ کرنا۔ کیونکہ جسکی پیدائش مٹی سے ہو۔ اور پھر مٹی میں ملایا جاویگا اور اسکو چیونٹیاں وغیرہ کھاویں گے اور جو کہ آج زندہ ہے اور کل مردہ وہ کیا فخر کے قابل ہے۔ پس تمہیں چاہیئے کہ ساعت بساعت و لمحہ بہ لمحہ عبادت آلہی کرو۔ اور مظلوم کی آہ و بد دعا سے بچو۔ اور اپنے آپکو مردہ تصور کیا کرو اور صبر کیا کرو۔ کیونکہ کل عملوں کی جڑ صبر ہے۔ اور خوف خدا سے ڈرا کرو۔ کہ یہ مفید ہے۔ اور عمل صالح کیا کرو جو کہ عمل قبول کیا جاتا ہے۔ اور ان افعال سے بچو جنکے عذاب سے بچنے کیلئے خدا نے تمکو خوف دلایا ہے۔ اور جن امورات میں خدا نے اپنی رحمت کا وعدہ کیا ہے اوسکے جلدی کرنے میں کوشش کیا کرو۔ اور سمجھو سمجھاؤ۔ ڈرو ڈراؤ کیونکہ خدا نے تمکو اُن لوگوں کے حالات بیان کر دیئے ہیں جو کہ تمسے پہلے ہلاک کئے گئے ہیں۔ نیز اونکے بھی جو کہ راہ نجات پا گئے ہیں۔ خدا نے اپنے کلام پاک میں حلال و حرام کی تشریح کر دی ہے نیز ان اعمال کی جو کہ اسکی بارگاہ میں قابل قبولیت یا نامنظوری ہیں۔
میں صرف تمہیں ہی ملامت نہیں کرتا بلکہ اپنے نفس کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔ اور خدا سے ہی استدعا مدد ہے جسکے سوا اور کسیکو طاقت و قوت نہیں ہے۔ جان لو کہ تمہارے ذمہ ان اعمال کی ادائیگی لازم ہے جو کہ خاص واسطے اللہ کے ہیں۔ پس پروردگار کی تابعداری کرو اور اپنے نصیب کی حفاظت کرو۔ اور بہترین کوشش کرو

جو کچھ کہ تم اپنے دین کے لئے پسند کرو۔ اور نوافل کو آخرت خود کیلئے ادا کرو۔ اور آبا و اجداد خود کے حقوق ادا کرو۔ اور بوقت ضرورت و حاجت وظیفہ خواہ ادا کر(دیا) کرو۔ اور اے بندگان خدا زمانہ گذشتہ کے بھائیوں دوستوں کے حالات پر غور کیا کرو۔ کیونکہ جو کچھ مصائب انپر پیش آئے ہیں وہ مستقل و صابر رہے ہیں۔ اور بدبختی و سعادت جو بعد موت وقوع پذیر ہونیوالی ہے اس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کیونکہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور نہی خدا کا کسے مخلوق کے ساتھ تعلق و تناسب ہے کہ جسکے ذریعہ امید بہتری ہو سکے اور نہ ہی بغیر زندگی اور بتعمیل احکام الٰہی کے کوئی خدا سے گناہ بخشوا سکتا ہے۔ جان لو کہ ایسی کوئی چیز اچھی نہیں ہے جسکا انجام دوزخ ہو۔ اور نہ ہی ایسی کوئی چیز بری ہے جسکا انجام بہشت ہو۔ بس میرا کہنا تو یہی ہے جو میں تم کو بتا چکا ہوں اور میں خدا سے تمہارے اور اپنے لئے بخشش چاہتا ہوں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام اور برکت خدا کی بھیجتا ہوں۔

حاکم اور بیہقی نے عبداللہ بن عکیم سے روایت کی۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق نے ہمارے سامنے یہ خطبہ پڑھا تھا۔ کہ بعد حمد و ثنا الٰہی جسکا کہ وہ سزاوار ہے۔ میں تمکو وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور اوسکے لائق اسکی حمد و ثنا بجالایا کرو۔ اور رغبت و رہبانیت کی آمیزش سے بچا کرو کیونکہ اللہ تعالے نے حضرت ذکریا اور اسکے اہل عیال کی تعریف فرماتا ہے کہ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ (ترجمہ) وہ نیک کام کے کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور ہمسے رغبت و رہبانیت کیلئے دعا کرتے ہیں اور ہمسے ڈرنیوالے ہیں پس اے بندگان خدا جان لو کہ اللہ تعالے نے تمہارے نفسوں کو اپنے حقوق کے بدلے رہن کیا ہوا ہے اور اسپر تمسے عہد لئے ہوئے ہیں اور تمسے دنیائے فانی کے بالعوض آخرت باقی خریدلی ہوئی ہے اور یہ کتاب اللہ جو تم میں موجود ہے۔ اسکا نور کبھی کم نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اوسکے عجائبات کبھی زائل ہو سکتے ہیں۔ پس اپنے آپ کو اوس سے منور کرو۔ اور اوسکے احکام سے نصیحت اختیار کرو۔ اور اوس سے توشہ نور کا اندھیرے والے دن کیلئے تیار کرو۔ کیونکہ خدا نے تمکو اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔ اور تمپر کراماً کاتبین (فرشتے نگہبان) مقرر کئے ہیں۔ جو کہ تمہارے کل افعال سے خبردار ہوتے ہیں۔ پس جان لو! اے بندگان خدا۔ کہ تم ہر لحظہ و ہر آن موت کے طرف چلے جا رہے ہو جسکا علم تمسے پوشیدہ رکھا گیا ہے اگر تمسے ہو سکے تو موت کے آنے تک عمل نیک کرو مگر یہ امر بلا حکم خدا تمسے ہونا مشکل ہے پھر بھی موت آنے سے پہلے تم خود موت کیطرف جانیکی کوشش کرو۔ کہ نیکی کرنے پر راغب رہوگے۔ ورنہ تم اعمال خراب میں پھنس جاؤگے۔ اور تم ایسے ہو جاؤگے جیسے کہ ایک قوم نے اپنی موت دوسروں کیلئے کردی اور اپنے نفسوں کو بھلا دیا۔ پس جلدی کرو۔ جلدی کرو اور رہائی عذاب سے طلب کرو۔ طلب کرو کیونکہ تمہارے پیچھے موت بہت جلد پہنچنے والی ہے جو کہ اٹل ہے۔

ابن ابو الدنیا و احمد و ابو نعیم نے یحییٰ بن ابو کثیر سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا وہ درخشندہ چہروں والے نوجوان کہاں گئے جنکی نوجوانی لوگوں کو حیران کر دیتی تھی۔ وہ بادشاہ کہاں گئے جنہوں نے شہروں کو بسایا اور قلعہ بنائے۔ وہ لوگ کہاں گئے جو میدان جنگ میں فتح یاب ہوا کرتے تھے۔ جان لو کہ ان کی قومیں پست ہو گئیں اور زمانہ نے انکو نابود کر دیا۔ اور انکو قبر کی اندھیری کوٹھڑی میں ڈالدیا گیا۔ نیکی کی طرف دوڑو۔ اور دوڑو۔ جلدی کرو اور جلدی کرو۔

احمد نے سلمان سے روایت کی ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے میرے پاس تشریف لا کر فرمایا کہ اے سلمان عہد کرے اور خدا سے ڈر اور جان لے کہ عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے۔ کہ ہر ایک بات کھل جاویگی اور تم کو بتلایا جاویگا کہ تمنے ہر ایک چیز میں کتنا حصہ لیا تھا۔ اور تمنے کیا کیا کھایا تھا۔ اور تم کیا کیا پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ اور یہ بھی جان لے۔ کہ جسنے پانچوں نمازیں ادا کیں پس وہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پناہ خدا میں رہتا ہے۔ پس ایسے شخص کو کون قتل کر سکتا ہے۔ پس شرم کرتا ہے اللہ تعالے اپنی ذمہ واری سے۔ اور اوسکے مخالف کو اوندھا منہہ کرکے دوزخ میں ڈالدیتا ہے۔

ابی بکر سے روایت ہے۔ کہ صالحین یکے بعد دیگرے اٹھائے جاویں گے۔ باقیماندہ ایسے ناکارہ لوگ رہجاویں گے جیسے کہجور کی گٹھلی کا بھوسہ۔ خدا سے انکا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

سعید بن منصور نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے کہ اے اللہ میری اخیر عمر اچھی کر اور نیک عمل پر میرا خاتمہ فرما۔ اور اپنے روز لقا سے میری زمانہ عمر کو اچھا کر۔

احمد نے حسن سے روایت کی کہ مجھے اطلاع دیگئی ہے کہ حضرت ابو بکر اکثر اپنی دعا میں کہا کرتے تھے۔ کہ ای اللہ میں تجھسے ایسی چیز کا سوال کرتا ہوں جو میرے کاموں کے انجام میں بہتر ہو۔ اے اللہ مجھسے وہ انتہائی نیکیاں جنپر کہ تو راضی ہو۔ عطا کر اور نعمتہائے جنت اور درجات اعلےٰ بخش۔

عرفجہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابو بکر فرمایا کرتے تھے کہ خوف خدا سے جہانتک ہوسکے رویا کرو۔ ورنہ ایک دن ایسا آویگا کہ تم رولائے جاؤ گے۔

عزرہ نے روایت کی۔ کہ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ عورتوں کو سونے کی سرخی اور زعفران کی زردی کی محبت نے ہلاکت میں ڈالدیا ہے۔

مسلم بن یسار نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی ہے کہ مسلمان کو اسکی ہر ایک مصیبت کا اجر دیا جاتا ہے خواہ اسکو خفیف ترین رنج جوتے کے چمڑے ٹوٹنے سے یا عظیم ترین کسی مال کے گم ہونے سے پہونچے جو کہ اسکی زیر آستین ہی پوشیدہ کیوں نہ ہو اور اسکو بغل میں ہی سے کیوں نہ مل جاوے۔

میمون بن مہران سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس کوئی شخص ایک کوا بڑے پروں والا لایا۔ پہر آپنے اسکو الٹا کر دیکہا۔ اور فرمایا کہ خواہ کوئی جاندار شکار کیا جاوے یا کوئی درخت کاٹا جاوے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا کی تسبیح سے رک جاتا ہے۔

امام بخاریؒ اور عبد اللہ بن احمد نے صنابحی سے روایت کی کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر ایک بہائی دوسرے بہائی کے حق میں محض واسطے خدا کے دعا کرے تو وہ قبول ہوتی ہے۔

عبد اللہ نے عبید بن عمر او لبید شاعر سے روایت کی کہ شاعر حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ مصرعہ پڑہا۔ (مصرع اوّل) الا کل شی ما خلا اللہ باطل (ترجمہ) ہر ایک چیز سوائے خدا کے باطل ہے۔ آپ نے فرمایا سچ کہتے ہو۔ پہر اسنے دوسرا مصرع پڑھا (مصرع ثانی) وکل نعیم لا محالۃ زائل (ترجمہ) اور ہر ایک نعمت نے ضرور زائل ہو جانا ہے۔ آپنے فرمایا غلط ہے۔ خدا کی ایسی نعمتیں ہیں جو بلا زوال ہیں جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اکثر شعراء کلمہ حکمت کا کہدیا کرتے ہیں۔

فصل (۳۵)

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے وہ کلمات جن سے غایت درجہ کا خوف الٰہی ظاہر ہوتا ہے

ابو احمد حاکم نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس گیا کہ آپ دیوار سے سہارا لگائے ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آپ نے ایک چڑیا کو دیکھکر ایک آہ سرد بھری اور فرمایا کہ تو بڑی خوش نصیب ہے کہ جس درخت سے دل چاہتا ہے کھاتی ہے۔ اور درختوں کے سایہ میں رہتی ہے اور بلا حساب اڑتی پھرتی ہے۔ کاش ابو بکر بھی تیرے جیسا ہوتا۔

ابن عساکر اصمعی سے روایت کی ہے کہ جب کوئی حضرت ابو بکرؓ کی تعریف کرتا تو آپ فرماتے کہ اے خدا تو میرے نفس کے حالات کو خوب جانتا ہے۔ اور میں اپنے نفس کو خود جانتا ہوں۔ اے خدا جیسا کہ لوگ مجھے نیک سمجھتے ہیں ویسا ہی کر دے۔ اور میرے ان گناہوں کو جو علم سے باہر ہیں معاف کر دے۔ اور لوگوں کے گمان کا مجھسے مواخذہ نہ کر۔ ہے کہ حضرت صدیق نے فرمایا ہے کہ م

احمد نے ابو عمران سے روایت کی کہ کاش میں بندہ مومن کے سینہ کا بال ہوتا۔

احمد نے مجاہد سے روایت کی۔ کہ ابن زبیرؓ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو خوف خدا سے مثل لکڑی کے ہو جاتے۔ اور یہی حال حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کا تھا۔

حسنؒ سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ کاش میں اس درخت کی طرح ہوتا۔ کہ جانور مجھے کھا لیتے اور میں کاٹ ڈالا جاتا۔

قتادہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ کاش میں گھاس پات ہوتا جسے چوپائے اور جانور کھاتے

حمزہ بن حبیب سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کے لڑکے کو جب مرض موت قریب آیا۔ تو وہ جوانمرد اپنے بالیں کی طرف نظر کرتا تھا۔ پس بعد وفات حضرت ابو بکرؓ کو عرض کی گئی کہ ہمنے آپکے فرزند کو بالین سر کی طرف توجہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ پس جب بالین مسند اٹھا کر دیکھا گیا تو اسکے نیچے پانچ یا چھ دینار نکلے پس آپ نے کف افسوس ملکر فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ راجعون۔ کہ اے فلاں میں یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ تمہارا دشمن تم پر قابو پاتا۔

ثابت بنانی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اکثر فرمایا کرتے (ترجمہ شعر) اے جوانمرد تیرا ساتھ تیری محبوب بخت تو نہ چھوڑے گی۔ مگر تجھ کو موت اس سے جدا کر دے گی۔

ابن سعد نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسا اور کسی کا رعب تھا۔ اور بعد حضرت ابو بکرؓ کے حضرت عمرؓ جیسا۔ اور جب ابو بکرؓ کے پاس کوئی مسئلہ متنازعہ پیش ہوتا۔ جسکے متعلق قرآن یا حدیث میں کوئی حکم نہ ملتا تو آپ اپنے اجتہاد رائے سے فیصلہ فرماتے اور کہتے۔ کہ اگر یہ میرا فیصلہ درست ہے تو خدا کی طرف سے سمجھنا چاہیئے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے پس میں مغفرت خدا کا خواستگار ہوں۔

فصل (۳۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تعبیر خواب

سعید بن منصور نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضہ نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپکے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ پس آپ نے خواب حضرت ابو بکرؓ کے سامنے بیان کیا۔ جو کہ تمام لوگوں سے اچھے تعبیر دان تھے۔ آپنے فرمایا اگر تمہارا خواب درست ہے، تو آپکے گھر میں تین شخص بہترین عالم مدفون ہونگے پس جب حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ یہ پہلا چاند ہیں۔ جنکو آپنے خواب میں دیکھا تھا۔

سعید مذکور نے عمر بن شرجیل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ میں سیاہ بکریوں کے ریوڑ کے پیچھے پیچھے جارہا ہوں۔ پھر میں نے دیکھا۔ کہ سفید بکریوں کے ریوڑ کے پیچھے ہوں۔ اور کوئی بکری سیاہ باقی نہیں رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ بکریاں تو قوم عرب ہیں جو کہ اسلام لائیں گے اور کثیر التعداد میں ہو جاویں گے۔ اور سفید بکریاں اہل عجم ہیں جو کہ اسلام اختیار کریں گے اور انکی کثرت تعداد یہاں تک بڑھ جاویگی۔ کہ اہل عرب کسی شمار میں نہ رہیں گے۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا درست ہے۔ ایسی ہی تعبیر صباح ایک فرشتے نے مجھے دی تھی۔

سعید مذکور نے ابن ابی لیلے سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میں ایک چاہ سے پانی کھینچ رہا ہوں۔ پس میرے پاس سیاہ بکریاں آئیں۔ پھر ایسی بکریاں آئیں۔ کہ جنکی پشم زیادہ سرخی لئے سفید تھی۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھسے تعبیر پوچھی پس آپ نے وہی تعبیر دی جو کہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت کی کہ بعد رسول اللہ صلعم کے اس امت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سب سے بہتر تعبیر دینے والے تھے۔

ابن سعد نے ابن شہاب سے روایت کی۔ کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا پھر آپنے حضرت ابو بکر سے اسکا ذکر فرما کر کہا۔ کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں اور تم دونوں دوڑے ہیں پس تم مجھسے ڈھائی ہاتھ آگے نکل گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کہ میں آپکی وفات کے ڈھائی سال بعد تک زندہ رہونگا۔

عبد الرزاق نے ابن قلابہ سے روایت کی۔ کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میں خون کا پیشاب کر رہا ہوں۔ آپنے فرمایا تو وہ شخص ہے جو کہ بحالت حیض اپنی عورت سے جماع کرتا ہے۔ پس خدا سے پناہ گناہ مانگ اور اسکے بعد ایسا فعل نہ کر۔

فائدہ - بیہقی نے عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بن عاص کو معہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر جنگ پر بھیجا۔ عمر بن عاص نے موقعہ جنگ پر پہونچکر حکم دیا کہ آگ جلائی جاوے۔ حضرت عمرؓ کو غصہ آیا۔ اور آپنے اس حکم کی مخالفت کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ آپکو منع کیا۔ اور کہا کہ وہ کوئی امر نہیں کرتے مگر ان ہدایات کی پابندی کرتے ہیں جو کہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعلق حرب انکو دئے ہیں۔ اور یہ منجملہ انہیں احکام سے ہے۔

بیہقی نے ابی معشر سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو حاکم مقرر کرتا ہوں جو کہ اس قوم میں سب سے بہتر ہو اور وہ چشم بصیرت کو والد کہے اور نشیب و فراز و رموز جنگ سے واقف ہو۔

فصل (۳۷)

بعض حالات متعلق حضرت ابو بکرؓ

خلیفہ بن خیاط۔ احمد بن حنبل اور ابن عساکر نے یزید بن اصم سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو فرمایا کہ میں بڑا ہوں یا تم۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ بلحاظ درجہ بزرگ و معزز تر مجھ سے ہیں۔ مگر میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں۔ یہ حدیث غریبہ ہے اگر اس جواب کی صحت کو مان لیا جاوے۔ تو اس سے حضرت ابو بکر کی اعلےٰ درجہ کی ذکاوت اور ادب پایا جاتا ہے۔ اور مشہور ہے۔ کہ یہ جواب حضرت عباس نے یا سعید بن یربوع نے (بقول طبرانی) دیا ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہم میں سے کون بڑا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ بزرگ و بہتر ترین مجھسے ہیں۔ مگر دنیا میں پہلے میں آیا ہوں۔

ابو نعیم نے روایت کی۔ کہ حضرت ابو بکرؓ سے عرض کی گئی کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ اہل بدر کو کیوں مال نہیں دیتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ میں انکے درجات سے واقف ہوں۔ مگر مجھی یہ ناپسند ہے۔ کہ انکو دنیا میں پھنسا دوں۔

احمد نے اسمٰعیل بن محمد سے روایت کی۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ مال تقسیم فرمایا جسمیں سب کو بحصہ مساوی دیا۔ جسپر حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ آپنے اصحاب بدر اور باقی تمام لوگوں کو یکساں اس تقسیم میں حصہ دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ دنیا جائے فانی ہے اور بہتر وصال حصول تونگری آز دنیا ہے۔ اور تحقیق اہل بدر کو انکے بدلے میں فضیلت دی گئی ہے۔

فصل (۳۸)

فضائل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں

احمد نے ابوبکر بن حفص سے روایت کی ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ موسم گرما میں ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے اور موسم سرما میں نہ رکھا کرتے تھے۔

ابن سعد نے حیان الصائغ سے روایت کی ہے کہ ہمیں سوائے چار اشخاص کے اور کوئی ایسا آدمی معلوم نہیں۔ جنکی چار پشت نے معہ اپنی اولاد کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا ہو۔ اور قدمبوسی حاصل کی ہو۔ چونکہ ابوقحافہ و پسرش حضرت ابوبکر صدیق و پسرش عبدالرحمن و پسرش ابوعتیق عرف محمد ہیں۔

ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ کہ مہاجرین سے کسیکا باپ سوائے حضرت ابوبکرؓ کے مسلمان نہیں ہوا۔

ابن سعد اور بزار نے بروایت حسن حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سہیل بن عمر منجملہ تمام صحابہ کے سب سے عمر میں بڑے تھے۔

بیہقی نے اسما بنت ابی بکر سے روایت کی۔ کہ جس سال فتح عام مکہ ہوئی۔ تو ابوقحافہ کی صاحبزادی باہر تشریف لائیں اور انکے گلے میں چاندی کی ہنسلی تھی۔ راستہ میں انکو سوار ملے۔ اور کسی نے وہ ہنسلی گلے سے اتار لی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہوکر دریافت فرمایا کہ کسی نے اگر میری ہمشیرہ کی ہنسلی لی ہے تو بلحاظ اسلام و خوف خدا واپس دیدے۔ پس واللہ کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ بھی ایسا ہی فرمایا مگر جواب کسی نے نہ دیا۔ تیسری دفعہ آپ نے فرمایا کہ اے میری ہمشیرہ اپنی ہنسلی کا صبر کرو۔ پس قسم بخدا کہ فی زمانہ امانت دار لوگ بہت کم ہیں۔

حافظ ذہبی نے زمانہ خود کی ہر فن کے برگزیدہ و منتخب شدہ اشخاص کی ایک یادداشت بنائی ہے جو حسب ذیل ہے

عالی نسب۔	حضرت ابوبکر صدیقؓ	فقہ۔	ابوحنیفہؒ
قوت خداداد۔	حضرت عمر بن خطابؓ	مغازی (غازی)	ابن اسحاق
حیا۔	حضرت عثمان بن عفانؓ	تاویل۔	مقاتل
قضا۔	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	قصص القرآن۔	کلبی۔
قراہ۔	ابی بن کعبؓ	عروض۔	خلیل۔
فرائض۔	زید بن ثابتؓ	عبادۃ۔	فضیل بن عیاض
امانت۔	ابوعبیدہ بن جراحؓ	نحو۔	سیبویہ
تفسیر۔	ابن عباسؓ۔	علم۔	مالک۔
صدق لہجہ۔	ابوذرؓ	فقہ حدیث۔	شافعی
شجاعت۔	خالد بن ولیدؓ	غریب۔	ابوعبیدہ
تذکیر (یاد الٰہی)	حسن بصریؓ	علل۔	علی بن مدینی
قصص (حالات بزرگان دین)	وہب بن منبہؒ	رجال	یحییٰ بن معین
تعبیر خواب۔	ابن سیرینؒ	شعر۔	ابوتمام۔
قراۃ	نافع	سنۃ	احمد بن حنبل

نقد حدیث	بخاری رح
تصوف	جنید
اختلاف	محمد بن نصر مروزی
اعتزال	جبائی
کلام	اشعری
طب	محمد بن زکریا رازی
نجوم	ابو معشر
تعبیر	ابراہیم کرمانی
خطب	ابن بنانہ
محاضرہ	ابو الفرج اصبہانی
عوالی	ابو القاسم طبرانی
ظاہر	ابن حزم
کذب (جھوٹ)	ابو الحسن بکری
مقامات	حریری
سعۃ الرحلۃ	ابن مندہ
شعر	متنبی
غنا	موصلی
شطرنج	صولی
سرعۃ قراۃ	خطیب بغدادی
خط	علی بن ہلال
خوف	عطاء السلیمی
انشاء	قاضی فاضل
نوادر	اصمعی
طمع	اشعب
غنا	معبد
فلسفۃ	ابن سینا

باب دوم

حالات حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ

عمر بن الخطاب بن نفیل۔ بن عبد العزےٰ۔ بن ریاح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی۔ امیر المومنین ابو حفص القرشی العدوی الفاروق ۶ سنہ نبوی میں بعمر ستائیس سال ایمان لائے۔ ذہبی اور نووی کہتے ہیں کہ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے آپ اشراف قریش میں سے تھے۔ اور زمانہ جاہلیت میں آپ کی خاندان سے سفارت متعلق تھی یعنے جب قریش کی آپسمیں یا کسی اور قبیلہ سے لڑائی ہوتی تھی تو آپ کے بزرگوں کو سفیر کر کے بہیجا کرتے تھے۔ یا جب کبھی بزرگی حسب اور تفاخر نسب کے اظہار کی ضرورت ہوتی تھی تو آپکے بزرگ ہی اس کام کیلئے حاکموں کے پاس بہیجے جایا کرتے تھے۔ آپ چالیس قدیم مسلمان مردوں کے بعد اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ اوبقول بعض انتالیس مرد اور تئیس عورتوں کے بعد اوربقولے ۴۵ مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد۔ بہرحال آپ ہی کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام مکہ میں ظاہر ہوا اور مسلمان بالعموم خوش ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سابقین اولین عشرہ مبشرہ (جوکہ جنتی ہیں) اور خلفاء راشدین کے ایک فرد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خسر۔ اور علماء وزہاد صحابہ میں سے ایک ہیں۔ ۵۳۹ احادیث آپ سے مروی ہیں جنکو حضرت عثمان علی۔ طلحہ۔ سعد بن عوف۔ ابن مسعود۔ ابو ذر۔ عمرو بن عبسہ عبد اللہ بن عمر ابن عباس ابن زبیر۔ انس۔ ابو ہریرہ۔ عمرو بن عاص۔ ابو موسیٰ اشعری۔ براء بن عازب۔ ابو سعید خدری۔ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین

نے روایت کی ہیں ہم آپکا حال آئندہ چند فصلوں میں بیان کرینگے۔

فصل (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

ترمذی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام میں سے ایک شخص کو جسکو تو چاہے مسلمان کرکے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ طبرانی نے ابن مسعود اور انس سے اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ نے یوں دعا فرمائی کہ اسلام کو عمر بن خطاب کے مسلمان ہونے سے غلبہ عطا فرما۔ اور اسمیں کسی اور کا نام نہ تہا۔ طبرانی نے اپنی کتاب اوسط میں حضرت ابوبکر سے۔ اور کبیر میں ثوبان سے۔ اور احمد نے حضرت عمر سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سوالات دریافت کرنے کے لیئے چلا تو مینے دیکھا کہ آپ پہلے ہی مسجد میں پہونچ گئے ہیں۔ پس میں آپکے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپنے سورہ الحاقہ پڑھنی شروع کی۔ میں کھڑا سنتا رہا۔ تالیف قرآن پر تعجب کرتا تھا۔ اور دل میں سوچتا جاتا تہا کہ واللہ قریش سچ کہتے ہیں کہ آپ شاعر ہیں جب آپ اس آیت پر پہونچے کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ آخر آیت تک تو میرے دل میں اسلام کی عظمت گھر کر گئی۔

ابن ابی شیبہ نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے اپنے اسلام لانے کا اسطرح قصہ بیان کیا کہ میری ہمشیرہ کو درد زہ لاحق ہوا۔ میں اپنے گھر سے نکلکر کعبہ شریف کے پردوں میں چلا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر کی طرف تشریف لائے اوپر صوف وغیرہ کی قسم کا کپڑا پڑا ہوا تہا۔ آپ نے وہاں نماز بہ تضرع خالص پڑہی۔ اور لوٹ گئے۔ مینے اسوقت آپ کی زبان مبارک سے کچھ کلمات سنے جس سے میرے کان کبھی آشنا نہ تہے۔ میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے پوچھا کون ہے۔ مینے کہا کہ عمر۔ آپ نے فرمایا کہ عمر تم علی بات کسی وقت میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ میں آپ کی بددعا سے ڈر گیا۔ اور فوراً کلمہ شہادت پڑہا۔ آپ نے فرمایا کہ عمر اسکو پوشیدہ رکھو۔ میں نے عرض کی کہ قسم ہے اس ذات کی جسنے آپ کو ساتھ حق کے مبعوث کیا ہے۔ میں اسکو ظاہر کرونگا۔ جیساکہ مینے شرک کو ظاہر کیا ہے۔

ابن سعد اور ابو یعلی اور حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے اپنے مکان سے نکلے راستہ میں آپکو بنی زہرہ میں سے ایک شخص ملا اور اسنے پوچھا کہ عمر کہاں کا ارادہ ہے آپ نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنیکو جاتا ہوں۔ اسنے کہا کہ اگر ایسا کروگے تو بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کہاں بہاگ کر جاوگے حضرت عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو بہی بے دین ہو گیا ہے۔ اسنے کہا کہ میں تمہیں اس سے بہی عجیب بات سناتا ہوں کہ تمہارے بہنوئی اور بہن دونوں تمہارے دین کو چھوڑ بیٹھے ہیں تو حضرت عمر وہاں سے سیدہے اپنی بہن کے گھر کو روانہ ہوئے اور وہاں خباب بھی تہے وہ تو حضرت عمر کی آواز سنتے ہی وہیں چھپ گئے۔ یہ سب سورہ طہ پڑھ رہے تہے حضرت عمر نے آتے ہی پوچھا کہ یہ کیا پڑہنے کی آواز تہی۔ آپ کی بہن اور بہنوئی نے کہا کہ کچھ نہیں ہم تو آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تہے حضرت

عمر نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بیدین ہو گئے ہو۔ آپ کی بہنوئی نے کہا کہ اگر صداقت تمہارے دین کے سوا دوسرے دین میں پائی جاوے تو وہ دین کیوں نہ اختیار کیا جاوے۔ حضرت عمر نے یہ سنتے ہی زور سے طمانچہ کھینچ کر مارا۔ آپ کی بہن چھڑانے آئیں۔ تو انکو بھی ایسے زور سے ہاتھ والی چیز ماری کہ انکے چہرے پر خون بہنے لگا۔ پھر انہوں نے نہایت غصہ میں کہا کہ جب دوسرے دین میں صداقت وحقانیت ہے تو میں گواہی دیتی ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسکے بندے اور رسول ہیں۔ یہ دیکھکر حضرت عمر نے کہا کہ لاؤ وہ کتاب مجکو بھی دکھاؤ جو تمہارے پاس ہے میں بھی تو پڑھ کر دیکھوں .... آپ کی بہن نے کہا کہ اسکو پاک ہی لوگ چھو سکتے ہیں اور اگر تم نے پڑھنا ہی ہے تو پہلے غسل کر لو یا وضو ہی کر لو۔ حضرت عمر نے وضو کیا اور پھر کتاب لیکر پڑھی تو اسمیں طٰہٰ لکھی ہوئی تھی آپ نے جب سورہ طٰہٰ کو انتہا ئے آیت اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ پڑھی۔ تو حضرت عمر کہنے لگے کہ مجھے بتاؤ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔ حضرت عمر کے یہ کلمات سنتے ہی جناب نکل آئے اور کہا کہ عمر میں تمکو بشارت دیتا ہوں کہ جمعرات کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ الٰہی اسلام کو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غالب فرما جو قبول ہو گئی۔ جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عین مکہ معظمہ میں مقام صفا میں تشریف فرماتھے۔ حضرت عمرؓ فوراً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف چل پڑے۔ اور اس مکان تک پہونچ گئے جہاں کہ اسوقت حضور تشریف فرماتھے اور اسکے دروازے پر حضرت حمزہ اور طلحہ اور دیگر اصحاب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ نے کہا۔ کہ عمر آرہے ہیں۔ اگر ان کا ارادہ نیک ہے تو میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے ورنہ انکا قتل کرنا مجھے آسان ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تھی۔ آپ نے نکل کر حضرت عمرؓ کا دامن اور تلوار پکڑی اور فرمایا کہ عمر تم ماننے والے نہیں ہو جبتک کہ خدا تعالے تمپر رسوائی اور عبرت نہ اوتارے جیسے ولید بن مغیرہ پر حضرت عمر نے اسیوقت کلمہ شہادہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

بزار طبرانی اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے دلائل میں اسلم سے روایت کی ہے کہ ہمسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت دشمن تھا ایک دن بوقت دوپہر گرمی پڑرہی تھی کہ میں مکہ کے کسی راستے پر جا رہا تھا ایک شخص مجھے ملا اور اسنے مجھے کہا کہ عمر تعجب ہے کہ تم اپنے آپکو بہت کچھ سمجھتے ہو اور تمہارے گھر میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اسکی خبر نہیں رکھتے۔ میں نے پوچھا وہ کیا معاملہ ہے اوسنے کہا کہ تمہاری بہن اسلام لے آئی ہے۔ میں یہ سنتے ہی سخت غصہ میں لوٹا اور اپنی بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے پوچھا کہ کون ہے میں نے کہا کہ عمر۔ پس انہوں نے دروازہ کھولا اور مجھسے چھپایا کہ وہ اسوقت قرآن شریف کی ایک سورۃ پڑھ رہی تھیں جو کہ اونکے پاس تھی جسکو کہ رکھکر بھول گئیں اور اٹھکر دروازہ کھول دیا میں نے جاتے ہی کہا کہ تو اپنی جان کی دشمن ہوئی ہے کہ بے دین ہو گئی ہے۔ اور یہ کہکر جو کچھ میرے ہاتھ میں تھا میں نے کھینچ مارا جس سے ان کے سر سے خون نکلنے لگا۔ انہوں نے رو کر کہا کہ عمر جو کچھ تیرا جی چاہے سو کر میں نے تو تیرا دین چھوڑ دیا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں یہ سنکر اندر چلا گیا اور تخت پر بیٹھ گیا۔ پس میں نے اس صحیفہ کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا لکھا ہوا ہے دکھاؤ۔ کہ میں اسکو پڑھوں۔ میری ہمشیرہ نے کہا کہ تم ابھی اس قابل نہیں ہو۔ کیونکہ آپ

جنابت سے پاک نہیں ہو اور اُسکو سوا پاک لوگوں کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ مگر جبتک کہ میں نے پڑھ نہ لیا میں اصرار کرتا رہا۔ پس مینے اسے کھولا۔ تو اسمیں سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ میں خدا کے یہ نام دیکھکر کانپ گیا۔ اور اس کاغذ کو وہیں رکھہ دیا جب میرے اوسان بجا ہوئے تو پھر مینے اٹھا کر پڑھا۔ تو آگے اسمیں لکھا تھا سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں یہ پڑھکر پھر کانپ گیا۔ اور اٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (ایمان لاؤ ساتھہ اللہ کے اور رسول اسکے کے) تک پڑھا۔ تو میں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے یہ سنکر میری بہن بہنوئی نے تکبیر کہی۔ اور نہایت خوش ہوکر کہا کہ تمہیں مبارک ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی بروز دوشنبہ دعا فرما چکے ہیں کہ الٰہی عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے ایک کو سبکو تو چاہے مسلمان کرکے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسوقت صفا کے نیچے ایک مکان پر تشریف رکھتے تھے۔ وہ مجھے وہاں لے گئی۔ مینے جاکر اوس مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا کہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ عمر ابن خطاب (خطاب کا فرزند عمر) لوگوں کو چونکہ سب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال معلوم تھا اسلیے کسی نے دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی تا حدیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دروازہ کھولدو لوگوں نے دروازہ کھولدیا۔ اور دو آدمیوں نے میرے ہاتھہ پکڑ لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں لے گئے آپ نے فرمایا کہ چھوڑ دو۔ اور پھر میرے قمیص کا دامن پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا۔ اور مجھہ سے فرمایا کہ اے عمر بن خطاب اسلام لاؤ اور دعا کی کہ الٰہی اسکو ہدایت فرما۔ مینے فوراً کلمہ شہادت پڑھا۔ اور مسلمانوں نے ایسے زور سے تکبیر کہی کہ مکہ کی گلیوں میں آواز گونج اٹھی لوگ ڈر گئے۔ اور کسی کو ہمت نہ پڑی کہ اگر مجھہ سے برسر جنگ و پیکار ہو۔ اور نہ ہی مجھے کسی قسم کا ضرر پہونچا۔ پس میں سیدھا اپنے ماموں ابوجہل بن ہشام کے پاس پہونچا جو کہ سردار قوم تھا اور اس کے دروازہ پر دستک دی اسنے پوچھا کہ کون ہے مینے کہا کہ میں عمر ہوں۔ اور میں نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔ اس نے کہا کہ ایسا نہ کرنا اور پھر دروازہ بند کرکے اندر چلا گیا میں نے کہا کہ اس حرکت سے کچھہ فائدہ نہیں ہے پھر میں قریش کے رئیسوں میں سے ایک شخص کے پاس پہونچا اور اسے بلاکر وہی گفتگو کی اور اسنے بھی مثل میرے ماموں کے جواب دیا پھر اسنے بھی دروازہ بند کرلیا۔ اور میں باہر کھڑا رہا۔ اسپر مینے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ تم اور مسلمانوں کو تو مارتے پیٹتے ہو۔ مگر میرے سامنے کوئی نہیں آتا پس ایک شخص نے کہا کہ کیا تم اپنا اسلام ظاہر کرنا چاہتے ہو۔ مینے کہا کہ ہاں اُسنے کہا کہ اچھا جاؤ حجر کے پاس کچھہ آدمی بیٹھے ہیں۔ اون میں سے فلان شخص کے پیٹ میں کوئی بات نہیں ٹھیرتی ہے اس سے جاکر اسکا اظہار کردو چنانچہ مینے ایسا ہی کیا۔ اور اس شخص نے مجمع میں باواز بلند کہہ دیا کہ عمر بن الخطاب بیدین ہوگیا ہے یہ سنتے ہی مجھپر مشرکین نے حملہ کیا پس میں انکے مقابلہ میں اڑا رہا۔ مگر کثرت انبوہ مخالفین کے باعث انہوں نے مجھے مارا۔ میرا ماموں بھی یہ دیکھکر وہاں آگیا اور بعد دریافت حال کھڑے ہوکر اُسنے لوگوں کو اشارہ کیا کہ مینے اپنے بھانجے کو پناہ دیدی ہے لوگ سنتے ہی مجھہ سے الگ ہوگئے۔ مجھے یہ دیکھنا گوارہ نہ تھا کہ مسلمانوں سے کفار کی مارپٹائی جاری رہے۔ اور میں کھڑا دیکھا کروں۔ چنانچہ میں پھر اپنے ماموں کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ میں تیری پناہ میں نہیں آنا چاہتا۔ اور عطائے تو بلقائے تو رد کردم اسکے بعد ہم میں اور مخالفین میں مشت مشت ہوتی رہی۔ یہانتک کہ اسلام کو خدا نے غلبہ عطا فرمایا۔

ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ کہ مینے حضرت عمر سے پوچھا کہ آپکا لقب فاروق کیسے پڑگیا
آپ نے فرمایا کہ حضرت حمزہ مجھ سے تین روز پیشتر ایمان لے آئے تھے۔ میں مسجد کیطرف گیا تو دیکھا کہ
ابوجہل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (خاکش بدہاں) گالیاں دیتا ہوا چلا آتا ہے۔ حضرت حمزہ کو خبر ہوئی تو
آپ اپنی کمان لیکر مسجد کیطرف بڑھے اور ابوجہل (جو حلقہ قریش میں بیٹھا تھا) کے سامنے اپنی کمان سے سہارا لگا کر
بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے آپ کے چہرے سے تاڑ لیا کہ آپ کی نیت بخیر نہیں۔ اور کہا کہ ابو عمارا تمہیں کیا ہو گیا آپنے
یہ سنتے ہی اسکے کمان پشت پر ماری جس سے اسکی کمر میں سے خون نکل آیا۔ قریش نے یہ دیکھکر کہ معاملہ بڑھ جائیگا۔ بیچ
بچاؤ کرا دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ارقم بن ابو الارقم مخزومی کے مکان میں
چھپے ہوئے تھے حضرت حمزہؓ اسیوقت وہاں جاکر اسلام لائے۔ اسکے تیسرے روز بعد میں اپنے گھر سے نکلا کہ ایک
شخص مخزومی مجھے ملا۔ مینے اس سے کہا کہ کیا تو نے بھی محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین اختیار کر لیا ہے۔ اسنے کہا
کہ اگر میں نے ایسا کیا تو کیا تعجب ہے کیونکہ آپ کے نزدیک جو مجھ سے بہتر آدمی ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے
مینے پوچھا کہ وہ کون ہے اُسنے کہا کہ تمہاری بہن بہنوئی۔ میں سیدھا اپنی بہن کے گھر گیا۔ مجھے کچھ پڑھنے کی سنّی آواز
آئی مینے اندر پہونچتے ہی پوچھا کہ یہ کیا تھا۔ اس میں بات بڑھ گئی اور مینے اپنے بہنوئی کا سر پکڑ کر ایسا مارا کہ خون نکل
آیا۔ میری بہن نے کھڑے ہو کر مجھے سر سے پکڑ لیا۔ اور کہا کہ یہ امر تیرے منشار کے برخلاف ہوا ہے۔ میں چونکہ اتنا مارنا
نہ چاہتا تھا اسلیئے خون دیکھکر مجھے شرم دامنگیر ہوئی۔ میں بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ ذرا مجھے یہ کاغذ دکھاؤ میری بہن نے
مجھ سے کہا کہ اسکو کوئی شخص تاوقتیکہ پاک صاف نہ ہو نہیں چھو سکتا۔ مینے اٹھکر غسل کیا انہوں نے مجھے وہ کاغذ
دیا۔ اسمیں لکھا ہوا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں نے کہا کیا پاک نام ہیں پھر لکھا تھا طٰہٰ مَآ اَنزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ
لِتَشْقٰی تا آیت لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی میرے دل میں اس عبارت کی عظمت پیدا ہو گئی اور مینے کہا کہ اسی سے قریش
بھاگتے ہیں میں وہیں مسلمان ہو گیا۔ اور مینے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔ میری ہمشیرہ
نے کہا کہ ارقم کے مکان میں ہیں۔ میں وہاں پہونچا اور دروازہ پر دستک دی۔ لوگ جمع ہو گئے حضرت حمزہ نے
دریافت کیا کہ کیا ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ عمر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اگر وہ بصلاحیت آئے ہیں تو
ہم انکی عزت کریں گے اور اگر وہ بہ نیت فساد آئے ہیں۔ تو ہم انکو قتل کر دیں گے پس رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُنا اور آپ باہر تشریف لائے چنانچہ مینے وہیں کلمہ شہادت پڑھا مسلمانوں نے اس زور
سے تکبیریں کہیں کہ اہل مکہ نے انکی آواز سنی مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ کیا ہم حق
پر نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ بیشک ہم حق پر ہیں مینے عرض کیا کہ پھر ہم اخفا کیوں کریں۔ پھر ہم دو صفیں بنا کر
نکلے ایک میں حضرت حمزہ تھے اور دوسری میں میں یہاں تک کہ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ مجھے اور حضرت حمزہ
کو دیکھکر قریش کو سخت بدحالی و شکستگی ہوئی۔ اس روز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فاروق کے
لقب سے ممتاز فرمایا کیونکہ اسلام ظاہر ہو گیا۔ اور حق و باطل میں فرق ہو گیا۔

ابن سعد نے ذکوان سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضہ سے پوچھا کہ حضرت عمر رضہ کو لقب فاروق
کسنے دیا تھا آپنے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

ابن ماجہ وحاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر رضہ اسلام لے آئے تو جبرئیلؑ نے

نازل ہوکر کہا کہ یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم! اہل آسمان اسلام عمر کی مبارکباد دیتے ہیں۔
بزار و حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جس روز حضرت عمرؓ ایمان لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج ہماری قوم نصف رہ گئی ہے۔ اور آپ ہی کے شان میں آیت یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ نازل ہوئی۔
امام بخاریؒ نے ابن مسعود سے روایت کی کہ جب سے حضرت عمر ایمان لائے اسلام عزت ہی پاتا گیا۔
ابن سعد اور طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کا اسلام گویا فتح اسلام تھی اور آپ کی ہجرت گویا نصرت تھی۔ اور آپ کی امامت رحمت تھی پہلے ہماری مجال نہ تھی کہ ہم کعبہ شریف میں نماز پڑھ سکیں لیکن جب عمرؓ ایمان لے آئے تو آپنے مشرکین سے اسقدر جدال وقتال کیا کہ مجبوراً انکو ہمیں نماز پڑھنے کی اجازت دینی ہی پڑی۔
ابن سعد اور حاکم نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ جب سے حضرت عمر ایمان لے آئے اسلام بمنزلہ ایک اقبال مند آدمی کے ہوگیا کہ ہر قدم پر ترقی کرتا تھا اور جب سے آپنے شہادت پائی اسلام کے اقبال میں کمی آگئی۔ اور ایک بدبخت آدمی جیسا ہوگیا۔ جسکا کہ ہر قدم پیچھے ہی پڑتا ہے۔
طبرانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اول جسنے اسلام ظاہر کیا وہ عمر بن الخطاب ہیں۔ واسناد اسکی صحیح اور حسن ہیں۔
ابن سعد صہیب سے روایت کی کہ جب سے حضرت عمر اسلام لائے۔ اسلام ظاہر ہوا۔ اور ہم دعوت اسلام علانیہ کرنے لگے اور کعبہ کے گرد بیٹھنے طواف کرنے مشرکین سے بدلہ لینے اور ان کو جواب دینے لگے۔
ابن سعد نے اسلم مولی عمرؓ سے روایت کی۔ کہ آپ ۶ سنہ نبوی میں بعمر ۲۶ سال ایمان لائے۔

فصل (۲)

ہجرت حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ ہر شخص نے خفیہ طور پر ہجرت کی لیکن جب حضرت عمرؓ نے ہجرت کا قصد کیا۔ تو آپ نے تلوار لگائی اور کمان پس پشت لٹکائی بعدہٗ ایک ہاتھ میں برہنہ شمشیر لی اور دوسرے میں تیر اور کمان اور کعبہ میں تشریف لائے اور سات مرتبہ طواف کیا اور دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہوکر پڑھیں پھر اشراف قریش کے حلقہ میں تن تنہا تشریف لائے اور ایک ایک سے کہا کہ تمہارے منہ کالے ہوں۔ جو شخص اپنی ماں کو بے فرزند اور اپنی اولاد کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہو وہ اس وادی کے اسطرف آکر مجھسے مقابل ہو پس کسی کی مجال نہ ہوئی کہ آپکا پیچھا کرتا۔
حضرت برا کہتے ہیں کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے ہم سے مصعب بن عمیر ملے پھر ابن ام مکتوم پھر عمر بن الخطاب بمعہ بیس سواروں کے۔ ہمنے انسے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں آپ نے فرمایا کہ آپ اور حضرت ابو بکرؓ ہمارے پیچھے پیچھے تشریف لا رہے ہیں پس ہمنے انتظار کیا کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر تشریف لے آئے اور ان کی متابعت کی۔
امام نووی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہر ایک جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور یوم جنگ

اخذ میں آپ ثابت قدم رہے تھے۔

فصل (۳)

احادیث جو حضرت عمرؓ کی فضیلت میں وارد ہیں (ان میں وہ احادیث شامل نہیں ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق کے حال میں مذکور ہو چکی ہیں)

امام بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بحالت خواب جنت میں دیکھا کہ ایک عورت ایک قصر کے پہلو میں بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ قصر کسکا ہے تو معلوم ہوا کہ عمرؓ کا ہے پھر آپ نے حضرت عمر سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ مجھے تمہاری غیرت یاد آگئی اور میں وہیں سے لوٹ آیا حضرت عمر رو پڑے اور فرمایا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور آپ سے غیرت کروں۔

بروایت مذکورہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مینے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا ہے اور اسکی خوشبو میرے ناخنوں سے آرہی ہے پھر مینے وہ دودھ عمرؓ کو دیدیا لوگوں نے پوچھا کہ اسکی حضور کیا تعبیر فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ علم۔

شیخان نے ابو سعید خدری سے روایت کی۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مینے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ قمیصیں پہنے ہوئے ہیں۔ بعض کی سینے تک ہیں اور بعض کی اس سے زیادہ۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے۔ مگر عمر کی قمیص زمین میں گھسٹتی جاتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ قمیص کیا تھی آپ نے فرمایا کہ دین۔

شیخان نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی کہ حضور نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے دست قدرت میں میری جان ہے۔ جس راستے سے تم جاؤگے۔ اس راستہ پر شیطان کبھی نہ چلنے پائیگا۔ بلکہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔

امام بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا تم سے پہلی امتوں میں محدث (صاحب الہام) ہوتے رہے ہیں پس اگر میری امت میں کوئی ہو سکتا ہے تو وہ عمر ہیں۔

ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ عمر کے زبان و قلب پر حق ہوتا ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ جو احکام مخلوقات کیلئے صادر ہوئے اور قرآن شریف اکثر حضرت عمرؓ کے فرمودہ کے موافق ہی نازل ہوا ہے۔

ترمذی اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونیوالا ہوتا تو وہ عمرؓ ہی ہوتے۔ ایسا ہی طبرانی نے ابی سعید خدری سے عصیمہ بن مالک نے اور ابن عساکر ابن عمر سے ذکر کیا ہے۔

ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ شیاطین جن و انس عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے بھاگتے ہیں۔

ابن ماجہ اور حاکم نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جس سے خدا مصافحہ کریگا اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کریگا وہ عمر ہونگے۔ ازالۃ الاسلام

ابن ماجہ اور حاکم نے ابی ذر سے روایت کی کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ خدا نے حق کو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر وضع کیا ہے کہ وہ اسی سے بولتے ہیں۔

احمد و بزار نے ابن جویرہ سے روایت کی کہ آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ خدا نے صداقت زبان و دل حضرت عمر کو عطا فرمائی ہے۔

طبرانی نے حضرت عمر۔ بلال معاویہ و عائشہ سے اور ابن عساکر نے ابن عمر سے۔ ابن ماجہ نے حضرت علی سے روایت کی۔ کہ ہم (صحابہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کبھی شک نہ تہا کہ سکینۃ (وحی) زبان عمر سے بولتی ہے۔

بزار نے ابن عمر سے روایت کی کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عمر چراغ اہل جنت ہیں

بزار نے بروایت عثمان نقل کی کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جبتک یہ شخص (حضرت عمر رض کیطرف اشارہ فرماکر) تمہارے درمیان ہیں اسوقت تک فتنوں کا دروازہ بند رہیگا۔ بلکہ فتنوں کا دروازہ اسوقت تک سخت بند رہیگا کہ جبتک یہ (حضرت عمر کیطرف اشارہ فرماکر) زندہ ہیں۔

طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہوکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے طلب سلام فرماو۔ یعنی کہ انکا غصہ غلبہ عزت ہے۔ اور انکی رضا حکم۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان حضرت عمر سے ڈرتا ہے۔

احمد نے بطریق دیگر روایت کی کہ آپنے فرمایا کہ اے عمر رض تم سے شیطان ڈرتا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان کا ہر فرشتہ عمر کا وقار کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان اُنسے ڈرتا ہے۔

طبرانی نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے تمام اہل عرفہ پر اور بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فخر کیا ہے۔ ایسا ہی تفسیر کبیر میں ابن عباس سے روایت ہے۔

طبرانی اور دیلمی نے فضل بن عباس سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق میرے بعد عمر رض کے ساتھ رہیگا خواہ وہ کہیں رہیں۔

شیخان نے ابن عمر و ابو ہریرہ سے روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مینے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر بیٹھا ہوں۔ وہیں ایک ڈول پڑا ہے میں نے کچھ ڈول بفضل خدا کھینچے اور میرے بعد ایک یا دو ڈول ابو بکر نے کھینچے لیکن ذرا ضعف کے ساتھ خدا انکی مغفرت کرے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور پانی مانگا اور آپکے ہاتھ میں ایک بڑا ڈول تہا انہوں نے خود اچھی طرح بڑے ڈول کھینچے میں نے آپ سے زیادہ قوی تر اور کوئی آدمی نہ دیکھا اور نہ ایسا باشان و شوکت بلکہ اور آپنے تہا جائے آبنوش شتران میں پانی ڈالا۔ اور تمام آدمی بہی مستفید ہوئے۔

امام نووی نے لکہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت ابو بکر رضی تعالیٰ عنہ و عمر رض کی خلافت کا اشارہ ملتا ہے اور نیز حضرت عمر کے زمانے میں کثرت فتوح اور ظہور اسلام کی پیشینگوئی معلوم ہوتی ہے۔

طبرانی نے سربیہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب سے عمر ایمان لائے

ہیں. شیطان جب کبھی ان سے ملا الٹے پیر بھاگ گیا ہے۔
طبرانی نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھسے کہا ہے کہ اسلام عمرؓ کی موت پر روئیگا۔
طبرانی نے ابی سعید خدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسنے عمر سے بغض رکھا اسنے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جسنے عمر سے محبت رکھی اُسنے مجھ سے محبت رکھی۔ خدانے بنام اہل عرفہ پر بالعموم اور حضرت عمرؓ پر بالخصوص فخر کیا ہے۔ جتنے نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ انکی امت میں ایک محدث ضرور رہا ہے اگر میری امت میں بھی کوئی محدث ہوسکتا ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ محدث کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جسکی زبان سے ملائکہ باتیں کریں (اسنادا سکے حسن ہیں)

فصل (۴)

حضرت عمرؓ کی نسبت صحابہ اور سلف صالحین کے اقوال

بروایت ابن عساکر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے روئے زمین پر کوئی شخص عمرؓ سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔
ابن سعد نے روایت کی۔ کہ حضرت ابوبکرؓ سے مرض موت میں کسی نے پوچھا کہ اگر خدا آپ سے پوچھے کہ تمنے عمرؓ کو کیوں خلیفہ کیا تو آپ کیا جواب دینگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں کہونگا کہ ان سے بہتر آدمی اور کوئی نہ تھا۔
حضرت علی نے فرمایا کہ جب صالحین کا ذکر کرو تو عمرؓ کو نہ بھول جاؤ یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ سکینہ (فرشتہ) ان کی زبان سے بولتا ہے۔ (طبرانی)
ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمنے حضرت عمرؓ سے زیادہ کسیکو احکام الٰہی کی پابندی کرنیوالا اور انکو کاروسخی نہیں پایا (ابن سعد)
ابن مسعود کہتے ہیں کہ اگر دنیا بھر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور حضرت عمرؓ کا علم دوسرے پلڑے میں رکھکر تولا جائے تو حضرت عمر کا پلڑا بھاری رہیگا۔ آپکو دس حصے علم میں سے نو حصے دئے گئے ہیں (طبرانی اور حاکم نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے)
حذیفہ کہتے ہیں کہ دنیا بھر کا علم حضرت عمر کی گود میں پلا ہوا ہے۔ نیز یہ کہ کوئی شخص سوا حضرت عمرؓ کے ایسا نہیں ہے کہ جسنے راہ معرفت میں قدم اٹھایا اور ملامت نہ اٹھائی ہو۔
حضرت عائشہؓ نے روایت کی۔ کہ واللہ حضرت نہایت تیز فہم و ذہین تھے آپ پر ہی حق تسبیح ادا کرنیکا ختم ہے
معاویہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس نہ دنیا آئی اور نہ آپ نے اُسکی خواہش کی اور حضرت عمرؓ کے پاس دنیا آئی اور آپنے دھکے دیکر نکالدیا اور ہم نے تو اسے کھینچ کھانچ کر آنکھوں سے اپنے پیٹ میں بھر لیا۔ (زبیر بن بکار)
(بروایت جابر) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایکدفعہ حضرت عمرؓ کے بعد تسبیح خوانی کی حالت میں گئے اور فرمانے لگے کہ خدا آپ پر رحمت کرے آپ جیسے عابد سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے کیونکہ خداتعالے نے بعد

مصاحبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو کچھ کہ قرآن میں درج ہے آپ پر القا کیا ہے ایسا ہی حاکم نے روایت کی ہے۔

ابن مسعود نے کہا ہے کہ جب صالحین کا ذکر آئے تو عمر کو فخر سے ضرور یاد کرو کیونکہ وہ ہم سب میں کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھتے ہیں اور دین خدا میں ہم سب سے زیادہ فقیہ ہیں (طبرانی وحاکم)

حضرت ابن عباس سے کسی نے حضرت ابو بکر وعمر رض کی تعریف پوچھی تو آپ نے فرمایا حضرت ابو بکر تو سراپا خیر ہیں اور حضرت عمر کی مثال ایسی چڑیا کی سی ہے کہ جس کو دیکھتے ہی آدمی کا جی چاہے کہ جسطرح ہو اسے پکڑلے۔ یہی سوال حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رض استقلال۔ عاقبت اندیشی استواری۔ علم۔ شجاعت اور دلیری سے پُر ہیں۔ (طیوریات)

طبرانی نے عمر بن ربیعہ سے روایت کی کہ کعب احبار سے حضرت عمر نے پوچھا کہ میرا بھی ذکر تم نے صحیفہ نبی میں دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں آپ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ کا زمانہ لوہے جیسا مضبوط ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کیا مراد ہے اسنے کہا کہ آپ ایسے امیر شدید ہونگے کہ راہ خدا میں کسی ملامت کرنیوالے سے نہ ڈرینگے۔ اور آپکے بعد جو خلیفہ ہوگا اسکو ظالم لوگ قتل کرڈالیں گے اور ان کے بعد بلا و فتنہ پھیل جاویگا۔

احمد۔ بزار اور طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ حضرت عمر کی فضیلت تو ان چار باتوں سے معلوم ہوئی ہے اول قیدیان جنگ بدر کے قتل کا جب حکم دیا اور اسکے بعد آیت لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ نازل ہوئی۔ دوم آپنے امہات المومنین کو پردہ کرنے کیلئے کہا اور پھر آیت پردہ نازل ہوئی۔ اسی پر حضرت زینب نے فرمایا کہ وحی تو ہمارے گھر میں اُترتی ہے اور تمکو پہلے ہی القا ہو جاتا ہے۔ سوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا کرنا۔ کہ الٰہی عمر کو مسلمان کرکے اسلام کی مدد فرما۔ چہارم آپکا حضرت ابو بکر صدیق رض سے اول ہی بیعت کرلینا۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم اکثر یہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر کی خلافت میں شیطان قید میں رہے اور آپ کے انتقال کے بعد آزاد ہوگئے۔

سالم بن عبداللہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رض کی خبر ابی موسی کو بہت دنوں تک نہ پہونچی۔ پس وہ ایک عورت کے پاس جسکے پیٹ میں شیطان تھا آئے اور اُس سے پوچھا اسنے کہا کہ قدرے انتظار کرو کہ شیطان آجاوے جب شیطان آگیا تو اس سے حضرت عمر کا حال پوچھا شیطان نے کہا جب میں آیا تو وہ پائجامہ پہنے ہوئے اپنے اونٹ کو مل رہے تھے اور وہ ایسے شخص ہیں کہ ہم (شیطان) انکو دیکھتے ہی بھاگ اٹھتے ہیں عالم ملکوت انکے ہمیشہ نظر رہتا ہے اور روح القدس ان کی زبان سے کلام کرتا ہے۔

سفیان ثوری نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی بہ نسبت حضرت ابو بکر وعمر رض کے زیادہ مستحق ولایت تھے اسنے نہ صرف حضرت ابو بکر وعمر رض کو خطا کار ٹھیرایا بلکہ کل مہاجرین وانصار کو۔

شریک کہتے ہیں کہ کوئی شخص جسمیں ذراسی بھی نیکی ہے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں حضرت علی کو خلافت کا مستحق نہیں کہہ سکتا۔

ابو اسامہ نے کہا کہ تم جانتے بھی ہو کہ ابو بکر وعمر رض کون تھے وہ اسلام کیلئے بمنزلہ ماں اور باپ کے تھے۔

حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو ابوبکر و عمر کو بھلائی سے نہ یاد کرے۔

فصل (۵)

جن باتوں میں کلام خدا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا ہے

(ہم اس فصل میں منجملہ بہت سے موافقات کے بیس موافقات کا ذکر کرینگے)

ابن مردویہ نے مجاہد سے نقل کی ہے کہ حضرت عمر کوئی راء دیتے تھے تو قرآن شریف اُسی کے موافق نازل ہوتا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں اکثر حضرت عمر کی رائیں موجود ہیں۔ (ابن عساکر)

ابن عمرؓ سے (مرفوعاً) روایت ہے کہ اگر حضرت عمر اور دیگر اصحاب کی رائیں اختلاف ہوتا تو کلام الٰہی اکثر حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوا کرتا تھا۔

امام بخاری و مسلم نے لکہا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ خداوند جل و علا نے تین موقعوں پر میری رائے سے موافقت فرمائی ہے اول مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے تو خوب تہا۔ اُسکے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى اور پکڑو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ) دوسرے مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ حضور کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر طرح کے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں کاش آپ انکو پردہ کا حکم دیدیں۔ اسکے بعد ہی پردے کی آیت نازل ہوئی۔ تیسری جب ازواج مطہرات نے آپکو غیرت ولانے میں ایکا کیا تو مینے کہا کہ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ اسکے بعد جو آیت نازل ہوئی تو اس کے ٹھیک وہی الفاظ تہے جو میرے منہ سے نکلے تھے۔ امام مسلم نے لکہا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ تین معاملات میں خدا نے میری رائے سے اتفاق فرمایا۔ اول قیدیان بدر کے معاملہ میں دوئم پردے میں سوئم مقام ابراہیم میں اس سے چوتہی بات یعنی معاملہ قیدیان جنگ بھی معلوم ہوئی۔

امام نووی نے لکہا ہے کہ کلام الٰہی نے حضرت عمر سے معاملہ قیدیان بدر۔ پردہ۔ تحریم شراب مقام ابراہیم میں موافقت کی ہے (اس سے پانچویں بات یعنی تحریم شراب پائی گئی) تحریم شراب کی نسبت حاکم نے لکہا ہے کہ حضرت عمر نے دعا کی کہ الٰہی شراب کے معاملہ میں بیان شافی ظاہر فرما۔ اسکے بعد شراب حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی۔

ابوحاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ خدا نے مجہہ سے چار باتوں میں موافقت کی ہے۔ جب یہ آیت اتری کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ تو میری زبان سے نکلا کہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اسکے بعد جو آیت اتری تو ٹہیک میرے ہی الفاظ تھے (اس سے چھٹی بات معلوم ہوئی) مینے اس حدیث کو اپنی تفسیر مسند میں بطریق دیگر حضرت ابن عباس سے ذکر کیا ہے۔ پہر مینے کتاب فضائل الامامین مصنفہ عبداللہ شیبانی میں دیکہا۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ مجہہ سے خدا نے اکیس باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ چنانچہ مفصلہ بالا موافقات کا ذکر کرکے قصہ عبداللہ بن اُبی کو بیان کیا ہے ساتویں یہ کہ جب عبداللہ بن ابی مرا تو رسول اللہ صلےاللہ نے لوگوں کو نماز جنازہ کے لئے بُلایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جب آپ اُسکی طرف جانے کے لئے کھڑے ہوئے اور کچھہ دیر ٹہیر گئے تو میں نے آپ کے بشرہ مبارک سے سمجھہ لیا اور میں نے گذارش کی کہ ابن ابی سخت دشمن خدا تہا اور ایک روز ایسا ایسا کہہ

رہاتھا۔ پس قسم بخدا ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ اسکے بعد یہ آیت اُتری وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا تا آخر (اور نہ پڑھ نماز انمیں سے ایک پر جب کبھی مریں) (۸) یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ تا آخر آیت (وہ تجھ سے شراب کے متعلق سوال کرتے ہیں) (۹) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو نہیں قریب ہو نماز کے) تا آخر آیت ہمارے نزدیک تو یہ دونوں ایک ہی باتیں ہیں اور سابق حدیث کے رو سے تیسری بار کی ہیں۔

(۱۰) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوم کیلئے دعا مغفرت زیادہ مانگنے لگے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ (انکے لیئے برابر ہے) تو یہ آیت نازل ہوئی سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ تا آخر آیت (برابر ہے اوپر انکے خواہ طلب مغفرت کر تو واسطے اُنکے) (یہ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے) (۱۱) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے جنگ بدر کے واسطے نکلنے کا مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے نکلنے کا مشورہ دیا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ (جسطرح نکالا تجھکو رب تیرے نے گھر تیرے سے) تا آخر آیت۔ (۱۲) معاملہ افک (بہتان) کی نسبت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ نے حضور سے دریافت کیا کہ آپ کا نکاح کس نے کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے پاک نے اور کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ خدا نے کسی چیز کے عیب کو پوشیدہ رکھا ہے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ بس تو پھر هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ (یہ بہتان ہے بڑا) اسکے بعد یہی الفاظ نازل ہوئے۔

(۱۳) ابتدا اسلام میں رمضان کے شروع ہونے کے بعد اپنی منکوحہ سے ہم بستری ناجائز تھی۔ حضرت عمرؓ نے اسکے متعلق کچھ عرض کیا تو یہ آیت اُتری اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ (حلال کیگئی واسطے تمہارے رات روزونکی) احمد نے مسند میں ذکر کیا) (۱۴) آیت مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ تا آخر آیت۔ ابن جریر وغیرہ نے عدیدہ سے اور موافق اسکے ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ ایک یہودی حضرت عمرؓ سے راستہ میں ملا اور اسنے کہا کہ جس جبرئیل کا ذکر تمہارا دوست (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اکثر کرتا ہے وہ تو ہمارا دشمن ہے اسپر حضرت عمرؓ نے ٹھیک وہی الفاظ کہے جو بعد کو کلام الٰہی میں نازل ہوئے۔

(۱۵) فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ آخر آیت تک (قسم ہے رب تیرے کی نہیں ایمان لاوینگے وہ) ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے بروایت ابو الاسود اسکا قصہ یوں لکھا ہے کہ دو آدمیوں میں کسی بات پر جھگڑا ہو پڑا۔ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اوسکا فیصلہ کر دیا۔ پس جس شخص کے برخلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ چلو حضرت عمر کے پاس چلیں چنانچہ جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے عرض کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا ہے۔ پھر اِسنے مجھے کہا۔ کہ حضرت عمرؓ کے پاس چلیں پھر آپ کی خدمتیں عرض کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو تم اپنے گھر جاؤ۔ میں آتا ہوں۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ شمشیر برہنہ لیکر نکلے اور اُس شخص کو جس نے آپ کے پاس چلنے کی رائے دی تھی جاکر قتل کر دیا۔ دوسرے آدمی نے بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسکی شکایت کی کہ واللہ حضرت عمر نے میرے ہمراہی کو قتل کر دیا آپنے فرمایا کہ مجھے تو امید نہیں کہ عمر کسی مومن کے قتل کی جرأت کرینگے۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکا خون معاف کر دیا۔ اور حضرت عمر کو اسکے قتل سے بری فرما دیا۔ اسکی شہادت تفاسیر مستند میں موجود ہے۔ (۱۶) متعلق حصول اجازت داخل ہونے مکان کے۔ قصہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ سورہے تھے کہ

آپ کا غلام آپکے خوابگاہ میں بے دھڑک چلا آیا آپنے دعا کی کہ الٰہی بے دھڑک چلے آنے کو حرام کر دے۔ چنانچہ آیت طلب اذن نازل ہوئی۔

(۱۷) آپکا یہ فرمانا کہ یہودی مبہوت قوم ہیں اور اسکے موافق آیت کا نازل ہونا۔

(۱۸) آیت ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ اسکا قصہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بروایت جابر بن عبداللہ ذکر کیا ہے اور وہی اس آیت کے اسباب نزول میں سے ہے۔

(۱۹) آیہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا تا آخر آیت کا منسوخ التلاوۃ ہونا۔

(۲۰) جنگ احد میں جبکہ ابوسفیان نے کہا کہ کیا اس قوم میں فلاں شخص ہے تو آپ کا لَا تُجِیْبُنَّہٗ فرمانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوسپر موافقت فرمانا۔ اسکا قصہ امام احمدؒ نے اپنے مسند میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکو میں اس قول کے ساتھ ملاتا ہوں۔ جو سعید دارمی سے منقول ہے کہ کعب احبار نے فرمایا کہ بادشاہ آسمان بادشاہ زمین پر افسوس کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مگر اُس بادشاہ پر جسنے کہ اپنے نفس کو قابو میں کیا کعب نے کہا کہ واللہ یہ الفاظ تو ریت میں موجود ہیں حضرت عمر یہ سنکر سجدے میں گر گئے۔

اسکے علاوہ عبداللہ بن عمر سے ایک روایت ہے کہ پہلے جب حضرت بلال اذان دیا کرتے تھے تو اشہدان لا الٰہ الا اللہ کے بعد حی علی الصلوٰۃ کہا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشہدان لا الٰہ الا اللہ اذان میں سنکر فرمایا اشہدان محمد رسول اللہ بھی کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنکر حضرت بلال کو حکم دیا کہ جیسے عمر کہتے ہیں ویسے ہی تم کہو (لیکن یہ روایت ضعیف ہے)۔

فصل (۶)

حضرت عمرؓ کی کرامات

بیہقی۔ ابونعیم۔ لالکائی۔ دیرعا۔ ابن اعرابی۔ خطیب نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر پر ساریہ نامی ایک شخص کو سپہ سالار کر کے بھیجا۔ ایک روز خطبہ میں آپ نے تین مرتبہ باواز بلند فرمایا کہ اے ساریہ پہاڑ کیطرف جا۔ چند روز بعد اس لشکر سے ایک ایلچی آیا۔ آپ اس سے حال پوچھ رہے تھے کہ اُس نے اثنار تذکرہ میں کہا کہ ہمکو شکست ہوہی چلی تھی۔ کہ ہمنے تین مرتبہ کسی شخص کی آواز سُنی کہ اے ساریہ پہاڑ کیطرف جا" ہمنے پہاڑ کیطرف رخ کیا اور خدا نے ہمارے دشمنوں کو شکست دی۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ آپ یہاں چیخ رہے ہیں اور ساریہ نہاوند واقع ملک عجم میں ہے۔ ابن حجر نے اس روایت کے اسناد کو حسن کہا ہے ابن مردویہ نے بروایت ابن عمر نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے جمعہ کا خطبہ چھوڑ کر فرمایا کہ "اے ساریہ پہاڑ کی طرف جا جس نے بھیڑیے کی حفاظت کی اُس نے ظلم کیا" لوگ ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے حضرت علی نے کہا کہ اسکا پتہ لگ جائیگا۔ چنانچہ جب آپ فارغ ہوئے تو لوگوں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ مشرکین نے ہمارے بھائی مسلمانوں کو شکست دیدی ہے اسوقت وہ ایسی موقعہ پر پہاڑ کے پاس سے گذر رہے تھے کہ اگر اس سے پشت پھیرتے تو ایک ایک کر کے قتل ہو جاتے اور

اگر نجاوز کرتے تو ہلاک ہوتے یہ دیکھکر میری زبان سے بے ساختہ وہ کلمات نکل گئے جو تمنے سنے تھے چنانچہ جب ایک مہینہ کے بعد ایک شخص فتح کی خوشخبری لیکر آیا تو اُسنے ذکر کیا کہ ہم اس روز اپنے لشکر میں حضرت عمرؓ کی آواز سنکر پہاڑ کیطرف چل دیئے اور خدا نے ہمیں فتح عطا فرمائی :

ابو نعیم نے دلائل میں بروایت عمرو بن الحارث لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ آپ نے خطبہ چھوڑکر دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ "اے ساریہ پہاڑ کیطرف جا" اور اسکے بعد پھر خطبہ شروع کردیا۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ آپ کو جنون ہوگیا ہے۔ پس عبد الرحمن بن عوفؓ جنکو آپ کی خدمت میں قرب حاصل تھا عرض کی کہ آپنے خطبہ میں صدائے یاساریۃ الجبل غیر محل جو فرمائی اس سے لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں آپ نے یہ کیا فرما دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بخدائے برتر جس کے دست قدرت میں سرانجام ان تمام امور کا ہے میں نے دیکھا کہ مسلمان پہاڑ کے قریب لڑرہے ہیں۔ اور دشمن اونکو آگے او پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں۔ لاچار مجھے یہ کہنا پڑا کہ "ساریہ پہاڑ کی طرف جا" تاکہ انکی پشت پہاڑ سے متصل ہو جاوے۔ پس یہ چہ میگوئیاں ہوتی رہیں تا خدیکہ ساریہ کا ایک خط ایلچی لیکر آیا۔ جسمیں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز ہم اپنے دشمنوں سے لڑ رہے تھے اور مغلوب ہوتے جاتے تھے کہ عین جمعہ کے وقت ہمنے کسی کو یہ کہتے سنا کہ اے ساریہ پہاڑ کیطرف جا۔ چنانچہ ہم پہاڑ کے پاس پہونچ گئے اور ہمنے دشمنوں پر غلبہ پالیا۔ اور انکو شکست دی۔ لیکن اس شہادت پر بھی مخالف لوگوں نے کہا کہ یہ سب بناوٹی بات ہے۔

ابو القاسم نے بروایت ابن عمر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے نام پوچھا اسنے کہا کہ میرا نام جمرہ (لغوی معنی چنگاری ہے) آپ نے پوچھا کہ کسکا بیٹا ہے اُسنے کہا کہ شہاب (شعلہ) کا آپ نے پوچھا کہ تیرے قبیلہ کا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ حُرقہ (آگ) آپ نے پوچھا کہ کہاں رہتا ہے۔ اُسنے کہا کہ حرّہ (گرمی) میں۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں واقع ہے اُسنے کہا کہ لظیٰ (شعلہ) میں آپ نے فرمایا کہ جا اپنے اہل وعیال کی خبر لے وہ سب جل مرے ہیں۔ وہ اپنے گھر گیا تو حقیقت میں دیکھا کہ آگ لگی اور سب جل گئے ہیں۔ اسکی تائید امام مالک نے یحیی بن سعید اور دُرید نے اخبارات مشہورہ میں ابن جنّی سے اور دیگر لوگوں نے بھی کی ہے۔

ابو الشیخ نے اپنی کتاب عظمت میں بروایت قیس ابن حجاج لکھا ہے کہ جب مصر حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ سے فتح ہوا اور وہ داخل شہر ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ سے آکر عرض کی کہ سیرابی کیلئے دریائے نیل کا ایک راہ روش مقرر ہے جسکے بغیر وہ نہیں چلتا۔ عمرو نے پوچھا وہ کیا رسم ہے اونہوں نے عرض کی کہ ہر چاند کی گیارہویں تاریخ کو ایک جوان باکرہ لڑکی کو دلہن بناکر اور تاامکان اعلےٰ اعلےٰ قسم کی پوشاک اور زیورات پہناکر بعد حصول رضامندی اوسکے والدین کے دریائے نیل میں غرق کردیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا اسلام ایسے لغو باتوں کو مٹانے کے لیئے آیا ہے۔ میں اسکی اجازت نہ دونگا چنانچہ یہ فعل نہ کیا گیا۔ اور اسی پر قائم رہے۔ اور حقیقت میں دریا کو طغیانی ہوئی اور اوسکا پانی اونکے مطلوبہ راستہ سے بالکل نہ آیا۔ گو انہوں نے پانی لانے کی کوشش بہت کی۔ اسپر عمرو بن عاص حاکم نے حضرت عمرؓ خلیفہ وقت کو جملہ گزشتہ معمولہ واقعات کی اطلاع دی اور خط کو ملفوف کرکے بھیجدیا۔ آپ نے جواب دیا کہ تمنے بہت خوب کیا اور بہت ٹھیک جواب دیا کہ اسلام ایسی لغو باتوں کو مٹانے آیا ہے۔ میں اس خط کے ساتھ ایک رقعہ ملفوف کرتا ہوں اُسکو دریائے نیل میں ڈلوا دو۔ جب عمرو بن العاص کے پاس حضرت عمرؓ خلیفہ کا خط پہونچا تو انہوں نے رقعہ کھولکر دیکھا تو اسمیں لکھا ہوا تھا کہ منجانب بندہ

خدا عمر امیر المومنین بجانب دریائے نیل مصر جسکو معلوم ہو کہ اگر تو پہلے سے طغیانی پر آتا ہے تو اب تاوقتیکہ تجھے خدا حکم نہ دے طغیانی پر نہ آنا میں خدا واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے طغیانی دے فقط حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ نیل میں ایک روز قبل از یوم صلیب ڈالدیا۔ دوسرے دن علی الصباح خدا وند تعالےٰ نے دریائے نیل کو ۱۶ گز مقام مطلوبہ پر روانی عطا کی۔ اس روز سے مصر کا یہ دستور بھی منقطع ہو گیا۔

ابن عساکر نے بروایت طارق بن شہاب لکھا ہے کہ ایک شخص نے کچھ جھوٹ بات اثنائے گفتگو میں حضرت عمرؓ سے کہی۔ آپ نے فرمایا کہ چپ رہو اُسنے پھر کچھ بات شروع کی وہ بھی جھوٹ تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ چپ رہ اس نے کہا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں بالکل صحیح ہے۔ مگر آپ نے مجھے چپ رہنے کا حکم فرمایا ہے۔

حسن کہتے ہیں کہ دروغگو شناخت کرنا حضرت عمر خطابؓ پر ختم ہے۔

بیہقی نے دلائل میں ابی ہدبہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کو خبر پہونچی کہ آپ کے ایک امیر کو اہل عراق نے سنگسار کر ڈالا ہے۔ یہ سنکر آپ کو سخت غصہ آیا اور آپ نے نماز بہ تضرع ادا کی اور دعا کی کہ الٰہی اگر ان لوگوں نے مجھسے دہوکا کیا ہے تو تو انکو وبال میں گرفتار کر اور انپر قبیلہ ثقفی کا ایک غلام حاکم کر دے جو کہ نہ تو انکے نیکو کاروں کی کسی بات کو قبول کرے اور نہ بدوں کو چھوڑے۔ اس لونڈے سے آپ کا مقصود (مشہور ظالم) حجاج ثقفی تہا۔ ابن الھیعہ کہتے ہیں کہ یہ اوسی روز پیدا ہوا تہا۔

فصل (۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خصائل

ابن سعد نے احنف بن قیس سے روایت کی کہ ہم ایک روز حضرت عمر کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں سے ایک باندی گزری۔ لوگوں نے کہا کہ یہ امیر المومنین کی باندی ہے حضرت عمر نے فرمایا کہ امیر المومنین کیلئے کوئی کنیز نہیں ہے۔ امیر المومنین کو خدا کے مال میں سے باندی رکھنی حلال نہیں ہے۔ ہمنے پوچھا کہ پھر کیا حلال ہے آپ نے فرمایا کہ عمر کیلئے دو جوڑے کپڑوں کے ایک جاڑے اور ایک گرمی کیلئے اور اخراجات حج وغیرہ اور میرے اپنے اور اہل عیال کے اخراجات خوراک جو کہ اہل قریش کے ایک متوسط درجہ کے آدمی کے برابر ہوں۔ اور میں بھی منجملہ مسلمانان ایک فرد ہوں۔

خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ جب آپ کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تھے تو یہ شرط کر دیتے تھے کہ وہ شخص گھوڑے پر نہ سوار ہو۔ عمدہ کھانا نہ کھائے۔ باریک کپڑا نہ پہنے۔ اور اہل حاجت کیلئے اپنا دروازہ نہ بند کرے۔ اور اگر ایسا کرے تو سزا کا مستحق ہوگا۔

عکرمہ بن خالد اور دیگر صحابہ نے حفصہ و عبداللہ وغیرہ سے روایت کی۔ کہ آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ اگر آپ اچھا کھانا کھایا کریں تاکہ آپ میں قوت پیدا ہو جائے آپ نے پوچھا کہ کیا عام لوگوں کی یہی رائے ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری خیر خواہی کا تو میں مشکور ہوں۔ مگر میںنے اپنے دو دوستوں کو اسی حالت میں دیکھا ہے۔ اگر میں اُن کے خلاف کروں، تو انکو کیا منہ دکھاؤں گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سال ایسی قحط سالی ہوئی کہ سال بھر

کوئی مقوی یا طاقتور غذا نہیں کھائی۔

ابن ابی ملیکہ نے عقبہ بن فرسے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر خطاب سے ایک دفعہ طعام کی نسبت پوچھا تو۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بحالت زندگی دنیا لذیذ طعام کھاکر بسر اوقات کرنا قابل افسوس ہے۔

حسن نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ اپنے صاحبزادے عاصم کے گھر گئے اور اس کو گوشت کھاتے ہوئے دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرا گوشت کو بہت ہی جی چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیں تو ہمیشہ جس وقت تیرا دل کسی چیز کو چاہا کریگا کھایا کریگا۔ تو یہ آدمی کیلئے اسراف کافی ہوگیا۔ کہ جس چیز کو دل چاہا کھالیا۔

اسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ ایک دفعہ میرا تازہ مچھلی کھانے کو جی چاہا آپ نے ایک شخص کو اونٹ پر سوار کرکے تازہ مچھلی لانے کیلئے بھیجا۔ جسکو چار کوس جاتے ہوئے اور چار کوس آتے ہوئے سفر کرنا پڑا۔ وہ شخص مچھلی خرید کرلے آیا اور اس اونٹ کو نہلا بھی لایا۔ آپ نے فرمایا کہ مچھلی رکھ لو۔ میں ذرا اونٹ کو دیکھ لوں آپ نے دیکھا تو اونٹ کے کان کے نیچے پسینہ لگا ہوا ہے۔ آپنے اس شخص کو دکھلاکر فرمایا۔ کہ تم اسجگہ کو دھونا بھول گئے ہو۔ کہ میرے طمع نے اس جانور کو بیفائدہ تکلیف دی۔ واللہ میں مچھلی نہ کھاؤنگا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ مینے آپ کو زمانہ خلافت میں دیکھا کہ آپ صوف کا ایک پھٹا ہوا کرتا پہنے ہوئے ہیں جسمیں بعض پیوند چمڑے کے لگے تھے۔ آپ دُرہ لیئے ہوئے بازاروں میں کندھے پر کوڑا ڈالے ہوئے جاتے تھے۔ جس سے لوگوں کو تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔ اور کوڑے اور خرما سے جارہے تھے۔ جو کھائے جاتے تھے۔ اور لوگوں کے گھروں میں اسی حالت سے تشریف لیجاتے اور انکا کام کاج کراتے۔

انس کہتے ہیں کہ مینے حضرت عمرؓ کے کرتے کو دیکھا جسکے مونڈھوں پر چار پیوند لگے ہوئے تھے۔ عثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے آپکے پاجامے میں چمڑے کے پیوند لگے دیکھے تھے۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ مینے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا آپ منزل پر پہونچکر کوئی خیمہ وغیرہ حفاظت پارچات وغیرہ کیلئے کھڑا نہ کراتے تھے۔ بلکہ یوں ہی چمڑے کی بساط درخت پر تان کر اسکے سایہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔

عبداللہ بن عیسے کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے چہرہ مبارک پر روتے روتے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔

حسن نے روایت کی کہ حضرت عمرؓ ہمیشہ حسب معمول مع دُرہ کے تشریف لے جایا کرتے تھے اور جب تھک جاتے تو وا پر اسی روز آجاتے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دیوار کے اوسطرف حضرت عمرؓ تھے اور اسطرف میں کہ مینے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے عمر بن الخطاب راضی برضائے الٰہی رہ اور خدا سے ڈرا کر ورنہ تجھکو سخت عذاب ہوگا!

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور فرمایا کہ افسوس میں تنکے جیسا بھی نہ ہوا کاش مجھے میری ماں نہ جنتی۔

عبیداللہ بن عمر بن حفص کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ اپنی گردن پر ایک مشک اوٹھائے لیئے جاتے تھے۔ لوگوں نے اسکا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے نفس نے کچھ غرور کیا تھا۔ اسلیئے مینے چاہا کہ اسکو ذلیل کردوں۔

محمد بن سیرین نے لکھا ہے کہ آپ کے خسر نے ایک دفعہ آپ کے پاس جاکر کہا کہ آپ بیت المال سے کچھ انکو دیدیں آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ مجھے خدا تعالےٰ خیانت کنندہ بادشاہوں میں شمار کرے پھر آپ نے اپنے ذاتی مال میں سے انکو دس ہزار درہم عطا کیئے۔ نخعی کہتے ہیں کہ آپ بحالت خلافت تجارت بھی کیا کرتے تھے

حضرت انس کہتے ہیں کہ قحط سالی کی ایام میں آپ نے گھی کھانا اپنے لیے حرام کیا ہوا تھا۔ اسلیئے ایک روز روغن زیت تناول فرمایا۔ اس سے قراقر ہوا تو آپ نے انگلی ڈالکر تے کر ڈالی اور فرمایا کہ ہمارے یہاں سوائے اسکے اور کھانا ہی نہیں اور جبتک مخلوق آسودہ نہ ہوئی آپ نے نہ کھایا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مجھکو میرے عیوب پر مطلع کرتا رہے وہ مجھے نہایت عزیز ہے۔

اسلم کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز حضرت عمر کو دیکھا کہ انہوں نے ایک ہاتھ سے گھوڑے کا کان پکڑا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا کان پھر گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گئے۔

ابن عمر کہتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو غصہ آیا ہوا ہو۔ اور کسی نے خدا کا ذکر کیا۔ یا خدا کا خوف دلایا۔ یا قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھی ہو اور آپ کا غصہ نہ اتر گیا ہو۔

حضرت بلال نے حضرت اسلم سے حضرت عمر کا حال پوچھا کہ آپ لوگوں کا انکی نسبت کیا خیال ہے انہوں نے کہا کہ اسمیں شک نہیں کہ آپ تمام آدمیوں سے بہتر ہیں۔ لیکن جب آپ کو غصہ آجاتا ہے تو غضب ہی ہو جاتا ہے۔ حضرت بلال نے کہا کہ اوسوقت تم کوئی آیت کیوں نہیں پڑھ دیا کرتے کہ سارا غصہ اتر جائے۔

احوص بن حکیم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آپ کے سامنے مرغن گوشت پکا ہوا پیش کیا گیا۔ آپ نے اسکے کھانے سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ ایک سے ہر چیز کا سالن بن سکتا ہے کیا ضرورت ہے کہ مرغن ہی ہو۔ یہ جملہ روایات ابن سعد سے مذکور ہیں۔

ابن سعد نے حسن سے روایت کی۔ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک قوم بھر کی اصلاح کر دینی آسان ہے۔ مگر امیر کی بجائے دوسرے امیر کا بدلنا مشکل ہے۔

فصل (۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حلیہ

ابن سعد اور حاکم نے ذر سے روایت کی ہے کہ میں عید کے روز مدینہ والوں کے ساتھ نکلا تو حضرت عمر کو برہنہ پا جاتے ہوئے دیکھا۔ آپ بوڑھے اور گندم گون رنگ کے تھے۔ بال آپ کے سر کے جھڑے ہوئے تھے لمبے قد کے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی جانور پر سوار ہیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ حضرت عمر کو گندم گون کون بتلاتا ہے۔ شاید آپ کو گندم گون کہنے والے نے قحط سالی میں دیکھا ہوگا۔ کیونکہ آپکا رنگ روغن زیت کھا کر بدل گیا تھا۔

ابن سعد نے ابن عمر سے روایت کی کہ آپ کا حلیہ یہ بیان کیا ہے کہ آپ کا رنگ گورا سرخی مائل تھا۔ لمبے قد کے تھے بال سر جھڑ گئے تھے اور بوڑھے ہو گئے تھے۔

عبید بن عمیر نے بیان کیا ہے کہ آپ تمام آدمیوں سے دراز قد تھے۔

سلمہ بن اکوع نے کہا ہے کہ آپ کام بائیں ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ یعنی بحالت جلدی دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے۔

ابن عساکر نے ابو رجا عطاردی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضہ لمبے قد۔ موٹے تازے تھے۔ بال سر بہت جھڑے

ہوئے تھے۔ رنگ چہرہ میں سرخی غالب تھی خمیدہ اور مونچھیں بڑی تھیں اور انکے اطراف میں سرخی سپیدی مائل تھی۔ ابن عساکر نے کہا ہے کہ آپ کی والدہ شریفہ حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ یعنی ابوجہل بن ہشام کی بہن تھیں۔ اس رشتہ سے آپ ابوجہل کو ماموں کہا کرتے تھے۔

فصل (۹)

خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حاکم اور زہری نے روایت کی کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق کی حیات ہی میں ولی خلافت ہوئے اور جسروز حضرت ابوبکر صدیق نے انتقال فرمایا روز سہ شنبہ ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ ہجری کا دس روز باضابطہ بیعت ہوئی آپ کے زمانہ میں مسلمانوں کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور آپنے حکومت نہایت اعلےٰ طور پر کی۔

واقعات ۱۴ھ ہجری دمشق ازروے صلح وغلبہ حمص۔ وبعلبک ازروے صلح اور البصرہ وابلہ ازروئے غلبہ فتح ہوئے۔ اسی سال میں آپ نے لوگوں کو نماز تراویح کیلئے جمع فرمایا۔

۱۵ھ ہجری کے بڑے بڑے واقعات یہ ہیں اردن کا ازروئے غلبہ اور ماسوا بیہ کا ازروئے صلح فتح ہونا۔ اور اسی سال بقول ابن جریر فتوحات واقعہ یرموک وقادسیہ ہوئی حضرت سعد کا شہر کوفہ لبسانا جاگیر پر مقرر کرنا لنقد باج۔ دفتر کھولنا اور عطیات عطا کرنا۔

۱۶ھ ہجری کے واقعات۔ اہواز ومدائن کا فتح ہونا حضرت سعد کا ایوان کسریٰ میں جمعہ کی نماز پڑھنی (یہ جمعہ سب سے پہلا تھا کہ عراق میں بماہ صفر پڑھا گیا) واقعہ فتح جلولاء یزدجرد بن کسرے کا شکست کھانا۔ اور رے کیطرف بھاگنا تکریت کا فتح ہونا اور حضرت عمر کا بذات خاص تشریف لیجا کر بیت المقدس کا فتح کرنا اور جابیہ میں آپکا خطبہ پڑھنا آپکا یہ خطبہ مشہور ومعروف ہے قنسرین کا ازروئے غلبہ وحلب وانطاکیہ ومنبج کا ازروئے صلح اور سروج کا ازروئے غلبہ قرقیسار کا ازروئے صلح فتح ہونا۔ ربیع الاول میں بمشورہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تاریخ وسال ہجری کا مقرر کرنا۔

۱۷ھ ہجری میں آپ نے مسجد نبوی۔ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وسعت دی۔ اسی سال میں سخت قحط پڑا اور اس سال کا نام سال مادہ (قحط) مشہور ہوا۔ اور حضرت عمر نے حضرت عباس کو لیکر نماز استسقاء پڑھی۔ ابن سعد نیار اسلمی سے روایت کی کہ اسوقت آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت عون کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ الٰہی ہم تیرے نبی کے۔ چچا کو وسیلہ لائے ہیں کہ تو ہم سے قحط سالی دور کر اور باران رحمت بھیج۔ وہاں سے آپ واپس چلے تھے کہ بارش ہونے لگی۔ اور کئی روز تک ہوتی رہی اسی سال اہواز فتح ہوا۔

۱۸ھ ہجری میں نیشاپور اور حلوان (اون دنوں حلوان میں طاعون پھیلا ہوا تھا) شہر سمیساط۔ حران۔ نصیبین اور اکثر جزائر اور موصل بمعہ علاقہ گرد ونواح بروئے صلح یا غلبہ فتح ہوئے۔

۱۹ھ ہجری میں قیساریہ ازروئے غلبہ فتح ہوا۔

۲۰ھ ہجری میں مصر ازروئے غلبہ فتح ہوا اور بقول بعض صلحاً سوا شہر اسکندریہ کے علی بن اباح نے بیان کیا ہے کہ تمام ملک مغرب اور تستری بھی اسی سال میں فتح ہوا۔ اور قیصر روم مرا۔ اور حضرت عمر نے یہود کو خیبر ونجران سے

جلاوطن کیا اور خیبر و وادی القریٰ کو تقسیم کیا۔
سنہ ۲۱ ہجری میں اسکندریہ و نہاوند فتح ہوا۔ اور بعد اسکے اہل عجم کی کوئی قوت یا جماعت باقی نہیں رہی۔
سنہ ۲۲ ہجری میں آذربائیجان۔ دینور۔ سبدان۔ ہمدان۔ طرابلس الغرب۔ رے۔ عسکر و قومس فتح ہوئے۔
سنہ ۲۳ ہجری میں کرمان۔ سجستان۔ مکران بلاد جبل سے اصفہان۔ نواح اصفہان فتح ہوئے۔ اسی سال کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج سے واپس آکر شہید کیے گئے۔
سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ منے سے واپس آتے ہوئے مقام ابطح پر آپ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمانے لگے کہ الٰہی اب میں بڈھا ہو گیا ہوں میری قوتوں میں ضعف آگیا ہے۔ قبل اسکے کہ میں ضائع ہو جاؤں اور میری عقل میں فتور آجائے مجھے اپنے پاس بلا لے چنانچہ وہ ذی الحجہ ختم بھی ہونے پایا تھا کہ آپ شہید ہو گئے۔ (حاکم نے بھی اسکی تائید کی) اناللہ وانا الیہ راجعون۔
ایک مرتبہ کعب احبار نے آپ سے کہا کہ مجھے توریت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ شہید کیے جاوینگے۔ آپنے فرمایا کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عرب ہی میں رہکر یہ نعمت مجھے حاصل ہو جائے۔ اسلم کہتے ہیں کہ آپ نے یہ دعا فرمائی کہ الٰہی مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما۔ اور اپنے نبی کے شہر مدینہ میں موت نصیب فرما۔ (بخاری نے بھی تائید کی)
معدان بن ابوطلحہ کہتے ہیں کہ ایک روز آپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ مرغ نے میرے ایک یا دو ٹھونگیں دی ہیں۔ اسکی تعبیر یہی ہو سکتی ہے کہ میری موت کا زمانہ قریب آگیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ میں کسیکو خلیفہ بنا جاؤں سو واضح ہو کہ خداوند تعالیٰ اپنے دین خلافت کو ضائع نہ ہونے دیگا۔ اگر مجھے موت نے مہلت دے بھی دی تاہم خلیفہ ان چھ شخصوں کے شورے سے مقرر ہونا چاہیے کہ جنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ (حاکم نے بھی ایسا ہی لکھا ہے)
زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کسی بالغ لڑکے کو شہر مدینہ میں آنے دیتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ عامل کوفہ نے آپ کو لکھا کہ میرے پاس ایک کاریگر لڑکا ہے اور اسے بہت کام بنانے آتے ہیں۔ لوہار اور بڑھئی کا کام جانتا ہے۔ اور نقاشی بہت اچھا ہے۔ وہ عام لوگوں کیلئے نہایت مفید ہوگا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھیجدوں۔ آپ نے اجازت دی کہ اوسے مدینہ میں بھیجدیا جائے۔ مغیرہ نے اسپر سو دینار ماہوار ٹیکس لگا رکھا تھا۔ اُس نے آتے ہی زیادتی ٹیکس کی شکایت کی۔ آپنے فرمایا کہ تجھپر ٹیکس زیادہ نہیں ہے۔ اس جواب سے اسکو سخت غصہ آیا۔ مگر خاموش ہو رہا۔ دو روز کے بعد حضرت عمر نے اسکو پھر بلایا اور فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ میں ایسی چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا سے چلے۔ اسنے ترشروئی کے ساتھ جواب دیا کہ میں آپ کیلئے ایسی چکی تیار کرونگا کہ جسکا لوگ ذکر کیا کرینگے جب وہ چلا گیا تو آپنے لوگوں سے فرمایا کہ یہ لڑکا مجھے قتل کی دھمکی دیگیا ہے۔ ابولولو (وہی لڑکا) نے وہاں جاکر ایک دودھارا خنجر بنایا جسکا قبضہ بیچ میں تھا اور اسکو لیکر مسجد کے ایک کونے میں گھات لگا کر تاریکی آخر شب میں چھپ رہا اور آپکا انتظار کرتا رہا جب چھپ رہا حضرت نماز کے واسطے لوگوں کو جگانے لگے۔ اور جیسے ہی آپ اُس لڑکے ابولولو کے قریب آئے اُس نے آپ کے جسم مبارک میں تین جگہ وہ خنجر جھونک دیا (ابن سعد نے تائید کی ہے)
عمرو بن میمون انصاری کہتے ہیں کہ ابولولو غلام مغیرہ نے حضرت عمرؓ کو دودھارے خنجر سے شہید کیا۔ اور آپکے ساتھ بارہ اور آدمیوں کو بھی زخمی کیا۔ جنمیں سے چھ آدمی مر گئے۔ اہل عراق میں سے ایک شخص نے اپنا کپڑا اسپر ڈالدیا۔ اور جب وہ

اسمیں لپٹ گیا تو خودکشی کر لی۔

ابو رافع کہتے ہیں کہ ابولؤلؤ مغیرہ کا غلام چکیاں بنایا کرتا تہا اور مغیرہ اس سے چار درہم روز بطور ٹیکس وصول کر لیا کرتے تھے جب وہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی کہ مغیرہ مجہپر سخت سختی کرتے ہیں۔ آپ اون سے میری نسبت کہدیں آپنے کہا کہ تجہ اپنے آقا سے اچہی طرح سلوک کرنا چاہئے۔ اور آپ کی نیت یہ تہی کہ مغیرہ سے اسکی سفارش کر دینگے۔ لیکن آپکے یہ فرمانا اسکو بہت ناگوار ہوا اور غصہ میں کہا کہ امیرالمومنین سوا میرے ہرایک کا انصاف کرتے ہیں اور اُسنے اُسیوقت آپکے قتل کا ارادہ کر لیا۔ مگر اُسکو چھپا گیا۔ اور ایک خنجر لیکر اسپر آب رکھی اور زہر میں بجہا لیا حضرت عمرؓ کی عادت تہی کہ آپ قبل از تکبیر فرمایا کرتے تہے کہ صفیں برابر کر لو۔ ابولؤلؤ بہی صف میں آ کر کہڑا ہو گیا اور حضرت تکبیر کہہ گئے۔ کندہے اور کوکہ پر دو زخم لگائے۔ آپ فوراً گر پڑے اسکے بعد اسنے تیرہ اور آدمیوں کو زخمی کیا جن میں سے چہہ مر گئے چونکہ آفتاب طلوع ہی ہونے والا تہا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چہوٹی چہوٹی سورتیں پڑہکر نماز ختم کی اور لوگ حضرت عمر کو اٹہا کر اپنے مکان پر لے گئے اور آپ کو نبیذ پلائی۔ مگر وہ زخموں کے راہ سے نکل گئی پہر آپ کو دودہ پلایا تو وہ بہی زخموں سے نکل گیا۔ لوگوں نے آپ کی تسلی کیلئے کہا کہ آپ کچہ فکر نہ کریں آپ نے فرمایا کہ قتل ہونے میں اگر کچہ شک ہے تو اسمیں کچہ شک نہیں ہے کہ میں تو قتل ہو چکا۔ لوگ آپکی ثنا و صفت کرنے لگے مگر آپنے انکی بات کاٹ کر کہا کہ میری یہ تمنا تہی کہ جب میں دنیا سے جاؤں تو نہ مجہے کسی سے لینا ہو نہ دینا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیض صحبت نے میرا ساتہ دیا اور مجہے سلامت رکہا۔ ابن عباسؓ پہر آپ کی تعریفیں کرنے لگے مگر آپنے فرمایا کہ اگر میرے پاس دنیا بہر کا سونا ہوتا تو میں ہول قیامت سے بچنے کیلئے فدا کر دیتا۔ پہر فرمایا کہ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ اور سعد (رضی اللہ عنہم) میں سے جس کی نسبت کثرت رائے ہو اوسکو خلیفہ مقرر کر لو۔ آپ نے صہیب کو نماز پڑہانے کا حکم دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ابولؤلؤ مجوسی تہا۔ چنانچہ عمر بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میری موت ایسے آدمی کے ہاتہ سے واقع نہیں ہوئی جو مسلمان ہونے کا دعوے کرتا ہو۔ پہر آپنے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا کہ دیکہو میرے اوپر کتنا قرض ہے انہوں نے حساب لگا کر چہیاسی ہزار یا اسکے قریب بتلایا آپنے فرمایا کہ اگر یہ قرض آل عمر کے مال سے اُتر سکے تو اُتار دو۔ ورنہ بنی عدی سے مانگو اگر پہر بہی ادا نہ ہو سکے تو قریش سے لو پہر آپنے فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ عمر اپنے دونو دوستوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے محفوظ رکہی تہی۔ لیکن میں آج اپنی ذات پر عمر کو ترجیح دیتی ہوں۔ پس عبداللہ نے واپس آ کر عرض کی کہ انہوں نے اجازت دیدی۔ آپنے یہ سنکر بہت ہی خدا کا شکر کیا اسکے بعد لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کو جو وصیتیں کرنی ہوں کر دیجئے۔ اور کسیکو خلیفہ کر جایئے۔ آپنے فرمایا کہ خلافت کیلئے میں ان چہ آدمیوں سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں سمجہتا کہ جنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال فرمانے وقت تک خوش رہے ہیں۔ میرے بیٹے عبداللہ کو اسمعاملہ سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ انکے ساتہ رہیگا۔ اگر خلافت سعد کو ملے تو وہ اسکے مستحق ہیں ورنہ جسکو تم سب لوگ چاہو منتخب کر لو۔ میں سعد کو کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کرتا۔ پہر آپنے فرمایا کہ جو کوئی میرے بعد خلیفہ ہو میں اسکو وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتا رہے۔ اور مہاجرین و انصار کا خیال رکہے۔ اور رعایا کے ساتہ نیکی کرے اور اسکے سوائے اسی قسم کی اور وصیتیں فرمائیں۔ اور آخر جان بحق تسلیم ہوئے۔ لوگوں نے آپکا جنازہ لیکر اور حضرت عائشہؓ کی اجازت دوبارہ لیکر آپ کو اس مقام پر دفن کر دیا جہاں آپ

اسوقت استراحت فرما رہے ہیں۔

آپ کے دفن کے بعد لوگ انتخاب خلیفہ کیلئے جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا کہ پہلے مشورہ کیلئے اپنی اپنی طرف سے تین آدمی منتخب کئے جاویں۔ چنانچہ حضرت زبیر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت رائے دی اور حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن کی اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کیلئے چنانچہ ان تینوں حضرات نے خلوت کی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا کہ میں تو خلیفہ ہونا نہیں چاہتا۔ اب تم میں سے جو کوئی خلافت سے بری ہو وہی امیر بنایا جاویگا۔ اور اسی کو امر خلافت ہم سپرد کردیں گے اور وہ جو کوئی ہو وہ سب سے ضروری یہ ہے کہ وہ افضل امت ہو۔ اور اصلاح امت کا حریص ہو۔ یہ سنکر حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما خاموش ہورہے۔ پھر حضرت عبدالرحمن نے فرمایا کہ اچھا اب انتخاب کا کام میرے سپرد کردو میں افضل آدمی کو منتخب کرونگا۔ اور جب اسپر دونوں صاحب متفق ہوگئے تو حضرت عبدالرحمن نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو الگ لیجا کر فرمایا چونکہ آپ پہلے اسلام لائے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی عزیز ہیں اسلئے خلافت آپکا حق ہے۔ اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو آپ عدل کریں۔ اور اگر میں کسی اور شخص کو آپ پر امیر کردوں تو آپ اسکی اطاعت کریں۔ آپ نے اقرار کیا۔ پھر حضرت عبدالرحمن نے حضرت عثمان کو الگ لیجا کر آپ سے بھی یہی اقرار کرالیا اور ان سے بیعت کرلی اور اونکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیعت کی۔

مسند امام احمد میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر ابو عبیدہ بن جراح کی زندگی ہی میں دنیا سے اٹھوں تو میں ابو عبیدہ بن جراح کو خلیفہ بناؤنگا۔ اگر خدا مجھسے سوال کریگا تو میں کہونگا کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے میرے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ اگر میرے مرتے وقت ابو عبیدہ انتقال کرچکے ہوں تو میں معاذ بن جبل کو خلیفہ کرونگا۔ اگر انکی نسبت مجھ سے خدا نے سوال کیا تو میں کہونگا کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ (معاذ جبل) روز قیامت میں بوجہ بزرگی علما کے گروہ میں شمار ہونگے۔ اس لحاظ سے یہ دونو خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ مگر یہ دونوں آپکی اثنائے خلافت ہی فوت ہوگئے تھے۔

نیز مسند احمد میں بروایت ابو رافع لکھا ہے کہ جب موت کے قریب حضرت عمر سے خلافت کیلئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بہت صحابیوں کو اسکا خواہاں پاتا ہوں۔ اگر ایسی کوئی آدمی اس قابل مجھے معلوم ہوتا تو میں اوسے خلیفہ بناتا مگر میرے خیال میں اسلم مولا ابو حذیفہ اور ابو عبیدہ بن الجراح اس کے لائق ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۶ ذی الحجہ روز چہار شنبہ کو شہید ہوئے۔ اور محرم کی چاند رات یکشنبہ کے دن دفن ہوئے آپکی مدت عمر میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک تریسٹھ اور بعض کے نزدیک چھیاسٹھ اور بقول بعض اکسٹھ و ساٹھ برس ہے واقدی اکسٹھ سال بتاتے ہیں اور ایک قول چون یا پچپن برس ہی ہے۔

آپ کی نماز جنازہ صہیبؓ نے مسجد میں پڑھائی۔

مزنی نے لکھا ہے کہ آپ کی انگوٹھی پر کفی بالموت واعظاً (موت آدمی کیلئے کافی واعظ ہے) کھدا ہوا تھا۔

طبرانی نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ ام ایمن نے فرمایا کہ جس روز سے حضرت عمر نے رحلت فرمائی اسلام سست ہوگیا۔

عبدالرحمن بن یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر کی موت کے وقت موجود تھا اس دن سورج گہن ہوا تھا۔

فصل (۱۰)
اوّلیاتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عسکری کہتے ہیں سب سے پہلے حضرت عمرؓ ہی امیر المومنین سے ملقب ہوئے آپ ہی نے سب سے پہلے سنہ ہجری جاری کیا۔ بیت المال کی بناڈالی۔ اور قیام رمضان (تراویح کی) سنت شروع کی۔ چوکیدار مقرر کئے۔ ہجو کیلئے سزائیں دیں شراب نوشی پر اسّی دُرے لگائے۔ متعہ حرام کیا۔ بچوں کی فروخت بند کی۔ جنازے کی نماز کیلئے۔ لوگوں کو چار تکبیرات پر جمع کیا۔ دفتر قائم کئے۔ فتوحات کیں۔ میدانوں کی پیمائش کرائی۔ بحر دجلہ کے ایک شہر سے مدینہ شریف میں کھانا منگوایا۔ علم میراث کا حساب مقرر کیا۔ باج کواسطے پیمانہ پر مقرر کیا۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ لی۔ اطال اللہ بقائک اور ایدک اللہ حضرت علی کی نسبت فرمایا یہانتک عسکری نے آپ کی اولیات شمار کی ہیں۔ لیکن امام نووی کہتے ہیں کہ دُرہ سب سے پہلے آپ ہی نے ایجاد کیا۔ ایسا ہی ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے بعد یہ مثل مشہور ہوگئی کہ عمر کا دُرہ تم لوگوں کی تلواروں سے بھی زیادہ مہیب ہے۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ ہی نے شہروں میں قاضی مقرر کیئے۔ اور اول آپ ہی نے شہر بلئے کوفہ بصرہ جزیرہ شام مصر اور موصل کو لبایا۔

عساکر نے اسماعیل بن زیاد سے نقل کی ہے کہ ایک رات رمضان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک مسجد سے گزرے اُسمیں قندیل جل رہے تھے آپنے فرمایا کہ خدا عمر کی قبر کو روشن کرے۔ اُنہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کرادیا۔

فصل (۱۱)

ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک گودام قائم کیا تھا جسمیں۔ آٹا۔ ستو۔ کھجور۔ منقیٰ وغیرہ اشیائے ضروری رکھوائیں (تاکہ جس شخص کو ضرورت ہو وہاں سے لے لے) مکہ و مدینہ کے درمیان راستہ میں ایسے وسائل بنا دیئے کہ لوگ تکلیف نہ اٹھائیں۔ مسجد نبوی کو گراکر اسکو وسیع کیا اور فرش پختہ سنگریزوں کا لگوایا۔ آپ ہی نے یہودیوں کو حجاز سے نکال کر شام کے ملک میں بھیجا۔ اور یہود نجران کو کوفہ میں۔ آپ ہی نے مقام ابراہیم اسجگہ قائم کیا جہاں آجکل ہے پہلے وہ کعبہ شریف سے بالکل ملا ہوا تھا۔

فصل (۱۲)
حضرت عمر کے بعض اخبار و قضایا

عسکری نے اوائل میں طبرانی نے کبیر میں حاکم نے طریق ابن شہاب سے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن سلمان سے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں کن وجوہات پر خطوں میں از خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا جاتا تھا۔ پھر عمرؓ نے از خلیفہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھوانا شروع کر دیا۔ اور پھر از امیر المومنین کس نے لکھنا شروع کیا۔

انھوں نے کہا کہ مجھ سے شفا نے جو کہ مہاجرین سے ہیں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے نامُوں میں از خلیفہ رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا کرتے تھے۔ آپ کے بعد حضرت عمر نے از خلیفہ خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھنا شروع کیا۔ لیکن ایک مرتبہ آپ نے عامل عراق کو لکھا کہ دو لائق وہوشیار آدمیوں کو ہمارے پاس بھیجو۔ کہ ہم ان سے عراق اور اسکے باشندگان کے کچھ حالات دریافت کریں۔ انہوں نے آپکی خدمت میں لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیجدیا۔ جب وہ مسجد مدینہ میں آئے تو عمرو بن العاص وہاں بیٹھے ہوئے تھے اون دونوں نے اون سے کہا کہ ہمکو امیر المومنین کی خدمت میں باریاب کرا دیجئے۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ واللہ تم نے انکا بہت ہی خوب لقب رکھا۔ یہ کہکر آپ حضرت عمر کے پاس گئے اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لقب تمکو کیسے معلوم ہوا۔ جس کی زبان سے سب سے پہلے یہ نکلا تھا اسکو میرے پاس لاؤ۔

عمرو بن العاص نے تمام قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ آپ امیر ہیں اور ہم مومنین ہیں۔ بس اس روز سے احکامات وکاغذات سرکاری میں یہی لکھا جانے لگا۔

امام نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ نام عدی بن حاتم۔ اور لبید بن ربیعہ نے رکھا تھا جو عراق سے آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے رکھا اور بعض کہتے ہیں کہ خود حضرت عمر نے فرمایا کہ میں تمہارا امیر ہوں اور تم مومنین ہو۔ اسی روز سے آپ بلقب امیر المومنین ملقب ہوئے۔ اس سے پہلے آپ خلیفہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلاتے تھے۔ لیکن یہ لقب بوجہ طویل ہونے کے چھوڑ دیا گیا۔

ابن عساکر نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ پہلے از حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا جاتا تھا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگوں نے ارادہ کیا کہ آپکو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہکر مخاطب کریں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ تو بڑی لمبی عبارت ہو جائیگی۔ لوگوں نے کہا کہ ہمنے آپ کو امیر بنایا ہے حضرت عمر نے فرمایا کہ ہاں اور تم مومنین ہو۔ اُسکے بعد آپ امیر المومنین لکھے جانے لگے۔

بخاری نے اپنی کتاب تاریخ میں ابن مسیب سے روایت کی کہ سب سے پہلے حضرت عمر نے اپنی خلافت کے ڈھائی سال بعد تاریخ لکھوانی شروع کی اور بمشورہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۱۶ھ سنہ ہجری سے سنہ ہجری کی بنیاد پڑی۔ سلفی نے طوریات میں بروایت حضرت ابن عمر لکھا ہے کہ حضرت عمر نے سوانحعمری لکھوانی چاہی۔ ایک روز آپ نے استخارہ کیا اور دوسرے دن مصمم ارادہ کرکے آپ نے فرمایا کہ تمسے پہلی امتوں نے بھی کتابیں لکھوائی تھیں۔ پس سب اون ہی کتابوں کیطرف جھک پڑے اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔

ابن سعد نے شداد سے روایت کی ہے کہ آپ جب ممبر پر چڑھتے تو سب سے پہلے یہ کلمات فرمایا کرتے کہ الٰہی میں سخت دل ہوں مجھے نرم کردے میں ضعیف ہوں مجھے قوی کردے میں بخیل ہوں مجھے سخی کردے۔

ابن سعد اور سعید بن منصور وغیرہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ مینے بیت المال سے لینے سے اپنے نفس کو روکا ہوا ہے۔ گو بلحاظ یتیم ہونیکے میں اوسکا مستحق ہوں۔ اگر مجھے توفیق وگنجائش ہوئی تو نہ لونگا۔ اور اگر تنگی ہوئی تو اعانت لے لونگا۔ اور جب آسودگی حاصل ہوئی ادا کردونگا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو ضرورت ہوتی تو آپ داروغہ بیت المال سے قرض لے لیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات داروغہ بیت المال اگر بحالت تنگی روپیہ کا آپ پر تقاضا کیا کرتا۔ اور آپ کو ادا نکرنے پر الزام دیا کرتا تھا۔ آپ حیلہ حوالہ کیا کرتے تھے اور جب تنگی دور ہو جاتی تو ادا کردیا کرتے تھے۔

ابن سعد نے ابن یسار سے لکھا ہے کہ آپ کو کچھ شکایت پیدا ہوئی لوگوں نے آپ سے کہا کہ اس شکایت کیلئے شہد مفید ہے
بیت المال سے لیکر کھا لیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں لے لوں ورنہ میرے لیے بیت المال کا
مال حرام ہے چنانچہ جبتک لوگوں نے اجازت نہ دی آپؓ نہ کھایا۔ پس لوگوں نے اجازت دیدی۔

سالم بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کے زخم پشت کو دھوتے جاتے اور فرماتے جاتے
تھے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں قیامت میں مجھسے اسکی بھی پرسش نہ ہو۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ جب آپ کسی شخص کو کسی بات سے منع کرنا چاہتے تھے تو آپ اُسکے مکان پر تشریف لیجاکر
فرمایا کرتے کہ جس چیز سے ممانعت میں کروں۔ اور پھر بھی وہ کی جائے تو اسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اُسکو سزا زیادہ ملنی چاہیے
متفرق ذرائع سے منقول ہے کہ آپ کی عادت تھی کہ آپ شب کو مدینہ کی گلیوں میں اکثر گشت کیا کرتے تھے ایکبار
آپنے سنا کہ کوئی عورت گھر کا دروازہ بند کیئے ہوئے۔ یہ اشعار پڑھ رہی ہے (ترجمہ اشعار) یہ رات بڑھ گئی ہے اور اسکے
ستارے چمک رہے ہیں ٭ مجھے یہ امر جگا رہا ہے کہ میری پلنگ پر کوئی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ میں کھیلوں ٭
واللہ اگر عذاب آخرت سے خدا کا خوف نہ ہوتا۔ تو اس پلنگ کی چولیں ہلتی ہوتیں ٭ لیکن میں اس نگہبان ہوکل سے ڈرتی ہوں
جسکے کاتب کسی وقت نہیں تھکتے ٭ خدا کا خوف اور حیا مجھے منع کرتا ہے میرا شوہر ایسا بزرگ اور برتر ہے کوئی
شخص اسکی سواری پر سوار ہونے کا قصد نہ کرے:

حضرت عمرؓ نے دوسرے ہی روز اپنے عمال کو لکھ بھیجا کہ کوئی شخص چار ماہ سے زیادہ میدان جنگ میں نہ روکا جائے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک روز سلمان سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ حضرت سلمان نے کہا
کہ اگر آپ کسی مسلمان کی ملکیت سے ایک درہم یا کم و بیش بھی وصول کر کے بیجا خرچ کریں تو آپ بادشاہ ہیں ورنہ
خلیفہ۔ حضرت عمرؓ نے اس جواب کی تعریف فرمائی۔

سفیان بن ابو العرجا کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ اگر میں بادشاہ
ہوتا تو خوب تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ خلافت و بادشاہت میں بڑا فرق ہے آپ نے پوچھا کہ کیا اُسنے کہا کہ خلیفہ
تو اسکو کہتے ہیں کہ کسی سے نہ بیجا طور پر لیں۔ اور نہ بیجا کسی کو دیں۔ اور الحمدللہ کہ آپکا یہی حال ہے۔ اور بادشاہ کسی سے
بظلم کچھ وصول کرتا ہے اور کسیکو مفت دیدیتا ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سنکر خاموش ہو گئے۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ گھوڑے پر سوار تھے۔ اتفاق سے آپ کی ران کھلگئی۔ یہود اہل بحران نے آپ کی ران
پر سیاہ داغ دیکھکر کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یہی شخص ہمکو ہمارے ملک سے خارج کرے گا۔

سعد جاری نے لکھا ہے کہ حضرت کعب احبار نے حضرت عمر سے کہا کہ میں نے کتاب انبیاء سابقین میں دیکھا ہے
کہ آپ جہنم کے دروازے پر کھڑے ہوکر لوگوں کو وہیں جانے سے روکینگے۔ اور آپ کے انتقال کے بعد اس صفت
کا کوئی شخص قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔

شیخین نے حضرت عمرؓ سے روایت کی۔ کہ آپ نے فرمایا کہ یہ امر خلافت اصلاح پذیر نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ ایسی شدت
نہ کی جائے جسمیں جبر ملا ہوا نہ ہو اور ایسی نرمی نہ کیجائے جسمیں سستی شامل نہ ہو۔

ابن ابی شیبہ نے حکم بن عمیر سے روایت کی کہ آپنے حکم دیا ہوا تھا کہ کسی سردار لشکر یا لشکری کو جبتک کہ اسکو عادی اس
جرم کا نہ پایا جاوے اسطرح دُرّے نہ لگائے جائیں کہ اُسکو شیطان ورغلا کر پھر حلقۂ کفار میں داخل کر دے۔

ابن حاتم نے شعبی سے روایت کی کہ قیصر روم نے آپ کو لکھا کہ میرے ایلچیوں نے جو کہ قبل ازیں آپکے پاس آئے ہیں مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ کے پاس کوئی ایسا درخت ہے جسکے مانند اور درخت نہیں ہے اور جب وہ اگتا ہے تو اسکی صورت گدہے کے کان سے ملتی ہے اور جب وہ پھٹتا ہے تو اسمیں سے موتی کے سے دانے نکلتے ہیں۔ پھر وہ سبز ہوکر زمردگون ہو جاتا ہے اور آخر میں سرخ مثل لعل ہو جاتا ہے اور پک کر عمدہ فالودے کیطرح ہو جاتا ہے اسکے بعد خشک ہو جاتا ہے یہ درخت مسافر کا زاد راہ اور مقیم کی غذا ہے۔ اگر میرے ایلچی سچ کہتے ہیں تو جہانتک میرا علم ہے یہ جنت کا درخت ہے۔

پس حضرت عمرؓ نے اوسکو حسب ذیل جواب دیا۔ بندۂ خدا عمر امیر المومنین کے طرف سے۔ قیصر شاہ روم کو معلوم ہو کہ تیرے ایلچیوں نے تجھے صحیح اطلاع دی ہے۔ ہمارے پاس یہ وہی درخت ہے کہ جب عیسے علیہ السلام بن مریم پیدا ہوئے تھے تو خدا تعالےٰ نے حضرت مریم کے واسطے پیدا کیا تہا۔ پس تجھے چاہیئے کہ خدا سے ڈر اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نہ بنا کیونکہ مثال عیسیٰ علیہ السلام کی خدا کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی سی مثال ہے کہ اسکو مٹی سے پیدا کیا۔ (تا آخر سورۃ)

ابن سعد نے ابن عمرؓ سے روایت کی۔ کہ آپنے اپنے عمال سے اُن کے مال کی ایک فہرست مانگی جنمیں سعد بن وقاص بہی تہے پس اُسکو نصفا نصف کرکے ایک حصہ لے لیا اور ایک حصہ چھوڑ دیا۔

شعبی نے روایت کی۔ کہ جب آپ کسی عامل کو مقرر کرتے تہے تو اسکے مال کی فہرست لکھ لیا کرتے تہے۔

ابی امامہ نے روایت کی کہ آپ نے مدتوں بیت المال میں سے ایک حبہ بہی اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا حتی کہ آپ پر مفلسی غالب ہوگئی۔ آپنے اصحاب کو جمع کرکے فرمایا کہ میں کاروبار خلافت میں سراپا مشغول ہوگیا ہوں اور اپنے نفقہ کا کوئی فکر نہیں کرسکتا۔ آپ سب صاحب مجھے اس امر میں کیا صلاح دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ صبح شام کا کھانا آپ کو بیت المال سے ملا کریگا حضرت عمرؓ نے اسی کو منظور فرمالیا۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے کہ آپنے ایک حج میں سولہ دینار خرچ کیئے اور پھر مجھسے فرمایا کہ ہمنے بہت زیادہ خرچ کردیا ہے۔

عبد الرزاق نے قتادہ اور شعبی سے روایت کی کہ ایک عورت نے آپ سے آکر کہا کہ میرا شوہر دن کو روزہ رکہتا ہے اور رات کو شب بھر نماز پڑہتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب تو تیرا شوہر واقعی قابل تعریف ہے۔ کعب بن سوار وہاں بیٹھے تہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تعریف نہیں کرتی۔ بلکہ وہ اپنے شوہر کا شکوہ کرتی ہے کہ وہ اسکا حق زناشوئی ادا نہیں کرتا۔ جب آپ پر یہ امر واضح ہوگیا تو پھر کہا کہ امیر المومنین خدا نے چار عورتیں حلال کی ہیں۔ اس حساب سے چوتھا دن اور چوتھی رات اسکے شوہر کو اسکے لیئے مخصوص کرنی چاہیئے۔

ابن جریج فرماتے ہیں کہ ایک رات شب گشت میں حضرت عمرؓ نے اشعار مندرجہ بالا ایک عورت کی زبان سے سنے تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تجھے کیا ہوگیا۔ اُسنے کہا کہ میرا شوہر دو ماہ سے لڑائی پر گیا ہوا ہے اُس کے غلبہ اشتیاق میں یہ اشعار میری زبان سے نکل گئے۔ آپنے پوچھا کہ تونے بُرے کام کا ارادہ تو نہیں کرلیا ہے۔ اُسنے کہا کہ توبہ خدا کی۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا صبر کر میں صبح کو قاصد بھیجتا ہوں۔ چنانچہ آپنے قاصد طلبی روانہ کیا آپنے واپس آکر حضرت حفصہ (اپنی حرم محترم) سے کہا کہ مجھپر ایک مشکل آن پڑی ہے۔ اسکو حل کردو۔ یہ بتلاؤ کہ عورت کو مرد کی خواہش کتنی مدت تک نہیں ہوتی۔ آپ نے شرم کے مارے اپنا سر جھکا لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتا۔ حضرت حفصہ نے بمجبوری ہاتھ کے اشارے سے بتلایا کہ تین ورنہ چار ماہ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص چار ماہ سے زیادہ میدان جنگ میں حاضر نہ رہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ نے اگر اپنی بیویوں کی معاملات وتوقعہ کی نسبت شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی تم کیا کہتے ہو خود میرا بھی یہی حال ہے کہ اگر میں کسی ضرورت سے باہر جاتا ہوں تو مجھسے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قبیلے کی جوان عورتوں کی دید بازی کیلئے گئے تھے۔ اسپر حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ کیا آپ کو یہ خبر نہیں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے حضرت سارہ کے خلق کی شکایت کی تھی۔ تو اُن سے کہا گیا تھا کہ عورتیں پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہیں۔ جہاں تک ہو سکے اُن کو نباہنا چاہیئے۔ تاوقتیکہ ان کے دین میں کوئی خرابی نہ دیکھی جائے۔

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادے بالوں میں کنگھا کئے اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے آپکے سامنے آئے تو آپ نے اتنے دُرے لگائے کہ وہ رو پڑے حضرت حفصہ نے پوچھا کہ بھلا آپنے اسکو کس قصور سے مارا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ مینے یہ دیکھا کہ اسکو نفس نے غرور میں ڈالا ہے اسلئے مینے اُسکو سبک کر دینا چاہا تھا۔

لیث ابن ابو سلیم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کا نام حکم یا ابوالحکم نہ رکھو کیونکہ حکم خدا ہی ہے۔ اور نہ کسی راستہ کا نام سکہ رکھو۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ضحاک سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے فرمایا کہ کاش میں کنارہ سڑک پر ایک درخت ہوتا اور کوئی اونٹ آکر مجھے چبا جاتا۔ اور نگل جاتا۔ اور پھر مینگنی کر کے نکال دیتا۔ مگر میں انسان نہ ہوتا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کاش میں دنبہ ہوتا۔ اور مجھے پال کر ایسا موٹا کیا جاتا کہ لوگ چاہ سے مجھے دیکھنے آتے پھر مجھے ذبح کر ڈالتے اور میرے کچھ گوشت کو بھون کر کھاتے اور کچھ حصے پارچہ بنا کر پکا کر کھا جاتے مگر میں انسان نہ ہوتا۔

ابن عساکر نے ابو البختری سے روایت کی کہ ایک روز آپ ممبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ حضرت حسن کھیلتے ہوئے آئے اور فرمانے لگے کہ میرے باپ کے ممبر سے نیچے اُترو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ بیشک ممبر تمہارے ہی باپ کا ہے میرے باپ کا نہیں ہے۔ مگر یہ تو بتلاؤ کہ تمہیں کس نے سکھلایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ واللہ مینے نہیں سکھلایا ہے دیکھیئے میں ابھی اس کو اسکی بیوفائی کی سزا دیتا ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ آپ سچ کہنے پر کیوں سزا دیتے ہیں۔ بیشک ممبر انکے باپ کا ہی ہے (اس روایت کے اسناد صحیح ہیں)

خطیب نے ابن سلمہ اور سعید بن مسیب کی چشم دید روایت کی کہ حضرت عمر اور عثمان رضہ کسی مسئلہ پر اس شدت کے ساتھ لڑ رہے ہیں کہ دیکھنے والے حضرات کو یہ گمان ہوا کہ اب ان دونوں میں کبھی صلح نہ ہوگی۔ لیکن جب دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے ہیں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آپسمیں کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔

حضرت ابن سعد حضرت حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلا خطبہ جو حضرت عمر نے پڑھا اسمیں فرمایا کہ بعد حمد ونعت معلوم ہو کہ میں تمہارے ساتھ اور تم میرے ساتھ مبتلا ہوگئے۔ اور میں اپنے دو دوستوں کے بعد خلیفہ مقرر کیا گیا ہوں جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ سن لیں اور جو غیر حاضر ہیں اُن کو سنا دیں کہ میں تمپر اُن لوگوں کو عامل کرونگا جو اہل قوت وامانت ہوں جو نیکی کریگا اسکو نیک بدلہ دیا جائیگا اور جو بدی کریگا اسکو سزا ملے گی۔ خدا ہماری اور تمہاری مغفرت کرے۔

جبیر بن حویرث نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضہ نے تدوین دیوان کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہر سال جو کچھ آپ کے پاس جمع ہو اسکو تقسیم کر دیا کریں اور اپنے پاس کچھ نہ رکھیں حضرت عثمان نے کہا کہ مال اسقدر ہے کہ اگر اسکو تقسیم کیا جائے تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ کس کو پہونچ گیا ہے اور کسکو نہیں پہونچا۔ اس سے یہ خوف ہے کہ کہیں گڑبڑ ہی نہ مچ جائے۔

ولید بن ہشام بن مغیرہ نے کہا کہ میں شام کے ملک میں گیا ہوں وہاں کے بادشاہوں کے دفتر حساب کتاب قائم کیے ہوئے ہیں۔ آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آپ کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ اور عقیل بن ابوطالب مخرمہ بن نوفل جبیر بن مطعم کو (جو نساب قریش میں سے تھے) بلاکر فرمایا کہ ہر شخص کا نام اسکے رتبہ کے موافق لکھو۔ چنانچہ انہوں نے پہلے بنی ہاشم کے نام لکھنے شروع کئے اور اسکے بعد حضرت ابو بکر اسکے بعد حضرت عمر اور انکی قوم کے تا خلافت تحریر کرکے ختم کئے حضرت عمر نے ملاحظہ کے بعد حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں سے نام لکھنے شروع کرو جو سب سے زیادہ قریب ہوں انکے نام اوپر لکھو۔ اور اسیطرح درجہ بدرجہ لکھتے چلے آؤ یہانتک کہ میرا نام اسی مقام آخر پر لکھو جیسا کہ مجھے خدا نے کیا ہے۔

سعید بن مسیب نے روایت کی کہ حضرت عمرؓ نے دفتر کی بنا ۲۰ سنہ ہجری میں ڈالی تھی

حسن سے روایت ہے کہ آپنے حذیفہ کو لکھا کہ لوگوں کو عطیات و تنخواہیں تقسیم کردو۔ اونہوں نے تقسیم کے بعد لکھا کہ اب بھی بہت بچا ہے آپنے لکھا کہ وہ انکی غنیمت ہے کہ خدا نے انکو عطا کی ہے وہ بھی انہیں میں تقسیم کردو۔ اوس میں میرا یا میری اولاد کا کوئی حق نہیں ہے۔

ابن سعد نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ ہم بمعہ حضرت عمرؓ کوہ عرفہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ کہ ہمنے کسیکو یا خلیفہ یا خلیفہ کہتے سنا پس ایک اور شخص نے جو اوس سے واقف تھا آواز سنی اور مالک نے کہا کہ خدا تیرے حلق کو پھاڑے۔ میں آگے بڑھا اور پوچھا کہ کون ہے۔ جبیر کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر ہی کے پاس پس پشت کھڑا تھا کہ ایک کنکر دور سے آکر حضرت عمر کے سر مبارک میں لگا جو کہ حسرتناک اظہار پر مبنی تھا میں اوسطرف کو بڑھا۔ تو مجھے پہاڑ کی طرف سے آواز آئی کہ ایک شخص کہہ رہا ہے تو جانتا ہی ہے۔ کہ خداوند کعبہ کی قسم حضرت عمرؓ ایک سال بعد اسمقام پر دائم نہ کھڑے ہوسکیں گے جبیر کہتے ہیں یہ وہی شخص تھا جو کل چلا رہا تھا پس یہ بات مجھے سخت ناگذر ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آخری حج حضرت عمرؓ نے بمعہ امہات المومنین کیا۔ اور جب ہم اوس سے واپس آتے ہوئے محصب میں پہنچے تو مینے سنا کہ کوئی شخص اپنے اونٹ پر بیٹھا ہوا پوچھ رہا تھا کہ امیر المومنین عمرؓ کہاں ہیں کسی دوسرے شخص نے جواب دیا کہ امیر المومنین یہ ہیں۔ پھر اوس نے اپنا اونٹ بٹھایا اور یہ اشعار باواز بلند پڑھے (ترجمہ) تجھپر سلام ہوا اے امام صاحب اور دست قدرت خدا اس چاک ہونیوالی پوست میں برکت دے۔ پس جس نے کوشش کی اور بازوئے شتر مرغ پر سواری کرنی چاہی۔ تو اوسکو جاننا چاہیے کہ اوس نے کل کیلئے کیا توشہ کیا ہے۔

تو نے حکم قضا کو تسلیم کیا اور بعدہ بیوفائی کی۔ گو اوسکے پورا کرنے میں تجھے کوئی تکلیف برداشت کرنی نہیں پڑی۔

اسکے بعد وہ سوار اوس جگہ سے نہیں ہلا۔ اور پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کون تھا اور وہیں غائب ہوگیا تو ہمنے آپس میں کہا کہ یہ جن ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ جب حج سے لوٹے تو آپ خنجر سے شہید کردیے گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ باتیں پہلے اہل بدر میں تھیں پھر اہل احد میں پھر فلاں فلاں میں جنمیں سے کوئی باقی نہیں ہے اون لوگوں میں سے نہ کوئی آزاد نہ پسر آزاد باقی ہے۔ اور نہ ہی کوئی عورت موجود ہے جس سے کچھ حال معلوم ہوسکے (عبد الرحمن)

ایک شخص نے آپسے کہا کہ کیا آپ اپنے بعد عبد اللہ بن عمر کو خلیفہ نہ کریں گے۔ آپنے فرمایا کہ خدا تجھے غارت کرے واللہ مینے کبھی خدا سے اپنے بیٹے کے خلیفہ ہونے کی دعا نہیں مانگی بھلا میں ایسے آدمی کو خلیفہ کرسکتا ہوں جسکو اتنی بھی جرات نہ ہو کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ (منتخب)

شداد بن اوس نے روایت کی۔ کہ حضرت کعب احبار کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تہا جسکے خصائل حضرت عمرؓ سے ملتے جلتے تہے۔ حتیٰ کہ جب کبھی اسکا ذکر آتا تو حضرت عمرؓ کا ضرور ہی ذکر آتا اور حضرت عمرؓ کے ذکر کیوقت اوسکا اسکے زمانہ کے نبی کو خدا نے وحی کی کہ اس بادشاہ سے کہدو کہ اپنے جملہ امورات و پیمان کو پورا کر لیوے جو کچھ وصیت کرنی ہو تحریر کر دے کیونکہ اُسکی عمر کے تین روز باقی رہ گئے ہیں۔ پس نبیؑ نے اوسکو اس امر کی اطلاع دی۔ پس جب تیسرا دن ہوا تو وہ درمیان دیوار اور تخت کے سجدہ میں گر پڑا اور نہایت عاجزی سے یہ دعا مانگی کہ الٰہی مجھے اسقدر مہلت دے کہ میرا لڑکا جوان ہو جائے اور اسکی ماں تربیت دیدے تو خوب جانتا ہے کہ مینے تیرے احکام کی تعمیل کی ہے اور اپنی رعایا سے عدل کیا ہے اور اگر کسی امر میں اختلاف پایا تو تیری ہدایت طلب کی۔ اسی روز اس نبی کو پہر وحی الٰہی ہوئی کہ اوس بادشاہ نے ہمسے اپنے عدل و ایمان کے وسیلہ میں دعا کی ہے جو اسنے سچ کہا ہے اسلیئے ہم اُسکو چندان برس عمر اور عطا کرتے ہیں اس عرصہ میں اسکا لڑکا بڑا ہو جائیگا اور تربیت والدہ کی پالے گا۔ حضرت کعب احبار نے یہ قصہ حضرت عمرؓ کے سامنے جب وہ زخمی ہوئے تو بیان کر کے کہا۔ کہ آپ بہی دعا کریں تاکہ خدا آپکی بہی عمر دراز کرے حضرت عمر نے یہ واقعہ سنکر دعا کی کہ الٰہی مجھے بغیر عاجز کیئے۔ اور الم دیئے اٹھا لیئے۔

سلیمان بن لیسار کہتے ہیں کہ جنون نے موت عمرؓ پر نوحہ کیا تہا چنانچہ مالک کہتے ہیں کہ جب آپ شہید ہوئے جنون کیطرف سے یہ اشعار سنے گئے (ترجمہ اشعار) جو شخص رونے والا ہو وہ اسلام پر روئے ٭ کیونکہ قریب ہے کہ بیہوش ہوگئے وہ اور اونکا زمانہ ختم ہو گیا۔ دنیا اُلٹ گئی اور اوسکا بہترین آدمی چل دیا ٭ وہ شخص طول ہوگا جو وعدوں پر یقین کیئے بیٹھا تہا ٭

ابن ابوالدینا نے یحییٰ سے روایت کی۔ کہ آپ نے اپنے صاحبزادے کو وصیت کی کہ میرے کفن میں اسراف نہ کرنا۔ کیونکہ اگر خدا کے نزدیک میں اس سے بہتر لباس کے لائق ہوں تو مجھے وہ اس سے بہتر عطا فرماویگا۔ ورنہ مجھسے یہ بہی بہت جلد چھن جائیگا۔ میری قبر بہی لمبی چوڑی نہ کھدوانا بلکہ میانہ روی اختیار کرنا۔ کیونکہ اگر میں خدا کے نزدیک زیادہ جگہ کا مستحق ہوں تو مجھے مد بصر تک جگہ وسیع عطا کریگا۔ ورنہ اسقدر جگہ تنگ کی جائیگی کہ میری پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اور کسی عورت کو میرے جنازے کے ساتہہ نہ آنے دینا۔ جو صفات مجہہ میں نہیں ہیں اون سے مجھے یاد نہ کرنا۔ کیونکہ خدا سب سے زیادہ دانائے راز ہے جب میرا جنازہ لیکر چلو تو چلنے میں جلدی کرنا۔ کیونکہ اگر میرے لیئے کچھ بھلائی ہے تو اس تک پہونچانے میں تم سے جہانتک ہوسکے جلدی کرنا اور اگر اس قابل میں نہیں ہوں تو تم ایک بد چیز کا بوجھ اپنے کندہوں سے اُتار پھینکو گے۔

فصل (۱۳)

حالات بعد وفات حضرت عمرؓ۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ کے انتقال کے ایک سال بعد مَیں نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عمر کو مجھے خواب میں دکھلا چنانچہ آپکے ایک سال کے بعد حضرت عمر کو خواب میں دیکھا کہ آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھہ رہے ہیں حضرت عباس نے پوچھا کہ اے امیر المومنین میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کا کیا حال ہے۔ آپنے فرمایا کہ مینے اسیوقت حساب سے فراغت پائی ہے۔ اگر خدا رؤف و رحیم نہ ہوتا تو قریب تہا کہ میں تباہ ہو جاتا۔

زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص نے آپکو خواب میں دیکھا اور پوچھا آپ کے ساتہہ خدا نے کیا کیا

آپنے پوچھا کہ میں تم سے کب جدا ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بارہ برس ہوئے۔ آپنے فرمایا کہ میں ابہی حساب سے فارغ ہوا ہوں۔
ابن سعد نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ میں نے انصار میں سے ایک شخص سے سنا کہ اسنے حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھنے کی دعا کی پس اسنے دس برس کے بعد آپکو دیکھا کہ آپ اپنی جبین مبارک سے پسینہ پونچہہ رہے ہیں آپنے فرمایا کہ میں ابہی حساب سے فارغ ہوا ہوں اگر خدا میرے اوپر رحم نہ کرتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔
حاکم نے شعبی سے روایت کی کہ عاتکہ بنت زید نے بحالت ضعیفی حضرت عمرؓ کے شان میں یہ شعر کہے (ترجمہ) میرے آنکھیں آنسوؤں کا مینہہ برسانی ہیں اور روتی ہیں۔ واسطے امام مقتول کے جسکے حادثہ فوت نے مجھے دردمند و مصیبت زدہ درس گاہ فارس میں کر دیا۔ جو کہ روز گشتن بسرزنش تک رہیگا اے خدا ہمارے دین کو پاک رکھ اور کاربار زمانہ میں مدد دے۔ میرے غم و اندوہ کی کثرت کو باران رحمت سے شاداب کر۔ اب اہل فراا و ربؤس سے کہدو کہ تم بہی مرجاؤ جبکہ حوادث روزگار نے ہمیں پیالہ موت پلادیا۔

فصل (۱۴)

اصحاب وفات شدہ زمانہ حضرت عمرؓ

آپکے زمانۂ خلافت میں حسب ذیل حضرات نے دنیائے گزشتنی وگزاشتنی کو چھوڑا۔
عتبہ بن غزوان۔ علاء بن الحضرمی۔ قیس بن سکن۔ ابو قحافہ والد حضرت صدیق اکبرؓ۔ سعد بن عبادہ۔ سہیل بن عمرو ابن ام مکتوم موذن۔ عیاش بن ابو ربیعہ۔ عبدالرحمٰن زبیر بن عوام کے بہائی۔ قیس بن صعصعہ (یہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قرآن شریف جمع کیا تہا) نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور اون کے بہائی ابوسفیان۔ ام المومنین ماریہ حضرت ابراہیم کی والدہ ماجدہ۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ معاذ بن جبل۔ یزید بن ابوسفیان۔ شرحبیل بن حسنہ۔ فضل ابن عباس۔ ابوجندل بن سہیل ابومالک الاشعری۔ صفوان بن معطل۔ ابی بن کعب۔ بلال موذن۔ اُسید بن حُضیر۔ براء بن مالک حضرت انسؓ کے بہائی زینب بنت حجش۔ عیاض بن غنم۔ ابوالہیثم بن تیہان۔ خالد بن ولید۔ جارود۔ سید بنی عبدالقیس۔ نعمان بن مقرن۔ قتادہ بن نعمان۔ اقرع بن حابس۔ سودہ بنت زمعہ۔ عویم بن ساعدہ۔ غیلان الثقفی۔ ابومحجن الثقفی۔ اور دیگر حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

فصل (۱)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی الاموی۔ ابوعمر عرف ابو عبداللہ و ابولیلےٰ۔
آپ چہہ سال بعد از واقعہ فیل پیدا ہوئے اور ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ آپ اون لوگوں میں سے ہیں جنکو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی طرف بلایا۔ آپنے دو ہجرتیں کیں۔ ایک دفعہ حبشہ کی۔ اور دوسری مدینہ کی طرف حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل از نبوت انکا نکاح ہوا جنہوں نے ایام غزوہ بدر میں آپکے پاس انتقال کیا۔ اور بوجہ تیمارداری حضرت رقیہ کے باجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپکو حصہ عطا کیا اور اجر دیا اسی وجہ سے آپ اہل بدر میں شمار کیئے جاتے ہیں۔ جسوقت فتح بدر کی خبر لیکر لوگ آئے اسوقت

حضرت رقیہ کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔ ان کے انتقال کے بعد جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ام کلثوم اسکی ہمشیرہ سے آپکا نکاح کیا جنہوں نے ۹ سنہ ہجری میں انتقال کیا۔

علماء کہتے ہیں کہ سوا حضرت عثمان کے کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جسکے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں ہی ہوں اسی لیے آپکا نام ذوالنورین پڑگیا۔ آپ سابقین اولین اور اول مہاجرین سے اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنکے لیے جنت کی خوشخبری دیگئی ہے اور اُن چھہ آدمیوں میں سے ہیں جنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات شریف کے وقت تک خوش تھے آپ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے قرآن شریف کو جمع کیا۔ بلکہ ابن عبادہ کا تو یہ قول ہے کہ سوا حضرت عثمان اور مامون کے اور کسی نے قرآن شریف جمع نہیں کیا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ ذات الرقاع اور غطفان کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت عثمان ہی کو مدینہ شریف میں اپنا خلیفہ کرکے چھوڑ گئے تھے۔

آپ ایک سو چھیالیس حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ اور آپ سے زید بن خالد جہنی۔ ابن زبیر۔ سائب بن یزید۔ انس بن مالک۔ زید بن ثابت۔ سلمہ بن اکوع۔ ابوامامہ باہلی۔ ابن عباس۔ ابن عمر و عبداللہ بن مغفل ابوقتادہ۔ ابوہریرہ۔ اور دیگر صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ ابن سعد نے

عبدالرحمن بن حاطب سے روایت کی۔ کہ جس خوبصورتی اور تکمیل کے ساتھہ حضرت عثمان حدیث بیان کیا کرتے تھے کوئی صحابی نہیں بیان کرسکتا تہا اور آپ پر حدیث کی سخت ہیبت طاری رہا کرتی تہی۔

محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ مناسک حج سے بہتر حضرت عثمان جانتے تہے اور آپ کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

بیہقی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ مجھے حسین الجعفی نے کہا ہے کہ تجھے معلوم ہے۔ کہ کیوں عثمان رض کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا کہ خلق آدم سے لیکر قیامت تک کوئی شخص سوا حضرت عثمان کے ایسا نہیں ہوا اور نہ ہوگا جسکی نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

ابونعیم نے حسن سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان کو ذوالنورین اسلئے کہا جاتا ہے کہ آپکے جہاں تک ہمیں علم ہے اپنا دروازہ دختران نبی کے سوا بند کردیا تہا۔

خیثمہ نے فضائل صحابہ میں عساکر سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے حضرت عثمانؓ کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہ انکا کیا پوچھنا ہے وہ ملاء الاعلیٰ میں ذوالنورین کے خطاب سے مشہور ہیں انکے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رہی ہیں۔

ایک اور حدیث ضعیف میں ہے کہ مالینی نے سہل بن سعد سے روایت کی کہ آپ کو ذوالنورین اسواسطے کہتے ہیں کہ آپ جنت میں مکان سے دوسرے مکان منتقل ہونگے اور آپ پر دو مرتبہ تجلی ہوگی۔

ایام جاہلیت میں آپ کی کنیت ابوعمر تہی۔ زمانہ اسلام میں حضرت رقیہ سے آپکے یہاں عبداللہ تولد ہوئے تو آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہوگئی۔ آپکی والدہ ماجدہ کا نام نہاروی بنت کریز ابن ربیعہ بن علیب بن عبدشمس اور اُن کی والدہ (حضرت عثمان کی نانی) کا نام حکیم البیضا بنت عبدالمطلب بن ہاشم تہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کے ساتھہ توام پیدا ہوئی تہیں۔ پس اس رشتہ سے حضرت عثمان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپہی کی بیٹی تہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بعد حضرت ابوبکر صدیق اور علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے بعد ایمان لائے تھے۔
ابن عساکر نے روایت کی کہ آپ میانہ قد وخوبصورت شخص تھے۔ سرخی مائل زرد رنگ چہرہ کا تہا۔ جسپر نشانات چیچک تھے۔ واڑہی بہت گھنی تھی۔ ہڈی چوڑی تہی۔ رنگ میں سرخی بہت چمکتی تہی دونوں شانوں میں بہت فاصلہ تہا۔ پنڈلیاں بہری بہری تہیں۔ ہاتہہ لمبے لمبے تہے اورانپر بال تھے سر پر گہونگروالے بال تھے۔ دانت بہت خوبصورت تھے۔ کن پٹی کے بال بہت نیچے آئے ہوئے تھے وسمہ سے خضاب کیا کرتے تھے۔ دانتوں کو سونے کی تار سے مضبوطی کیلئے باندہا ہوا تہا۔
ابن عساکر نے لکہا ہے کہ عبداللہ بن حزم مازنی کہتے ہیں کہ میں نے کسی مرد یا عورت کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ خوب صورت نہیں دیکہا۔ ایسا ہی موسے بن طلحہ کا قول ہے کہ آپ سب سے زیادہ خوبصورت تہے۔
اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ مجہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑا گوشت کا بہرا ہوا پیالہ لیکر حضرت عثمانؓ کے مکان پر بہیجا۔ جب میں اونکے مکان میں داخل ہوا تو حضرت رقیہ بہی گہر ہی میں تہیں۔ میں کبہی انکی طرف دیکہتا تہا۔ اور کبہی حضرت عثمان کیطرف جب میں واپس گیا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم انکے مکان کے اندر گئے تہے۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ پہر آپنے فرمایا کہ کبہی ایسے زیادہ خوب صورت میاں بیوی تیری نظر سے گذرے ہیں۔ مینے عرض کیا کہ نہیں۔
ابن سعد نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی کہ جب آپنے اسلام قبول کیا تو آپکو آپکے پہوپہا حکم بن ابوالعاص پکڑ کر لے گئے۔ اور ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ اور کہا کہ چونکہ تو نے اپنے بزرگوں کا دین چہوڑ دیا ہے اور ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ اسلیئے واللہ میں تمہیں بالکل نہ چہوڑونگا تاوقتیکہ تم نئے دین سے نہ پھر جاؤ۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھاکر کہا کہ میں کبہی یہ دین نہ چہوڑونگا۔ حکم نے آپکا یہ استقلال دین دیکہکر آپ کو چہوڑ دیا۔
ابویعلی بذریعہ روایت حضرت انس کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے حبشہ کیطرف معہ اپنے اہل وعیال ہجرت کی وہ حضرت عثمان بن عفان تہے۔ آپکے چلے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا عثمانؓ کے ساتہہ ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے اُن ہی نے راہ خدا میں ہجرت کی تہی۔
ابن عدی نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا تو آپ نے صاحبزادی سے فرمایا کہ تمہارے شوہر تمہارے دادا ابراہیم اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بہت مماثل ہیں۔
ابن عدی و ابن عساکر نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں عثمان کو اپنے دادا ابراہیم سے بہت مماثل (مشابہ) پاتا ہوں۔

فصل (۲)

احادیث جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہیں (سوائے مذکور)

امام بخاری ومسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کپڑے سمیٹے اور فرمایا کہ میں ایسے آدمی سے کیوں نہ شرم کروں جس سے ملائکہ بہی شرم کرتے ہیں۔
امام بخاری نے عبدالرحمن سلمی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان محصور ہو گئے۔ تو آپنے اوپر سے جہانک کر محاصرہ

کرنیوالوں سے فرمایا کہ میں صحابہ کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لشکر عسرۃ کی تیاری کرے گا۔ اسکو جنت ملیگی۔ اسپر میں نے لشکر عسرۃ کی تیاری کی اور کیا تم یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رومہ کے کنوئیں کو کھودے اسکو جنت ملیگی۔ اسپر میں نے اس کنوئیں کو کھودا۔ یہ سنکر سب لوگوں نے آپ کی تصدیق کی۔

ترمذی نے عبدالرحمن بن خباب سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اسوقت آپ لشکر عسرت کی تیاری میں مصروف تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں سو اونٹ معہ پالان گلیم وغیرہ فی سبیل اللہ کے دیتا ہوں۔ چنانچہ لشکر میں اونٹ پیش کردیئے اور تھوڑی دیر میں اور دو سو اونٹ معہ سامان پالان وغیرہ پیش کیئے پھر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آٹھ سو اونٹ معہ پالان وغیرہ فی سبیل اللہ اور دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر اب عثمان کوئی نفلی کام نہ بھی کریں تو انکو ضرورت نہیں ہے۔

ترمذی نے انسؓ سے اور حاکم نے عبدالرحمان بن سمرہ سے روایت کی۔ کہ جب لشکر عسرۃ کی تیاری ہو رہی تھی۔ تو حضرت عثمانؓ نے ہزار دینار لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں ڈالدیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیناروں کو الٹاتے اور فرماتے تھے کہ اگر اب کوئی نفلی کام عثمان نہ کریں تو مضائقہ نہیں ہے۔

ترمذی نے انس سے روایت کی ہے کہ بعیت رضوان کے وقت حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بطور ایلچی کے مکہ شریف میں گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے جب بعیت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ خدا اور خدا کے رسول کے کام پر گئے ہوئے ہیں۔ اور اپنا ہاتھ بمنزلہ ہاتھ عثمان دوسرے ہاتھ پر رکھکر گویا ان سے بعیت لی ظاہر ہے کہ اس صورت میں آپ کا دست مبارک حضرت عثمان کے دست مبارک سے کہیں بہتر تھا۔ اور اس سے اب آپ کی کتنی بڑی فضیلت نکلتی ہے۔

ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ ایک فتنہ میں یہ (حضرت عثمان کی طرف اشارہ کرکے) مظلوم قتل ہو جائیگا۔

ترمذی ۔حاکم ۔ابن ماجہ بروایت مرہ بن کعب لکھتے ہیں میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فتنوں کا ذکر فرمارہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص سر پر کپڑا اڑالے ہوئے وہاں سے گزرا آپ نے اسکی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ اسروز ہدایت پر ہوگا۔ میں نے کھڑے ہو کر اس شخص کو دیکھا تو حضرت عثمان تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یہ ہدایت پر ہونگے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

ترمذی اور حاکم نے روایت کی۔ کہ حضرت عائشہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ خدا تعالےٰ تجھے ایک قمیص (خلافت) عطا کرے گا۔ جب منافق اُسے اوتار دینے کو کہیں تو نہ اوتارنا یہانتک تجھ سے آملے بروایت ترمذی از حضرت عثمانؓ اسی بنا پر آپنے جس روز کہ آپ محصور ہوئے ہیں فرمایا تھا کہ مجھسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد لے لیا ہے۔ اور اسی پر میں صابر ہوں۔

حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی۔ کہ آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو دفعہ جنت مول لے لی۔ ایک جب چاہ رومہ کھودا گیا۔ دوئم جب لشکر عسرہ کی تیاری ہوئی۔

ابن عساکر نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری صحابہ

میں مجھسے سب سے زیادہ عثمان مشابہ شکل ہیں۔
طبرانی نے عصمہ بن مالک سے روایت کی۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی نے بھی انتقال فرمایا۔ تو آپنے صحابہ سے فرمایا۔ کہ عثمان کا نکاح کردو۔ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں انکے نکاح میں دیدیتا۔ مینے انکے جو پہلے نکاح کیئے ہیں وہ بھی وحی کے ذریعہ سے تھے۔
ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مینے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان سے فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو سب کا یکے بعد دیگرے تم سے نکاح کردیتا۔ تاحدیکہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔
ابن عساکر نے لکھا ہے کہ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عثمان میرے پاس سے گزرے تو مجھسے ایک فرشتہ نے جو کہ میرے پاس کھڑا تھا کہا کہ مجھے ان سے شرم آتی ہے کیونکہ انکو قوم قتل کردیگی۔
ابویعلی نے ابن عمر سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسطرح عثمان خدا اور اسکے رسول (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حیا کرتے ہیں فرشتے اُن سے حیا کرتے ہیں۔
حضرت حسن سے آپ کی حیا کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کبھی حضرت عثمان نہانا چاہتے تو گو دروازہ بند کردیتے پھر بھی کپڑے اوتارنے میں اسقدر شرماتے تھے کہ پشت سیدھی نہ کرسکتے تھے۔ (ابن عساکر)

فصل (۳)

خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ

واقعات ۲۳ھ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن سے تیسرے روز آپ سے بیعت کی گئی۔ کہتے ہیں کہ اُن دنوں لوگ حضرت عبدالرحمن بن عوف سے مشورے اور سرگوشیاں کیا کرتے تھے۔ لیکن جس صاحب رائے شخص نے اون سے خلوت میں مشورہ کیا اُسی نے حضرت عثمان سے بیعت کرلی۔ جب حضرت عبدالرحمن بیعت کیلئے بیٹھے تو خدا کی ثنا وصفت کرکے کہا کہ تمام لوگ سوا حضرت عثمان کے اور کسی سے بیعت کرنیمیں انکار کرتے ہیں (ابن عساکر نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی) ایک اور روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے بعد حمد وثنا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخاطب ہوکر کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمام لوگ عثمانؓ پر مائل ہوتے جاتے ہیں۔ اسلیئے آپ اپنے لیئے کوئی کارروائی نہ کریں یہ کہکر حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑکے کہا کہ میں آپسے سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دو خلفاء مابعد پر بیعت کرتاہوں۔ انکے بعد مہاجرین وانصار نے بیعت کرلی۔
حضرت انس نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابوطلحہ انصاری کو بلاکر کہا کہ تم انصار میں سے پچاس آدمیوں کو معہ ان آدمیوں کے لیجاکر اصحاب شوریٰ میں جاملو۔ جو میرا خیال ہے کہ ابھی ایک مکان میں جمع ہونیوالے ہیں۔ تم اپنے آدمیوں کو لیئے ہوئے دروازے پر کھڑے رہنا۔ اور کسی کو وہاں داخل نہ ہونے دینا۔ اور نہ ہی انکو دوسرے روز مشورے کیلئے ملتوی کرنے دینا۔
مسند احمد میں ابی وائل سے روایت ہے۔ کہ عبدالرحمن بن عوف سے پوچھا گیا۔ کہ تم نے حضرت عثمان سے کن وجوہات

پر بیعت کی اور حضرت علی کو کن دلائل سے ترک کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اولاً حضرت علی سے پوچھا کہ میں آپ سے حکم اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و سیرت حضرت ابوبکرؓ و عمر خطاب کے مطابق بیعت کروں آپ نے جواب دیا کہ جیسے تمہاری مرضی۔ پھر میں نے یہی بات حضرت عثمانؓ سے پوچھی انہوں نے جواب دیا۔ ہاں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان سے علیحدہ بھی لیجا کر پوچھا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کرنے کی رائے دیتے ہیں آپنے کہا کہ علی سے پھر مینے حضرت علی سے بھی سوال کیا انہوں نے حضرت عثمان کا نام لیا۔ پھر مینے زبیر سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ علی یا عثمان سے۔ پھر سعد کو بلاکر انسے بھی یہی سوال کیا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ میرا یا تمہارا تو کوئی ارادہ خلافت کا نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عثمان کا نام لیا۔ پھر اور اعیان امت سے پوچھا۔ تو انکی کثرت رائے حضرت عثمان ہی کیطرف تھی۔

ابن سعد۔ حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی۔ جب حضرت عثمان نے بیعت کی اور خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو اسپر ہم سب میں سے جو باقی ماندہ تھے بہتر تھے اور ہمنے دریغ بھی نہ کی۔

۲۴ سنہ۔ آپ کی خلافت کے پہلے سال (۲۴ھ) میں رے اور ملک روم کے بہت سے قلعے فتح ہوئے حضرت عثمانؓ نے مغیرہ کو حکومت کوفہ سے معزول کرکے سعد بن وقاص کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اس سال لوگوں کی نکسیریں بہت جاری ہوئیں۔ چنانچہ حضرت عثمان بھی اسمیں مبتلا ہوگئے اور حج کو نہ جاسکے بلکہ مایوس ہوکر آپ نے وصیت بھی کردی اسیوجہ سے اس سال کا نام اہل عرب نے نکسیر کا سال رکھدیا۔

۲۵ سنہ ہجری میں حضرت عثمان نے سعد بن وقاص کو کوفہ سے معزول کرکے ولید بن عقبہ بن معیط صحابی کو (جو والدہ کی طرف سے رشتہ میں آپ کے بھائی ہوتے تھے) وہاں کا حاکم کرکے بھیجا اسی پر سب سے پہلا الزام حضرت عثمان پر قایم کیا گیا کہ آپ اپنے عزیزوں کی پرورش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ولید نے نشہ میں لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا اور مقتدیوں سے کہا کہ اگر کہو تو اور پڑھادوں۔

۲۶ سنہ ہجری میں سابور فتح ہوا۔ اور حضرت عثمان نے کچھ مکانات خریدکر مسجد حرام کو وسیع کیا۔

۲۷ سنہ ہجری میں معاویہ نے جہاز پر فوج لیجا کر قبرس پر حملہ کیا اس لشکر میں عبادہ بن صامت معہ اپنی بیوی ام حرام بنت ملحان انصاری کے شامل تھے۔ آپ کی بیوی گھوڑے سے گرکر انتقال کرگئیں۔ اور وہیں قبرس میں دفن ہوئیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی انکو خبر دے چکے تھے کہ تم فلاں جگہ مروگی اور اس لشکر کیلئے دعا فرما چکے تھے۔

اسی سال ارجان و دارابجرد فتح ہوا۔ اور حضرت عثمان نے حضرت عمرو بن عاص کو مصر سے معزول کرکے ان کی جگہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو بھیجا۔ انہوں نے وہاں جاکر افریقہ پر حملہ کیا اور کل کوہ و دشت وغیرہ کو فتح کرکے تمام ملک قبضہ کرلیا اسمیں مسلمانوں کو مال غنیمت بہت ہاتھ آیا حتےٰ کہ فی سپاہی بقولے ہزار اور بقولے تین ہزار دینار حصہ میں آئے۔ پھر اسی سال اندلس کو فتح کیا۔

لطیفہ۔ حضرت معاویہ حضرت عمرؓ سے ہمیشہ عرض کرتے رہے کہ دریا کے راستہ سے فوج لیجا کر قبرس پر حملہ کیا جائے۔ آخر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاص کو لکھا کہ دریا اور اسکی سواری کا حال لکھو انہوں نے ان الفاظ میں جواب لکھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ بڑی مخلوق چھوٹی مخلوق پر سوار ہوتی ہے وہ چھوٹی مخلوق اگر ٹھیر جائے تو دل پھٹنے لگتے ہیں اور اگر چلنے لگے تو ڈر لگتا ہے اسمیں خوبیاں کم ہیں اور برائیاں بہت۔ اسپر جو لوگ سوار ہوتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے لکڑی پر

کیڑا بیٹھا ہو۔ اگر ذرا ٹیڑھا ہو جائے تو غرق ہو جائے۔ اور اگر بچ رہے تو چمک اوٹھے۔
جب یہ جواب آپکے پاس پہنچا تو یہ تعریف دیکھکر حضرت عمرؓ نے معاویہ کو لکہدیا کہ واللہ میں کسی مسلمان کو کبھی ایسے مہلکہ میں نہ ڈالونگا۔
ابن جریر کا بیان ہے کہ آخر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کے زمانہ میں قبرس پر حملہ کیا اور لوگوں نے اوسنے جزیہ اداکرنیکا عہد کرکے صلح کرلی۔
۲۹ھ۔ ہجری میں اصطخر اور فسا وغیرہ ممالک ملحقہ فتح ہوئے۔ اور اسی سال میں حضرت عثمان نے مسجد مدینہ کو وسیع کیا۔ اسمیں منقوش پتھر لگائے اور پتھر ہی کے ستون بنائے۔ چھت میں ساگون کی لکڑی لگائی۔ اور مسجد کو طولاً ایک سو ساٹھ گز اور عرضاً ڈیڑھ سو گز کردیا۔
۳۰ھ۔ ہجری میں جور اور خراسان کا اکثر حصہ نیشاپور۔ طوس۔ سرخس۔ مرو۔ اور بیہق فتح ہوئے۔ ان فتوحات سے مال کی آمدنی ہر جانب سے ایسی کثرت ہوئی کہ خزانے بنانے پڑے۔ اور حضرت عثمان نے دل کھولکر روپیہ لوگوں کو بانٹا یہانتک کہ ہر شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے ملے جنمیں چار چار ہزار اوقیہ تھے۔
۳۱ھ تا ۳۴ھ کے واقعات اصل کتاب (کتبہائے سابقہ) میں درج نہیں ہیں۔
۳۵ھ۔ ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کیئے گئے۔
زہری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے بارہ سال خلافت کی چھ سال تک کسی کو کوئی شکایت آپ سے پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کو قریش حضرت عمرؓ کی نسبت بھی زیادہ اچھا سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کی مزاج میں شدت زیادہ تھی لیکن پھر آپ نے بہت نرمی کرنی اور اپنے اعزا و اقربا کو عامل بنانا شروع کیا۔ اور مروان کو ملک افریقہ کا خمس معاف کردیا۔ اور اپنے اقربا کو بہت سا مال دے ڈالا۔ اور اسکی تاویل میں فرمایا کہ گو حضرت ابوبکر و عمرؓ نے نہیں کیا۔ مگر میں حکم خدا کے موافق صلہ رحم کرتا ہوں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں آپ کے خلاف شورش پیدا ہوگئی۔ (ابن سعد)
ابن عساکر نے دوسرے طرز پر لکھا ہے کہ زہری کہتے ہیں کہ مینے سعید بن مسیب سے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حال پوچھا اور آپکے ساتھ لوگونکے خیالات کیسے تھے۔ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں اونکو قتل کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ مظلوم شہید ہوئے۔ جسنے اون کو شہید کیا وہ ظالم تہا۔ او جسنے اُنکا ساتھ چھوڑ دیا وہ معذور تہا۔ اوس نے پوچھا کسطرح آپنے فرمایا قصہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت بعض صحابہ کو ناگوار ہوئی۔ کیونکہ یہ سب کو معلوم تہا کہ آپ اپنے اعزا و اقربا کی بہت رعایت کرتے ہیں۔ آپ بارہ برس خلیفہ رہے۔ اس وقت اس قسم کے کئی ایک بنی امیہ سے عامل تھے جو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی نہ تھے۔ اور جنکو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھا نہ جانتے تھے مگر آپ چھ برس برابر اون صحابہ کی تالیف قلوب کرتے رہے جو آپ کے خلاف تھے۔ اور انکو معزول نہ کیا۔ لیکن پچھلے چھ برسوں میں اپنے چچا کی اولاد پر مہربان ہوئے اور ان کو بعہ انکے ہم خیال وشرکا کے عامل کرنا شروع کردیا۔ اور انکو حکم تقوی خدا کا کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابو سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا اسکو وہاں دو ہی برس ہوئے تھے کہ اہل مصر انکی شکایت ظلم کرنیکے لیئے دارالخلافت میں آئے۔ اس سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ ابو ذر اور عمار بن یاسر کے معاملات میں بنو ہذیل بنو زہرہ کے دلوں میں اور ابن معکو کے معاملہ کی نسبت بنو غفار اور اسکی اخلاف کو حضرت عثمان سے شکایت پیدا ہوچکی تہیں اہل مصر کی شکایت نے اور بھی بارود کا کام دیا۔ جس نے ابی ذرکے دل میں بہت رنجش ڈالدی۔ اور بنو مخزوم متعلق عمار بن یاسر آپسے بہت خشمناک ہوئے۔ اہل مصر ابن ابی سرح کے ظلم سے روتے ہوئے پھر آپکے پاس آئے۔ پس حضرت عثمان نے عبداللہ بن ابو سرج کو تہدیدی نامہ لکھا مگر اسنے کچھ پرواہ

نکی اور ممنوعہ امورات کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور جو لوگ دارالخلافہ میں شکائتیں کرنے آئے تہے انکو مارا پیٹا۔ اور بعض کو قتل کرادیا۔ یہ حالت دیکہکر مصر کے سات سو آدمی دارالخلافہ میں آئے اور صحابہ سے عبید اللہ بن سرح کی شکائتیں کیں۔ اور خاصکر یہ کہ اُسنے اوقات نماز میں تبدیلیاں کردی ہیں۔ طلحہ بن عبد اللہ نے حضرت عثمان سے اسمعاملہ میں سختی کے ساتہہ گفتگو کی اور حضرت عائشہ نے آپ سے کہلا بہیجا کہ صحابہ آپ سے چاہتے ہیں کہ آپ اپنے عامل کو موقوف کردیں مگر باوجود اسکے کہ اُس پر قتل کے الزام لگائے گئے ہیں آپ اسکو معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ اسکو سزا دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بہی آپسے کہا کہ یہ لوگ عامل پر خون کا دعوے کرتے ہیں اور معاوضہ قتل چاہتے ہیں اور صرف یہ چاہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابو سرح کی جگہہ دوسرا آدمی مقرر کردیں بہتر یہ ہے کہ آپ اُسکو معزول کریں اور اگر بعد تحقیقات انکا دعوے صحیح معلوم ہو تو انصاف کریں۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ بہتر ہوگا کہ یہی لوگ خود اپنے لیئے کوئی عامل منتخب کرلیں میں اسی کو بہیجدونگا۔ اور عبد اللہ بن ابو سرح کو معزول کرونگا۔ چنانچہ لوگوں نے محمد بن ابو بکر کو منتخب کیا حضرت عثمان نے اُن کی تقرری اور عبد اللہ کی معزولی کا فرمان لکہدیا اور محمد بن ابو بکر مصر کیطرف روانہ ہوگئے اور بہت سے مہاجرین و انصار بہی اون کے ہمراہ ہوگئے تاکہ عبد اللہ بن ابو سرح اور انکے درمیان جو کچہہ واقعات گزریں انکو بچشم خود دیکہہ آئیں۔

یہ قافلہ تیسری منزل پر پہونچا تہا کہ پیچہے سے ایک حبشی غلام ملا جو نہایت تیزی کے ساتہہ اپنی سانڈنی کو اوڑائے لیئے جاتا تہا اور اسکی چال ڈہال سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ یا تو وہ کسی کا قاصد ہے یا فراری۔ صحابہ نے اسکو پکڑ لیا۔ اور اُس سے پوچہا کہ تو کہاں جاتا ہے کیونکہ تو یا تو فراری ہے یا کسی کا قاصد اسنے کہا کہ میں غلام امیر المومنین کا ہوں۔ اور آپنے مجہے عامل مصر کے پاس خط دیکر بہیجا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ عامل مصر تو یہ ہیں اوس نے جواب دیا کہ میرا مدعا ان سے نہیں ہے۔ پہر محمد بن ابو بکر کو اس حال کی اطلاع دیگئی۔ انہوں نے ایک شخص کو اسکے لانے کیلئے بہیجا۔ چنانچہ اوسکو پکڑ کر پیش کیا گیا۔ آخر محمد بن ابو بکر نے خود اُس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے وہ غلام کچہہ ایسا گہبرا گیا کہ کبہی تو کہتا تہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں کبہی مروان کا مگر ایک شخص نے پہچان کر کہا کہ یہ امیر المومنین ہی کا غلام ہے۔ محمد بن ابو بکر نے پوچہا کہ تجہے کس کے پاس اور کیوں بہیجا ہے۔ اُس نے کہا کہ عامل مصر کے پاس خط دیکر بہیجا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچہا وہ خط دیکہا تو اسنے کہا کہ میرے پاس خط نہیں ہے اسکی تلاشی لی۔ تو خط نہ ملا۔ لیکن اُسکے خشک مشکیزہ میں کچہہ ملتا ہوا معلوم ہوا انہوں نے اسکو ہلاکر نکالنا چاہا۔ مگر نہ نکلنے پر اسکو چیرا تو اسمیں سے حضرت عثمان کا خط بنام ابو سرح نکلا۔ محمد بن ابو بکر نے اپنے تمام ہمراہیوں مہاجرین وغیرہ کو جمع کیا اور ان سب کے روبرو خط کو کہولا جسمیں عبد اللہ بن ابو سرح کو لکہا تہا کہ جب محمد بن ابو بکر اور فلاں فلاں اشخاص وہاں پہونچیں تو انکو کسی حیلہ سے قتل کرڈال اور ان کے فرمان تقرر کو باطل سمجہہ اور تا ہدایت ثانی اپنی حکومت پر قائم رہ اور جو تیری ظلم کی شکائتیں لیکر یہاں آئے تہے اون کو قید کردے"۔ میں تیرے لئے انشاء اللہ تعالیٰ نئی تجاویز سوچ کر تحریر کرونگا۔

یہ خط پڑہ کر سب لوگ دنگ رہ گئے اور وہیں سے فوراً مدینہ شریف لوٹ جانیکا قصد کرلیا۔ اور محمد نے اس خط پر حاضرین کی مہریں کرکے پہر بند کردیا۔ اور اس خط کو اپنے ہمراہیوں میں سے ایک کے حوالہ کیا۔ اور مدینہ کو واپس ہوئے۔ ان لوگوں نے مدینہ شریف پہونچکر۔ طلحہ۔ زبیر۔ علی۔ سعد اور دیگر موجودہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کیا۔ اور مہر توڑ کر خط انکو ملاحظہ کرایا۔ اور غلام کا تمام قصہ بیان کیا۔ اور خط پڑہکر سنایا گیا۔ سب لوگوں کو سخت غصہ حضرت عثمان پر آیا۔ اور ابن مسعود اور ابوذر اور عمار کے معاملات یاد کرکے یہ آگ اور بہڑک اٹہی اور لوگوں بہمراہی محمد بن ابو بکر۔ بنی تیم

وغیرہ نے حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ دیکھکر معہ طلحہ وزبیر وسعد۔ عمار ودیگر بدری صحابہ اور غلام خط واونٹنی کے وہاں پہونچگئے۔ پہر حضرت علی نے آپ سے پوچھا کہ یہ غلام اور اونٹنی کس کی ہے حضرت عثمان نے فرمایا کہ میری۔ پہر خط دکہلا کر پوچھا گیا کہ یہ آپنے لکھا تہا حضرت عثمان نے بحلف کہا کہ نہ میں نے یہ خط لکھا نہ لکھوایا نہ مجھے کچھہ اسکا علم ہے۔ حضرت علی نے پوچھا کہ اسپر مہر کسکی ہے آپنے فرمایا کہ مہر بیشک میری ہے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ غلام بھی آپ کا اونٹنی بہی آپ کی خط پر مہر بہی آپ کی اور آپکو اسکا کچھہ حال معلوم نہ ہو یہ کیونکر ہوسکتا ہے ہماری سمجھہ میں نہیں آتا۔ حضرت عثمان نے پہر قسم کھائی کہ نہ مینے یہ خط لکہا نہ اسکے لکھنے کا حکم دیا۔ نہ میں نے غلام کو دیکر جانب مصر بہیجا ہے۔ بعد میں مروان کی تحریر پہچانی گئی۔ اور حضرت عثمان پر اسمعاملہ میں شک ہوا اور آپ سے کہا گیا کہ مروان کو ہمارے سپرد کر دیں۔ مگر آپنے اُسکے سپرد کردینے سے انکار کردیا۔ حالانکہ مروان آپ کے مکان میں موجود تہا۔

آخر تمام صحابہ سخت ناخوش ہوکر وہاں سے شکایت کرتے ہوئے چلے آئے۔ آپ کو اس بات کا یقین کامل تہا۔ کہ حضرت عثمان کبہی جھوٹی قسم نہ کھاویں گے۔ مگر بعض نے کہا کہ ہماری دلوں کا غصہ دور نہیں ہوسکتا ہے اور حضرت عثمان شک سے بری نہیں ہوسکتے تا وقتیکہ مروان کو ہمارے سپرد نہ کردیں تاکہ ہم اس معاملہ کی نسبت دریافت کریں۔ اور معلوم کریں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنیکا حکم ناحق کیوں دیا گیا۔ اگر اسمیں حضرت عثمان کا قصور معلوم ہو تو ہم اُن کو معزول کردیں گے اگر مروان ہی کی شرارت معلوم ہو اور اسنے خود حضرت عثمان کی جانب سے لکھدیا ہے تو اُسکو الزام دیکر سزا دیں مگر حضرت عثمان نے بخوف قتل مروان اسکو سپرد کرنے سے قطعی انکار کردیا۔ اسپر لوگوں نے پوری طرح محاصرہ کرلیا اور پانی کا اندر جانا بند کردیا حضرت عثمان نے دیوار پر سے جہانک کر پوچہا کہ یہاں علی بہی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ پہر آپنے پوچہا کہ کیا تمہارے درمیاں سعد ہیں اونہوں نے کہا نہیں۔ پس آپ خاموش ہورہے اور کچھہ تامل کے بعد آپ نے فرمایا کہ کوئی اتنا کام کرے کہ حضرت علی کو اس حال سے خبر دیدے اور ہم پیاسوں کو پانی پلادے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خبر دی گئی آپنے فوراً تین مشکیزے پانی کے آپ کے یہاں بہیجدیئے (یہ پانی بہی حضرت عثمان کو اسوقت تک ملا کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے چند غلاموں کو زخم اسکے پہونچانے کے باعث نہ پہونچ گیا) اس سعی سے آخر پانی پہونچا یا گیا۔ پہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اطلاع ملی کہ اگر مروان نہ سپرد کیا گیا تو حضرت عثمان ضرور قتل ہوجائینگے حضرت علی نے فرمایا۔ کہ ہمنے تو آپ سے مروان کے دینے کیلئے کہا تہا۔ نہ کہ حضرت عثمان کے قتل کا منشا تہا۔ چنانچہ آپ نے حضرت حسن حسین کو حکم دیا کہ تم تلواریں لیئے ہوئے حضرت عثمان کے دروازے پر کھڑے رہو۔ اور کسی کو اندر نہ گھسنے دو۔ حضرت زبیر وطلحہ ودیگر حضرات نے بہی اپنے اپنے صاحبزادوں کو اسی ہدایت کے ساتہہ وہاں بہیجدیا ان سبنے کسی کو اندر نہ گھسنے دیا۔

محمد بن ابوبکر نے یہ دیکھکر بمعہ دیگر ہمراہیوں کے حضرت عثمان کے طرف تیر چلانے شروع کیئے یہانتک کہ حضرت حسنؓ آپکے دروازے پر زخمی ہوئے اور روئے مبارک آپ کا خون سے رنگین ہوگیا۔ اور مروان کو مکان کے اندر ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہ بہی زخمی ہوا۔ نیز غلام حضرت علی کا سر پھٹ گیا۔ محمد بن ابوبکر ڈر گیا کہ کہیں حسن وحسین کا حال دیکھکر بنو ہاشم نہ بگڑ بیٹھیں۔ اور فتنہ برپا ہوجائے۔ اسلیئے اسنے اپنے ساتھیوں میں سے دو آدمیوں کو کہا کہ اگر بنو ہاشم نے حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کے روئے مبارک کو خون آلودہ دیکھا تو غضب ہی ہوجائیگا۔ وہ تو عثمان کو بھول جائینگے اور الٹی آنتیں ہمارے گلے میں پڑیں گی۔ ہمارے ارادے بہی باطل ہوجائینگے۔ اسلیئے بہتر یہ ہے کہ ہم دوسرے گھر میں

سے ہوکر پس پشت مکان سے حضرت عثمان کے گھر میں کود جائیں اور انکو قتل کر ڈالیں کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اس مشورے کے موافق محمد بن ابو بکر اور اون کے دونوں ساتھی ایک انصار کے گھر سے ہوکر حضرت عثمان تک پہونچ گئے۔ اوسوقت آپ اور آپ کی حرم محترم تنہا مکان میں تھے۔ باقی سب لوگ کوٹھے پر تھے۔ اسلئے کسیکو معلوم نہ ہوا کہ آپ کے پاس کون آیا تھا۔ محمد بن ابو بکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ عثمان کی بیوی ان کے پاس ہیں انکو روک رکہوں تو تم آنا تاکہ جو کام ہمنے خفیہ طور پر شروع کیا ہے اسیطرح ختم بھی ہوجائے۔ اور جب میں انکو روک لوں تو تم فوراً جست کرکے حضرت عثمان کو قتل کردینا۔ چنانچہ محمد بن ابو بکر تنہا پہونچے۔ اور حضرت عثمان کی داڑہی پکڑلی۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ اگر تیرا باپ تجھکو اس حالت میں دیکھتا تو کیا کہتا یہ سنتے ہی محمد بن ابو بکر کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ اتنے میں وہ دونوں آدمی آگئے اور حضرت عثمان کی طرف جھپٹے اور آپ کو قتل کرکے اسی راستہ سے (جس سے آئے تھے) بھاگ گئے۔

حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ چیخنے لگیں لیکن چونکہ شور وغوغا بہت ہو رہا تھا انکی آواز کسی نے نہ سنی۔ آخر وہ کوٹھے پر چڑہیں اور بآواز بلند کہا کہ امیر المومنین قتل کردیے گئے"۔ لوگ دوڑ پڑے دیکھا تو واقعی حضرت عثمان مذبوح پڑے ہیں۔

جب یہ خبر حضرت علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ اور سعد اور دیگر اہالیان مدینہ کو پہونچی۔ تو وہ بھی مدہوشانہ بھاگے ہوئے آئے۔ اور حضرت عثمان کے پاس گئے تو اونکو مقتول پایا۔ پھر واپس آئے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادوں سے پوچھا کہ جب تم دونو دروازے پر موجود تھے تو امیر المومنین کیسے قتل کردیے گئے۔ اور یہ فرماکر حضرت حسنؓ کے منہ پر تھپڑ اور حضرت حسین کے چھاتی پر مکا مارا۔ اور محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر کو بھی بہت سخت سست کہا۔ اور سخت غصہ میں اپنے مکان پر تشریف لے آئے۔

لوگ دوڑے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ ہاتھ بڑہائیے ہم بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خلیفہ انتخاب کرنا اہل بدر کا کام ہے نہ تمہارا چنانچہ تمام اہل بدر حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ اب آپ سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں ہے۔ ہاتھ بڑہائیے تاکہ ہم فوراً بیعت کرلیں چنانچہ انہوں نے بیعت کرلی۔

مروان بمعہ اپنے بیٹے کے پہلے بھاگ چکا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمانؓ کی حرم محترم کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُن سے پوچھا کہ حضرت عثمان کو کس نے قتل کیا ہے انہوں نے کہا کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں۔ مگر دو آدمی جنکو میں نہیں پہچانتی گھر میں گھس آئے تھے۔ انکے ساتھ محمد بن ابو بکر بھی تھے۔ اور تمام حال حضرت علی اور دیگر حاضرین کو جو محمد نے کیا تھا سنا دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً محمد بن ابو بکر کو بلایا۔ اور جو کچھ حضرت عثمان کے حرم محترم نے فرمایا تھا انہیں سنایا۔ انہوں نے کہا کہ وہ جھوٹ نہیں بولتیں۔ واللہ میں گھر میں ضرور گھسا تھا۔ اور انکے قتل کا ارادہ بھی کیا تھا۔ لیکن انہوں نے مجھے میرا باپ یاد دلایا۔ میں فوراً ہی الگ ہوگیا۔ اور اسوقت سے خدا کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ واللہ میں نے نہ انکو پکڑا نہ انکو قتل کیا۔ حضرت عثمان کی حرم محترم نے کہا کہ یہ سچ کہتے ہیں۔ مگر اسنے ان دونوں شخصوں کو اندر داخل کیا تھا۔

ابن عساکر کنانہ غلام صفیہ رضی اللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کا قاتل اہل مصر میں سے ایک نیلی چشم سرخ رنگ شخص حمار نامی تھا۔

احمد نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی۔ جب حضرت عثمان محصور تھے تو انکے پاس میں نے جاکر کہا کہ افسوس کہ آپ پر خلیفہ وقت ہوتے ہوئے یہ مصیبت آگئی ہے میرے خیال میں آپ اب تین ان باتوں میں سے ایک کریں۔ یا تو نکلکر

ان لوگوں سے لڑیں آپ کے حمائتی بھی بہت سے ہیں اور کافی طاقت موجود ہے اور آپ حق پر ہیں اور آپ کے مخالفین باطل پر۔ یا کسی دوسرے دروازے سے نکلکر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو جائیں۔ اور مکہ شریف جا پہونچیں۔ وہاں بوجہ حرم کے وہ آپ کو ضرر نہ پہونچا سکیں گے۔ ورنہ آپ شام کو چلے جائیں وہاں معاویہ ہیں وہ آپ کی مدد کریں گے۔

آپ نے فرمایا کہ میں لڑائی کیلئے نہیں نکلونگا کیونکہ مجھسے یہ نہیں ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہو کر آپ کی امت کا خون کروں۔ اور کراؤں۔ مکہ شریف بھی نہیں جانا چاہتا کیونکہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک شخص مکہ میں قوم قریش سے ایسا ہوگا جو حرم میں فتنہ وفساد کرائے گا۔ اسپر دوچند عالم کا عذاب ہوگا بس میں اس وعید کا مورد نہیں بننا چاہتا۔ باقی رہا شام چلا جانا مجھسے یہ بھی نہیں ہوگا۔ کہ میں اپنی دار ہجرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائگی کو چھوڑ جاؤں۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ ابو ثور الفہمی بحالت محاصرہ حضرت عثمان کے پاس گئے تو آپنے فرمایا کہ میں نے دس باتیں خدا کے پاس امانت رکھی ہیں۔ اول میں بعد از بعثت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھا مسلمان ہوں۔ دوئم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے ایک اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا۔ اور سوم انہوں نے انتقال کیا تو دوسری صاحبزادی کا مجھسے نکاح کر دیا۔ چہارم مینے کبھی گایا نہیں۔ پنجم میں نے کبھی بدی کی آرزو نہیں کی۔ ششم جب سے مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے اپنا داہنا ہاتھ شرمگاہ کو نہیں لگایا۔ ہفتم ہر جمعہ کو میں ایک غلام آزاد کرتا رہا ہوں۔ اگر کسی جمعہ کو میرے پاس نہیں ہوا ہے تو مینے اُسکی قضا ادا کی۔ ہشتم مینے کبھی زمانہ جاہلیت یا اسلام میں زنا نہیں کیا۔ نہم میں نے کبھی زمانہ جاہلیت یا اسلام میں چوری نہیں کی۔ دہم میں نے قرآن شریف کو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق جمع کیا ہے۔

حضرت عثمان کی شہادت وسط ایام تشریق ۳۵ سنہ ہجری میں واقع ہوئی اور بقولے روز جمعہ اٹھارہ ذالحجہ ۳۵ سنہ ہجری آپ کو شب شنبہ مابین مغرب وعشا مقام حش کوکب واقع مقام بقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔ سب سے پہلے آپ ہی کا مزار بقیع میں بنا تھا۔ ایک قول کے موافق آپ بروز چہار شنبہ اور ایک قول کے موافق بروز دوشنبہ ۱۸ ذوالحج کو شہید ہوئے۔

آپ کی مدت عمر میں بہت اختلاف ہے چنانچہ اسی سال سے لیکر نوے سال تک بتلائی جاتی ہے۔

حضرت زبیر نے آپ کی وصیت کے موافق نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں نے آپ کو قبر میں اُتارا۔ (قتادہ)

ابن عدی اور ابن عساکر نے بروایت حضرت انس مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جبتک حضرت عثمان زندہ تھے خدا کی تلوار میان میں تھی لیکن آپ کی شہادت کے بعد ایسی میان سے نکلی ہے کہ قیامت تک برہنہ ہی رہے گی۔ عمر بن قائد نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

یزید بن حبیب کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی وہ سب کے سب دیوانے ہو گئے۔ (ابن عساکر)

حذیفہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا فتنہ قتل عثمان تھا اور سب سے آخری خروج دجال ہوگا۔ واللہ کہ جو شخص حضرت عثمان کی شہادت پر ذرا سا بھی خوش ہوگا وہ اگر دجال کا زمانہ پائیگا تو اسپر ایمان لے آئیگا۔ ورنہ قبر میں اسکا متبع ہوگا۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر خون عثمان کا مطالبہ نہ کیا جاتا تو آسمان سے پتھر برستے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جسوقت حضرت عثمان شہید ہوئے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے بلکہ

کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ جب آپ کو اس واقعہ ناگوار کی خبر پہونچی۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ نہ میں اس واقعہ پر راضی ہوا۔ نہ اسمیں میں نے مدد دی۔

حاکم نے قیس بن عباد سے نقل کی ہے کہ جنگ جمل کے روز مینے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان سے سنا کہ الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں خون عثمان سے بالکل بری ہوں۔ اور جس روز وہ قتل ہوئے میری عقل زائل ہو گئی تھی۔ اور جب لوگ مجھسے بیعت کرنے آئے تو میں نے اون سے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت لوں خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضرت عثمان دفن بھی نہ ہوئے ہوں۔ یہ سنکر لوگ واپس چلے گئے۔ جب پھر انہوں نے مجھ سے بیعت کرنے کا سوال کیا تو میں نے کہا کہ الٰہی جو کچھ پیش آئے اُس سے میرا جی ڈرتا ہے۔ پھر ایک گروہ آیا او مینے انہیں بیعت کر لیا لیکن جب مجھے انہوں نے امیر المومنین کہکر پکارا تو یہ لفظ میرے دل پر تیر سا لگا۔ اور مینے حضرت عثمان رضہ کیلئے دعا کی۔ اور کہا کہ اے خدا مجھے حضرت عثمان کا خادم بنا تاکہ وہ مجھ سے راضی ہو جاویں

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ابوخلدۃ الحنفی کہتے ہیں کہ مینے حضرت علی سے سنا ہے کہ بنو امیہ سمجھتے ہیں کہ مینے حضرت عثمان کو قتل کرایا مگر میں خدا کی قسم کہتا ہوں کہ نہ مینے انکو قتل کرایا نہ انکے قتل میں مدد دی بلکہ میں نے لوگوں کو منع کیا مگر انہوں نے میری ایک نہ سُنی۔

سمرہ کہتے ہیں کہ اسلام حصن حصین میں تہا۔ مگر قتل عثمان نے اسمیں ایسا رخنہ ڈالدیا کہ قیامت تک کبھی بند نہ ہوگا۔ اون کے قتل ہونے سے مدینہ سے خلافت ایسی نکلی کہ پھر نہ آئی :

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے بموقعہ جنگ مسلمانوں کی امداد کرنی چھوڑ دی۔ اختلاف رویت ہلال حضرت عثمان کے قتل کے بعد پڑا۔ اور شفق آسمان میں حضرت حسین کی شہادت کے بعد نظر آنے لگی۔ جو پہلے نہ تھی۔

عبدالرزاق نے حمید بن ہلال سے روایت کی کہ عبداللہ بن سلام محاصرہ عثمان میں داخل ہوئے۔ اور لوگوں کو یہ کہکر آپ کے شہید کرنے سے منع کیا کہ واللہ جو کوئی قتل کرے گا وہ کوڑہی بے دست و پا ہو جائیگا۔ اور خدا کی تلوار اسوقت تک میان میں ہے اور میان سے باہر نہیں نکلی۔ لیکن اگر تمنے اونکو قتل کر دیا تو واللہ یہ سمجھہ لو کہ سیف خدا ایسی میان سے نکلے گی کہ پھر قیامت تک میان میں نہ جائے گی۔ یہ خوب سمجھہ لو کہ ایک نبی کے بدلے میں ستر ہزار اور ایک خلیفہ کے بدلے میں ۳۵ ہزار جانیں لی جاتی ہیں تب کہیں جاکر اوس قوم میں اتفاق پیدا ہوتا ہے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ دو صفتیں حضرت عثمان رضہ میں ایسی تھیں کہ حضرت ابوبکر و عمر میں نہیں اوّل شہادت کے وقت تک صبر کرنا۔ اور دوسرے ایک مصحف پر تمام مسلمانوں کو جمع کر دینا۔

حاکم نے لکھا ہے کہ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن احبار کے مرثیہ سے بہتر اور کسی نے حضرت عثمان کا مرثیہ نہیں کہا۔ چنانچہ اسکے اشعار یہ ہیں۔ (ترجمہ اشعار) اونکا ہاتھ اور دروازہ دونوں بند ہو گئے ہا اور انہوں نے یقین کر لیا کہ خدا غافل نہیں ہے انہوں نے اپنے دشمنوں سے کہا کہ قتل نہ کرو ہا جو شخص قتل کریگا خدا اُسکو اپنی پناہ میں رکھے گا۔ پھر تو نے دیکھا کہ کس طرح خدا نے بعد از آپکے وصال کے آپس میں عداوت و بغض ڈالدیا تو نے دیکھہ لیا کہ خیر ان میں سے ایسی نکل گئی ہا جیسے لوگوں پر سے اندھیاں نکل جاتی ہیں۔

فصل (۴)

خلق حضرت عثمان رضہ

ابن سعد نے لکھا ہے کہ موسےٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو جمعہ میں دیکھا کہ آپ زرد کپڑے پہنے ہوئے ممبر پر تشریف فرمایا کرتے ہیں۔ اور موذن آپ کے سامنے آذان دے رہا ہے اور آپ لوگوں سے انکی خیریت اور نرخ وغیرہ دریافت فرمارہے ہیں۔
عبداللہ رومی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رات کو خود اُٹھکر وضو کا سامان کیا کرتے تھے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ کسی خدمتگار کو کیوں نہیں پکار لیا کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ آخر انکے لیئے بھی رات آرام کرنے کو بنائی گئی ہے۔
ابن عساکر نے عمر بن عثمان سے روایت کی کہ آپ کی انگوٹھی پر آمنت بالذی خلق فسوےٰ کھدا ہوا تھا۔
ابو نعیم نے ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز ممبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ جہجاہ الغفاری نے آپ کے ہاتھ سے عصا چھین کر اپنے گھٹنے پر رکھکر توڑ ڈالا۔ ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اسکو گوشت خورہ ہو گیا۔

فصل

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولیات

سب سے پہلے آپ ہی نے لوگوں کی جاگیریں مقرر کیں اور جانوروں کے لیئے چراگاہیں چھوڑیں۔ تکبیر میں آواز دہیمی کی مسجد میں خوشبو جلوائی۔ جمعہ میں آذان اول کا حکم دیا۔ موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ جب آپ نے بعد از بیعت تقریر کرنی چاہی تو آپ سے نہ ہو سکی۔ اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہونا مشکل پڑتا ہے۔
اگر میں آج کے بعد زندہ رہا تو تمہیں خطبہ سناؤں گا تم جانتے ہو کہ ہمارا خاندان کبھی خطیب نہیں رہا۔ اور میں جیسا کچھ ہوں وہ خدا تمپر ظاہر کر دے گا۔ (ابن سعد)
آپ نے سب سے پہلے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھا لوگوں کو خود زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا۔ پولیس مقرر کی اپنی والدہ کی حیات میں خلیفہ ہوئے اور حضرت عمرؓ کی حالت دیکھکر مسجد میں اپنے لیئے گوشہ بنوایا۔ مندرجہ بالا تمام کی عسکری نے روایت کی ہے۔
کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی کے عہد خلافت میں اماموں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ اور آپ کے زمانہ میں امورات جدیدہ واقعہ شدہ کے احکام کے متعلق ایک نے دوسرے کی رائے کو غلط کہا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی انکا اختلاف احکام شریعت میں تھا۔ مگر وہ غلطی پر نہ تھے۔
سب سے پہلے آپ ہی نے معہ اہل وعیال راہ خدا میں ہجرت کی۔ تمام مسلمانوں کو ایک قرأت پر متفق کیا۔
ابن عساکر نے حکیم بن عباد سے روایت کی کہ آپ کے ہی زمانہ میں سب سے پہلے دنیا وی مال واموال کی کثرت ہوئی۔ اور یہاں تک لوگ مالامال و بے غم ہو گئے۔ کہ امورات ممنوعہ ہونے لگے کبوتر بازی اور غلیل اندازی شروع کی آخر آپ کو انکے انسداد کے لیئے ایک حاکم بنی لیث سے دوران ایام خلافت خود مقرر کرنا پڑا اُسنے کبوتروں کے سر قینچ کر دیئے اور غلیلیں توڑ ڈالیں۔

فصل

صحابہ وعلماء کے اموات جو آپ کے عہد میں ہوئیں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حسب ذیل عالموں نے وفات پائی۔ سراقہ بن مالک بن جعشم۔ جبار بن صخر۔ حاطب بن ابوبلتعہ۔ عیاض بن زہیر۔ ابو اسید الساعدی۔ اوس بن صامت۔ حرث بن نوفل۔ عبداللہ بن خدافہ۔ زید بن خارجہ (یہ وہ شخص ہے جس نے بعد موت کلام کی تھی) لبید شاعر۔ مسیب والد سعید۔ معاذ بن عمر بن الجموع۔ معبد بن عباس۔ معیقیب بن ابوفاطمۃ الدوسی۔ ابو لبابہ بن عبدالمنذر۔ نعیم بن مسعود الاشجعی۔ و دیگر صحابہ کرام و غیر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حطیہ شاعر اور ابوذریب شاعر ہذلی نے بھی آپ ہی کے زمانہ سعادت میں انتقال کیا۔

حضرت علی ابن ابو طالب کرم اللہ وجہہ ۳۵ھ

حضرت علی بن ابو طالب مسمی عبد مناف بن عبدالمطلب مسمی شیبہ بن ہاشم مسمی عمر بن عبد مناف مسمی مغیرہ بن قصی مسمی زید بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن الخ۔

آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالحسن و ابو تراب کی کنیت سے مخاطب فرمایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ آپ پہلے ہی ہاشمیہ تھیں کہ خاندان ہاشمیہ میں منسوب ہوئیں اور اسلام لائیں اور ہجرت فرمائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کیلئے جنت ہے۔ اور از روئے مواخات (کسی کو بھائی بنانا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی تھے۔ حضرت فاطمہ سیدۃ النساء العالمین بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوہر تھے سب سے پہلے اسلام لانیوالوں میں اور عالم ربانی مشہور شجاع۔ بے نظیر زاہد بے بدل اور مشہور و معروف خطیب تھے۔ آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کر کے خدمت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا تھا۔ اور اونکے پاس ابوالاسود دیلی ابو عبدالرحمن سلمی عبدالرحمن بن ابولیلی نے پیش کیا تھا۔ آپ بنی ہاشم میں سب سے پہلے خلیفہ تھے اور ابوالسبطین معظمین تھے۔ یعنی قدیمی مسلمان تھے صحابہ و علماء کا اسپر اجماع ہے کہ آپ اسلام میں قدیم ہیں۔ چنانچہ بروایت ابو یعلی آپ خود فرماتے ہیں بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الاثنین واسلمت یوم الثلثاء کہ دوشنبہ کے روز آنحضرت مبعوث ہوئے اور سہ شنبہ کے روز میں آپ پر ایمان لایا اسوقت آپکی عمر آٹھہ یا نو یا دس برس کی تھی۔

حسن بن زید بن حسن کہتے ہیں کہ آپ نے ابتداء عمر سے ہی کبھی بت نہیں پوجے۔ (ابن سعد)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ شریف کو ہجرت کی تو آپ کو مکہ میں رہ کر اپنی امانتیں اور وصیتیں اور ودیعتیں لوگوں کو پہونچا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اس کی تعمیل کر کے حکم کے موافق معہ اہل و عیال کے مدینہ شریف میں حاضر ہو گئے۔ آپ جنگ بدر و احد اور تمام جنگوں وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ رہے سوا جنگ تبوک کے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ آئے تھے۔

تمام لڑائیوں میں آپ کے آثار و واقعات شجاعت مشہور ہیں اور اکثر موقعوں پر آپ کو خود جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھنڈا عطا فرمایا ہے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جنگ احد میں آپ نے سولہ زخم کھائے تھے۔

صحیحین سے ثابت ہے کہ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا آپ کو عطا فرمایا تھا۔ اور یہ خبر دیدی تھی کہ خیبر آپ ہی کے ہاتھہ پر فتح ہو گا۔

آپ کی شجاعت واقعات کارزار کی مثالیں ایسی مشہور ہیں کہ محتاج بیان نہیں۔

حلیہ حضرت علی بوقت خلافت۔ بوڑھے۔ دوہرا جسم۔ قوی الجثہ۔ پیشانی حصہ سر کے بال اڑے ہوئے۔ لمبے بال۔ میانہ قد۔ بھاری پیٹ۔ بہت گھنی اور فراخ ریش مبارک جو کہ دونوں کندھوں تک پھیلی ہوئی تھی اور روئی کے گالوں کی طرح سفید تھی۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آپ نے دروازہ خیبر تنہا اپنی پشت مبارک پر اٹھا لیا اور مسلمانوں کو اس پر سوار کر کے قلعہ کے اندر پہونچا دیا اور پھر اٹھا کر پھینک دیا یہ دروازہ پھر چالیس آدمیوں کا زور کھائے بغیر نہ ہلا۔ (ابن عساکر)

ابن اسحاق نے مغازی میں اور ابن عساکر نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھا لیا۔ آپکے دست مبارک نے جنبش تک نہ کھائی۔ اور اس سے اپنی ڈھال کا کام لیکر برابر لڑتے رہے۔ تا حدیکہ قلعہ فتح ہو گیا پھر اسکو پھینک دیا۔ اسکے بعد آٹھ آدمیوں نے اس دروازہ کو لوٹا دینے کا ارادہ کیا مگر وہ ان سے کھسکا تک نہیں۔

بخاری نے ادب میں سہل بن سعد سے روایت کی۔ کہ آپ کو اپنا نام ابوتراب بہت پسند تھا اور اگر اس نام سے آپ کو کوئی پکارتا تھا۔ تو بہت خوش ہوتے تھے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک روز آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کچھ ناخوش ہو کر مسجد میں تشریف لے آئے اور وہیں سو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور خود بنفس نفیس آپ کے بدن مبارک سے مٹی پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے کہ اٹھو ابوتراب (یعنے مٹی کے باپ)

آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچسو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور آپ سے آپ کے تینوں صاحبزادوں حسنؓ حسینؓ محمد ابن الحنفیہ نے اور ابن مسعود ابن عمر۔ ابن عباس ابن زبیر۔ ابوموسےٰ۔ ابوسعید۔ زید ابن ارقم۔ جابر بن عبداللہ ابوامامہ۔ ابوہریرہ۔ اور دیگر صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کی ہے۔

فصل (۱)

احادیث جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت میں وارد ہیں

امام احمد حنبل کہتے ہیں کہ احادیث سے جتنی فضیلت آپکی ثابت ہوتی ہے کسی صحابہ کی نہیں ہوتی۔ (حاکم)

شیخین نے لکھا ہے۔ کہ سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں جب آپکو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہوتے کہ میں تمکو اسی طرح چھوڑا جاتا ہوں جسطرح حضرت موسےٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑا تھا یہ ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (اس حدیث کو متعدد صحابہ نے نقل کیا ہے)

سہل بن سعد نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر میں ارشاد فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دونگا کہ جس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہوگا اور اسنے خدا اور اسکے رسول کو خوش کر لیا ہے۔ اور خدا اور اسکا رسول اس سے راضی ہے ہر صحابی بجائے خود اس عزت کے متمنی اور امیدوار تھا۔ چنانچہ صبح کو ہر شخص اسی خیال سے کہ مجھے یہ فخر حاصل ہوگا۔ خدمت نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ علی کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ کی آنکھیں دکھ رہی ہیں اسلیئے آپ تشریف نہیں لائے جناب سرور کائنات نے آپ کو طلب فرمایا

اور جھنڈا آپ ہی کو عطا فرمایا۔ اور اپنا لعاب دہن آپ کی آنکھوں کو لگایا۔ اور دعا فرمائی جس سے فوراً آنکھیں اچھی ہو گئیں اور پھر کبھی نہ دکھیں (اس حدیث کے راوی کئی صحابہ ہیں)
سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ جب آیت ندع ابناءنا وابناءکم نازل ہوئی تو آپ نے حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسن حسین کو طلب فرمایا۔ اور کہا کہ الٰہی یہ میرے کنبہ کے لوگ ہیں۔ (مسلم)
ترمذی نے ابو سریحہ۔ زید بن ارقم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں صاحب ہوں اوس کے علی بھی صاحب ہیں۔ اس حدیث کو اکثر صحابہ نے روایت فرمایا ہے اور اکثر حضرات نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ الٰہی جو شخص (علی رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے اس سے تو بھی دشمنی رکھ۔
احمد نے ابوالطفیل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں کو جمع فرمایا اور کہا کہ میں لوگوں کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ یوم غدیر خم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری نسبت کیا فرمایا تھا۔ تیس آدمی کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے شہادت دی کہ ہمنے اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ جسکا میں صاحب ہوں اسکے علی بھی صاحب ہیں۔ الٰہی جو اس سے محبت رکھے اُس سے تو محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے اس سے تو بھی دشمنی رکھ۔
ترمذی اور حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہیں کہ جنسے محبت رکھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ان کے نام کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک اون میں علی ہیں (کہتے ہیں کہ باقی تین ابوذر۔ مقداد اور سلمان تھے)
ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔
ترمذی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابیوں کو آپس میں بھائی چارا کرایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ نے ہر ایک میں بھائی چارا کرا دیا مگر میں رہ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔
مسلم نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ واللہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے مومن محبت رکھیگا۔ اور منافق بغض رکھیگا۔
ترمذی نے لکھا ہے کہ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہم منافق کو حضرت علی کی عداوت سے پہچانتے تھے۔
بزار اور طبرانی نے جابر سے۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکے دروازے ہیں (یہ حدیث حسن ہے۔) اور بقول ایک جماعت جنمیں سے ابن جوزی اور نووی ہیں موضوع نہیں ہے (میں نے اسکا ذکر تعقب میں موضوعات کے بیان میں کیا ہے۔
حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل یمن کے معاملات طے کرنے کیلئے بھیجنے لگے تو میں نے عرض کی کہ آپ مجھے اودھر بھیج رہے ہیں۔ اور میں ناتجربہ کار ہوں۔ معاملات طے کرنے جانتا تک نہیں۔ آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا کہ الٰہی اسکے قلب کو روشن کر دے اور اسکی زبان میں استقلال دے قسم ہے خدا کی کہ اوس روز سے مجھے کسی کے معاملات طے کرنے میں شک واقع نہیں ہوا۔
حضرت ابن سعد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ آپنے بہ نسبت دیگر صحابہ کے زیادہ

احادیث روایت کی ہیں آپنے فرمایا کہ جب کبھی میں کوئی بات پوچھتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے سمجھا دیا کرتے تھے اور جب میں خاموش رہتا تھا تو آپ مجھسے دریافت فرما لیا کرتے تھے۔

ابو ہریرہ نے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت علیؑ ہم سب میں زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ اور مشکل امورات کا تصفیہ فرمایا کرتے ہیں۔

ابن مسعود نے روایت کی۔ کہ اہل مدینہ حضرت علی سے معاملات خود کا تصفیہ کرایا کرتے تھے۔

ابن سعد نے ابن عباس سے روایت کی۔ کہ جب ہمیں کوئی پیچیدہ معاملہ پیش آتا۔ تو ہم حضرت علی سے دریافت کیا کرتے جو جوابات صواب فرمایا کرتے تھے۔

سعید ابن مسیب کہتے ہیں کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود نہ ہوتے تھے اور پیچیدہ معاملات آپڑتے تھے تو حضرت عمرؓ ہمیشہ گھبرایا کرتے تھے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم اکثر کہا کرتے تھے کہ حضرت علی مدینہ بھر میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ اور جب کبھی کسی مسئلہ میں ہمنے حضرت علی سے استفتا کیا آپ نے جواب باصواب فرمایا۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ سوا حضرت علی کے اور کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے حضرت علی کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اُن سے بڑھ کر سنت کا واقف اب کوئی باقی نہیں رہا۔

مسروق کہتے ہیں کہ علم جملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر۔ علی۔ ابن مسعود اور عبداللہ رضی اللہ عنہم پر ختم ہو چکا۔

عبداللہ بن عیاش بن ابو ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں پوری پختگی و مضبوطی تھی۔ اور تمام عشرہ مبشرہ پر آپ کو قدامت اسلام۔ دامادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقہ و سنت اور جرأت و سخاوت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔

طبرانی نے بسند ضعیف جابر بن عبداللہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام لوگ گویا کہ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں اور میں اور علی ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔

طبرانی۔ ابن ابو حاتم سے روایت ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ جہاں کہیں کلام خدا میں یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آئے وہاں یہ سمجھنا چاہیئے کہ حضرت علی اُنکے امیر و شریف ہیں۔ خدا نے اکثر صحابہ پر عتاب فرمایا ہے۔ مگر حضرت علی کا ہر جگہ خیر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ جو کچھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں نازل ہوا ہے کسی کے شان میں نہیں ہوا چنانچہ صرف آپ ہی کیلئے تین سو آئتیں نازل ہوئیں۔

بزار بروایت سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوا میرے اور تمہارے اس مسجد میں جنب (برابر کھڑے ہونا) ہونا کسی کو جائز نہیں ہے۔

طبرانی و حاکم نے لکھا ہے کہ ابن سلمہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ میں ہوتے تھے تو سوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور کسیکو بولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

طبرانی اور حاکم نے ابن مسعود اور عمران بن حصین سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علیؑ کیطرف دیکھنا عبادت میں داخل ہے۔ اسحدیث کے اسناد حسن ہیں۔ اور ابن عساکر نے حضرت ابو بکر و عثمان معاذ انس۔ ثوبان۔ جابر و عائشہ سے ایسے ہی روایت کی ہے۔

طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ایسے اٹھارہ صفات ہیں کہ اس امت میں کسی کو حاصل نہیں۔
ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں تین ایسے صفات ہیں کہ انمیں سے ایک بھی مجھے حاصل ہو جاتی تو میرے نزدیک تمام دنیا کی نعمار سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ اول یہ کہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ کا نکاح کیا۔ دوئم آپ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور سوا اُن کے اور سب کا مسجد میں رہنا ناجائز رکھا۔ سوئم جنگ خیبر میں انکو جھنڈا اعطا فرمایا۔ احمد نے ابن عمر سے ایسی ہی روایت کی ہے۔
احمد اور ابو یعلی نے حضرت علی سے بسند صحیح روایت کی جسروز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرہ پر مسح کیا اور میری آنکھ میں لب مبارک لگایا۔ تو نہ میری آنکھ دُکھنے آئی۔ اور نہ میرا درد سر ہوا۔ اور یہ عزت جنگ خیبر میں بوقت عطا کرنے علم کے مجھپر اپنے فرمائی تھی۔
ابو یعلی اور بزار نے لکھا ہے۔ کہ سعد بن ابن وقاص نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسنے علی کو اذیت دی اسنے مجھے اذیت دی۔
طبرانی نے بسند صحیح لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ام سلمہ روایت فرماتی ہیں کہ جسنے علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی مجھسے اُسنے محبت رکھی۔ اور جسنے مجھسے محبت رکھی اُسنے اللہ سے محبت رکھی۔ جسنے علی سے بغض رکھا اوس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھسے بغض رکھا اوس نے اللہ سے بغض رکھا۔
احمد اور حاکم نے ام سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسنے علی کو بُرا کہا اُسنے مجھے بُرا کہا۔
احمد اور حاکم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جس طرح آپ بوقت نزول قرآن لوگوں سے مجادلہ کرتے رہے تم اسی طرح بعد میں عدم تعمیل احکام قرآن پر جنگ کرو گے۔
بزار۔ ابو یعلی اور حاکم نے روایت کی کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر فرمایا کہ تیری مثال حضرت عیسے علیہ السلام کی سی ہے یہودیوں نے اُن سے اس درجہ کا بغض رکھا کہ انکی والدہ صدیقہ پر بہتان باندھا۔ اور نصاریٰ نے اُن سے اتنی محبت رکھی کہ انکو اس درجہ تک پہونچا دیا کہ جس کے وہ لائق نہ تھے۔ انسان کا دو چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں ایک تو اس درجہ کی محبت کہ محبوب میں جو باتیں ہوں اسمیں موجود ہونا سمجھے۔ اور ایک اس درجہ کا بغض کہ بُرا کہتے کہتے بہتان لگانے لگے۔
طبرانی او صغیر نے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے تا خدا یکہ حوض کوثر پر مجھسے ملیں گے۔
احمد اور حاکم نے لکھا ہے کہ عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا کہ دو شخص شقی ترین ہیں ایک حیمر (احمر) قوم ثمود کا وہ شخص جس نے حضرت صالح علیہ السلام کے اونٹنی کی کوچیں کاٹیں اور دوسرا وہ شخص کہ جو تیرے سر پر تلوار ملکر تیری داڑھی کو جسم سے جدا کریگا۔ اور ایسا ہی روایت علی صہیب جابر بن عمرہ وغیرہ نے کی ہے۔
حاکم نے لکھا ہے کہ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ چند آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی کی شکایت کی آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نکرو واللہ وہ معاملات خدا میں اور فی سبیل اللہ نہایت سخت گیر ہیں۔

فصل (۲)

ابن سعد کہتے ہیں کہ شہادت حضرت عثمانؓ کے دوسرے روز صحابہ نے سوا حضرت طلحہ و زبیر کے بطوع خاطر حضرت علی سے مدینہ میں بیعت کی اور حضرت طلحہ و زبیر نے بکراہت بیعت کی بعدہ یہ دونوں حضرات مکہ گئے اور وہاں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ہمراہ لیکر بصرہ گئے اور وہاں حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ کیا۔ جب حضرت علی کو یہ خبر پہونچی تو آپ بھی عراق تشریف لیگئے اور مقام بصرہ پر حضرت طلحہ۔ زبیر اور حضرت عائشہؓ اور انکے ہمراہیوں سے جاکر ملگئے اور یہ واقعہ جنگ جمل ہے جو کہ جمادی الآخر ۳۶ھ ہجری میں واقع ہوا جس میں حضرت طلحہ و زبیر وغیرہ تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بصرہ میں پندرہ روز رہکر کوفہ تشریف لیگئے۔ وہاں آپ پر معاویہ بن ابوسفیان نے بمعہ اپنے ہمراہیوں کے شام سے خروج کیا۔ اور مقام صفین کے قریب حضرت علی کے قریب پہونچا۔ حضرت علی نے یہ خبر پاکر اُن سے صفر ۳۷ھ ہجری میں مقام صفین میں صف آرائی کی کئی روز کے جدال و قتال کے بعد اہل شام (یعنے ہمراہیان معاویہ) نے ازراہ فریب عمر ابن عاص کے حکم سے قرآن شریف بلند کیا۔ لوگوں نے لڑائی سے ہاتھ اٹھا لیے۔ اور صلح کیلئے اپنی اپنی طرف سے حکم مقرر کیے۔ چنانچہ معاویہ کیطرف سے عمرو بن العاص اور حضرت علی کی طرف سے ابوموسے الاشعریؓ حکم مقرر ہوئے۔ عہدنامہ لکھا گیا۔ کہ اسکا انفصال آیندہ میں مقام ازرح معہود ہوگا۔ لوگوں نے مطابق حکم اپنے اپنے امیروں کے اپنے گھروں کی اور معاویہ نے شام کی طرف مراجعت کی۔ اور حضرت علی کوفہ تشریف لیگئے۔ اس قضیہ میں آپ کے ساتھیوں میں سے خوارج بمعہ اپنے ہمراہیوں کے علیحدہ ہوگئے۔ اور انہوں نے حضرت علی کی خلافت سے انکار کرکے لاحکم الا للہ سوا خدا کے اور کسی کا حکم نہیں ہے) کا نعرہ بلند کیا اور دریا رورا کے پاس لشکر جمع کرکے معرکہ آرا ہوئے۔ اُنکا مقابلہ حضرت ابن عباس نے کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ لوگ تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ آکر شامل ہوئے اور کچھ لوگ اپنی رائے پر قایم رہے۔ اور نہروان کیطرف چلے گئے اور مسافروں کو لوٹنے لگے ۳۸ھ ہجری میں حضرت علی نے بمقام نہروان جاکر انہیں بھی قتل کرڈالا اور انہیں میں ذوالثدیہ بھی مارا گیا۔ شعبان ۳۸ھ ہجری میں حسب قرار داد سال گذشتہ عمرو بن العاص اور ابن عمر اور دیگر صحابہ ازرح میں جمع ہوئے۔ عمرو بن العاص اور موسی الاشعری (جو حکم تھے) آگے بڑھے اور ایک فریب بنایا اور بعد از قیل و قال حضرت علی کو معزول کردیا۔ اور عمرو بن العاص نے معاویہ کو خلیفہ مقرر کرکے اُن کی بیعت کرلی۔ اس فیصلہ پر سخت اختلاف پیدا ہوگیا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور لوگوں نے خلیفہ بدستور قایم رکھا۔ مخالفین چاہتے تھے کہ معاویہ کی کل مطابعت کریں۔ اور یہاں تک عداوت ہوئی کہ خوارج کیطرف سے تین آدمی عبدالرحمن ابن ملجم المرادی۔ برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکیر تمیمی اس امر پر متفق کیے گئے اور مکہ میں جمع ہوکر عہد و اقرار کیا گیا کہ حضرت علی بن ابوطالبؓ معاویہ بن ابوسفیان۔ اور عمرو بن العاص کو قتل کرکے بندگان خدا کو ان تمام قصہ و قضایا سے چھٹکارا کرادیں۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی کا۔ برک نے معاویہ کا۔ اور عمرو بن بکیر نے عمرو بن العاص کا قتل کرنا اپنے اپنے ذمہ لیا اور یہ قرار داد کی کہ تینوں حضرات ایک ہی رات میں ۱۱ یا ۱۷ رمضان میں شہید کردیے جائیں۔ اور تینوں نے ان شہروں کی راہ لی۔ جہاں ان بدبختوں کے مقتول وسوقت موجود تھے۔ ابن ملجم کوفہ میں پہونچکر اپنے خوارج دوستوں سے ملا۔ جنہوں نے ۱۷ رمضان شب جمعہ ۴۰ھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شہید کرنیکا مصمم ارادہ کرلیا۔ تھا چنانچہ اس روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ علے الصبح اوٹھے اور اپنے صاحبزادے حضرت حسن کو جگاکر فرمایا کہ میں نے آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں نے آپ سے شکایت کی کہ آپ کی امت سے مجھے

سخت تکالیف پہونچی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اُنکے حق میں دعا کیوں نہیں کرتے چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی انکا اُس سے سابقہ ڈال جو اون لوگوں سے بہتر ہو اور انہیں اون سے سابقہ ڈال جو مجھہ سے بدتر ہو۔

آپ یہ فرماہی رہے تہے کہ ابن بناح مؤذن نے آکر نماز صبح کیلئے آپکو بلایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے مکان سے لوگوں کو نماز کے لیئے پکارتے ہوئے برآمد ہوئے کہ ابن ملجم نے ایسی تلوار چلائی کہ آپکا چہرہ مبارک کن پٹی تک کاٹ دیا۔ اور دماغ تک جا پہونچی لوگ اُس بدبخت پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور اُسکو گرفتار کرلیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جمعہ اور ہفتہ کو حالت زخم میں زندہ رہے اور ہفتہ کے رات آپ نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ حضرت حسن حسین اور عبداللہ بن جعفرؓ نے آپ کو غسل دیا اور امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دار الامارۃ کوفہ میں آپ کو دفن کر دیا۔

ابن ملجم کے ہاتہہ پیر کاٹ ڈالے گئے پھر اُسکو ٹوکرے میں رکھکر جلا دیا۔ (یہ کل روایت ابن سعد کی)

ہمنے یہ متفق علیہ واقعات ابن سعد سے نہایت اختصار کے ساتھہ نقل کیئے ہیں اس سے زیادہ کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے ۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ۔ اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ عدم تعمیل کنندہ کا قتل کیا جانا بہتر ہے۔ لہذا اس حدیث شریف کی تعمیل میں اس واقعہ پر مجال رازنی نہیں ہے مستدرک میں بروایت سدی لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجیوں میں سے ایک عورت قطام نامی پر عاشق ہو گیا تہا۔ اس کمبخت نے اپنا مہر تین ہزار درہم اور قتل علیؓ مقرر کیا تہا۔ اسی واقعہ کو فرزدق شاعر نے نظم کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

ترجمہ اشعار۔ کسی جوانمرد نے ایسا مہر نہ برداشت کیا ہوگا۔ جیسا کہ قطام محل مقید ومقررہ مہر تہا۔ یعنی تین ہزار درہم اور ایک غلام اور گانیوالی لونڈی۔ اور حضرت علی کے سر کو شمشیر براں سے اُڑا دینا۔ شہادت علی سے بڑہ کر مہر گراں نہیں ہوسکتا ورنہ ملجم کے فوری قتل سے بڑہ کر قتل ہو سکتا ہے۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار اسلیئے پوشیدہ کر دیا گیا کہ خوارج اُسکی توہین نہ کریں۔

شریک کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن نے آپ کے جسد مبارک کو دار الامارۃ بصرہ سے اُٹھاکر مدینہ شریف میں منتقل کر دیا چنانچہ مبرد نے محمد بن حبیب سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیئے گئے۔

ابن عساکر نے سعید بن عبدالعزیز سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہوئے تو آپ کو مدینہ شریف میں لے جانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کریں۔ تو راستہ میں رات ہوگئی اور رات کو وہ اونٹ جسپر آپ کا جنازہ تہا بھاگ گیا اور اسکا کہیں پتہ نہ لگا۔ اسی بنا پر اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں تشریف رکہتے ہیں۔

ایک روایت یہ بہی ہے کہ وہ اونٹ طے کی سرزمین میں ملا لوگوں نے وہیں اُسے پکڑ کر آپ کو دفن کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ کی عمر میں اختلاف ہے کوئی تریسٹھ برس بتلاتا ہے۔ کوئی چوسٹھ پینسٹھ۔ اور کوئی ستاون۔ اٹھاون آپ کی اُنیس سریہ (باندی) تہیں۔

فصل (۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مختصر اخبار قضایا و کلمات

سعد بن منصور نے فزارہ سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ شکر ہے خدا کا کہ میرا دشمن بھی دین کے معاملات

میں مجھ سے استفتا کرتا ہے۔ معاویہ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ خنثیٰ مشکل کے میراث میں کیا حکم ہے میں نے اسے لکھ بھیجا ہے کہ اوسکی پیشاب گاہ کی صورت سے حکم میراث جاری ہوگا۔ (یعنی اگر پیشاب گاہ مردوں کا سا ہوگا تو اسکا حکم مرد کا ہوگا اور اگر عورت کا سا ہوگا۔ تو عورت کا۔) اور ہشیم نے شعبی سے بھی یہی روایت کی ہے۔

ابن عساکر نے حسن سے روایت کی کہ جب آپ بصرہ میں تشریف لے گئے تو ابن کوا اور قیس بن عبادہ نے حاضر ہوکر آپ سے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ کیے جاؤ گے اس معاملہ میں آپ سے بڑھ کر اور کون ثقہ ہوگا۔ جس سے ہم دریافت کریں آپ نے فرمایا یہ تو غلط ہے کہ آپ نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا۔ جب میں نے آپ کی سب سے پہلے تصدیق کی تو آپ پر جھوٹ سب سے پہلے کیوں تراشوں۔ اگر فی الحقیقت ایسا کوئی وعدہ حضور نے مجھ سے فرمایا ہوتا تو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممبر پر کھڑا ہونے دیتا۔ بلکہ میں انکو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتا۔ خواہ میرا ساتھ دینے والا ایک بھی نہ ہوتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی قتل کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی آپ کی وفات اچانک واقعہ ہوئی ہے۔ بلکہ آپ کئی دن بیمار رہے ہیں۔ آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوتا تھا اور آپ کو نماز کیلئے بلاتا تھا پس آپ حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلئے حکم فرمایا کرتے تھے۔

حالانکہ آپ میرے رتبہ سے واقف تھے۔ لیکن ایک ام المومنین نے آپ کو اس ارادے سے (حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے سے) باز رکھنا چاہا۔ آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے کی سی عورتیں ہو۔ ابوبکر ہی کو لے جاؤ وہی نماز پڑھائیں گے۔ جب آپ نے وصال فرمایا تو ہمنے اپنی جگہ غور کیا اور اس شخص کو اپنی دنیا کے واسطے قبول کر لیا جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کے واسطے انتخاب فرمایا تھا۔ کیونکہ نماز اصل دین ہے۔ اور آپ دین کے امیر اور دین کے قائم رکھنے والے تھے۔ پس ہمنے ابوبکر سے بیعت کر لی کیونکہ وہ اس کے لائق تھے اور اسی لیے کسی ایک نے بھی اسمیں اختلاف نہ کیا اور نہ کسی ایک نے کسی کو غیر از حق امور کے کہنے کا ارادہ کیا۔ نہ کوئی ابوبکر صدیق رض سے بیزار ہوا۔ اسی بنا پر میں نے حضرت ابوبکر کا حق ادا کیا۔ اور انکی اطاعت کی۔ اور انکے لشکر میں شامل ہوکر انکی طرف سے لڑا۔ جو کچھ مجھے دیتے تھے میں لے لیتا تھا۔ اور جہاں کہیں مجھے لڑنے کا حکم دیتے تھے میں لڑتا تھا اور ان کے حکم سے انکے روبرو حد شرع کے تازیانے لگاتا تھا جب انکا انتقال ہوا۔ تو حضرت عمر رض کو اپنی جگہ خلیفہ بنا گئے۔ میں نے انکے ساتھ وہی برتاؤ کیا اور ان سے اسیطرح پیش آیا جس طرح حضرت ابوبکر کے ساتھ۔ پس حضرت عمر سے بیعت کی اور ہم میں سے کسی ایک نے بھی اختلاف نہ کیا۔ اور نہ ایک دوسرے کی خلاف غرض کوئی کلمہ کہا گیا۔ اور نہ ہی انسے بیزاری اختیار کی گئی۔ پس میں نے حضرت عمر کا حق ادا کیا۔ اور انکی اطاعت کی اور آپکے لشکر میں رہ کر غزا کی۔ حضرت عمر جو کچھ مجھے دیتے میں لے لیتا تھا۔ اور آپکے روبرو تازیانہ حد شرع کے میں لگاتا تھا۔ پس جب حضرت عمر کا انتقال ہوا تو پھر میں نے اپنے دل میں غور کیا اور اپنی قرابت اور پیشقدمی اسلام و پیش افقہ اعمال اور دیگر فضیلت کو دیکھا تو مجھے یہ خیال ہوا کہ حضرت عمر میری خلافت میں اعراض و تجاوز نہ کریں گے۔ لیکن وہ ڈرے کہیں میں ایسے شخص کو انتخاب نہ کر جاؤں کہ جسکا انجام اچھا نہ ہو۔ اور اسکا عذاب قبر میں مجھ پر ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنے نفس کے ساتھ اپنی اولاد کو بھی خلافت سے محروم کر دیا۔ اگر آپ بخشش وعطا کے اصول پر چلتے تو اپنے بیٹے سے بڑھ کر کسکو مستحق سمجھتے۔ غرض انتخاب خلیفہ اب قریش کے ہاتھ میں آیا جسمیں سے ایک میں ہی تھا۔ جب لوگ انتخاب کیلئے جمع ہوئے تو میں نے خیال کیا کہ وہ مجھسے تجاوز نہ کریں گے۔ عبدالرحمن بن عوف نے ہمسے وعدے لیے کہ جو کوئی خلیفہ مقرر کیا جائے ہم اسکی اطاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے عثمان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب جو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میری بیعت پر اطاعت غالب آگئی اور مجھ

سے جو کچھہ وعدہ لیا گیا تہا وہ عمر کی اطاعت کے واسطے لیا گیا تہا۔ لہذا مینے حضرت عثمان سے بیعت کرلی۔ اوران کے ساتھہ
مین نے وہی سلوک کیا اور ان سے اسیطرح پیش آیا جس مذکورہ صدر طریقہ سے حضرت ابوبکر صدیق و عمر کے ساتھ
آیا تہا۔ جب انکا بھی انتقال ہوگیا تومیں نے خیال کیا کہ وہ لوگ توگزرگئے جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارا امام
بنایا تہا اور وہ بہی گزرگئے۔ جنکے لیئے مجھہ سے وعدہ لیا گیا تہا تو میں بیعت لینے پر آمادہ ہوگیا چنانچہ اہل حرمین نے اوران دو
شہروں (بصرہ و کوفہ) کے رہنے والوں نے مجھہ سے بیعت کرلی۔ اب اسمعاملہ خلافت میں ایک ایسا شخص میرا مقابل بنا ہے
کہ جسکی نہ قرابت میرے جیسی ہے نہ علم۔ نہ سبقت۔ اسلام حالانکہ میں ہر حالت میں مستحق خلافت ہوں۔

ابو نعیم نے محمد سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت علی کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا آپ ایکدیوار کے نیچے بیٹھکر اُسے
فیصل فرمانے لگے۔ کسی نے عرض کیا کہ دیوار گرا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو خدا میری حفاظت کرنے والا کافی
ہے چنانچہ جب آپ اُس مقدمہ کو فیصل کرکے وہاں سے ہٹے تو دیوار گرگئی۔

نیز ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے ایک خطبہ میں کہا تہا کہ الٰہی ہمکو ویسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی تو
نے خلفاء راشدین کو عطا کی تہی تو آپ کے نزدیک وہ خلفاء راشدین کون تہے آپ انکھوں میں آنسو بہر لائے اور فرمانے لگے
کہ وہ میرے دوست ابوبکر صدیق اور عمر ہیں۔ دونوں امام الہدٰے اور شیخ الاسلام تہے۔ قریش نے بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ان دونوں کی اقتدار کی اور جن لوگوں نے انکی اقتدار کی انہوں نے نجات پائی اور جسنے انکا اتباع کیا وہ ہدایت
راہ راست کی پاگئے جو لوگ انکے راستے پر پڑگئے وہ ہی گروہ خدا ہیں۔

عبدالرزاق نے لکہا ہے کہ حجر المدری کہتے ہیں کہ ایک روز مجھسے علیؓ نے فرمایا کہ اگر تجھے حکم دیا جائے کہ مجھپر لعنت کر تو تو کیا کریگا
مینے عرض کیا کہ کیا ایسا ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں مینے پوچہا کہ ایسی حالت میں میں کیا کروں آپ نے فرمایا کہ انصاف
کر اور مجھہ سے جدائی اختیار نہ کر۔ چند سال کے بعد محمد بن یوسف (برادر حجاج ظالم) امیر یمن نے حکم دیا کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ پر لعنت کیجائے۔ مینے لوگوں سے اکثر کہا کہ امیر نے حکم دیا ہے کہ علی پر لعنت کیجائے۔ لہذا تم اسپر لعنت بہیجو۔ خدا کی اسپر
لعنت ہو۔ لیکن میرے اس فقرے کو سوا ایک شخص کے کوئی نہ سمجہا۔

طبرانی وابو نعیم نے زاذان سے روایت کی کہ ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کچھہ فرمارہے تہے کہ ایک شخص نے آپکو جہٹلایا
آپنے فرمایا کہ اگر تو جہوٹا ہو تو میں تیرے لیئے بددعا کرتا ہوں اسنے کہا بیشک کرو۔ چنانچہ آپ نے بددعا کی وہ ابہی اس
مجلس سے اٹھنے بہی نہ پایا تہا کہ اسکی آنکہیں جاتی رہیں۔

زر بن حبیش سے روایت ہے کہ دو آدمی بیٹھے کھانا کہارہے تہے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تہیں اور دوسرے کے
پاس تین جب انہوں نے اپنا اپنا کھانا کھولا۔ تو انکے پاس سے ایک آدمی گزرا اور اسنے سلام علیک کی۔ انہوں نے کہا
کہ آؤ بیٹہو اور کھانا کھاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ اور انکے ساتھہ کھانا کھایا۔ اور تقریباً مساوی طور پر ہر نے آٹھ روٹی کھائیں جب
وہ کھا کر چلنے لگا تو اس نے آٹھہ درہم انکو دیکر کہا کہ جو کچھہ مینے تمہارے طعام سے کہایا ہے یہ اسکے عوض میں سمجہو۔ اب اسمیں
ان دونوں کا آپسمیں جہگڑا ہوگیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لونگا اور تجھے تین ملیں گے۔ تین روٹیوں والے
نے کہا کہ میں نصف سے کم پر راضی نہ ہونگا۔ اس جہگڑے نے یہانتک طول کھینچا کہ وہ دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی
خدمت میں پہونچے آپنے انکا قصہ سنکر تین روٹیوں والے سے فرمایا کہ تیری روٹیاں کم تہیں بہتر ہے کہ تو تین درہم پر راضی ہو
جا۔ اسنے کہا واللہ تا وقتیکہ میری حق رسی نہ ہوگی میں راضی نہیں ہوسکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس صورت میں

تیرے حصہ میں صرف ایک درہم آتا ہے۔ اور اس دوسرے کے حصہ میں سات درہم اسنے کہا کہ سبحان اللہ آپ عجیب انصاف کررہے ہیں ذرا مجھے سمجھا تو دیجیئے کہ میرے حصے میں صرف ایک ہی درہم از روئے حق کیسے آتا ہے تاکہ میں قبول کروں آپنے فرمایا کہ اچھا سن آٹھہ روٹیاں تھیں اور تم تین آدمی تھے چونکہ یہ مساوی طور پر تقسیم نہیں ہوسکتیں۔ اسلیئے انکو تین سے ضرب دیدو۔ اس حساب سے اون روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے ہوئے اب یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ کسنے کم روٹیاں کھائیں ہیں اور کسنے زیادہ اسلیئے یہ فرض کر لینا چاہیئے کہ سب نے برابر کھائیں چنانچہ تونے اپنے نو ٹکروں میں سے آٹھہ کھائے اور ایک باقی رہا اور پانچ روٹیوں والے نے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھہ کھائے سات باقی رہ گئے۔ اس حساب سے اوس تیسرے شخص نے (جسنے درہم دیئے ہیں) تیرا ایک ٹکڑا اور تیرے ساتھی کے سات ٹکڑے کھائے۔ پس ظاہر ہے کہ تجھے ایک درہم ملنا چاہیئے اور تیرے ساتھی کو سات اُس شخص نے کہا کہ اب میں راضی ہوگیا۔

ابن شیبہ نے عطا سے روایت کی کہ ایک شخص آپکے روبرو پیش کیا گیا جسپر دو آدمیوں نے چوری کرنے کی گواہی دی۔ آپ ایک اور مقدمہ کے فیصلہ میں لگ گئے۔ اور فرمایا کو جھوٹے گواہ میرے پیش ہونگے تو میں انکو سخت سزائیں دونگا اسکے بعد اُن دونوں گواہوں کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے ہی تشریف لیجا چکے تھے۔ پس آپ اسے رہا کردیا۔

عبدالرزاق نے سلیمان شیبانی سے روایت کی کہ ایک شخص نے آپ سے نالش کی کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ اسنے خواب میں میری ماں سے جماع کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اسکو دہوپ میں کھڑا کردو اور اسکے سایہ کے کوڑے لگادو۔

ابن عساکر نے بروایت والد جعفر ابن محمد لکھا ہے کہ آپ کی مہر پر کھدا ہوا تھا نعم القادر اللہ۔ لیکن عمرو بن عثمان کہتے ہیں کہ آپکا نقش خاتم تھا۔ الملک للہ۔

ابن عباس نے مدائنی سے روایت کی کہ جب حضرت علی رض کوفہ میں داخل ہوئے تو حکماء عرب میں سے ایک شخص نے حاضر ہوکر آپ سے عرض کی کہ اے امیر المومنین واللہ آپ نے منصب خلافت کو زینت دیدی۔ حالانکہ آپ کو اس سے کوئی زینت حاصل نہیں ہوئی۔ آپ نے منصب کا رتبہ بڑھا دیا حالانکہ اُسنے آپ کے رتبے میں کوئی زیادتی نہیں کی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ منصب آپ جیسے کا محتاج ہی تھا۔

ایک مجمع نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک روز بیت المال میں جھاڑو دیا۔ اور پھر نماز پڑھ کر دعا مانگی کہ الٰہی مجھے توفیق دے کہ میں بیت المال کا روپیہ کسی مسلمان سے دریغ نہ رکھوں۔

ابوالقاسم زجاجی نے بروایت ثقات نقل کیا ہے کہ ابو اسود دُئلی کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ملول و متفکر دیکھکر وجہہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے اہل ملک کو لغات عرب میں تغیر کرتے سنا ہے۔ اسلیئے میں چاہتا ہوں کہ کچھہ قواعد اصول عربیت باندھہ دوں۔ تاکہ زبان پایۂ اصحاب سے نگرے میں نے عرض کیا کہ اگر ایسا کر جائینگے۔ تو ہمارے اُپر بڑا ہی احسان ہوگا۔ گویا زندگی دوبارہ حاصل ہوگی۔ اور یہ لغت ہم میں باقی رہیگی۔ تین روز کے بعد جو میں حاضر ہوا تو آپ نے میرے سامنے ایک کاغذ ڈالدیا اسمیں بسم اللہ کے بعد لکھا تھا کہ کلام کی تین قسمیں ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔ اسم وہ ہے جس سے مسمٰے پہچانا جاوے۔ اور فعل وہ ہے جس سے کسی فاعل کی حرکت کا ہونا سمجھا جاوے۔ اور حرف وہ جسمیں نہ اسم کی خاصیت پائی جائے نہ فعل کی۔ جب میں دیکھہ چکا تو آپ نے فرمایا کہ تیرے ذہن میں بھی اگر کوئی بات پیدا ہو تو اسمیں زیادہ کردے پھر فرمایا کہ اے ابوالاسود تجھے معلوم ہو کہ چیزیں تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر۔ پوشیدہ۔ تیسری وہ جو نہ ظاہر ہوں نہ پوشیدہ (علماء نے اس تیسری قسم پر بڑی بڑی بحثیں کی ہیں)

پھر میں چلا آیا۔ اور کچھ باتیں میں نے ہی جمع کیں۔ منجملہ اُن کے حروف ناصبہ تھے میں نے انکی قسمیں لکھی اِنَّ۔ اَنَّ۔ لَیتَ۔ لَعَلَّ۔ کَاَنَّ
آپ نے دیکھکر فرمایا کہ تو نے اسمیں لٰکِنَّ کو کیوں شامل نہیں کیا۔ میں نے عرض کی کہ میرے نزدیک وہ حرف ناصبہ نہیں ہے
آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہے چنانچہ آپ نے لٰکِنَّ بھی بڑھا دیا۔

ابن عساکر نے ربیعہ بن فاجد سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں ایسی خاصیت پیدا کرو جیسے شہد کی مکھی پرندوں میں۔ کیونکہ تمام پرندے اُسکو نہایت حقیر سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر انکو معلوم ہو کہ اسمیں خدا نے کیا برکت رکھی ہے اسکو ذلیل سمجھتے
نیز فرمایا کہ لوگوں میں اپنی زبان اور جسم سے تو اختلاط و میل جول پیدا کرو اور اپنے اعمال و قلوب سے جدائی کیونکہ قیامت میں آدمی کو اُسیکا بدلہ ملیگا جو کچھ کر جائے گا۔ اور اُن ہی کے ساتھ اُسکا حشر ہوگا جنسے اُسے محبت ہوگی۔

ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ قبول عمل میں اہتمام بلیغ کرو کیونکہ کوئی عمل بغیر تقوے اور خلوص کے قبول نہیں کیا جائیگا۔

یحییٰ بن جعدہ نے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ اے حامل قرآن قرآن پر عمل ہی کرو عالم وہی ہے جس نے علم پڑھکر اسپر عمل ہی کیا اور اپنے علم و عمل میں موافقت پیدا کی ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ عالموں کے علم و عمل میں سخت اختلاف ہوگا۔ انکے علم گردنوں سے نیچے نہ ہونگے انکے ظاہر باطن کے مخالف ہونگے۔ وہ لوگ حلقے باندھ باندھ کر بیٹھینگے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کریں گے کہ کوئی غیر شخص اگر اُن کے پاس آ بیٹھے تو اسکو الگ بیٹھنے کا حکم دینگے۔ اعمال کچھ حلقہ و مجلس سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ ذات الٰہی سے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ توفیق اچھا راہبر اور حسن خلق آدمی کیلئے دوست۔ اور عقل ساتھی۔ اور ادب میراث ہے۔ وحشت غرور سے بھی بدتر چیز ہے۔

حارث نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور عرض کیا مجھے مسئلہ قدر سمجھا دیں آپ نے فرمایا کہ اندھیرا رستہ ہے نہ پوچھ۔ اسنے پھر وہی سوال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بحر عمیق ہے اسمیں غوطہ مارنے کی کوشش نہ کر۔ اسنے پھر وہی عرض کیا آپ نے فرمایا کہ یہ خدا کا بھید ہے تجھ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ کیوں اس کی تفتیش کرتا ہے۔ اُسنے پھر اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ بتلا کہ خدا نے تجھے اپنی مرضی کے موافق بنایا ہے یا تیرے فرمانے کے موافق۔ اُسنے کہا کہ نہیں اپنی مرضی کے موافق آپ نے فرمایا کہ بس پھر وہ جب چاہے تجھے استعمال کرے تیرا اسمیں کیا چارہ ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مصیبت کی ایک انتہا ہوتی ہے اور جب کسی پر مصیبت پڑتی ہے وہ اپنی انتہا تک (خواہ وہ کم ہو یا بیش) پہونچکر رہتی ہے عاقل کو چاہیئے کہ جب مصیبت میں گرفتار ہو تو سرگردان نہ پھرے اور استقلال سے برداشت کرے اور اسکی دفع کی تدبیریں نہ کرے کیونکہ اسمیں اور زیادہ زحمت ہوتی ہے۔

آپ سے کسی نے پوچھا کہ سخا کسے کہتے ہیں آپنے ارشاد فرمایا کہ بغیر مانگے دینا سخا ہے اور مانگے پر دینا بخشش یا شرم سے دینا ہے۔

ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت مبالغہ کے ساتھ آپ کی تعریف کی اور اس کی آپ کو پہلے اطلاع ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس تعریف کا مستحق نہیں ہوں جیسا ہوں تم نہیں جانتے ہو میں اپنے حالات نفس سے خود واقف ہوں

آپ نے ارشاد فرمایا کہ گناہ کی سزا ہے عبادت میں سستی پیدا ہونی معیشت میں تنگی پڑ جانی۔ لذتوں میں کمی آجانی ہے۔ کیونکہ بغیر ٹھوکر کھائے کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔

علی بن ربیعہ نے روایت کی کہ کسی بدبخت نے آپ سے کہا کہ خدا تجھے ہلاک کرے۔ آپنے فرمایا کہ مگر تیرے سینے پر۔

شعبی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم شعر کہا کرتے تھے۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُن تینوں

سے بڑھکر شاعر تھے چنانچہ آپ کے اشعار اور نکات حکیمانہ علم ادب میں اعلےٰ درجہ کے نمونے ہیں۔
نبیط الاشجعی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دفعہ حسب ذیل اشعار فرمائے۔

اذا اشتملت علی الیاس القلوب ۔ وضاق لما بہ الرحیب
(ترجمہ) جب لوگوں کے دلوں پر ناامیدی چھا جائے گی ۔ اور سینہ ہائے کشادہ تنگ ہو جائیں گے۔

واوطنت المکارہ واطمئنت ۔ وارست فی اماکنہا الخطوب
اور مکر و مکار اپنے انتہائی کامیابی سے جاگیر ہو کر معلّی ہو جائینگے ۔ اور حوادثات عظیمہ جابجا قائم ہو جائیں گے

ولم یرلا نکشاف الضر وجہ ۔ ولا اغنی بحیلتہ الاریب
اور ان کے بچنے کیلئے کوئی جائے پناہ نظر نہ آوے گی ۔ اور نہ ہی دانایان زمانہ کو کوئی تجاویز انسے بچنے کی فائدہ دے گی

اتاک علی قنوط منک غوث ۔ یجئ بہ القریب المستجیب
تو اس حالت یاس میں تم میں ایک غوث ظاہر ہوگا ۔ کہ تمام التجائیں بہت جلد درقبولیت تک پہونچ جائیں گے

وکل الحادثات اذا تناہت ۔ فموصول بہا الفرج القریب
کیونکہ جب تمام حوادثات کی انتہا ہو جاتی ہے ۔ تو اس کے ملحق ہی جلدی خوشی حاصل ہوتی ہے

شعبی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کی شان میں جسکو ایک آدمی کی صحبت ناپسند آتی تھی فرمایا۔

لا تصحب اخا الجہل وایاک وایاہ ۔ فکم من جاہل اردی حلیما حین واخاہ
اپنے جاہل بھائی کا تو دوست و مصاحب مت ہو اور بچ ۔ کو بہت سے جاہلوں کو جب تو اونسے سلسلہ اخوت قائم کرے حلیم پاوے

یقاس المرء بالمرء اذا ما ہو ماشاہ ۔ وللشئ من الشئ مقاییس واشباہ
انسان کو انسان سے ہی خواہشات کیوقت اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔ کیونکہ ایک شی کو دوسری مشابہ سے ہی قیاس و مقابلہ ہوسکتا ہے

قیاس النعل بالنعل اذا ما ہو حاذاہ ۔ وللقلب علی القلب دلیل حین یلقاہ
جوتے کو جوتے ہی سے اوسکے محاذ کرکے اندازہ ہوسکتا ہے ۔ اور کسے امر کا اثر دل پر پیدا ہونا۔ اوسکے وقوع کی دلیل ہوتی ہے

مبرد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کی تلوار پر اشعار ذیل کندہ تھے۔

للناس حرص علی الدنیا وتدبیر ۔ وصفوہا لک ممزوج بتکدیر
دنیا میں لوگوں کیلئے حرص اور تدابیر ہیں ۔ جنکو تمام مکدرات مخلوط سے پاک و صاف کیا گیا ہے

لم یرزقوہا بعقل عند ما قسمت ۔ لکنہم رزقوہا بالمقادیر
بلحاظ عقلمندی۔ رزق کی تقسیم نہیں ہوئے کہ دانا کو گھمنڈ ہو ۔ بلکہ ہر ایک کو فراخی رزق اسکی تقدیر کے موافق ملی ہے۔

کم من ادیب لبیب لا تساعدہ ۔ ومائق نال دنیاہ بتقصیر
بہت سے دانایان زمانہ دیکھو گے کہ بحالت پریشانی و سرگردانی ہونگے ۔ اور بہت کینہ نظر آوینگے جو کہ باوجود گناہان کثیرہ کے دنیا سے مالا مال ہونگے

لو کان عن قوۃ او عن مغالبتہ ۔ طار البزاۃ بارزاق العصافیر
دوم اگر حصول رزق قوۃ یا غلبہ و طاقت پر ہوتا ۔ تو باز چھوٹے چھوٹے پرندوں کو رزق سے محروم ہی کر دیتے

حمزہ بن حبیب الزیات نے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔

۱ لا تفش سرک الا الیک ۲ لا بد عون ادیما صحیحا
اپنا بھید کسی پر ظاہر نہ کر ۔ اور اپنے ہی کو راز دار بنا

ؐ فان لکل نصیح نصیحا ؑ فانی رایت غواۃ الرّجال

تحقیق ہر ایک ناصح کیلئے نصیحت ضرور یہ ہے۔ کیونکہ اکثر آدمی گمراہ پائے جاتے ہیں۔

عقبہ بن ابی الصہا نے روایت کی ہے۔ کہ جب بدبخت ابن ملجم نے آپ کو زخم پہونچایا۔ تو حضرت امام حسن روتے ہوئے تشریف لائے آپ نے انکو تشفی دی اور فرمایا کہ میری آٹھ باتیں یاد رکھنا۔ انہوں نے عرض کی کہ وہ کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا سب سے بڑی تونگری عقل ہے اور سب سے زیادہ مفلسی حماقت ہے سخت ترین وحشت غرور ہے۔ اور سب سے بڑا کرم حسن خلق ہے۔ احمق کی صحبت سے بھاگو۔ وہ چاہتا تو یہ ہے کہ تمہیں نفع پہونچائے لیکن نقصان پہونچاتا ہے۔ جھوٹے سے پرہیز کرو کہ وہ قریب ترین شخص کو بعید کر دیتا ہے۔ اور بعید ترین کو قریب۔ بخیل سے دور بھاگو وہ تم سے وہ چیزیں چھوڑا دیگا جنکی تمہیں سخت احتیاج ہے۔ فاجر کے ساتھ بھی نہ پھٹکنا وہ تمہیں کوڑیوں کے بدلے میں بیچ ڈالیگا۔

ابن عساکر نے حضرت علی سے روایت کی کہ ایک یہودی آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ ہمارا خدا کہاں ہے؟ اس سوال سے آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ اور فرمایا کہ وہ ایسی ذات نہیں ہے کہ کسی زمانہ میں نہ تھا اور بعد میں ہوگیا۔ نہ اسکے لئے کینونت ہے نہ کیف اسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ وہ ہر ابتدا کی ابتدا اور ہر انتہا کی انتہا ہے۔ اسکے سوا اور تمام انتہائیں خاتمہ پذیر ہیں۔ یہ سنکر یہودی فوراً ایمان لے آیا۔

دراج نے شریح القاضی سے روایت کی کہ جب آپ جنگ صفین کیلئے تشریف لے جانے لگے تو آپ کی زرہ گم ہوگئی جب واپس تشریف لائے تو وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی آپ نے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے تیرے پاس کیونکر آئی نہ میں نے اسے کسی کے ہاتھ بیچا۔ نہ کسی کو دی۔ اسنے کہا کہ یہ زرہ میری ہے کہ میرے قبضے میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ چلو قاضی سے فیصلہ کرالیں چنانچہ آپ قاضی شریح کے پاس تشریف لیگئے اور انکے قریب جا بیٹھے۔ انہوں نے آپ کو نظر استعجاب سے دیکھا آپ نے فرمایا کہ میرا فریق ثانی اگر یہودی نہ ہوتا تو میں اسکے برابر ہی کھڑا ہوتا۔ مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب یہودیوں کو خدا نے حقیر سمجھا ہے تو تم بھی حقیر سمجھو۔ پھر قاضی شریح نے کہا یا امیر المومنین فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ زرہ جو کہ یہودی کے ہاتھ میں ہے میری ہے میں نے نہ تو اسے فروخت کیا۔ اور نہ کسیکو بخشی۔ پھر قاضی نے یہودی سے کہا کہ تیرا کیا جواب ہے اسنے کہا کہ زرہ میری ہے۔ جو میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی شریح نے کہا یا امیر المومنین کیا آپکے پاس گواہ ہیں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ میرے گواہ میرا بیٹا حسنؑ اور میرا غلام قنبر ہے جو کہ اس امر کے شاہد ہیں کہ یہ زرہ میری ہے۔ قاضی نے کہا کہ بیٹے کی باپ کیلئے شہادت قبول نہیں کی جاسکتی۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ تم اہل جنت کی شہادت قبول نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔ یکا یک یہودی چلا اٹھا کہ آپ مجھے قاضی کے پاس کھینچ لائے اور حالانکہ آپ امیر المومنین ہیں۔ لیکن قاضی آپ سے ایک عام آدمی کی طرح جرح وقدح کر رہے ہیں۔ اور فیصلہ خود دے رہے ہیں۔ یعنی آپ کے دین کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ بیشک زرہ آپ کی ہے۔ یہ کہکر وہ بطیب خاطر فوراً مسلمان ہوگیا۔

فصل (۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر قرآن

آپ کی تفسیریں مشہور ہیں ہمنے اپنی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ انکو درج کیا ہے یہاں مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔

ابن سعد نے حضرت علی سے روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کی کوئی آیت ایسی نہیں کہ مجھے اسکا شان نزول اور مقام نزول اور نیز یہ کہ وہ کس کے حق میں نازل ہوئی ہے معلوم نہ ہو۔ خدا نے مجھے قلب عاقل اور زبان ناطق عطا فرمائی ہے

ابن سعد وغیرہ نے ابوالطفیل سے روایت کی کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف کی نسبت جس کسی کو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لے کیونکہ مجھے ایک ایک آیت کی نسبت معلوم ہے۔ کہ وہ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کو پہاڑ پر نازل ہوئی ہے یا میدان میں۔

ابن داؤد نے محمد بن سیرین سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے بیعت کرنے میں ذرا دیر کی حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے آپ سے ملکر پوچھا کہ کیا آپ میری امارت کو برا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ لیکن میں نے یہ عہد کیا ہے کہ سوا نماز کے کبھی چادر نہ اوڑھوں گا تاوقتیکہ میں قرآن شریف کو جمع نہ کروں۔ چنانچہ اکثر لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے قرآن شریف اسی ترتیب کے ساتھ جمع کیا تھا جسطرح کہ نازل ہوا تھا

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اگر وہ قرآن شریف ہم تک پہونچتا تو حقیقت میں علم کا بڑا ذخیرہ ہوتا۔

فصل (۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مختصر کلمات حکمت

حزم سوء ظن ہے۔ (اندیشہ کار سوچنا گمان ناقص ہے)۔ (ابو شیخ)

محبت بعید النسب شخص کو قریب کر دیتی ہے۔ اور عداوت قریب النسب آدمی کو بعید کر دیتی ہے جسم میں سب سے زیادہ قربت ہاتھ کو ہے۔ لیکن جب ہاتھ فاسد ہو جاتا ہے تو کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ اور پھر اوسکو داغ دیا جاتا ہے۔ (ابو نعیم)

آپ نے فرمایا۔ کہ میری پانچ باتیں یاد رکھو کسی شخص کو سوا گناہ کے اور کسی چیز سے نہ ڈرنا چاہیئے۔ سوائے خدا کے اور کسی سے آدمی کو امید نہ رکھنی چاہیئے۔ جو شخص کوئی چیز نہ جانتا ہو اسکے سیکھنے میں کبھی شرم نہ کرے۔ عالم کو اسمیں کبھی دریغ نہ کرنا چاہیئے کہ جب اُس سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جسکو وہ نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ خدا بہتر جانتا ہے صبر و ایمان میں وہی نسبت ہے جو سر او جسم میں جب صبر جاتا رہے تو سمجھو کہ ایمان جاتا رہا۔ جب سر ہی جاتا رہا تو جسم کیسے بچ سکتا ہے۔ (ابن منصور)

آپ نے فرمایا کہ فقیہ اس شخص کو سمجھنا چاہیئے جو لوگوں کو خدا سے ناامید نہ کرے۔ اور گناہوں کی رخصت نہ دیدے۔ اور خدا کے عذاب سے بیخوف نہ کر دے۔ قرآن شریف سے اعراض کر کر کسی اور چیز کیطرف مائل نہ کر دے۔ جس عبادت کا آدمی کو علم نہ ہو اسمیں خیر کبھی نہیں ہوتی۔ جو علم آدمی اچھیطرح نہ سمجھے وہ علم نہیں کہلاتا۔ اور وہ پڑھنا نہیں کہلاتا جسمیں غور و فکر کو دخل ہو۔ (ابن خریس)

آپنے فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ وہ شخص عزیز ہے کہ جب اس سے کچھ پوچھا جائے اور اسکا اسے علم نہ ہو تو وہ صاف کہدے کہ مجھے معلوم نہیں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ (ابن عساکر)

جو شخص انصاف کرنا چاہے اسکو "ہر چہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند" پر عمل کرنا چاہیئے۔ (ابن عساکر)

سات باتیں شیطان کیطرف سے ہوتی ہیں۔ غصہ کی شدت پیاس کی شدت۔ جمائی کی شدت۔ قے۔ نکسیر۔ بول و براز اور ذکر الٰہی کے وقت نیند آنا۔

انار کو اُس پتلی سی چھلی کے ساتھ کھانا چاہیئے جو دانوں کے درمیان میں نکلتی ہے۔ کیونکہ وہ معدہ میں جاکر غذا کو پکا دیتی ہے (عبداللہ بن احمد)

عالم تمہیں کچھ پڑھ کر سنائے۔ یا تم عالم کو پڑھ کر سناؤ دونوں برابر ہیں (حاکم)

ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ مومن ادنے چھوکرے سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا۔ (سعید بن منصور)

ترجمہ مرثیہ ابوالاسود دئلی

اے آنکھ کیا تو ہماری مدد نہ کرے گی۔ اور امیر المومنین پر نہ روئے گی؟ ام کلثوم انپر روتی ہیں۔ کہ آپ کی اس عبرت آموز موت نے انکو مرتبہ حق الیقین دکھادیا؟ خوارج جہاں کہیں ہوں ان سے کہدو کہ حاسدوں کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہیں رہتی۔ کیا رمضان ہی کے مہینہ ہمکو دردناک کرنا تھا؟ ایسے آدمی کو جدا کرکے جو تمام تر خیر تھا تمنے ان لوگوں میں سے بہترین کو قتل کردیا جو لشکر کشی کرتا تھا۔ اور اسکو ذلیل کردیا جو کشتی پر سوار ہوتا تھا جو شخص جوتے و نیچو قسم کی اشیا پہنتا تھا اور مثانی و مبین پڑھتا تھا۔ اور تمام خوبیاں اسمیں موجود تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے محبت رکھتے تھے۔ اہل قریش جہاں کہیں ہوں وہ جان لیں کہ وہ دین وحسب میں انکے بہترین آدمی تھے۔ جب ابوالحسن کا منہ سامنے آجاتا تو معلوم ہوتا تھا کہ ناظرین پر بدر کا چاند نکل آیا ہے قبل ان کی شہادت کے ہم سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ حق کو قائم رکھتے تھے اور اسمیں شک نہ کرتے تھے۔ اور دوست و دشمن سے عدل کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔ علم کو کبھی نہ چھپاتے اور متکبر نہ تھے۔ علی کو کھوکر لوگ؟ ایسے ہوگئے جیسے شتر مرغ قحط سالی میں میدان میں مارا مارا پھرتا ہے معاویہ بن صخر کو بُرا نہ کہو کیونکہ خلفاء کا بقیہ اب بھی ہم میں موجود ہے +

فصل (٦)

اکابرین اسلام جو زمانہ حضرت علی میں فوت ہوئے

آپ کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا یا مقتول ہوئے۔ حذیفہ بن الیمان۔ طلحہ۔ زبیر بن علام۔ زید بن صوحان سلمان فارسی۔ ہند ابن ابی ہالہ۔ اویس قرنی۔ خباب بن الارث۔ عمار بن یاسر۔ سہل بن حنیف۔ تمیم داری۔ خوات بن جبیر۔ شرجیل بن سمط۔ ابو میسرہ بدری۔ صفوان بن عسال۔ عمرو بن عبسہ۔ ہشام بن حکیم۔ ابورافع۔ مولے رسول اللہ صلعم۔ وغیرہ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حسن بن علی بن ابوطالب ابومحمد سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث شریف کے موافق آپ سب سے آخر خلیفہ ہیں۔
ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے روایت کی۔ ہے کہ حسن وحسین دونوں اہل جنت کے نام ہیں۔ ایام جاہلیت میں یہ نام کسی شخص کے نہ تھے آپ نصف رمضان ۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے آپ سے اکثر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مروی ہیں۔ اور آپ سے حضرت عائشہ صدیقہ اور تابعین مثلاً حسن ابوالحوارا ربیعہ بن شیبان شعبی۔ ابوالوائل وغیرہ نے روایت کی ہے۔

آپ کی صورت جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت ملتی تھی۔ آپکا نام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا اور ساتویں روز عقیقہ کرکے بال اتروائے اور حکم دیا کہ آپ کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی جاوے آپ فرد خامس اہل عبا ہیں۔
عسکری نے روایت کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس نام کا کوئی آدمی نہ تھا۔

مفضل کہتے ہیں کہ اسمائے حسن وحسین خدا نے پوشیدہ کر رکھے تھے تا حدیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صاجزادوں کا نام رکھا۔

امام بخاری نے انس سے روایت کی کہ حضرت امام حسن ابن علیؓ سے بڑھ کر کسی کی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ ملتی تھی۔

بخاری اور مسلم نے لکھا ہے کہ براء کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن کو اپنے کندھے پر لئے ہوئے فرما رہے تھے کہ الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

امام بخاری نے حضرت ابوبکرہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممبر پر تشریف رکھتے تھے اور حضرت حسن آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے آپ کبھی تو لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور انشاء اللہ یہ مسلمانوں کے دو گروہ میں مصالحت کرائے گا۔

(بخاری) ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسنؓ وحسینؓ کی نسبت فرمایا کہ یہ دونوں میرے پھول ہیں۔

ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں اہل جنت کے سردار ہیں۔

(ترمذی) اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسنؓ حسینؓ کو گود میں لئے ہوئے بیٹھے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں الٰہی میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور نیز اُن سے محبت رکھ جو ان کو دوست رکھیں۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اہل بیت میں سے کون سب سے زیادہ عزیز ہے

(حاکم) ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن کو ایک روز اپنے کندھے پر بٹھا رکھا تھا۔ ایک شخص راستہ میں ملا حضرت حسن کو مخاطب کر کے کہا کہ میاں لڑکے تم نے کیا اچھی سواری پائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

(ابن سعد) عبد اللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ اہل بیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت حسن سب سے زیادہ شبیہ تھے اور آپ انکو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہوتے۔ حضرت حسن کھیلتے ہوئے آتے اور آپ کے کندھے یا پشت پر چڑھ بیٹھتے تو آپ انکو اسوقت تک نہ اتارا کرتے کہ وہ خود ہی نہ اُتر جائیں۔ آپ رکوع میں ہوتے تو حضرت حسنؓ آپ کے پیروں کے بیچ میں سے نکلجایا کرتے تھے

(ابن سعد) ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کے سامنے اکثر آپ اپنی زبان مبارک منہ سے باہر نکالتے اور وہ زبان کی سرخی دیکھکر ہنستے اور خوش ہوا کرتے۔

(حاکم) زہیر ابن ارقم کہتے ہیں کہ ایک روز امام حسن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص فرقہ ازدشنوہ میں سے کھڑے ہو کر کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو گود میں لئے ہوئے فرما رہے تھے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ سن لیں اور دوسروں کو سنا دیں کہ جو شخص مجھسے محبت رکھے اسکو لازم ہے کہ حسن سے بھی محبت رکھے۔ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل حکم مقصود نہ ہوتی تو میں یہ بات بیان نہ کرتا۔

حضرت حسن کے مناقب کثیر ہیں آپ نہایت حلیم صاحب آسائش وقار وحشمت اور نہایت سخی قابل تعریف تھے۔ فتنہ وخونریزی

سے آپ کو سخت نفرت تھی شادیاں آپ بہت کرتے تھے۔

آپ کی سخاوت کی یہ حالت تھی کہ ایک شخص کو ایک لاکھ درہم عطا فرما دیتے۔

حاکم نے عبداللہ بن عبید سے روایت کی کہ آپ نے پیادہ پا پچیس حج کئے اور اونٹ کوتل آپ کے ساتھ چلتے آتے تھے۔

(ابن سعد)۔ عمیر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ صرف حضرت حسن ہی ایک ایسے شخص تھے کہ جب آپ بات کرتے تھے تو میں یہی چاہا کرتا تھا کہ آپ اپنا کلام ختم نہ کریں آپ کی زبان سے مینے کبھی کوئی کلمہ فحش نہیں سنا۔ مگر ایک مرتبہ کہ آپ کی اور عمرو بن عثمان کے درمیان میں کچھ مناقشہ کسی زمین کے متعلق تھا۔ آپ نے کچھ فیصل بات فرمائی مگر انہوں نے نہ مانا۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں مانتے تو ہمارے پاس بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ اونکی ناک خاک آلودہ کی جائے۔ پس یہی ایک کلمہ سخت انکی زبان سے مینے سنا ہے

(ابن سعد)۔ عمیر بن اسحاق بھی کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مروان ہم پر امیر تھا تو ہر جمعہ کو برسر منبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا حضرت حسن سنتے رہتے کبھی اف بھی نہ کرتے۔ اُسنے اسی پر بس نہ کی بلکہ ایک آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ علی پر اور تجھ پر (سب باد) مثل خچر کی سی عائد ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون تھا تو وہ کہتا ہے کہ میری ماں گھوڑی تھی آپنے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ واللہ مجھے یہ بات کبھی نہ ہوے گی۔ کہ تو مجھے بے وجہ گالیاں دیتا ہے لیکن یاد ہو کہ آخر مجھے اور تجھے خدا کے سامنے جانا ہے اگر تو اپنے قول میں سچا ہے تو خدا تجھے سچ بولنے کی جزا خیر دے۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو اچھی طرح سمجھ رکھ کہ خدا سب سے زیادہ منتقم ہے۔

(ابن سعد)۔ رزیق بن سوار کہتے ہیں کہ ایک روز اثنائے گفتگو مروان آپ کو بڑا سخت و سست کہہ رہا تھا مگر آپ خاموش تھے اتفاق سے مروان نے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کی آپ نے اُس سے فرمایا افسوس ہے کہ تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ داہنا ہاتھ منہ کے واسطے ہے اور بایاں ہاتھ ناپاکیوں کے صاف کرنے کے واسطے تیرے اوپر سخت افسوس ہے مروان یہ سنکر بالکل خاموش ہوگیا

(ابن عساکر)۔ جویرہ بن اسماء کہتے ہیں کہ جب حضرت حسنؓ نے شہادت پائی تو مروان آپ کے جنازہ پر رونے لگا۔ یہ دیکھکر حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ اب تو تو روتا ہے اور زندگی میں ان کو یوں ستاتا رہا۔ مروان نے کہا کہ جانتے بھی ہو میں اس شخص کے ساتھ ایسا کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم تھا۔

ابن سعد نے اشعث بن سوار سے روایت کی کہ ایک شخص آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا آپ نے اُس سے فرمایا کہ تم ایسے وقت آئے ہو کہ میرے اٹھنے کا وقت ہے اگر تم اجازت دو تو میں جاؤں۔

(ابن سعد) علی بن زید کہتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ نے دو مرتبہ اپنا مال راہ خدا میں خیرات کردیا اور تین مرتبہ نصف نصف خیرات کیا یہانتک کہ ایک جوتہ رکھ لیا اور ایک دیدیا ایک موزہ رکھ لیا اور ایک دیدیا۔

ابن سعد نے علی بن حسینؓ سے روایت کی کہ آپ عورتوں کو طلاق بہت دیا کرتے تھے۔ سوا اسکے جنکو آپسے محبت ہوجاتی آپنے نوّے عورتوں سے نکاح کئے تھے۔ اور ابن سعد نے محمد الجعفر سے روایت کی ہے چونکہ حضرت حسنؓ عام طور پر نکاح کرکے طلاق دیدیا کرتے تھے۔ اسلیئے خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں قبائل میں عداوت نہ پڑجاوے۔ اسلیئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اہل کوفہ سے کہنا پڑا کہ تم میرے بیٹے حسن کو لڑکیاں ندو وہ طلاق بہت دیا کرتے ہیں۔ لیکن اہل ہمدان نے کہا کہ چاہے وہ رکھیں یا طلاق دیدیں ہم سے یہ نہو گا کہ ہم لڑکیاں انکے نکاح میں نہ دیں۔

ابن سعد نے عبداللہ بن حسینؓ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت حسنؓ زیادہ نکاح کرنیوالے خیال کے آدمی تھے۔ اور ہیں تو نکاح بہت کم اتفاق موجودگی کا ہوا ہے۔ اور بہت کم ایسی منکوحہ عورتیں آپکی تہیں جنسے آپکو محبت والفت تھی۔

ابن عساکر نے مبرد سے روایت کی کہ ایک مرتبہ آپ کے سامنے ذکر ہوا کہ ابو ذر کہتے ہیں کہ میں توانگری سے مفلسی کو اور تندرستی سے بیماری کو زیادہ عزیز رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ خدا انپر رحم کرے میں تو اپنے آپ کو بالکل خدا کے ہاتھ میں چھوڑتا ہوں اور کسی بات کی تمنا نہیں کرتا. وہ جو کچھ چاہے کرے مجھے اسمیں دخل دینے کی کیا مجال ہے آپکا یہ قول پوری طرح رضا بقضا کو ظاہر کرتا ہے
آپ اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد از روئے بیعت اہل کوفہ خلیفہ ہوئے اور چھ ماہ اور چند دن خلافت کی لیکن حکم خدا میں چارہ نہیں ہے۔
امیر معاویہ آپکے پاس پہونچے اور آپ نے ان شرائط کے ساتھ خلافت انکو تفویض کردی کہ اُن کے بعد خلافت آپکو پہونچیگی۔ اور اہل مدینہ و حجاز و عراق کے پاس جو کچھ حضرت علی کے وقت سے چلا آتا ہے اون سے کچھ نہ لیا جائیگا۔ اور آپکا کل قرض معاویہ ادا کردیں گے امیر معاویہ نے بھی ان شرائط کو قبول کرلیا اور مسلمانوں میں صلح ہوگئی۔ اس واقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیشینگوئی ثابت ہوگئی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرادیگا (اور خلافت سے دست بردار ہوئے۔)
بلقینی نے آپ کے اسی فعل خلو خلافت سے جو کہ اعلے منصب سے ہے یہ دلیل لی ہے کہ وظائف کو چھوڑ دینا ہی جائز ہے
آپ نے ربیع الاول اور بقولے ربیع الآخر و جمادی الاول اسکنہ ہجری میں خلع خلافت کیا۔
جب آپ کے دوست آپکو عار المسلمین کہتے تو آپ فرمایا کرتے کہ عار (شرمندگی) نار (دوزخ) سے بہتر ہے۔
ایک شخص نے آپ سے کہا کہ اے مسلمانوں کے ذلیل کرنوالے تجھپر سلام ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا ذلیل کرنیوالا نہیں ہوں بلکہ مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ تمکو ملک کیواسطے قتل کرڈالتا۔
خلع کے بعد آپ کوفہ سے مدینہ شریف میں تشریف لے آئے اور وہیں اقامت فرمائی۔
جبیر بن نضیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے کہا کہ افواہ ہے کہ آپ پھر خلافت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب عرب کے آدمیوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے جس سے چاہتا لڑا دیتا۔ اور جسکو چاہتا بچا دیتا تو اوسوقت میں نے محض خوشنودی خدا کیلیے اور امت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خونریزی سے بچنے کے لیے خلافت چھوڑ دی۔ تو اب صرف اہل حجاز کے خوش کرنے کے لیے کیوں قبول کونے لگا تھا۔ (حاکم)
مدینہ میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے اسلیے زہر دیدیا کہ یزید بن معاویہ نے اُس سے پوشیدہ طور پر کہا تھا کہ اگر تم امام حسن کو زہر دیکر مار ڈالوگی تو میں تم سے نکاح کرونگا چنانچہ اسنے آپ کو زہر دیدیا جب آپ کی شہادت ہوچکی تو اسنے یزید سے ایفاء وعدہ کیلیے کہلا کر بھیجا تو اُسنے جواب میں کہلا دیا کہ جب میں یہ نہ دیکھ سکا کہ تو امام حسن کے نکاح میں رہے۔ تو میں تجھے اپنی ذات کیلیے کیونکر پسند کرسکتا ہوں۔
آپ کی شہادت ۴۹ھ میں اور بقولے ۵ ربیع الاول ۵۰ھ میں واقع ہوئی اور بقول بعض ۵۱ھ میں
حضرت امام حسین نے ہزار ہا چاہا کہ آپ یہ بتلادیں کہ آپ کو کسنے زہر دیا ہے۔ مگر آپ نے نہ بتلایا۔ اور فرمایا کہ جسپر میرا شبہ ہے اگر وہی شخص میرا قاتل ہے تو خدا سخت انتقام لینے والا ہے۔ ورنہ میرے واسطے کوئی کیوں قتل کیا جائے۔
واللہ میں اس اظہار سے بیزار ہوں۔
(ابن سعد) عبداللہ بن طلحہ کہتے ہیں کہ آپنے ایک روز خواب میں دیکھا کہ میری دونوں آنکھوں کے درمیان میں قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ لکھا ہے۔ یہ خواب سنکر اہل بیت نے آپ کو مبارکباد دی۔ لیکن جب یہ خبر سعید بن مسیب کو معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اگر آپکا خواب سچا ہو جائے تو آپ کی عمر کا بہت ہی کم حصہ باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور چند روز بعد آپنے انتقال فرمایا۔

(بیہقی وابن عساکر) ہشام بن محمد بذریعہ والد خود کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن کو ایک لاکھ سالانہ ملا کرتا تھا۔ امیر معاویہ نے ایک سال بند کر دیا۔ اسلیئے آپکا ہاتھ بہت ہی تنگ ہوگیا۔ آپ نے ایک روز امیر معاویہ کو یاددہانی کیلئے قلم دوات منگوائی لیکن پھر رک گئے۔ اسی روز آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ حسن تمہارا کیا حال ہے آپنے عرض کیا کہ اچھا ہوں۔ اور پھر تنگدستی کی شکایت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمنے اپنے ہی جیسی مخلوق سے مدد مانگنے کے لیئے قلم دوات منگوائی تھی۔ حضرت امام حسن نے عرض کی کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر اور کیا کرتا آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو کہ الٰہی میرے دل میں اپنے ہی طرف کی امید ڈال اور دوسروں کیطرف سے امید میرے دل سے منقطع کردے یہانتک کہ سوا تیرے اور کسی سے امید نہ رکھوں۔ الٰہی میری قوتوں کو ضعیف نکر اور مجھ سے میرے عملوں کو کم نہ کر اور میری رغبت کسی اور کیطرف نہ کر اور مجھ سے کسی دوسرے سے سوال نہ کرا۔ اور میری زبان پر وہ چیز نہ پہنچا جو تو نے دوسروں کو عطا کی ہیں اور میرے دل میں وہی یقین ڈالدے جو اولین وآخرین کو عطا فرمائے ہیں۔ اور الٰہی مجھے اپنا خاص بندہ کر لے۔

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن نے فرمایا کہ مجھے یہ دعا پڑھتے ہوئے ایک ہفتہ بھی نگذرا تھا کہ امیر معاویہ نے میرے پاس پانچ لاکھ بھیجدیئے اسپر آپنے کہا کہ شکر ہے خدا کا جو اپنے یاد کرنے والے کو کبھی نہیں بھولتا اور جو اس سے دعا مانگتا ہے اُسکو مایوس نہیں کرتا۔ اسکے بعد آپ نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور آپ نے پوچھا کہ حسن کیا حال ہے۔ آپنے عرض کیا کہ اچھا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور پھر واقعہ عرض کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں خالق سے مانگنے اور مخلوق سے نہ مانگنے کا یہی اثر ہوتا ہے۔

سلیم بن عیسٰے قاری کوفہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ وفات کے وقت رونے لگے حضرت امام حسین نے کہا کہ بھائی جان آپ روتے کیوں ہیں آپ تو اپنے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ اور اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور اپنے ماموں حضرت قاسم وطاہر رضی اللہ عنہم۔ اور اپنے چچا حمزہ وجعفر کے پاس تشریف لیئے جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی میں بتعمیل حکم الٰہی ایسی جگہ جاتا ہوں جسکو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اور ایسی مخلوق خدا کو دیکھنے جاتا ہوں جنکو ابتک کبھی نہیں دیکھا تھا۔

بروایت عبدالبر دیگر راویان معلوم ہوا ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے بروقت وفات حضرت امام حسینؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کے متعلق آپ کے پدر بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انتہائی نتائج پر غور کی جبکہ خدا نے بجائے آپکے حضرت ابوبکرؓ کو والی قرار دیا بعدہٗ پھر آپ نے خیال فرمایا تو حضرت عمرؓ پر مستقل ہوئے۔ پھر وقت شوریٰ بھی آپنے کوئی شکایت نہیں کی جبکہ حضرت عثمان کی طرف خلافت منتقل کی گئی۔ جب حضرت عثمان شہید کئے گئے تو آپ (علیؓ) خلیفہ مقرر کئے گئے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ نزاع پڑ گئے تھے۔ اور تلواریں میانوں سے نکل آئیں تھیں اور یہ معاملہ طے نہ ہوا۔ اب واللہ میں اچھیطرح جانتا ہوں کہ نبوت وخلافت ہمارے خاندان میں نہیں رہ سکتیں، اور یہی معلوم ہوتا ہے کہ سفہا کوفہ تمہیں یہاں سے ضرور نکالدیں گے اور تم کو سبک نظری سے دیکھیں گے۔ میں نے حضرت عائشہ سے کہا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت دیدیں۔ اوسوقت تو انہوں نے مان لیا تھا۔ اب لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تم پوچھوگے تو نہ مانیں گے۔ اب میرے بعد تم اُن سے پوچھنا اگر وہ اجازت نہ دیں تو اصرار نکرنا۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد حضرت امام حسینؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا آپنے فرمایا کہ مجھے بسر وچشم منظور ہے۔ لیکن مروان مانع آیا۔ اسپر حضرت امام حسینؓ اور آپ کے ساتھی مسلح ہوکر چلے مگر حضرت ابوہریرہؓ نے آپ کو روک دیا اور

حضرت امام حسن کو آپ کی والدہ کے پاس بقیعہ میں دفن کر دیا گیا۔

معاویہ بن ابوسفیان

معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی الاموی۔ ابوعبدالرحمن۔ معاویہ اور انکے والد فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور جنگ حنین میں شامل ہوئے جو مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ مگر بعد میں اسلام پر پکے ہوگئے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محرروں میں سے ہیں ایک سو تریسٹھ حدیثیں آپ سے مروی ہیں جنکو بعد میں ابن عباس ابن عمر۔ ابن الزبیر ابوالدرداء۔ جریر البجلی۔ نعمان بن بشیر صحابہ۔ اور ابن المسیب۔ حمید بن عبدالرحمن وغیرہ تابعین نے روایت کیا۔

آپ حلم و دانائی میں مشہور ہیں۔ آپ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں مشہور ہیں۔ مگر وہ ثابت نہیں ہوئی ہیں چنانچہ ترمذی نے احادیث حسن کی ذیل میں عبدالرحمن بن ابی عمیرہ صحابی سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر معاویہ کی نسبت فرمایا کہ الٰہی معاویہ کو ہدایت کرنے والا۔ اور ہدایت پانیوالا کر دے۔ نیز امام احمد نے اپنے مسند میں عرباض بن ساریہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی معاویہ کو کتاب و حساب سکھا اور عذاب سے بچا۔

ابن شیبہ اور طبرانی نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کی ہے۔ کہ خود امیر معاویہ کہتے ہیں مجھکو خلافت کی اسوقت سے امید تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے ارشاد فرمایا کہ جب تو بادشاہ ہو تو لوگوں سے اچھی طرح سلوک کرنا۔

امیر معاویہ طویل القامت خوبصورت اور مہیب آدمی تھے۔ حضرت عمر ان کیطرف دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔

حضرت علی رض نے فرمایا۔ کہ سرداری معاویہ سے اکراہ نہ کرو کیونکہ جب یہ تم میں سے اٹھ جاویں گے تو تم دیکھوگے کہ بہت سے سر جسموں سے جدا کیے جائیں گے۔

مقری کہا کرتے تھے کہ تم لوگ ہرقل و کسریٰ کا تو ذکر کیا کرتے ہو معاویہ کو بھول جاتے ہو۔

انکا علم ضرب المثل ہوگیا تھا۔ چنانچہ ابن ابی الدنیا اور ابوبکر بن ابوعاصم نے تو انکے حلم پر ایک مستقل تصنیف کی ہے۔

ابن عون کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ یا تو تم سیدھے ہو جاؤ ورنہ ہم اینٹوں سے تمہیں سیدھا کریں گے انہوں نے کہا ہاں میں اسوقت میں سیدھا ہو جاؤنگا۔

قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ سے بڑھکر کسی کو حلیم و عقیل بردبار نہیں دیکھا۔

حضرت ابوبکر نے جب شام کو لشکر بھیجا تو معاویہ اپنے بھائی یزید بن ابوسفیان کے ساتھ وہاں گئے۔ جب یزید مر گئے تو ابوبکر صدیق نے انہیں (امیر معاویہ) کو وہاں کا حاکم کر دیا جو کہ دمشق میں سرداری کرتے رہے۔ حضرت عمر نے بھی انکو قائم رکھا اور حضرت عثمان نے انکو تمام ملک شام پر حاکم کر دیا اس حساب سے وہ بیس برس شام کے امیر رہے ہیں اور بیس ہی برس خلیفہ رہے۔

کعب احبار کہتے ہیں کہ جتنا کچھ امیر معاویہ کے پاس ہے اتنا اس امت میں کسی کے پاس نہیں ہوا مگر ذہبی کہتے ہیں کہ کعب احبار خلافت معاویہ سے پہلے انتقال فرما چکے تھے اور اس قول کی وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیس برس تک اسطرح خلافت کی ہے کہ کوئی انکا مخالف کھڑا نہیں ہوا۔ برخلاف اور خلفاء مابعد کے کہ جنکے مخالفین اکثر لوگوں نے کی ہیں اور انکے قبضہ سے اکثر ممالک نکل گئے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا۔ اور اُن ہی کے واسطے حضرت امام حسنؓ نے خلافت
سے خلع کیا۔ اور یہ ربیع الآخر یا جمادی الاول ۴۱ھ ہجری میں تخت خلافت پر متمکن ہو گئے۔ اسی لیئے اس سال کا نام سال جماعت
رکھا گیا۔ کیونکہ اسی سال میں خلافت واحد پر اجتماع امت ہو گیا تھا۔

اسی سال (۴۱ھ ہجری میں) انہوں نے مروان بن حکم کو مدینہ کا حاکم کیا۔

۴۳ھ ہجری میں رخج وغیرہ مضافات سجستان میں سے اور ودان برقہ میں اور کوذائی بلاد سودان میں سے فتح ہوا۔ اور
اسی سال میں انہوں نے اپنے بھائی زیاد کو اپنا خلیفہ کیا۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم میں سب سے پہلا یہ تغیر پیدا
ہوا (ثعالبی وغیرہ) ۴۵ھ میں قیقان فتح ہوا اور ۵۰ھ ہجری میں قوہستان فتح ہوا۔ اور اسی سال معاویہ نے اپنے بعد
اپنے بیٹے یزید کے لیئے اہل شام سے بیعت لی۔ جنہوں نے بیعت کر لی۔ امیر معاویہ ہی اسلام میں سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں
نے اپنی حیات میں اپنے بیٹے کیلیئے بیعت لی تھی) پھر انہوں نے مروان کو لکھا کہ اہل مدینہ سے بھی یزید کے حق میں بیعت لے
لے۔ چنانچہ مروان نے خطبہ میں کہا کہ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ میں انکے بیٹے یزید کے لیئے سنت ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما نے
پر بیعت لوں۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ یوں کہو کہ سنت کسریٰ و قیصر پر۔ کیونکہ حضرت ابوبکر و
عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت کو اپنے بیٹے یا اپنے خاندان کیلیئے خاص نہیں کیا۔

۵۱ھ ہجری میں امیر معاویہ نے حج کیا اور اپنے بیٹے یزید کیلیئے بیعت لی اور حضرت ابن عمرؓ کو بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارا قول
ہے کہ جس روز تمہارے اوپر کوئی امیر نہ ہوگا تو تمہیں چین نہ پڑے گی۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں تم ہی مسلمانوں کے
امن میں خلل ڈالنے اور انمیں فساد پیدا کرنے والے ہو حضرت ابن عمرؓ نے بعد حمد و ثنا خالق عالم جواب دیا کہ تم سے پہلے جو خلفاء
گزرے ہیں انکے بھی بیٹے تھے جن سے تمہارا بیٹا بہتر نہیں ہے باوجود اسکے انہوں نے اپنے بیٹوں کیلیئے وہ کچھہ ارادہ
نہیں کیا جو تم کر رہے ہو۔ بلکہ امر خلافت کو مسلمانوں کیلیئے چھوڑ دیا۔ جسکو چاہیں انتخاب کریں۔ اور تو مجھے ڈرتا ہے کہ میں فرقہ
اسلام میں فساد ڈالنے والا ہوں۔ حالانکہ میں ایسا نہیں کرتا۔ اور میں ایک صادق مسلمان فرد ہوں۔ پس اب بھی اگر وہ کسی
پر اجتماع کر لیں۔ تو میں آخر اُن ہی میں سے ایک فرد ہوں۔ معاویہ نے کہا خدا تمپر رحمت کرے۔ حضرت ابن عمر یہ کہکر چلے آئے پھر امیر
معاویہ نے حضرت ابن ابوبکر کو بلا بھیجا۔ اور اُن سے بھی وہی کہا جو حضرت ابن عمر سے کہہ چکے تھے لیکن انہوں نے انکا قطع
کلام کر کے کہا کہ تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ ہمنے تمہارے بیٹے کے معاملہ میں تمہیں اپنا وکیل کر دیا ہے۔ مگر واللہ ہمنے ہرگز ایسا نہیں
کیا۔ بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس معاملہ میں عام مسلمانوں سے شورے کر لیا جائے۔ ورنہ ہم تیرے مکر سے جدا رہیں گے۔ یہ
کہکر وہ اُٹھہ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ مگر امیر معاویہ نے پہلے تو دعا کی کہ الٰہی جو کچھہ میں چاہتا ہوں اسمیں میری مدد فرما۔ پھر
اُن سے کہا کہ ذرا سختی و درشتی کو کام میں نہ لاؤ اور اہل شام تک اس بات کو نہ پہونچانا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں آج شام تک انکو
یہ اطلاع کر دوں کہ تمنے یزید کیلیئے بیعت کر لی ہے اسکے بعد تم سے جو کچھہ ہو سکے کر لینا۔

پھر ابن زبیر کو بلا کر کہا کہ تو ایک مکار لومڑی ہے کہ ایک سوراخ سے نکلکر دوسرے سوراخ میں چلی جاتی ہے تو نے ہی ان دونوں آدمیوں
(ابن عمر و ابن ابوبکر) کے کانوں میں کچھہ پھونکدیا ہے اور انکی رائے کے خلاف آمادہ کر دیا ہے۔ ابن زبیر نے کہا کہ اگر تم ایسے ہی اپنی
خلافت سے بیزار ہو گئے ہو تو تخت چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ اپنے بیٹے کو لے آؤ ہم بیعت کر لیں گے مگر یہ بتاؤ کہ باوجود تمہاری اور
اُسکی بیعت کے ہم کسکی سنیں اور کسکی اطاعت کریں تمہاری یا اُسکی ظاہر ہے کہ دو بادشاہوں کی بیعت ایک وقت میں جمع نہیں
ہو سکتی۔ یہ کہکر چلدیئے۔ اسکے بعد امیر معاویہ ممبر پر چڑھے اور خدا کی حمد و ثنا کے لعد کہا کہ مینے کچراہ لوگوں کی باتیں سنیں ہیں۔

اون لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ابن عمر و ابن ابو بکر و ابن زبیر کبھی یزید کی بیعت نہ کریں گے۔ حالانکہ انہوں نے بیعت کر لی۔ اہل شام نے کہا واللہ تاوقتیکہ وہ تینوں علیٰ رؤس الاشہاد بیعت نہ کرلیں ہم نہ مانیں گے۔ ورنہ ہم تینوں کی گردنیں اڑا دیں گے۔ امیر معاویہ نے ان سے فرمایا ایسے کریہ الفاظ قریش کی شان میں کہنے سخت گستاخی میں داخل ہیں اور مجھے سخت ناگوار گذرے ہیں۔ پھر تم لوگوں کی زبان سے میں نہیں سننا چاہتا۔ یہ کہکر منبر سے اُتر آئے۔

اس کے بعد لوگوں نے اڑا دیا کہ ابن عمر۔ ابن ابو بکر۔ ابن زبیر نے یزید کی بیعت کر لی۔ حالانکہ وہ قسم خدا کھاکر برابر اس سے انکار کرتے رہے۔ امیر معاویہ شام کو واپس چلے گئے۔

ابن منکدر کہتے ہیں کہ جب یزید کی بیعت ہونے لگی تو ابن عمر کہنے لگے کہ اگر یہ شخص اچھا نکلا تو ہم اس سے راضی رہیں گے اور اگر بُرا ہوا تو بلا پر صبر کریں گے۔

خرائطی نے اپنی کتاب ہواتف میں بروایت حمید بن وہب لکھا ہے کہ ہند بنت عتبہ فاکہ بن مغیرہ قریشی کے نکاح میں تھی۔ جو کہ جوانان قریش سے تھا۔ فاکہ نے ایک مکان ضیافت بنا رکھا تھا جسمیں لوگ بے پوچھے گچھے آکر بیٹھا اٹھا کرتے تھے۔ ایک روز وہ مکان خالی تھا۔ فاکہ کہیں کسی کام کیلئے گیا ہوا تھا۔ اور ہند وہاں تھی۔ ایک شخص اس مکان کے اندر آیا اور ایک عورت کو وہاں تنہا دیکھکر اُلٹے پھر چلا گیا۔ اتنے میں فاکہ آگیا اس نے اسکو دیکھ لیا اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ شخص تیرے پاس کون تھا اور اسکو ٹھوکریں مارنے لگا۔ اُسنے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور مجھے مطلق خبر نہیں تھی۔ صرف تمہارے کہنے سے مجھے خیال ہوا مگر فاکہ کو تسلی نہ ہوئی اور اسنے اسکا ذکر کئی ایک آدمیوں سے کیا۔ اور ہندہ کو نکال کر باپ کے گھر بھیجدیا۔ اس واقعہ کا لوگوں میں چرچا ہوا۔ ہند کے باپ نے ایک روز اس سے کہا کہ تمہارے معاملہ میں لوگ بہت ذکر اذکار کرتے ہیں مجھے بھی مفصل حالات بتلاؤ اگر فاکہ سچا ہو تو میں کسی سے کہدونگا وہ چپکے سے اسے قتل کر دیگا۔ ہم اس بدنامی سے بچ جاینگے اگر وہ جھوٹا ہو تو ہم یہ واقعہ کسی کاہن یمن کے سامنے پیش کریں گے۔ ہند نے اپنی برئیت کے لیے وہی قسمیں کھائیں جو ایام جاہلیت میں لوگ کھایا کرتے تھے۔ اور کہا کہ فاکہ نے اسپر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اسپر اسکے باپ عتبہ نے فاکہ کو مجبور کیا کہ تونے میری بیٹی پر بھاری الزام لگایا ہے اسلیئے یہ معاملہ کسے کاہن یمن کے پیش کیا جاوے۔ پس فاکہ معہ ایک جماعت بنی مخزوم کے اور عتبہ معہ ایک جماعت بنی عبد مناف اور ہند۔ اور اسکی ایک سہیلی کے روانہ ہوئے۔ جب وہ اس شہر کے قریب پہونچے تو عتبہ نے راستہ میں ہند کا حال دوسرا رنگ کچھ متغیر دیکھکر کہا کہ یہ تغیر حال نیرا بے معنے نہیں معلوم ہوتا ہے تو ضرور قصوروار ہے۔ ہند نے پھر قسمیں کھاکر کہا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ اصلیت یہ ہے کہ تم مجھے ایسے شخص کی پاس لیئے چلتے ہو جنکی باتیں کبھی سچی ہوتی ہیں اور کبھی جھوٹی۔ اگر اُس نے بلاوجہ مجھے متہم کردیا تو میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ اُس کے باپ نے کہا اسکا فکر تم نہ کرو میں پہلے اسکا امتحان کرونگا چنانچہ اُسنے اپنے گھوڑے کو ایسی آواز دی جس سے اسکو شہوت ذکر ظاہر ہوئے پس اسنے سوراخ ذکر میں ایک گیہوں کا دانہ داخل کر دیا اور پھر لہسن سے سوراخ بند کردیا۔ صباح جب وہ کاہن کے پاس پہونچے تو اسنے اسکی تعظیم و تکریم کی۔ اور جب کھانا کھاچکے تو ہند کے باپ نے کاہن سے کہا کہ میں ایک کام کیلئے تمہارے پاس آیا ہوں۔ لیکن میں نے تمہاری آزمایش کیلئے کچھ فعل کیا ہے۔ پہلے وہ مجھے بتلا دو تو پھر اس کام کی طرف راغب ہونگا۔ کاہن نے کہا کہ کسی نرسل میں گیہوں کا دانہ تمنے رکھا ہے۔ ہند کے باپ نے کہا کہ واضح تر کہو۔ اُسنے پھر کہا کہ گھوڑے کے سوراخ ذکر میں گیہوں کا دانہ ہے۔ ہند کے باپ نے اُسکی تصدیق کی اور اس سے کہا کہ اب ان دو عورتوں کے معاملہ کیطرف توجہ کرو کاہن پہلے ہند کی سہیلی کے پاس گیا۔ اُسکے مونڈھوں پر کچھ ضربیں لگا کر کہا

کہ اُٹھ پھر ہند کے پاس آیا اور اُسکو بھی مار کر کہا کہ اُٹھ تجھ سے کوئی بدی سرزد ہوئی نہ زنا۔ اور تو ایک بادشاہ کو جنے گی جسکا نام معاویہ ہوگا۔ فاکہ نے یہ سنکر ہند کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ہند نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا کہ دورہو جا اگر ایسا کوئی بادشاہ میرے بطن سے پیدا ہونیوالا ہے تو وہ تیرے نطفے سے نہ ہوگا۔ اسکے بعد ابوسفیان نے اس سے شادی کی لی۔ اور امیر معاویہ پیدا ہوئے امیر معاویہ نے ماہ رجب ۶۰ھ میں انتقال کیا اور باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان میں مدفون ہوئے۔

کہتے ہیں کہ انکی عمر ۷۷ سال کی ہوئی اور انکے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال اور ناخن تھے وہ وصیت کر مرے کہ یہ دونوں چیزیں میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا اور مجکو میرے اور ارحم الراحمین کے درمیان میں چھوڑ دینا۔

بعض مختصر حالات امیر معاویہ

سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ مینے سفینہ سے کہا کہ بنوامیہ کہتے ہیں کہ خلافت ہمارے خاندان کیلئے ہے انہوں نے کہا کہ جھوٹ بکتے ہیں بلکہ وہ بادشاہ ہیں اور بادشاہ بھی سخت ترین اور سب سے پہلے بادشاہ معاویہ ہیں۔ (ابن شیبہ)

(بیہقی۔ ابن عساکر) ابراہیم بن سوید الارمنی کہتے ہیں کہ مینے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ خلفا کون کون ہیں آپ نے فرمایا کہ ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نے پوچھا کہ معاویہ۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وقت میں اُن سے بڑھ کر کوئی شخص مستحق خلافت نہ تہا۔

(سلفی) عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مینے اپنے والد سے حضرت علی و معاویہ کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ اصلیت یہ ہے کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے۔ وہ لوگ آپ میں عیب ڈھونڈھتے تھے اور نہ پاتے تھے۔ پہر وہ ایسے شخص سے جا ملے جسنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ و جدل کی اور اُسکو اپنے لئے حسب مدعا مکار پایا۔

ابن عساکر نے عبد الملک سے روایت کی کہ جاریہ بن قدامہ سعدی امیر معاویہ کے پاس آئے انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ جاریہ نے کہا کہ میں جاریہ بن قدامہ ہوں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تم کیا بننا چاہتے ہو تمہاری مثال ایک حقیر شہد کی مکھی کی سی ہے جاریہ نے کہا کہ تم ایک بات کہہ تو بیٹھے مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ تمنے مجھے ایک ایسی چیز سے مثال دی ہے کہ جسکا ڈنگ سخت ہوتا ہے اور اسکا فضلہ میٹھا۔ معاویہ واللہ تو کتا ہے اور کتوں کی طرح بھونکتا ہے۔ اور تو تو ایکطرف رہا۔ امیہ تصغیر ہے اَمَتہ (لونڈی) کی۔

فضل بن سوید کہتے ہیں کہ جاریہ بن قدامہ امیر معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کہ تو علی (کرم اللہ وجہہ) کی طرف ہو کر کوشش کرتا پہرتا ہے اتنا نہیں سمجھتا کہ تو ایسی آگ بھڑکا رہا ہے جس سے عرب کے گاؤں جل جائیں اور سخت خونریزی ہوگی جاریہ نے کہا کہ معاویہ بہتر ہے کہ تم علی کرم اللہ وجہہ کا پیچھا چھوڑ دو۔ جب سے ہم کو اُن سے محبت ہوئی ہے ہمنے انکو کبھی ناخوش نہیں کیا اور جب سے ہمنے ان کی خیرخواہی پر کمر باندھی ہے اُن سے کبھی فن فریب نہیں کیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ جاریہ تجھپر بڑا ہی افسوس ہے کہ تو اپنے خاندان میں بھاری تہا تب ہی تو تیرا نام انہوں نے جاریہ (لونڈی) رکھدیا۔ جاریہ نے کہا کہ اپنے خاندان پر تو ہی بھاری تہا۔ کہ تیرا نام معاویہ رکھدیا۔ اسنے کہا کہ تیری تو کوئی ماں ہی نہیں ہے۔ اسنے جواب دیا۔ کہ میری ماں وہ ہے جس نے مجھے جنا۔ کیا تجھے ہماری تلواروں کی باڑیں یاد نہیں جو ہمنے جنگ صفین میں تجھے دکھلائی تہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ کیا تو مجھے دہمکاتا ہے۔ جاریہ نے کہا کہ اتنا سمجھ لے کہ تو نے ہمیں بزور شمشیر زیر نہیں کیا اور نہ قہر سے مطیع کیا۔ بلکہ ہمنے تجھے ملک بذریعہ عہد کے سپرد کردیا ہے اگر تو انکا ایفا کریگا تو ہم تیرے ساتھ وفا کریں گے۔ اور اگر خلاف ورزی کریگا۔ تو ہم بھی خلاف ورزی کریں گے۔ یہ سمجھ لے کہ ہمارے مددگار ایسے لوگ ہیں جنکی زرہیں نہایت مضبوط ہیں اور

انکی زبانیں لوہے کی بنی ہوئی ہیں۔ اگر تو نے ہمسے غدر کیا تو ہم بھی بغاوت کر کے تجھے مزہ چکھا دیں گے۔ امیر معاویہ نے فرمایا کہ خدا تیرے جیسے آدمی دنیا سے ناپید ہی ہو جائیں۔

ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابی کہتے ہیں کہ میں امیر معاویہ کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ تو بھی قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے کہا کہ نہیں البتہ میں اسوقت موجود تہا مگر میں نے انکی مدد نہیں کی امیر معاویہ نے پوچہا کہ کونسا امر تمکو امداد کرنے سے مانع ہوا میں نے کہا کہ اسلیئے کہ مہاجرین و انصار میں سے کسی نے انکی مدد نہیں کی۔ معاویہ نے کہا کہ از روے حق انپر واجب تہا کہ مدد کرتے۔ میں نے کہا کہ امیر المومنین آپ کو کیا بات مانع آئی حالانکہ آپکے ساتھ اہل شام بھی تہے انہوں نے کہا کہ مگر میں نے انکے خون کا مطالبہ کر کے ان کی مدد کی یہ سن کر میں ہنس پڑا اور کہا کہ تیرے اور عثمان کا مصداق یہ شعر ہے۔ ترجمہ شعر۔ میں اس امر کو دوست نہیں رکھتا۔ کہ تو میری موت پر روئے حالانکہ زندگی میں میرا زادہ تجھپر واجب تہا اور تو نے نہ دیا۔ نہ زیادہ کیا۔

(ابن ابی شیبہ) شعبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے امیر معاویہ ہی ہیں جنہوں نے بیٹھکر خطبہ پڑہا۔ کیونکہ وہ بہت موٹے ہو گئے تہے اور انکا پیٹ بڑہ گیا تہا۔

(عبد الرزاق) زہری کہتے ہیں کہ نماز عید کے قبل خطبہ پڑہا جانا انہی نے ایجاد کیا۔ اور تکبیر میں بھی ان ہی نے کمی کی۔

ابن شیبہ نے سعید بن مسیب سے روایت کی کہ سب سے پہلے معاویہ نے عید میں آذان کا کہا جانا ایجاد کیا۔

بیاض نے زحیل میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے تکبیر میں معاویہ نے ہی کمی کی۔

عسکری نے اپنی کتاب اوائل میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں قاصد سب سے پہلے امیر معاویہ ہی نے رکھے۔ اور ان ہی نے خوجوں کو اپنی خاص خدمت کیلیئے مقرر کیا اول ان ہی سے رعایا ناخوش ہوئی۔ اول ان ہی کو ان الفاظ میں سلام کیا گیا کہ السلام علیک یا امیر المومنین ورحمتہ اللہ و برکاتہ الصلوۃ یرحمک اللہ۔ دفتر میں سب سے پہلے مہر کا طریقہ ان ہی نے ایجاد کیا۔ اور یہ خدمت عبد اللہ بن اوس غسانی کے سپرد کی۔ اور اسکو مہر حوالہ کی۔ اس ایجاد کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو ایک لاکھ دینار یا درہم دیدینے کا حکم دیدیا اس شخص نے وہ حکم کہول لیا اور اس رقم کو دو لاکھ بنا دیا۔ جب امیر معاویہ کے سامنے حساب پیش ہوا تو انہوں نے دو لاکھ دلانے سے انکار کیا اور پھر مہر کا طریقہ ایجاد کیا۔ یہ طریقہ خلفائے عباسیوں میں آخر تک برابر چلا آتا ہے امیر معاویہ کی مہر پر کندہ تہا۔ لکل عمل ثواب۔ ان ہی نے سب سے پہلے مسجد میں حجرہ بنوایا۔ اور کعبہ شریف کے غلاف اوتارنے کا حکم دیا۔ اس سے پہلے غلاف تو بر تو چڑہائے جاتے تہے۔

زہری سے انکے بھائی نے پوچہا کہ بیعت لیتے وقت قسم دینے کا طریقہ کب سے شروع ہوا انہوں نے کہا کہ امیر معاویہ کے وقت سے وہ تو صرف خدا کی قسم دلاتے تہے۔ لیکن عبد الملک بن مروان کے وقت سے طلاق اور غلام کی آزادی کی قسم دینے لگے (زبیر بن بکار)

عسکری نے سلیمان بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ امیر معاویہ مکہ یا مدینہ کی مسجد میں گئے۔ وہاں ایک حلقہ میں جسمیں ابن عمر، ابن عباس اور عبد الرحمن بن ابو بکر بیٹھے ہوئے تہے۔ بیٹھ گئے۔ امیر معاویہ ان کی طرف متوجہ ہوئے مگر ابن عباس نے ان سے منھ پھیر لیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اس منھ پھیرنے والے اور اسکے چچا کے بیٹے سے تو میں زیادہ مستحق خلافت ہوں۔ ابن عباس نے کہا کہ یہ کسطرح کیا تقدم اسلام کی وجہ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے ساتھ دینے کی وجہ سے یا آپکی قرابت کے سبب سے۔ آخر استحقاق کی وجہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ چچا کے بیٹے کے مقتول ہونے کی وجہ سے ابن عباس نے فرمایا کہ پھر عبد الرحمن بن ابو بکر زیادہ مستحق ہیں امیر معاویہ نے کہا کہ نہیں کیونکہ انکے والد نے اپنی موت سے انتقال کیا۔ ابن عباس نے کہا کہ پھر ابن عمر زیادہ مستحق ہیں امیر معاویہ نے کہا کہ ان کے والد کو کافر نے قتل کیا تہا۔ ابن عباس نے کہا کہ اس دلیل سے تو تم

ہی جہوٹے ہوتے ہو کیونکہ تمہارے چچا کے بیٹے سے تو مسلمانوں نے ہی سخت گیری کی تہی۔ بالآخر قتل کردیا تہا۔

مدینہ میں عبداللہ بن محمد بن عقیل امیر معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تہے۔ کہ ابو قتادہ انصاری بہی وہاں آگئے امیر معاویہ نے کہا کہ میرے پاس سوائے انصار کے تمام لوگ آئے حضرت ابو قتادہ نے کہا کہ ہمارے پاس سواری نہیں ہے امیر معاویہ نے کہا کہ تمہارے اونٹ کہاں گئے انہوں نے کہا کہ تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب میں جنگ بدر کے روز سب اونٹوں کو تھکا مارا پہر کہنے لگے کہ ہمسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ لوگ حقدار پر غیر حقدار کو اختیار کریں گے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا کہ اسوقت کیا کرنا چاہیے ابو قتادہ نے کہا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسی حالت میں صبر کرنا۔ امیر معاویہ نے فرمایا کہ بس تو پہر صبر کرو۔ اس کی خبر عبدالرحمن بن حسان بن ثابت کو پہونچی۔ تو انہوں نے کہا کہ ترجمہ اشعار معاویہ بن حرب امیر المومنین کا کلام ہمتک پہونچا۔ ہم لوگ صبر کرتے ہیں اور تمکو قیامت تک مہلت دیتے ہیں۔

(ابن ابی الدنیا و ابن عساکر) جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ میں معاویہ بن ابوسفیان کے پاس بحالت خلافت گیا۔ اُن کی گردن میں ایک رسی پڑی ہوئی تہی ایک بچہ انکی گود میں تہا وہ اُسے کھینچ رہا تہا۔ مینے کہا کہ امیر المومنین یہ بچہ کیا کرتا ہے۔ معاویہ نے کہا۔ کہ اے مرد لیئم (بندہ نفس) چپ رہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جسکے کوئی بچہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ اُسکی خاطر وہ بہی بچہ بنجائے (ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے)

شعبی کہتے ہیں کہ قریش میں سے ایک جوان آدمی امیر معاویہ کے پاس گیا اور اُنکو بُرا بھلا کہنے لگا۔ امیر معاویہ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اس امر سے باز آ جا بادشاہ کا غصہ بچے کا سا غصہ ہوتا ہے۔ اور اسکا مواخذہ شیر کا سا۔ (ابن ابی شیبہ)

شعبی کہتے ہیں کہ زیاد نے بیان کیا کہ مینے ایک شخص کو خراج لینے پر متعین کیا۔ جب خراج میں کچھ کمی پڑگئی تو میرے ڈر کے مارے امیر معاویہ کے پاس چلا گیا میں نے انکو لکھا کہ اس شخص کا بھاگ جانا گویا میری گستاخی ہے۔ امیر معاویہ نے مجھے لکھا کہ کسی شخص کو سیاست کرنا نہ میرا کام ہے نہ تیرا۔ آدمی کو چاہیئے کہ نہ اسقدر نرمی کرے کہ لوگ شتر بے مہار ہو کر گناہوں میں پھنس جائیں۔ نہ اسقدر سختی کہ لوگ مہلکات میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر تو کسی سے سختی و درشتی پیش آئے تو مجھے چاہیئے کہ میں اُسپر نرمی و مہربانی کروں۔

شعبی کہتے ہیں کہ مینے امیر معاویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں تفرقہ پڑا اوسی میں اہل باطل اہل حق پر غالب آگئے بجز ہماری قوم کے۔

سلیمان مخزومی کہتے ہیں کہ ایک روز امیر معاویہ نے ایک مجلس عامہ میں لوگوں کو اذن عام دیکر کہا کہ کوئی مجھے ایسی تین اشعار شعراء عرب میں سے کسی کے سنائے جو قائم بامعنی ہوں۔ عبداللہ بن زبیر نے ابو خبیب کو پیش کر کے کہا کہ یہ شخص عرب بھر میں سب سے زیادہ پُرگو یا ہے۔ اسنے کہا کہ کیا تم ایسے تین شعر کسی عرب کے سنا سکتے ہو۔ جو قائم بامعنی ہوں۔ ابو خبیب نے کہا کہ تین شعر کیا میں تین لاکھ سنا سکتا ہوں۔ آپنے کہا کہ یہ تمہاری مرضی۔ پس تم اس جواب کیلیئے کافی ہو۔ اچھا سناؤ۔ اسنے کہا لیجیئے سنیئے۔ ترجمہ شعر میں لوگوں سے قرن بہ قرن مبتلا ہوتا رہا ہوں۔ مگر کسیکو سوا مکار و دغا باز تونی کے نہ پایا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ سچ کہا۔ ابو خبیب نے پہر کہا کہ ترجمہ شعر حوادث زمانہ میں اشد واقعہ اور سخت ترین لوگوں کی دشمنی سے زیادہ نہیں کیا گیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ کسی نے سچ کہا ہے۔ ابو خبیب نے کہا کہ ترجمہ شعر۔ ہر چیز کی تلخی کو مینے چکہا ہے لیکن سوال کرنے کی تلخی سے زیادہ کسی چیز کی تلخی نہیں۔ امیر معاویہ نے کہا بالکل صحیح ہے۔ پہر اُسکو تین لاکھ درہم یا دینار دلوائیے۔

امام بخاری۔ نسائی اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ مروان نے جو امیر معاویہ کیطرف سے مدینہ کا حاکم تہا

اور قبل از معاویہ حجاز میں تہا۔ ایک روز خطبے میں بیان کیا کہ امیر المومنین کی رائے بالکل صحیح ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے ہیں جس طرح حضرت ابوبکر و عمر نے بنایا تہا۔ اور بقول یہ سنت ابوبکر و عمر ہے۔ یہ سنکر عبدالرحمن بن ابوبکر نے کھڑے ہوکر فرمایا کلا بلکہ یوں کہو کہ سنت ہرقل و کسریٰ کے موافق ہے۔ کیونکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے یا اپنے خاندان میں سے کسیکو خلیفہ نہیں بنایا معاویہ یہ کام صرف شفقت پدری سے کر رہے ہیں۔ مروان نے کہا کہ کیا تم وہی شخص نہیں جسکے لیئے قرآن شریف میں نازل ہوا ہے کہ اپنے والدین کو اُف تک نہ کہو کیونکہ تم نے ہی اپنے ماں باپ کا مقابلہ کیا تہا۔ عبدالرحمن بن ابوبکر نے فرمایا کہ کیا تو اُسی لعین کا بیٹا نہیں ہے کہ جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہونچی تو انہوں نے بہی فرمایا کہ مروان نے جہوٹ کہا ہے۔ اس آیت کے شان نزول عبدالرحمن بن ابوبکر نہیں ہیں بلکہ فلاں شخص ہے ولیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروان کے باپ کو لعنت کی ہے اسوقت مروان صلب پدر میں ہی تہا۔ اس حساب سے مروان لعنت الٰہی میں پیدا ہوا۔ اور اسپر بہی لعنت عائد ہوتی ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عروہ سے روایت کی ہے کہ امیر معاویہ نے فرمایا کہ بغیر تجربے کے آدمی میں حلم نہیں پیدا ہوتا۔

شعبی کہتے ہیں کہ عاقلانِ عرب چار ہیں۔ معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد۔ معاویہ حلم و ملائمت کی وجہ سے اور عمرو بن العاص بوجہ سجہانے مشکلات پیش آمدہ کے۔ اور مغیرہ بسبب اوسان خطا نہ ہونے کے۔ اور زیاد ہر چہوٹی بڑی بات میں۔ نیز قاضی چار ہیں۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔

قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ حضرت عمر سے بڑہ کر قرآن و فقہ کا عالم اور طلحہ بن عبید اللہ سے بڑہ کر بغیر سوال کے عطا کرنے والا اور معاویہ سے بڑہ کر عقیل و حلیم ملائم الطبع اور عمرو بن العاص سے بڑہ کر خالص دوست میں نے نہیں دیکہا۔ اور مغیرہ بن شعبہ کا تو یہ حال ہے کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور یہ کہا جائے کہ ان دروازوں میں کسی ایک سے کوئی شخص بغیر مکر کیئے نہیں گذر سکتا۔ تو مغیرہ اُنہوں دروازوں سے گزر سکتا ہے۔ اور ان سب سے میری ملاقات رہی ہے۔

ابن عساکر نے حمید بن ہلال سے لکہا ہے کہ عقیل بن ابوطالب نے حضرت علی سے کہا کہ میں محتاج فقیر ہوگیا ہوں۔ آپچے دن سے فرمایا کہ ٹہیر جاؤ۔ جب اور مسلمان لوگوں کو کچہہ دونگا تو تمہیں بہی دونگا۔ حضرت عقیل نے پہر منت و سماجت کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ انکا ہاتہہ پکڑ کر بازار میں لیجاؤ اور ان سے کہو کہ دوکانوں کی قفلوں کو کھڑ کھڑائیں۔ اور جو کچہہ دوکانوں میں پائیں اُٹھالیجائیں حضرت عقیل نے کہا کہ آپ تو مجہے چوری میں پکڑوانا چاہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آخر تم بہی تو مجہے چور بنانا چاہتے ہو۔ کہ مسلمانوں کا مال انکو تو نہ دوں اور تمہیں دے ڈالوں عقیل نے کہا کہ پہر میں معاویہ کے پاس جاتا ہوں۔ آپنے فرمایا کہ شوق سے جاؤ۔ چنانچہ عقیل امیر معاویہ کے پاس پہونچے انہوں نے انکو ایک لاکھ دیدیا۔ اور کہا کہ برسر منبر تمکو جو کچہہ تمہارے بہائی علی نے دیا اور جو کچہہ ہمنے دیا اسکا اعلان کردو۔ آپ نے منبر پر چڑہ کر بعد حمد و ثناء الٰہی کہا۔ کہ اے لوگو میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ میں نے علی سے ایسی چیز کا سوال کیا جو ان کے دین کو ضرر پہنچاتا تہا مگر انہوں نے اپنے دین کو زیادہ عزیز رکہا وہی سوال میں نے معاویہ سے کیا انہوں نے اپنے دین پر مجہکو فوقیت دی۔

ابن عساکر نے جعفر بن محمد سے روایت کی کہ حضرت عقیل ایک روز معاویہ کے پاس گئے امیر معاویہ نے انکو دیکہکر کہا کہ یہ عقیل ہیں انکے چچا ابولہب تہے حضرت عقیل نے کہا کہ یہ معاویہ ہیں ان کی خالہ حمالۃ الحطب (لکڑیاں جمع کرتی تہی) تہی

ابن عساکر نے اوزاعی سے روایت کی کہ خزیم بن فاتک کی پنڈلیاں بہت خوبصورت تہیں ایک روز وہ پائنچے اٹہائے چلے آتے تہے۔ امیر معاویہ نے انکو دیکہکر کہا کہ کاش ایسی پنڈلیاں کسی عورت کی ہوتیں۔ خزیم نے کہا کہ مثل تیری بیوی کی۔

امیر معاویہ کے زمانہ میں حسب ذیل علمار نے انتقال کیا۔ صفوان بن امیہ۔ حفصہ۔ ام حبیبہ۔ صفیہ۔ میمونہ۔ سودہ۔ جویریہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ۔ لبید شاعر۔ عثمان بن طلحۃ الحجبی۔ عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن سلام الحبر۔ محمد بن مسلمہ۔ ابو موسی الاشعری۔ زید بن ثابت۔ ابوبکرہ۔ کعب بن مالک۔ مغیرہ بن شعبہ۔ جریر بجلی۔ ابوایوب انصاری۔ عمران بن حصین۔ سعید بن زید ابو قتادہ انصاری۔ فضالہ بن عبید۔ عبدالرحمن بن ابوبکر۔ جبیر بن مطعم۔ اسامہ بن زید۔ ثوبان و عمرو بن حزم۔ حسان بن ثابت حکیم بن حزام۔ سعد بن وقاص۔ ابوالیسر۔ قثم بن عباس۔ اور انکے بہائی۔ عبیداللہ۔ عقبہ بن عامر و دیگر حضرات۔ ابوہریرہ نے ۵۹ھ ہجری میں وفات پائی اکثر فرمایا کرتے تہے کہ الٰہی میں تجہہ سے سال ۶۰ھ اور لونڈوں کی سلطنت سے پناہ مانگتا ہوں۔ چنانچہ یہ دعا آپ کی مقبول ہوگئی۔

یزید بن معاویہ ابوخالد اموی

یزید بن معاویہ ابوخالد الاموی ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ نہایت موٹا تازہ آدمی تہا۔ اسکے بدن پر بال بہت تہے اس کی ماں کا نام میسون بنت بجدل الکلبیہ تہا۔ اسنے اپنے والد ماجد سے روایت کی۔ اور اسکے بیٹے خالد عبدالملک بن مروان نے اس سے روایت کی۔ پہلے بیان ہوچکا کہ اسکو امیر معاویہ نے اپنی حیات میں ولی عہد بنایا تہا جسکی وجہ سے لوگ نہایت ناخوش تہے۔

حسن بصری نے فرمایا ہے کہ دو آدمیوں نے لوگوں میں فساد ڈالا ہے۔ اول عمرو بن العاص نے جنگ صفین میں۔ معاویہ کو اشارہ کرکے قرآن شریف بلند کراکر (ابن فرار کہتے ہیں کہ خوارج کو حاکم بنا کر جسکا وبال قیامت تک باقی رہیگا) دوسرے مغیرہ بن شعبہ نے جو معاویہ کیطرف سے حاکم کوفہ تہے۔ معاویہ نے انکو لکہا کہ میرا یہ خط پڑہتے ہی تم خود کو معزول سمجہو لیکن مغیرہ نے کہا کہ دیر کی یہ وجہ تہی کہ میں ایک خاص کام کی تیاری کررہا تہا۔ امیر معاویہ نے پوچہا کہ وہ کیا تہا انہوں نے کہا کہ میں لوگوں سے تمہارے بعد یزید کیلئے بیعت لے رہا تہا۔ امیر معاویہ نے کہا کیا فی الواقعہ تمنے ایسا کیا ہے اوس نے کہا ہاں۔ معاویہ نے اوسکو بحال کرکے کہا کہ اپنے جگہ واپس چلے جاؤ۔ جب وہ وہاں سے آئے تو ان کے دوستوں نے پوچہا کہ تمپر کیا گذری انہوں نے کہا کہ میں نے معاویہ کو ایسی دلدل میں پہنسایا ہے کہ وہ اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتے۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا سلطنت کا حقدار ہونے لگا۔ ورنہ قیامت تک مسلمانوں میں مشورہ قائم رہتا۔

(ابن سیرین) عمرو بن حزم نے امیر معاویہ کو لکہا کہ میں تمہیں خدا کا خوف یاد دلاتا ہوں کہ تم امت محمدیہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کس شخص کو خلیفہ بنائے جاتے ہو۔ امیر معاویہ نے فرمایا کہ میں مشکور ہوں کہ تمنے اپنی رائے کے موافق میری خیرخواہی کی کیفیت یہ ہے کہ اسوقت لڑکے ہی لڑکے رہ گئے ہیں۔ اور میرا بیٹا ان میں زیادہ مستحق ہے۔

عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ ایک روز امیر معاویہ نے اپنے خطبہ میں کہا کہ الٰہی اگر میں یزید کو اسکی لیاقت کی وجہ سے ولیعہد کرتا ہوں تو مجہکو میری امید میں کامیاب کر اور میری مدد فرما اور اگر اس فعل پر میں محض بوجہ شفقت پدری مائل ہوا ہوں اور وہ قابل خلافت نہ ہو تو قبل اسکے کہ وہ تخت نشین ہو اسکی جان قبض کرلے۔ بعد انتقال امیر معاویہ سے اہل شام نے یزید کی بیعت کرلی۔ پہر اسنے اہل مدینہ سے بیعت کیلئے کہلا بہیجا۔ لیکن امام حسین اور ابن زبیر نے بیعت کرنے سے انکار کردیا۔ اور اسی رات دونو صاحب مکہ شریف تشریف لے گئے۔ ابن زبیر نے یزید کی بیعت کی۔ اور نہ اپنی بیعت کسی سے لینی چاہی باقی رہے حضرت امام حسین انکو زمانہ امیر معاویہ سے کوفے والے بلا رہے تہے اور اپنے لئے بیعت لینے کے واسطے لکہہ رہے تہے اور آپ انکار کئے جاتے تہے۔ لیکن جب یزید کی بیعت ہوگئی تو پہلے تو آپ نے اپنی حالت موجودہ پر رہنے کا ارادہ کیا۔ لیکن پہر کوفہ کیطرف تشریف

یجانیکا قصد فرمالیا۔ ابن زبیر نے بھی آپکو خروج کی رائے دی تھی۔ مگر ابن عباس نے کہاکہ ایسا نہ کریں اور ابن عمر نے بھی خروج نہ کرنے کو کہا۔ اور فرمایا کہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا وآخرت کے اختیار کرنے میں مختار کیا تھا۔ آپنے آخرت کو اختیار کیا آپ بھی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر ہیں آخرت ہی کو اختیار کریں۔ مگر حضرت امام حسینؓ نے نہ مانا آخر ابن عمر نے آپ کو باچشم گریاں رخصت کردیا۔

ابن عمر کہتے تھے کہ حضرت امام حسین نے ہماری بات نہ مانی اور کوفہ والوں کے کہنے میں آکر خروج کردیا حالانکہ ان کو اپنے والد ماجد اور حضرت امام حسن کے معاملہ میں کوفہ والوں کا تجربہ ہوچکا تھا۔ جابر بن عبداللہ ابوسعید ابو واقد لیثی وغیرہ نے بھی آپ کو ہی سمجھایا مگر آپنے ایک کی نہ سنی اور عراق کیطرف تشریف لیجانے کا قصد فرمادیا۔ ابن عباس روتے جاتے تھے اور فرماتے جارہے تھے کہ مجھے یہ نظر آرہاہے کہ آپ عنقریب اپنی حرم محترم اور صاحبزادوں کے سامنے شہید کردیئے جائیں گے۔ ابن زبیر سامنے آگئے تو ابن عباس نے فرمایا کہ لو اب تو زبیر کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑگئی۔ دیکھو وہ تمہیں اور حجاز کو چھوڑے جاتے ہیں۔ پھر یہ شعر تمثیلاً پڑھا (ترجمہ شعر) اے وہ زمین جو کہ خونگان سے معمور ہے۔ اور جنہیں بلحاظ اعمال خوشحال وغمناک ہر قسم کے لوگ ہیں۔ بس اب اگر تجھیں گنجائیش ہے تو بھی ہی جگہ رہائیش دے۔

غرض اہل عراق کے لکھنے کے موافق حضرت امام حسین ۱۰ ذی الحجہ کو معہ اہلبیت (مرد وعورت وبچے) عراق کیطرف چل پڑے۔ یزید نے اپنے عامل عراق (عبیداللہ بن زیاد) کو آپ سے جنگ کرنے کا حکم دیا اور چار ہزار لشکر بسرکردگی عمر بن سعد بن ابی وقاص آپ کے مقابلہ کو بھیجا۔ اہل کوفہ نے جسطرح حضرت علی وامام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کیاتھا۔ آپ کے ساتھ بھی دغا کیا اور آپ کو چھوڑ کر چلدیئے۔ جب لشکر مخالف کو غالب دیکھا تو صلح کرنے اور یزید کیطرف چلے جانے کو کہا گیا۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور آخر حضرت امام حسین کو شہید کرڈالا اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھکر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا (خدا قاتل حسین ابن زیاد اور یزید پر لعنت کرے۔

یہ واقعہ بروز عاشورا بمقام کربلا واقع ہوا۔ اسکا قصہ بہت طویل ہے اور کوئی قلب اُسکے سننے کا متحمل نہیں ہوسکتا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ آپ کے ساتھ آپکے اہلبیت میں سے سولہ آدمی شہید ہوئے۔

آپ کی شہادت کے بعد دنیا سیاہ ہوگئی سات دن برابر دیواروں پر دہوپ کا رنگ عفرانی معلوم ہوتا تھا۔ تارے ایک دوسرے پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے تھے۔ اس روز سورج کو گہن لگ گیا تھا۔ آسمان کے کنارے چھ ماہ تک سرخ رہے اور اسکے بعد یہ سرخی اب تک برابر موجود ہے۔ حالانکہ قتل حسین سے پہلے اسکا کبھی نام ونشان بھی نہ تھا۔ آپ بروز عاشورا شہید کیئے گئے تھے۔

کہتے ہیں کہ اُس روز بیت المقدس میں جو پتھر اوٹھایا جاتا تھا اسکے نیچے سے خون تازہ نکلتا تھا۔ اور جتنا کسم لشکر مخالف میں تھا۔ سب راکھ ہوگیا۔ ان ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹ ذبح کیا تو اسکا گوشت آگ کی طرح جلتا ہوا معلوم ہوا اور جب اُسکو پکایا تو وہ کڑوا زہر سا ہوگیا۔

ایک شخص نے امام حسین کی نسبت کوئی کلمہ گستاخی کا کہا تو آسمان سے دو ستارے ٹوٹ کر گرے اور اُس بدبخت کی آنکھیں جاتی رہیں۔ ثعالبی کہتے ہیں کہ اکثر راویوں نے عبدالملک بن عمیر لیثی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہاکہ مینے اسی قصر یعنی قصرة الامارة کوفہ میں امام حسین کا سر مبارک ایک ڈھال پر رکھا ہوا عبیداللہ بن زیاد کے سامنے دیکھا۔ پھر عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار بن عبید کے سامنے دیکھا۔ پھر مختار کا سر مصعب بن زبیر کے سامنے دیکھا اور پھر مصعب کا سر عبدالملک کے سامنے دیکھا۔ جب میں نے یہ قصہ عبدالملک سے بیان کیا تو اُسنے اس قصر کو منحوس سمجھکر چھوڑ دیا۔

ترمذی نے سلمٰی سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ام سلمہ کے پاس گئی تو دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں۔ مینے وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ مینے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا سر و ریش مبارک خاک آلودہ ہے مینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ کیا حال دیکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعہ قتل حسین دیکھنے گیا تہا جنکی شہادت بحالت فرماں برداری کا میں گواہ تہا۔

بیہقی نے دلائل میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک روز مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوپہر کے وقت دیکھا کہ آپ خاک آلودہ تشریف لیئے چلے آ رہے ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک شیشہ ہے جسمیں خون بھرا ہوا ہے مینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حسین اور انکے ساتھیوں کا خون ہے میں اس روز سے اسے رکھے ہوئے تہا۔ آج روز قتل حسین کو دیکھا تو وہ خون خالص تہا۔

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ مینے امام حسین پر جنوں کو روتے اور نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے (ابونعیم)

(ثعلب) ابوجناب الکلبی کہتے ہیں کہ میں کربلا میں پہونچا تو مینے ایک شخص رؤسا عرب سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ لوگوں نے جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے اُسنے کہا کہ تم جس سے چاہو پوچھو سب کہتے ہیں ہمنے سنا ہے۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ سنا ہو وہ بتلاؤ۔ اوسنے کہا کہ مینے تو یہ اشعار سنے ہیں۔ ترجمہ اشعار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور ان کے منہ پر نہایت روشنی تہی۔ اور اُن کے والدین قریش کے اعلےٰ درجوں کے لوگوں میں سے تہے۔ اور انکے دادا سب سے بہتر دادا تہے۔ جب حضرت امام حسین اور ان کے بہائی شہید کر دیئے گئے۔ ابن زیاد نے ان سب کے سر یزید کے پاس بھیجدیئے پہلے تو وہ دیکھکر بہت خوش ہوا۔ لیکن جب مسلمانوں نے اسکو عیب لگایا تو وہ اپنی حرکت سے سخت نادم ہوا۔ لوگ اُس سے بہت ہی ناراض ہو گئے اور حق یہ ہے کہ بجا ناراض ہوئے۔

ابویعلی نے اپنے مسند میں بسند ضعیف حضرت ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت ہمیشہ عدل و انصاف پر قائم رہے گی۔ یہانتک کہ انمیں بنو امیہ میں سے ایک شخص یزید نامی رخنہ ڈالیگا۔

رویانی نے اپنے مسند میں ابوالدرداء سے روایت کی ہے کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص سب سے پہلے میری سنت کو بدلیگا۔ وہ بنو امیہ میں سے ایک شخص یزید نامی ہو گا۔

نوفل بن ابوالفرات کہتے ہیں کہ میں ایک روز عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تہا کہ ایک شخص نے یزید کو "امیر المومنین یزید بن معاویہ" کہا آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو ایسے شخص کو امیر المومنین کہتا ہے۔ اور اس جرم میں اسکو بیس دُرے لگوائے۔

سنہ ۶۳ ہجری میں یزید کو خبر پہونچی کہ اہل مدینہ نے اُس کی خلافت سے انکار کر کے اسپر خروج کیا ہے۔ یزید نے فوراً ایک بڑا لشکر اُنکی طرف روانہ کیا۔ اور اہل مدینہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ لشکر ابن الزبیر سے جنگ کرنے کے لیئے جانب مکہ روانہ ہوا۔ اور باب طیبہ میں ایسی جنگ عظیم ہوئی۔ جو ناقابل بیان ہے۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ایسا نہ تہا جو اس لشکر کے ہاتھ سے پناہ میں رہا ہو بہت سے صحابی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین۔ اور دیگر لوگ قتل ہوئے مدینہ شریف خراب کیا گیا اور بدبخت لشکریوں نے ہزار لڑکیوں کا ازالہ بکارت کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا خدا اسکو خوفزدہ کرے اور اُسپر خدا اور انسانوں اور فرشتوں کی لعنت ہو گی۔ (مسلم)

اہل مدینہ کے خلع کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ یزید نے گناہوں میں بہت ہی زیادتی کی تہی۔ چنانچہ واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ

بن غسیل سے روایت کی کہ واللہ ہمنے اُسوقت تک یزید کی خلافت سے انکار نہیں کیا کہ ہمیں یقین نہ ہو گیا کہ آسمان سے پتھر برس پڑیں گے۔ غضب ہے کہ لوگ ماؤں اولاد بیٹوں اور بہنوں سے نکاح کریں علانیہ شراب پئیں اور نماز چھوڑ بیٹھیں۔
ذہبی کہتے ہیں کہ جب یزید اہل مدینہ کے ساتھ اس بدی سے پیش آیا کہ وہ شراب تو پیتا تھا اور افعال بد کرتا تھا) لوگ اس سے برافروختہ ہو گئے اور سب کے سب اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور دعا کی کہ خدا اوسکو نابود کر دے اُسنے اپنا لشکر اہل مکہ سے جنگ کیلئے بمقابلہ ابن الزبیر بھیجا۔ راستہ میں اُس لشکر کا سپہ سالار مر گیا تو ایک اور سپہ سالار بنا کر بھیجا آخر صفر ۶۴ھ ہجری میں اسنے مکہ شریف کا محاصرہ کر دیا ابن زبیر سے جدال وقتال شروع کر دیا۔ اور منجنیق سے مارنے لگا یہانتک کہ اسکے شعلوں سے کعبہ شریف کے پردے اور چھت اور اس دنبہ کے سینگ جل گئے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور جو اُس زمانہ سے برابر سقف کعبہ میں لٹکا چلا آتا تھا اسی اثنا میں خدا نے ماہ ربیع الاول میں یزید پلید علیہ اللعنۃ کو ہلاک کر دیا یہ خبر مکہ شریف میں عین حالت جنگ میں پہونچی۔ ابن زبیر نے فوراً پکار دیا کہ اے اہل شام تمہارا گمراہ کنندہ مر گیا۔ یہ سنتے ہی لشکر اشرار بھاگ کھڑا ہوا لوگوں نے انکا تعاقب کیا اور انکو خوب ذلیل و خوار کیا۔ اُسکے بعد ابن زبیر نے لوگوں سے بیعت لی۔ مگر اہل شام نے معویہ بن یزید سے بیعت کی۔ مگر انکا زمانہ بہت ہی تھوڑا ہوا۔ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔
یزید شعر کہتا تھا۔ چنانچہ اسکے اکثر اشعار زبان زد خلائق ہیں۔ (ترجمہ اشعار یزید) لڑائی کے تیروں کا خوف دور ہو گیا ہے اور لوگ جمع ہو گئے۔ نیند نے غلبہ کیا۔ مگر محافظت کیلئے بیداری رکھی گئی۔ ستارہ صباح کی انتظار میں تمام ستارگان کو دیکھتا رہا۔ میں دیکھتے دیکھتے تھک گیا۔ یہانتک کہ ستارہ ایک گہرائی میں ڈوب گیا (صبح ہو گئی) اور حسب معمول چیونٹیاں بھی کاروبار میں مشغول ہوئیں۔ مقام جلق میں حد درجہ کی صفائی نمودار ہوئی۔ جو کہ مقام وسکرہ کے درمیان ایک ہموار زمین ہے اور جسکے گرداگرد درختان زیتون ہیں۔
ابن عساکر نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں زمانہ عمر فاروق الیسا ہو گا کہ جیسے لوہے کے سینگ ہوتے ہیں۔ اور پھر عثمان بن عفان ذوالنورین مظلوم مقتول ہونگے پھر معاویہ اور انکا بیٹا ارض مقدس کے بادشاہ ہونگے۔ اور پھر سفاح۔ سلام۔ منصور۔ جابر۔ مہدی۔ امین۔ اور امیر الغضب کل اولاد کعب بن لوی سے ایسے صالح بادشاہ ہونگے کہ انکی مثال نہ ملے گی۔ تو ذہبی کہتے ہیں کہ اس روایت کو کسی نے مرفوع نہیں کیا۔)
واقدی نے بروایت ابو جعفر باقر لکھا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے کعبہ شریف پر دیباج کا پردہ ڈالا وہ یزید تھا۔
ایام یزید میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ (ان میں شہیدان کربلا اور شہیدان مدینہ شامل نہیں ہیں۔
ام المومنین ام سلمہ۔ خالد بن عرفطہ۔ جرہد الاسلمی۔ جابر بن عتیک۔ بریدہ بن حصیب۔ مسلمہ بن مخلد۔ علقمہ بن قیس۔ مسروق و مسور بن مخرمہ۔ وغیرہ واقعہ مدینہ میں تین سو ساٹھ قریش و انصار شہید ہوئے۔

معاویہ بن یزید

معاویہ بن یزید بن معاویہ۔ ابو عبدالرحمٰن عرف۔ وابو یزید وابو لیلی ماہ ربیع الاول ۶۴ھ میں بحیات اپنے باپ کے ولیعہد ہوا۔ یہ شخص جوان صالح تھا۔ بیماری کی ہی حالت میں تخت خلافت پر بیٹھا اور اُسی حالت میں بعمر بیس یا اکیس سال مر گیا۔ کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ نہ امور سلطنت میں سے کوئی کام کیا۔ نہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔
اسکی مدت خلافت بقولے چالیس روز اور بقولے ۲ ماہ اور تین ماہ ہوئی۔

کہتے ہیں کہ بوقت نزع اس سے کہا گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں مگر اسنے کہا کہ جب مینے خلافت کا لطف نہیں اٹھایا تو اسکی مصیبت میں کیوں پھنسوں۔

عبداللہ بن زبیر

عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی الاسدی۔ انکی کنیت ابوبکر و ابو خبیب ہے۔ یہ صحابی اور صحابی کے صاحبزادے تھے۔ انکے والد ماجد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کی والدہ ماجدہ اسما بنت ابوبکر ہیں اور انکی دادی صفیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تہیں۔

آپ بیس ماہ بعد از ہجرت مدینہ شریف میں پیدا ہوئے۔ مہاجرین کی سب سے پہلی اولاد مدینہ شریف میں یہی ہیں۔ مسلمانوں میں انکی پیدائش کی بڑی خوشی ہوئی تہی کیونکہ یہودیوں نے مشہور کر دیا تہا کہ ہمنے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اب اون کی کوئی اولاد نہوگی چنانچہ جب یہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیئے گئے۔ آپ نے ایک کہجور خود چبا کر ان کو چٹادی اور ان کے نانا کے نام پر ان کی کنیت ابوبکر مقرر فرمائی۔ اور نام عبداللہ رکھا۔

یہ بڑے روزے رکہنے والے اور بڑی نمازیں پڑہنے والے تہے اور صلہ رحم بہت کرتے تہے اور نہایت شجاع و دلیر تہے۔ انہوں نے اوقات شبینہ کو اسطرح پر تقسیم کیا ہوا تہا۔ کہ ایک رات سالم کھڑے ہوکر اور ایک رات سالم رکوع میں اور ایک رات سجود میں تا صباح بسر کیا کرتے تہے۔

تنتیس احادیث ان سے مروی ہیں اور پھر ان سے ان کے بھائی عروہ ابن ابو ملیکہ اور عباس بن سہل۔ ثابت بنانی۔ عطا عبید سلیمانی اور دیگر حضرات نے روایت کی ہیں۔

یہ اون لوگوں میں سے تہے جنہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ معظمہ تشریف لے آئے تہے۔ نہ خود بیعت کی نہ کسی سے اپنے لیئے خواہش بیعت کی۔ یزید ظالم نے انکو سخت تنگ کیا تہا۔ آخر یزید کے مرنے کے بعد انہوں نے خود اپنے لیئے بیعت لی چنانچہ اہل حجاز۔ یمن۔ عراق۔ خراسان نے ان کی اطاعت کی۔

کعبہ شریف کی عمارت کی انہوں نے تجدید کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے موافق دو دروازے بنادیئے۔ اور اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش معلوم کر کے چھ گز زمین حجر سے اور داخل کر دی۔

صرف اہل شام و مصر نے اُن سے بیعت نہیں کی تہی کیونکہ انہوں نے معاویہ بن یزید کی بیعت کر لی تہی۔ مگر اُس نے تہوڑے دن گذرے تہے کہ وفات پائی۔ معاویہ بن یزید کے بعد ان لوگوں نے بہی ان سے بیعت کر لی۔ پہر مروان نے خروج کیا اور مصر و شام پر قابض ہوگیا۔ اور مرتے وقت ۶۵ھ تک قابض رہا۔ اور اپنا ولی عہد اپنے بیٹے عبدالملک کو کر گیا۔

ذہبی بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ مروان کو خلیفہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ باغی تہا کہ جس نے ابن زبیر پر خروج کیا نہ اوسکا اپنے بیٹے کو ولیعہد کرنا صحیح ہے۔ البتہ عبدالملک کی خلافت عبداللہ بن زبیر کے مقتول ہونے کے بعد صحیح سمجھنی چاہیئے۔

عبداللہ بن زبیر مکہ پر برابر خلیفہ رہے۔ یہانتک کہ عبدالملک نے غلبہ پایا۔ اور حجاج کو چالیس ہزار فوج دیکر ان کیطرف روانہ کیا اس بدبخت نے آتے ہی شہر مکہ کا محاصرہ کر لیا اور منجنیق لگادی ابن زبیر اپنے دوستوں سے پوشیدہ حجاج کیطرف گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس بدبخت کو فتح ہوگئی۔ اور بروز سہ شنبہ ۱۷ جمادی الاولیٰ (یا اخری) ۷۳ھ ہجری میں ابن زبیر کو سولی پر چڑہادیا گیا۔

(ابن عساکر احمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جس روز حجاج نے مکہ شریف پر بمقابلہ ابن الزبیر منجنیق لگائی ہے میں کوہ ابو قبیس پر تھا کہ یکایک میں نے دیکھا کہ صاعقہ نازل ہوئی اور میں اسے دیکھ رہا تھا جو کہ نہایت سرخ انار جیسی تھی اور اسنے قریباً پچاس اہل منجنیق کو جھلس کر راکھ کر دیا۔

ابن زبیر خاندان قریش میں بڑے شہسوار مشہور تھے۔ اور ان کے اکثر واقعات زبان زد ہیں۔

ابو یعلی نے اپنی مسند میں بروایت عبد اللہ بن زبیر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور اپنا خون مجھے دیکر فرمایا کہ عبد اللہ جاؤ اسے کہیں ایسی جگہ چھپا آؤ کہ کسی کی نظر نہ پڑے میںنے آپ کی نظر سے الگ ہو کر اس خون کو پی لیا۔ جب میں واپس آیا تو حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ وہ خون کیا کیا میںنے عرض کیا کہ میںنے اپنے نزدیک سب سے پوشیدہ جگہ دیکھکر وہاں رکھ دیا آپنے ارشاد فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو پی گیا میںنے عرض کیا کہ ہاں۔ آپنے فرمایا کہ لوگوں سے تجھکو اور تجھ سے لوگوں کو سختی ہوگی۔

کہتے ہیں کہ اون کی قوت اوسی خون کی وجہ سے تھی۔

(ف) بکالی کہتے ہیں کہ میںنے کتاب اللہ میں ایک جگہ دیکھا ہے۔ کہ ابن الزبیر فارس کے خلیفہ ہونگے۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میںنے عبد اللہ بن زبیر سے بڑھکر کسی شخص کو نمازی نہیں دیکھا۔ چنانچہ جس روز مکہ شریف میں منجنیق لگی ہوئی تھی اور وہ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے منجنیق کے پتھر اونکے کپڑوں تک آگرتے تھے۔ لیکن وہ انکیطرف آنکھ اوٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ انکی عبادت کی یہ حالت تھی کہ کوئی دوسرا ہوتا تو عاجز ہو کر رہ جاتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کعبہ شریف میں پانی بھر آیا لیکن عبد اللہ بن زبیر طواف سے نہ رکے۔ انہوں نے تیر تیر کر طواف کیا۔

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن زبیر کا مقابلہ تین باتوں میں کسی سے نہ ہو سکا۔ اول شجاعت۔ دوم عبادت۔ سوم بلاغت۔ ایسے بلند آواز شخص تھے کہ انکی آواز پہاڑوں سے جا کر ٹکرایا کرتی تھی۔

ابن عساکر نے عروہ سے روایت کی ہے۔ کہ نابغہ جعدی نے عبد اللہ بن زبیر کے متعلق حسب ذیل شعر کہے ہیں (ترجمہ) ہمنے اپنے دوست سے جب وہ سردار ہوا اپنا حال ظاہر کیا۔ اور بحالات عطیات حضرت عثمانؓ و فاروقؓ جتلائے۔ مگر اسنے ہماری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا اور ہمیں حقوق میں عام لوگوں سے مساوی کیا۔ پس نہایت ناکامی سے واپس آنا پڑا۔

ہشام بن عروہ اور خبیب کا قول ہے کہ سب سے پہلے عبد اللہ بن زبیر ہی نے دیباج کا پردہ کعبہ شریف پر ڈالا تھا۔ ان سے پہلے پلاس اور چمڑے کے پردے پڑے رہا کرتے تھے۔

عمر بن قیس کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن زبیر کے پاس سو غلام تھے جنمیں سے ہر ایک کی زبان جدا جدا تھی۔ عبد اللہ بن زبیر ہر ایک سے اسکی ہی زبان میں باتیں کیا کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ جب میں انکو دنیا کا کوئی کام کرتے دیکھتا تھا تو میں یہ سمجھتا تھا کہ ان کو کبھی خدا یاد نہ آتا ہوگا۔ اور جب کوئی دین کا کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو سمجھتا تھا کہ انکو کبھی طرفۃ العین کیلیئے بھی دنیا کا خیال نہ آتا ہوگا۔

ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ فصیح میرے چچا عبد اللہ بن زبیر تھے جو کہ کم گو تھے اور جو کچھ دل میں آتا کہہ ڈالتے تھے جب انکے والد نے یہ حال سنا تو کہنے لگے کہ واللہ تجھے ایک نہ ایک دن تکلیف اٹھانی پڑیگی۔

ایک روز عبد اللہ بن زبیر اسدی انکے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر المومنین میں اور آپ فلاں سلسلہ سے رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے۔ لیکن اگر غور کرو تو تمام دنیا حضرت آدم و حوا کی طرف سے قریبی رشتہ دار ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر

اسدی نے کہاکہ میرا نفقہ تمام ہوگیا ہے۔ آپنے فرمایاکہ میں تمہارے عیال کے نفقہ کا ضامن تو نہیں ہوا تہاکہ انکی ضروریات مہیا کیا کرونگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ عبد اللہ بن زبیر اسدی نے کہاکہ میری اونٹنی کے سم گھس گئے ہیں آپنے فرمایا کہ انکو سردی سے بچانیکا انتظام کرو۔ نعل چرم لگواؤ سفرہ ڈالو۔ عبد اللہ بن زبیر اسدی نے کہاکہ میں آپ سے رائیں لینے کو نہیں آیا تہا بلکہ کچھہ مانگنے آیا تہا۔ اوس اونٹ پر لعنت ہے جسنے مجھے تم تک پہونچایا۔ آپنے فرمایاکہ اس اونٹ کے سوار پر بہی تو لعنت کہو۔ پس اسدی یہ اشعار کہتا ہوا نکلا (ترجمہ اشعار) میں نے اپنی رفع حاجات کی توقع ابو خبیب پر کبہی اور خیال کیاکہ دوسرے شہروں میں میری حاجت روائی نہ ہوسکیگی۔ نہ ہی اعیاص (پسر امیہ قریشی سے۔ نہ آل حرب سے۔ اور مجھے خوش رنگ گھوڑے کی طرح اس خیال خود پر غرور و فخر ہوا۔ چنانچہ میں نے اپنے دوستوں سے کہا۔ کہ میرے لیئے سواری تیار کرو۔ اور راتوں رات وادی مکہ میں سے میں گزرا۔ مگر کاش اسوقت جبکہ میں مراحل عراق طے کررہا تہا۔ اور ابن الکاہلیہ معاد کیطرف جارہا تہا۔

زہری کہتے ہیں کہ کبہی کسی دشمن کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں نہ تو مدینہ میں اور نہ ہی جنگ احد میں پیش ہوا حضرت ابوبکر صدیق کیخدمت میں ایک شخص کا سر پیش کیا گیا تہا مگر آپ ناخوش ہوئے تہے۔ البتہ سب سے پہلے عبد اللہ بن زبیر کے دربار میں دشمن کا سر کاٹ کر پیش کیا گیا۔

انہیں کے زمانہ میں مختار کاذب نے نبوت کا دعوے کرکے خروج کیا تہا۔ عبد اللہ بن زبیر نے سنہ ۶۷ھ ہجری میں اس سے جدال و قتال کیا اور اسکو قتل کر ڈالا۔ (خدا کی مختار پر لعنت ہو)

حسب ذیل علمار نے انکے زمانہ میں انتقال کیا۔

اسید بن ظہیر۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ نعمان بن بشیر۔ سلیمان بن صرد۔ جابر بن سمرہ۔ زید بن ارقم۔ عدی بن حاتم۔ ابن عباس۔ ابو واقد اللیثی۔ زید بن خالد الجہنی۔ ابو الاسود دئلی و دیگر حضرات۔

عبد الملک بن مروان

ابو الولید عبد الملک بن مروان بن حکم بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب سنہ ۲۶ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ اور بزمانہ حضرت عبد اللہ بن زبیر بحیات اپنے باپ کے ولیعہد ہوا۔ اس لحاظ سے اسکی خلافت صحیح نہیں قرار پائی۔ پہلے یہ بطور فاتح مصر و شام پر قابض ہوا۔ پھر عراق بہی بمعہ گرد و نواح اسکے قبضہ میں آگیا۔ مگر او سپر تا وقت شہادت ابن زبیر (یعنی سنہ ۷۳ھ ہجری) متصرف نہ ہوسکا۔ اس لحاظ سے اسکی خلافت سنہ ۷۳ھ ہجری سے صحیح ہوتی ہے۔

اسی سال حجاج نے کعبہ شریف کو منہدم کیا اور اس صورت میں بنا دیا جیسی کہ آج ہے حجاج کے اشارے سے ایک شخص نے حضرت ابن عمر کو ایک زہر میں بجھے ہوئے حربہ سے زخمی کیا جس سے وہ جان بر نہ ہوسکے۔

سنہ ۷۴ھ ہجری میں حجاج مدینہ شریف میں پہونچا اور جو لوگ صحابہ کرام میں سے باقی رہ گئے تہے انپر سختیاں توڑنے اور اہانت کرنے لگا اور انکی گردنوں اور ہاتہوں پر مہر لگوائی تاکہ اسطرح انکو ذلیل کیا جاوے۔ جیساکہ حضرت انس و جابر بن عبد اللہ و سہل بن سعد الساعدی کے ساتہہ کیا گیا اور انکی سخت توہین کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

سنہ ۷۵ھ ہجری میں عبد الملک بن مروان نے حج کیا اور حجاج کو امیر عراق کرکے بہیجا۔

سنہ ۸۲ھ ہجری میں ہرقلہ فتح ہوا۔ اور عبد العزیز بن مروان نے جامع مسجد مصر کو گراکر ہر چہار طرف سے وسیع کیا۔

سنہ ۸۲ ہجری میں قلعہ سنان از جانب مصیصہ فتح ہوا اور ارمینیہ اور صنہاجہ کی ممالک غربی میں جنگ ہوئی۔
سنہ ۸۳ ہجری میں حجاج نے شہر واسط کی بنا ڈالی۔
سنہ ۸۴ ہجری میں مصیصہ اور اودیہ دیار مغرب فتح ہوئے۔
سنہ ۸۵ ہجری میں عبدالعزیز بن ابو حاتم بن نعمان باہلی نے شہر اردبیل اور بردعہ بسایا
سنہ ۸۶ ہجری میں قلعہ تولق و قلعہ احزم فتح ہوئے۔ اُن دنوں وہاں عورتوں میں وبار طاعون پھیلی ہوئی تھی۔ جسکا نام طاعون الفتیات رکھا گیا تھا۔
اسی سال ماہ شوال (سنہ ۸۶ ہجری) میں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے سترہ لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا۔
احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں کہ عبدالملک کے منہ میں سے بدبو آیا کرتی تھی اور وہ رحم مادر میں چھ مہینے رہا تھا۔
ابن سعد کہتے ہیں۔ کہ عبدالملک قبل از خلافت مدینہ میں رہا کرتے تھے۔ اور عابد۔ زاہد تھے۔
یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبدالملک اکثر حضرت درداکی والدہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نماز پڑھ کر خون پیا کرتا ہے انہوں نے کہا ہاں صحیح ہے۔
نافع کہتے ہیں کہ مدینہ میں مینے دیکھا ہے کہ کوئی جوان عبدالملک جیسا چست و چالاک اور قرآن و حدیث کا واقف اور عابد زاہد نہ تھا
ابوالزناد کہتے ہیں سعید ابن المسیب۔ عبدالملک بن مروان۔ عروہ بن زبیر۔ اور قبیصہ بن ذویب فقہائے مدینہ ہیں۔
ابن عمر کہتے ہیں۔ کہ لوگوں نے تو اولاد جنی ہے مگر مروان نے باپ جنا ہے۔
چنانچہ عبادہ بن لیثی نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ آپ بزرگان قریش میں برگزیدہ ہیں جن امورات میں ہمیں مشکلات پیش آتی تھیں آپ حل کیا کرتے تھے۔ پس آپکے بعد ہم مسئلہ مسائل کس سے دریافت کریں آپ نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا فقیہ ہے اس سے پوچھا کرنا۔
سیحم حضرت ابوہریرہ کے غلام کہتے ہیں کہ ایک روز عبدالملک بحالت جوانی حضرت ابوہریرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص ایک دن عرب کا بادشاہ ہوجائے گا۔
(عبیدہ بن ریاح) ام درداء نے بعد از خلافت ایک روز عبدالملک سے کہا کہ میں پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تو ایک روز ضرور بادشاہ ہوجائیگا۔ عبدالملک نے پوچھا کہ یہ کسطرح۔ انہوں نے فرمایا کہ مینے تجھ سے بہتر نہ کوئی بات کرنیوالا دیکھا ہے نہ بات سننے والا۔
شعبی کہتے ہیں کہ میں جس شخص کی صحبت میں بیٹھا وہ میرے علم و فضل کا قائل ہوگیا۔ مگر میں عبدالملک کے علم و فضل کا قائل ہوں مینے اُس سے جب کبھی کوئی حدیث بیان کی تو اُسمیں کچھ نہ کچھ ایزاد کردیا۔ اور جب کبھی کوئی شعر پڑھا تو بھی اس کے ہم مضمون بہت سے اشعار پڑھ دیئے۔
ذہبی کہتے ہیں کہ عبدالملک نے عثمان۔ ابوہریرہ۔ ابوسعید۔ ام سلمہ۔ بریرہ۔ ابن عمر۔ اور معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے حدیث سنی اور اس سے عروہ۔ خالد بن معدان۔ رجا بن حیوۃ۔ زہری۔ یونس بن میسرہ ربیعہ بن یزید۔ اسمٰعیل بن عبیداللہ جریر بن عثمان و دیگر اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے روایت کی۔
بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہیں کہ ایک عالم یہودی یوسف نامی مسلمان ہوگیا جو کہ عالم کتاب تھا وہ ایک روز مروان کے مکان پر گیا۔ اور باآواز بلند کہا کہ امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس مکان کے مالک سے سخت تکلیف اٹھائے گی مینے پوچھا کہ کب تک۔ کہا کہ جب تک سیاہ جھنڈے والے خراسان سے نہ آجائیں گے۔ یہ شخص عبدالملک بن مروان کا بڑا دست

تہا۔ ایک روز اس کے شانوں پر ہاتہہ مار کر کہنے لگا کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں خدا سے ڈر کر کام کیجیو۔ اسنے کہا کہ مجہہ سے اس قسم کی نامناسب کاروائی نہ ہو گی۔ پہر اسنے کہا کہ تو امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں پرہیزگاری سے کام کرنا۔ کہتے ہیں کہ جب یزید نے اہل مکہ پر اپنی فوج بہیجی تو عبد الملک کہنے لگا کہ خدا نہ کرے کہ میں کبہی حرم محترم کے اوپر فوجکشی کروں۔ یوسف نے اسکی کمر پہ ہاتہہ مار کر کہا کہ گھبراؤ نہیں تیری فوج اس سے بہی سخت ہو گی۔

یحییٰ غسانی کہتے کہ جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں پہونچا تو میں مسجد نبوی میں گیا۔ اور عبد الملک کے پاس جا بیٹہا اسنے مجہسے پوچہا کہ کیا تو بہی اسی فوج میں ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ عبد الملک نے یہ سنکر کہا کہ کاش تیری ماں تجہے نہ جنتی تو جانتا نہیں سمجہتا کہ تو ایسے شخص کے خلاف ہتہیار اوٹہاتا ہے جو ظہور اسلام کے بعد سب سے پہلے پیدا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور ذات النطاقین کی اولاد ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم بنایا۔ اور واللہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب کسی دن میں میں اس سے ملا ہوں تو میں نے اسکو روزہ دار پایا ہے اور جب رات کو اسے دیکہا تو نمازیں پڑہتے ہوئے دیکہا۔ یاد رکہہ جو شخص اسکے خلاف ہو کر لڑیگا خدا تعالےٰ اسکو اوندہے منہ دوزخ میں ڈالیگا۔

جب عبد الملک کی خلافت ہوئی تو اسنے حجاج کو اسی شخص پر لشکر دیکر بہیجا اور قتل کرا ڈالا۔

حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر برادر عائشہ نے فرمایا۔ کہ عبد الملک کو خلافت ہو نچگئی پہر قرآن شریف جو انکی بغل میں تہا اسکیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بس اب تیرا زمانہ ہو چکا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن سعید سے سنا کہ عبد الملک بن مروان اور دو اور نوجوان جب امام ظہر کے نماز ادا کرتا تو یہ اوسکے ساتہہ کھڑے ہو کر نماز پڑہتے۔ اور پہر عصر کے وقت تک نماز پڑہتے رہتے۔ پس کسی نے سعید ابن المسیب سے پوچہا کہ اگر ہم بہی انکی طرح نمازیں پڑیں تو کچہہ مضائقہ تو نہیں انہوں نے فرمایا کہ زیادہ نماز پڑہنے یا زیادہ روزہ رکہنے کا نام عبادۃ نہیں ہے بلکہ عبادت اسکو کہتے ہیں کہ انسان ذات الٰہی احکامات الٰہی کی تعمیل کے متعلق غور و فکر کرے اور اسکی نافرمانیوں سے پرہیز کرے۔

مصعب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے عبد الملک بن مروان ہی کا نام عبد الملک رکہا گیا تہا۔

یحییٰ ابن بکیر کہتے ہیں کہ امام مالک کا قول ہے کہ سب سے پہلے عبد الملک ہی نے دینار مسکوک کرائے اور انپر آیات کلام اللہ شریف لکہوائیں۔ چنانچہ مصعب کا قول ہے کہ اسکے دینار کے ایک طرف قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکہی ہوئی تہی اور دوسری طرف لا الٰہ الا اللہ اور اسکے گرد چاندی کا ایک حلقہ بنا ہوا تہا اسپر ایکطرف ضرب شہر فلاں۔ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ ارسلہ بالہدیٰ ودین الحق لکہا ہوا تہا۔ عسکری نے ان دینار ونکے اجرا کی یہ وجہ لکہی ہے کہ عبد الملک اپنے خطوں میں پیشانی پر قل ہو اللہ احد۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک اور تاریخ تحریر لکہوایا کرتا تہا۔ اسوقت تک عیسائیوں کے دینار ہی اسکی سلطنت میں رائج تہے ایک مرتبہ بادشاہ روم نے اسکو لکہا۔ کہ تم نے اپنے خطوں کی پیشانی میں اپنے نبی کا ذکر لکہنا شروع کیا ہے یہ ہمیں ناگوار ہوتا ہے۔ یا تو تم یہ لکہنا چہوڑ دو۔ ورنہ ہم ایسے دینار رائج کریں گے کہ جنسے تمہارا دل دکھیگا۔ عبد الملک کو یہ بات بہت ہی بری معلوم ہوئی۔ اور خالد بن یزید بن معاویہ کو بلا کر اس معاملہ میں مشورہ کیا تو انہوں نے رائے دی کہ آپ انکے دیناروں کا چلن اپنے یہاں قطعی بند کر دیں۔ اور خود اپنے دینار مسکوک کرا لیں۔ جنپر خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو اور اپنے خطوں کی پیشانی بدستور رہنے دیں۔ چنانچہ اسی پر ۷۵ھ ہجری میں اپنے دینار چلائے گئے۔

عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس خلیفہ نے بخل کیا جس کے عہد میں غدر ہوا۔ اور خلفاء کے سامنے کلام کرنا منع ہوا۔ اور امر بالمعروف کرنے سے روکا گیا۔ وہ عبدالملک بن مروان ہے۔ چنانچہ ابن کلبی کہتے ہیں کہ مروان بن حکم نے پہلے عمرو بن سعید بن عاص کو اپنے بیٹے کے بعد ولیعہد بنایا۔ جسکو عبدالملک نے قتل کر ڈالا۔ یہ سب سے بڑا غدر ہے جو اسلام میں واقع ہوا اسپر ایک شاعر نے لکھا کہ ترجمہ اشعار اے لوگو اپنی راؤں پر نہ چلو۔ کیونکہ مروان کے بیٹوں کا غدر تمنے دیکھ لیا۔ انہوں نے فتنہ پردازی کرکے عمر کو قتل کیا اور کوئی فائدہ نہ پایا۔ زبیری سے عہد خدا کرکے پہر غدر کیا۔ ڈرپوک۔ بزدل لوگوں تک کو قتل کیا۔ تاکہ اونکی اولاد لوگوں پر حکومت کر سکے۔ کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کی اور اپنی خواہشوں پر گناہوں کی قربانی چڑہائی ہے۔

جریج کہتے ہیں کہ بعد قتل عبداللہ بن زبیر کے عبدالملک بن مروان نے مدینہ میں سال حج ۷۵ھ میں خطبہ پڑہا۔ اور اسمیں بعد حمد و ثنائے خدا بیان کیا کہ میں نہ خلیفہ ضعیف یعنی عثمان ہوں نہ خلیفہ سست یعنی معاویہ ہوں نہ خلیفہ ضعیف الرائے یعنی یزید ہوں مجھسے پہلے جو خلیفہ تہے وہ اس مال سے کھاتے پیتے رہے ہیں مجھے سوائے تلوار کے اُسکی دوا کوئی نہیں معلوم ہوتی جبتک کہ تم میری تابعداری کیلیئے بالکل سیدہے نہ ہو جاؤ۔ مہاجرین کے اعمال سے ہمیں تکلیف اُٹھانی پڑی ہے۔ اگر تم بہی ان ہی جیسے عمل کروگے تو جان لو کہ میں تمہیں سخت عذاب سے ہلاک کرونگا۔ اور تلوار ہی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ اے عمرو بن سعید قرابت اور چیز ہے اور عہدہ اور چیز ہے تم ذرا سر اُٹھاکر دیکھو کہ میری تلواریں کیا حال کرتی ہیں۔ میں تمہاری تمام باتیں گوارا کر لونگا مگر حاکم سے جنگ کرنا۔ اوسوقت میں اونکے تمام افعال انکی گردنوں میں ڈالدونگا۔ پہر چاہے کوئی خوف خدا سے ڈرایا کرے یہ کہکر وہ منبر پر سے اُتر آیا۔ اس روایت کا راوی اول جہوٹ بولنے میں متہم ہے۔ سب سے پہلے عبدالملک ہی نے دفتر کو زبان فارسی سے عربی میں منتقل کیا اور اپنے ہاتہ منبر پر بلند کیئے

ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الضحیٰ میں اولاد مروان نے ہی بیجا اذان دلوائی خواہ وہ عبدالملک ہو یا کوئی اور اوسکی اولاد ہے۔

عبدالرزاق نے لکھا ہے۔ کہ ابن جریج کہتے ہیں کہ مجہ سے کئی آدمیوں نے بیان کیا کہ سب سے پہلے عبدالملک ہی نے کعبہ شریف پر دیباج کے پردہ ڈالے اور تمام فقہاء نے سنکر یہ کہا کہ واقعی کعبہ شریف کیلئے اس کپڑے سے بہتر کوئی پردہ نہیں ہوسکتا۔

یوسف ابن ماجشون کہتے ہیں۔ کہ جب عبدالملک حکومت کیلیئے بیٹھتا تہا تو اسکے پیچہے مسلح محافظ کہڑے رہا کرتے تہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ جب عبدالملک سے کہا کہ امیرالمومنین آپ پر بڑہاپا بہت ہی جلد آگیا اسنے کہا کہ کیسے نہ آتا میں ہر جمعہ میں اپنا تمامتر عقل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔

محمد بن حرب الزیادی کہتے ہیں کہ عبدالملک سے کسی نے پوچہا کہ آدمیوں میں سب سے بہتر کون ہے اُسنے کہا کہ جس شخص نے بلند رتبہ ہوکر تواضع کی۔ اور بحالت اغنیا زہد اختیار کیا اور بحالت قوت عدل کیا۔

ابن عائشہؓ کہتے ہیں کہ جب عبدالملک کے پاس کوئی شخص باہر سے آتا تو وہ اوس سے کہا کرتا کہ دیکھو چار باتیں نہ کرنا اور جو کچہ چاہو کرو۔ ایک تو جہوٹ نہ بولنا کیونکہ مجہے جہوٹ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے جو کچہ میں پوچہوں اسی کا جواب دینا کیونکہ میرا خیال اسی میں لگا ہوگا۔ تیسرے میری مدح نہ کرنا کیونکہ میں اپنا حال خود ہی خوب جانتا ہوں۔ اور مجہکو میری رعیت پر برانگیختہ نہ کرنا۔ کیونکہ اُنکو میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ جب عبدالملک کو اپنے مرنے کا یقین ہوگیا تو اسنے کہا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں اسوقت سے لیکر اب تک مجہے یہ آرزو رہی کہ میں حمال ہوتا۔ پہر اپنے بیٹے کو خوف خدا کی وصیت کی۔ اور آپس کی مخالفت سے منع کیا اور کہا کہ ام برام جیسے ہو جانا

اور کہا لڑائی میں نہایت سرگرمی دکہانا اور نیک کاموں میں ضرب المثل بننے کی کوشش کرنا کیونکہ لڑائی قبل از وقت موت کو نہیں بلاتی اور نیک کام کا اجر ملتا ہے۔ اور یادگار باقی رہتی ہے اور مصیبت میں مددگار ہو سختی میں نرمی اختیار کرو۔ اور ابن عبد اللہ علی الشیبانی کے قول کے مطابق ہو جاؤ۔ (ترجمہ) تیر نا تمام کو جب جمع کر کے کامل کر لیا جاتا ہے تو اس سے دشمن قوی سخت گیر پر وار کیا جا سکتا ہے۔ بس ایسے چیز کی عزت کرو اور اسے ضائع نہ کرو۔ کیونکہ اسکا احترام نہ کرنا۔ اور توڑنا تمہاری توقع کی انقطاع کا باعث ہوگا۔ آپس میں رنجش نہ بڑہاؤ۔ کیونکہ ایک تیر کو جو چاہے توڑ سکتا ہے۔ اور جب جمع ہو جائیں تو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اے ولید جس معاملہ میں میں تجہے خلیفہ کرتا ہوں۔ اسمیں خدا کا خوف کرنا۔ پہر کہا کہ حجاج کا خیال رکہنا۔ اسی نے تجہکو گویا خلافت تک پہونچایا ہے اسکو اپنا اپنا بازو اور اپنی تلوار سمجہہ وہ تجہکو تیرے دشمنوں سے پناہ میں رکھیگا۔ اور اسکے حق میں کسی کا قول سننا اور یہ سمجہہ رکھ کہ تجہکو اسکی زیادہ ضرورت ہے بہ نسبت اسکے کہ اسکو تیری۔ جب میں مر جاؤں تو لوگوں سے تو اپنی بیعت لے اور جو شخص انکار کرے اسکی گردن مار دے۔ اسکے سوا اور بہی بہت سی وصیتیں کیں۔

نزع کے وقت ولید اسکے پاس آیا اور یہ شعر پڑہ کر رونے لگا۔ ترجمہ شعر بہت سے لوگ بیمار پرسی کیلئے آتے ہیں مگر مرنیوالے کو نہیں لوٹا کر لاتے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ مرتے وقت اسپر کیا گذری ہے۔

عبد الملک نے کہا کہ لڑکیوں کیطرح رونے سے کیا فائدہ ہے۔ جب میں مر جاؤں تو مرد آزمودہ کار۔ بہادر۔ زیرک اور جنگجو شیر بنجا اور اپنی تلوار کندہے پر رکھ لے اور جو شخص ذرا بہی سر اٹہائے اسکا سر کاٹ لے۔ اور جو شخص چپ رہے اسے چہوڑ دے وہ اپنی بیماری سے آپ ہی مر جائیگا۔

ہمارے نزدیک تو عبد الملک اور حجاج دونو برابر ہیں کیونکہ اسی نے اسکو صحابہ اور مسلمانوں پر حاکم بنایا تہا۔ اور اسنے اپنی حکومت میں انکی قتل۔ و ضرب و حبس و دشنام میں کوئی دقیقہ اون کی توہین و ذلت کا اٹھا نہیں رکھا۔ اور بہت سے صحابہ اور بزرگ اشخاص تابعین سے جنکی فضیلت زبان زد خاص و عام تھی قتل کرائے گئے۔ علاوہ بریں غضب ہے کہ حضرت انس وغیرہ جلیل القدر صحابیوں کی مشکیں کسوائی جائیں جس سے اسکا مدعا انکو ذلیل کرنے کا تہا۔ یہ ایسا جرم ہے جسکو یقیناً خدا کسیطرح معاف نکریگا۔ عبد الملک بہی شاعر تہا اور اسکے کلام بلاغت نظام کے نمونے اوسط کی کتابوں میں ملتے ہیں، چند شعر یہ ہیں۔ ترجمہ۔ مجہے اپنی عمر کی قسم کہ دنیا میں میں بہت دن تک زندہ رہا۔ مگر دنیا نے میری ہلاکت کو قریب کر دیا۔ وہ زمانہ جوانی جو میری خوشنودی کا باعث تہا۔ ایک لمحہ کیطرح دنیاوی انہماک و مصروفیت میں گذر گیا۔ کاش کہ دنیا میں ایک ساعت بہی چین آرام سے نہ بسر کی اور نہ ہی عیش عشرت دنیا و تر و تازگی دنیا سے کچہہ فائدہ اٹھایا۔ میری حالت مثل ان دو چادروں کی تہی۔ جو کہ بسر اوقات کیلئے غیر مکتفی ہوں۔ یہانتک کہ اسی حالت میں مجہے تنگ قبر کا منہہ جہانکنا پڑا۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بروایت ابراہیم بن عدی لکہا ہے کہ عبد الملک پر ایک ہی رات میں چار سخت واقعات پیش آئے مگر اسکے ماتھے پر شکن تک نہ پڑی۔ اول عبید اللہ بن زیاد کا قتل۔ دوئم حبیش بن لجہ کا قتل حجاز میں۔ سوئم شاہ روم اور اسکے اور سلطنت روم کے درمیان کی منازعت۔ چہارم عمرو بن سعید کا دمشق میں خروج کرنا۔

بروایت مذکور اصمعی کہتے ہیں کہ چار آدمیوں نے نیک کاموں اور بیہودگی میں کبہی خطا نہیں کی شعبیؒ۔ عبد الملک بن مروان حجاج بن یوسف۔ و ابن قریہ۔

سلفی نے طیوریات میں لکہا ہے کہ ایک روز عبد الملک باہر نکلا تو اوسے ایک عورت ملی اور اوس سے شکایت کی کہ میرا بہائی چہہ سو دینار چہوڑ کر مرگیا ہے تقسیم میراث میں مجہے صرف ایک دینار دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ مجہے اتنا ہی

حق پہونچتا ہے۔ عبدالملک اس تقسیم کو اچھی طرح نہ سمجھ سکا اور شعبی سے بلاکر پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تقسیم بالکل صحیح ہے متوفی دو بیٹیاں چھوڑ مرا انکو دو تہائی یعنے چارسو دینار ملیں گے۔ اور ماں کو چھٹا حصہ یعنی ایک سو دینار۔ اور بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار اور بارہ بھائیوں کو چوبیس دینار پس اس حساب سے اسکے حصہ میں ایک ہی دینار آئے گا۔

ابن شیبہ نے خالد بن محمد قرشی سے روایت کی کہ عبدالملک کا قول ہے کہ جو شخص لذت نفس کیلیے باندی خریدنی چاہے تو بربری۔ اگر اولاد کے واسطے چاہے تو فارسی اور اگر خدمت کیلئے چاہے تو رومی لے۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ جب اخطل شاعر نے عبدالملک کے سامنے یہ شعر پڑہا ترجمہ شعر عداوت کا آفتاب ہے یہانتک کہ اس سے فائدہ اٹھایا گیا۔ اور جب قدرت حاصل ہوئی تو حلیم ترین مرد معلوم ہوا۔ تو عبدالملک نے ایک غلام سے کہا کہ اسے لے جا اور جتنا مال یہ اٹھاسکے اسے دیدے پھر کہا کہ ہر قوم کیلیئے ایک شاعر ہوتا ہے بنی امیہ کا شاعر اخطل ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ ایک روز اخطل عبدالملک کے پاس گیا۔ تو اسنے کہا کہ شراب کا کچھ وصف بیان کر اخطل نے کہا کہ اسکی ابتدا میں لذت ہوتی ہے اور انتہا میں دردسر۔ درمیانی حالت اسکی ایسی ہوتی ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ عبدالملک نے کہا کہ کچھ تو بتلا۔ اخطل نے کہا کہ اسوقت میرے نزدیک آپکا ملک میرے جوتے کے چمڑے سے بھی ذلیل ہوتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑہا۔ ترجمہ جب میرے ہم نشیں نے مجھے پیالے پر پیالہ پلایا۔ تو مینے اپنے کپڑے اسطرح سمیٹنے شروع کئے کہ گویا میں امیرالمومنین کا بھی امیر ہوں۔

ثعالبی کہتے ہیں کہ عبدالملک کہا کرتا تہا کہ میں رمضان میں پیدا ہوا۔ رمضان ہی میں میرا دودھ چھڑایا گیا۔ رمضان ہی میں مینے قرآن شریف ختم کیا۔ رمضان ہی میں بالغ ہوا رمضان میں ولیعہد ہوا۔ رمضان ہی میں خلیفہ بنا۔ مجھے خوف ہے کہ میں رمضان ہی میں مرونگا۔ لیکن جب رمضان گذر گیا اور اسے اطمینان ہوگیا تو شوال میں مرگیا۔

عبدالملک کے زمانہ میں حسب ذیل علما نے انتقال کیا۔

ابن عمر۔ اسما بنت ابوبکر صدیق۔ ابوسعید بن معلے۔ ابوسعید خدری۔ رافع بن خدیج۔ سلمہ بن اکوع۔ عرباض بن ساریہ جابر بن عبداللہ۔ عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب۔ سائب بن یزید۔ اسلم مولے عمر۔ ابوادریس خولانی۔ شریح قاضی۔ ابان بن عثمان بن عفان۔ اعشی شاعر۔ ایوب بن قریہ (جو فصاحت میں ضرب المثل تہے) خالد بن یزید بن معاویہ۔ زر بن حبیش۔ سنان بن سلمہ بن محبق۔ سوید بن غفلہ۔ ابووائل طارق بن شہاب۔ محمد بن حنفیہ۔ عبداللہ بن شداد بن ہاد۔ ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود۔ عمرو بن حریث۔ عمر بن سلمۃ الجرمی ودیگر حضرات رحمہم اللہ تعالے اجمعین۔

ولید بن عبدالملک

شعبی کہتے ہیں کہ ابوالعباس ولید بن عبدالملک۔ چونکہ نہایت نازونعمت کا پلا ہوا تہا اسلیئے ان پڑھ رہا چنانچہ روح بن زنباع کہتے ہیں کہ ایکدن میں عبدالملک کے پاس گیا تو اسکو سخت مغموم پایا پوچھا تو کہنے لگا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ولید کو کسکے سپرد کروں کہ اسکو عربی سکھاوے مینے کہا آخر کیا ہوا۔ عبدالملک نے کہا کہ اسکو نحو نہیں آتی۔ ولید نے یہ سنکر اسیوقت سے نحویوں کو جمع کیا اور چھ ماہ تک برابر پڑہتا رہا۔ مگر پھر بھی ویسا ہی جاہل رہا جیسا کہ پہلے تہا لاچار عبدالملک نے اسے معذور رکھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ ولید پس پا افتادہ کلمات میں بھی غلطیاں کرتا تہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں برسر منبر کہا کہ "یااہلُ المدینۃ" حالانکہ منادے ... ہوتو اسپر رفع نہیں آتا یہ ایسی غلطی تہی کہ کوئی طفل مکتب بھی نہ کرے گا۔

اسیطرح ایک مرتبہ برسر منبر کہہ بیٹھا" یالیتھا کانت القاضیۃ" (یہ بھی ویسی ہی صاف غلطی ہے) اور جمبر عمر بن عبد العزیز اور سلیمان بن عبد الملک بیٹھے ہوئے تھے وہ کہنے لگے کہ واللہ ولید سخت ظالم ہے۔

ابونعیم نے حلیہ میں شوذب سے روایت کی۔ کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ولید شام میں۔ حجاج عراق میں۔ عثمان بن حیان حجاز میں۔ قرہ بن شریک مصر میں ظالم ہیں۔ واللہ زمین تو ظلم سے بھر گئی۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابراہیم بن زرعہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ولید نے اُن سے کہا کہ تم مجھے خلیفہ سمجھتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیے۔ آپ خدا کے نزدیک افضل ہیں یا داؤد علیہ السلام اور حال یہ ہے کہ ان میں خدا تعالے نے خلافت و نبوت دونوں کو جمع کر دیا تھا۔ پھر خدا تعالے نے انکا ذکر قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ یا داؤد۔ تا آخر آیت اور انہوں نے اپنے زمانہ میں جہاد کیا۔ زمانہ خلافت میں بہت سی فتوحات کیں۔ اسکے ساتھ ہی یتیموں کی ختنہ کراتے تھے اور ان کے لیے معلموں کا انتظام کر دیا تھا۔ اپاہجوں کیلیے خدمتگار مقرر تھے۔ نابینوں کا انتظام کیا۔ مسجد نبوی کو تعمیر کرایا۔ اور اسکو وسیع کیا۔ فقہا ضعفا اور فقرا کے اسقدر فراخ روزینہ مقرر کیے کہ انپر سوال کرنا حرام ہو گیا۔ اور آنکے لیے ایسے ضوابط مقرر کر دیے جو کہ انکے بسر اوقات کیلیے کافی ہوں اور تمام چیزوں کیلیے مکمل ضابطے باندھ دیے تھے۔

ابن ابی عبلہ کہتے ہیں کہ خدا ولید پر رحم کرے۔ اس جیسا بادشاہ کہاں ہوگا۔ اُسکے زمانہ میں ہندوستان و اندلس فتح ہوا مسجد دمشق تعمیر ہوئی فقرا کو بیت المقدس میں تقسیم کرنے کے لیے زر سرخ دیا کرتا تھا۔ ولید کو اُسکے باپ نے حین حیات یعنی شوال ۸۶ھ ہجری میں ولی عہد بنایا تھا۔ ۸۷ھ ہجری میں اُسنے جامع دمشق کی تعمیر شروع کی۔ اور مسجد نبوی کی توسیع کیلیے احکام جاری کیے اسی سال میں بیکند۔ بخارا۔ سروانیہ مطمورہ۔ قمیقم۔ بحیرۃ الفرسان فتح ہوئے اور اسی سال عمر بن عبد العزیز نے (بحالت امارت مدینہ) حج کیا۔ اور قربانی کے روز غلطی سے ٹھیر گئے جس سے ان کو سخت رنج ہوا۔

۸۸ھ ہجری میں جرثومہ اور طوانہ۔ فتح ہوئے۔

۸۹ھ ہجری میں جزیرہ منورقہ و میورقہ فتح ہوئے۔

۹۱ھ ہجری میں نسف۔ کش۔ شعرمان۔ مدائن۔ اور آذربایجان کے قلعے فتح ہوئے۔

۹۲ھ ہجری میں اندلس اور شہر ارملایل و قنتربون فتح ہوئے۔

۹۳ھ ہجری میں دیبل وغیرہ۔ پھر کرخ (کیرخ) برہم۔ باجہ۔ بیضاء۔ خوارزم۔ سمرقند اور سُغد فتح ہوئے۔

۹۴ھ ہجری میں کابل فرغانہ۔ شاش۔ سندرہ وغیرہ فتح ہوئے۔

۹۵ھ ہجری میں موقان اور مدینۃ الباب فتح ہوئے۔

۹۶ھ ہجری میں طوس وغیرہ فتح ہوئے۔

اسی سال نصف جمادی الآخر میں ولید نے بعمر اکیاون سال انتقال کیا۔ اور اسکی عمر اکیاون سال کی تھی ذہبی کا قول ہے کہ اُسکے زمانہ میں برابر جہاد جاری رہا۔ اور عمرؓ کے زمانہ جتنی فتوحات عظیمہ ہوئیں۔

عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ جب میں نے ولید کو قبر میں اوتارا تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کفن میں بار بار زمین پر پاؤں مارتا تھا۔

ولید کا قول ہے کہ اگر قرآن شریف میں افعال آل لوط کا ذکر نہوتا تو مجھے کبھی خبر بھی نہوتی کہ لوگ ایسا فعل شنیع بھی کیا کرتے ہیں

ولید کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی۔

عتبہ بن عبد السلمے۔ مقدام بن معدی کرب۔ عبد اللہ بن بشر المازنی۔ عبد اللہ بن ابی اوفے۔ ابو العالیہ۔ جابر بن زید۔ انس بن مالک

سہل بن سعد ۔ سائب بن یزید ۔ سائب بن خلا و خبیب بن عبداللہ بن زبیر ۔ بلال بن ابی الدرد ابو سعید بن مسیب ۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمن ابو بکر بن عبدالرحمن ۔ سعید بن جبیر (انکو حجاج نے شہید کیا) ابراہیم نخعی ۔ مطرف ۔ ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف عجاج شاعر وغیرہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین ۔

سلیمان بن عبدالملک

ابو ایوب سلیمان بن عبدالملک سنہ ۳۰ ہجری میں پیدا ہوا ۔ بنو امیہ میں سب سے بہتر بادشاہ سمجھا جاتا ہے ۔ اسکے باپ ہی اسکو ولید کے بعد ولیعہد بنایا تہا جمادی الآخر سنہ ۹۶ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹہا ۔

سلیمان نے اپنے باپ اور عبدالرحمن بن ہبیرہ سے چند حدیثیں روایت کیں اور اس سے اسکے بیٹے عبدالواحد اور زہری نے روایت کی نہایت فصیح البیان ۔ عدل کا حریص ۔ اور جہاد کا شائق تہا ۔ اسکی پیدائش سنہ ۶۰ ہجری میں ہوئی تہی ۔ اس کی محاسن کے متعلق اتناہی کہدینا کافی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز جیسا آدمی اسکا وزیر تہا ۔ کہ اسکے احکام کو ہمیشہ خیر کیطرف مائل کرتے رہتے تہے ۔ چنانچہ انہوں نے حجاج کے عاملوں کو موقوف کردیا ۔ اور عراق کے قیدخانوں میں جتنے آدمی قید تہے انکو رہا کردیا تہا ۔ بنو امیہ ہمیشہ نماز دیر سے پڑہا کرتے تہے ۔ مگر عمر بن عبدالعزیز ہی نے نماز کو اول وقت میں پڑہانا شروع کردیا ۔
ابن سیرین کہتے ہیں کہ خدا سلیمان پر رحم کرے اُسنے اپنی خلافت کی ابتدا نماز کو ٹہیک وقت میں پڑہنی شروع کی اور خاتمہ عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنانے میں ۔

سلیمان راگ گانے سے منع کیا کرتا تہا ۔ اور نہایت پرخور مشہور تہا ۔ چنانچہ ایکدفعہ ستر انار اور ایک چھ مہینہ کا برہ اور چھ مرغ اور

یحیی غسانی کہتے ہیں کہ ایک روز سلیمان نے آئینہ دیکہا تو اپنی جوانی اور حسن وجمال کو دیکہکر متحیر رہ گیا اور کہنے لگا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی تہے ۔ ابو بکر صدیق تہے ۔ عمر فاروق تہے ۔ عثمان حیادار تہے ۔ معاویہ حلیم تہے ۔ یزید صبور تہا ۔ عبدالملک سیاست کرنے والا تہا ۔ ولید جابر تہا ۔ اور میں بادشاہ ہوں ۔ لیکن اسپر (ایک مہینہ بھی نہ گزرا تہا کہ مرگیا ۔

سلیمان نے بروز جمعہ ۱۰ صفر سنہ ۹۹ ہجری میں وفات پائی ۔

اسکے زمانہ میں جرجان ۔ حصن الحدید ۔ سردا ۔ شقا طبرستان ۔ اور شہر سقالبہ فتح ہوئے ۔ اور علماء میں سے قیس بن ابو حازم ۔ محمود بن لبید ۔ حسن بن حسین بن علی ۔ کریب غلام ابن عباس ۔ عبدالرحمن بن اسود نخعی ودیگر حضرات نے انتقال کیا ۔

عبدالرحمن بن حسان الکنابی کہتے ہیں کہ سلیمان میدان جنگ میں بمقام دابق فوت ہوا جب بیمار ہوا ۔ تو اُسنے رجا بن حیوۃ سے پوچہا کہ میں اپنے بیٹے کو خلیفہ کرجاؤں انہوں نے کہا کہ وہ یہاں ہے نہیں ۔ سلیمان نے کہا کہ دوسرے بیٹے کو کردوں رجا نے کہا کہ وہ بہت صغیر السن ہے ۔ سلیمان نے کہا کہ پھر تیرے نزدیک کون خلیفہ ہونا چاہیے رجا نے کہا کہ میرے نزدیک تو عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ کرنا چاہیے ۔ سلیمان نے کہا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ میرے بھائی اسپر راضی نہ ہونگے ۔ رجا نے کہا کہ عمدہ ترکیب یہ ہے کہ آپ عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ کیجیے اور وصیت کردیجیے کہ اُنکے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوں ۔ اور اس مضمون کا ایک وصیت نامہ لکہکر اُسپر مہر لگادیجیے اور لوگوں سے کہیے کہ اس شخص سے بیعت کرلیں ۔ جسکا نام اس وصیتنامہ میں ہے ۔ سلیمان نے اس رائے کو پسند کیا اور فوراً قلم دوات منگاکر وصیت نامہ لکہا اور رجا کو دیکر کہا کہ فوراً باہر جاکر اس شخص کے لئے جسکا نام اس کاغذ میں ہے بیعت لے لو ۔ چنانچہ رجا نے نکلکر کہا کہ امیرالمؤمنین

نے حکم دیا ہے کہ تم اس شخص کی بیعت کرو۔ جسکا نام اس مہر شدہ کاغذ میں لکھا ہے لوگوں نے اس شخص کا نام پوچھا تو رجا نے کہا کہ فرمان پر مہر لگی ہے۔ اس شخص کا نام امیرالمومنین کے انتقال ہی کے بعد معلوم ہو سکیگا۔ لوگوں نے اسطرح بیعت کرنے سے انکار کردیا۔ رجا پھر واپس گیا۔ سلیمان کو اس امر کی اطلاع دی اُسنے حکم دیا کہ کوتوال اور چوکیداروں کو بلاؤ۔ اور لوگوں کو جمع کرکے انسے بیعت لے لو۔ اور جو شخص انکار کرے اسکی گردن اڑا دو۔ یہ سنکر لوگوں نے فوراً بیعت کرلی۔

رجا جب واپس آرہے تھے انکو راستہ میں ہشام ملگیا۔ اور پوچھا کہ تمہیں معلوم ہوگا کہ امیرالمومنین نے میرے لیئے بھی کچھ کیا ہے کیونکہ جو کچھہ امیرالمومنین نے کیا ہے مجھے اسکا علم نہیں ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں انہوں نے مجھے محروم ہی نہ کیا ہو۔ اگر واقعی ایسا ہی ہے تو مجھے بتلا دو میں اپنا کچھہ فکر کروں۔ مگر رجا نے یہ کہکر ٹال دیا کہ امیرالمومنین نے اس امر کو مجھسے پوشیدہ رکھا ہے۔ تو میں کس طرح بتلا سکتا ہوں۔

پھر عمر بن عبدالعزیز ملے اور انہوں نے کہا کہ مجھے سلیمان سے بڑا ہی ڈر معلوم ہوتا ہے کہیں اُسنے میرا ہی نام اس فرمان میں نہ لکھ دیا ہو۔ حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ مجھہ میں اسکی قابلیت نہیں ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہو تو مجھے بتلا دو۔ شاید میں کوشش کرکے اس بلا کو اپنے اوپر سے ٹال سکوں۔ رجا نے انکو بھی وہی جواب دیکر ٹال دیا۔

سلیمان کے انتقال کے بعد جب وہ وصیت نامہ کھولا گیا تو اسمیں عمر بن عبدالعزیز کا نام نکلا۔ یہ سنتے ہی عبدالملک کی اولاد کے چہرہ پر ہوائیاں اوڑنے لگیں۔ جب انہوں نے یزید بن عبدالملک کا نام سنا تو کچھہ اطمینان ہوا۔ اور امر خلافت اُنکے سپرد کردیا۔

عمر بن عبدالعزیز کو وہیں کے وہیں لوگوں نے بیٹھائے رکھا اور وہ جا نہ سکے تا وقتیکہ لوگوں نے اُن کے بازو پکڑ کر انکو منبر پر لا بٹھایا وہاں بھی وہ دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ آخر رجا نے آواز بلند لوگوں سے کہا کہ تم بیعت کیلیئے کیوں نہیں اٹھتے۔ چنانچہ لوگوں نے بیعت کرنی شروع کردی۔ اسکے بعد عمر بن عبدالعزیز کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کرکے کہا کہ لوگو! میں اس امر کو شروع نہیں کرتا بلکہ ختم کرنے والا ہوں۔ کسی چیز کا ایجاد کرنیوالا نہیں ہوں بلکہ پچھلوں کی اتباع کرنے والا ہوں۔ بیرونجات کے لوگوں نے بھی اگر میری بیعت تمہاری طرح منظور کرلی تو میں خلیفہ ہوں ورنہ نہیں۔ بس یہ کہکر منبر پر سے اوتر آئے۔ داروغہ اصطبل نے خاصہ کا گھوڑا پیش کیا آپنے پوچھا اس سے کیا مراد ہے اسنے عرض کی۔ کہ یہ مرکب سواری خلیفہ کی ہے آپنے فرمایا کہ مجھے اسکی حاجت نہیں۔ میرا ہی جانور لے آؤ۔ چنانچہ آپنے اپنے ہی جانور پر سوار ہوکر اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں جاتے ہی قلم دوات طلب کی اور بقلم خود بیرونجات کے عمال کے نام فرمان لکھے۔ رجا کہتے ہیں کہ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں ان فرمانوں میں وہ اپنا ضعف نہ ظاہر کریں۔ مگر جب میں نے انکو پڑھا تو اُن سے انکی قوت کا اظہار ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ مروان بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک کی آپسمیں خلافت کے متعلق کچھہ رنج ہوگیا۔ یہانتک کہ سلیمان نے اُسکو سخت الفاظ ابن الغنا (لپسر گندہ شدہ) کہدیئے۔ مروان اُسکا جواب دیا ہی چاہتا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز نے اسکے منہ پر ہاتھہ رکھکر قسم دیکر کہ میں تجھے تیرے امام اور تیرے بھائی کی قسم دیتا ہوں کہ جواب نہ دینا۔ وہ تیرا بادشاہ اور بڑا بھائی ہے۔ مروان چپ ہو رہا مگر عمر بن عبدالعزیز سے کہنے لگا کہ آپ نے مجھے قتل کرڈالا۔ واللہ میرے تن بدن میں آگ لگی جاتی ہے چنانچہ وہ اسی شب کو مرگیا۔

(ابن ابوالدنیا) سلیمان کا بیٹا ایوب جب فوت ہوا تو زیاد بن عثمان اسکے پاس گئے اور کہا کہ عبدالرحمن بن ابوبکر کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی بقا چاہتا ہے اسکو چاہیئے کہ اپنی جان کو مصیبتوں کا وطن بنالے۔

عمر بن عبد العزیز

ابو حفص عمر بن عبد العزیز بن مروان خلیفہ صالح اور خلیفہ خامس ہیں۔ چنانچہ سفیان کا قول ہے کہ خلفار راشدین پانچ ہیں۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ علی۔ اور عمر بن عبد العزیز۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم (ابو داؤد نے سنن میں روایت کی ہے)

عمر بن عبد العزیز بمقام حلوان مضافات مصر سـ۶۱ـنہ یا سـ۶۳ـنہ ہجری میں پیدا ہوئے اُن دنوں اُن کے والد مصر کے حاکم تھے اُن کی والدہ اُم عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھیں۔ بچپن میں اُن کے گھوڑے نے لات ماری تھی جس کےصدمہ سی اُنکے چہرہ پر داغ پڑگیا تہا۔ اور انکے والدان کے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ اگر تو بنو امیہ کا داغدار ہے تو تو سعادت مند ہے۔ (ابو عساکر)

ترمذی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں ایک شخص ہوگا جس کے چہرہ پر داغ ہوگا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بہر دیگا۔ پس آپ کے اس خیال کی تصدیق ہوگئی (ترمذی)

ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اپنے اُس داغدار بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو اسطرح عدل سے بہر دیگا جیساکہ وہ اسوقت ظلم سے بہرا ہوا ہوگا۔

ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم آپسمیں باتیں کیا کرتے تھے۔ کہ دنیا کا خاتمہ نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ اولاد عمر رضی اللہ عنہ سے مثل عمر نہ حاکم ہولی بلال بن عبد اللہ بن عمر کے چہرے پر بھی ایک داغ تہا۔ اور خیال یہ تہا کہ شاید وہی عمر کی بشارت کے مصداق ہونگے یہانتک کہ خدا نے عمر بن عبد العزیز کو بھیجدیا۔

عمر بن عبد العزیز نے بروایت حدیث اپنے والد۔ انس عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب۔ ابن قارظ ویوسف بن عبد اللہ بن سلام عامر بن سعد۔ سعید بن مسیب۔ عروہ بن زبیر۔ ابو بکر بن عبد الرحمن۔ ربیع بن سبرہ ودیگر حضرات سے کی ہے۔ اور اُن سی زہری محمد ابن منکدر۔ یحیےٰ بن سعید انصاری مسلمہ بن عبد الملک رجا ابن حیوۃ اور دیگر بہت حضرات نے روایت کی ہے۔ کہ قرآن شریف ان کے بچپن میں جمع کیا گیا۔ اور انکو انکے والد نے مدینہ میں عبید اللہ بن عبد اللہ کے پاس بھیجدیا تہا۔ اُن ہی سے انہوں نے تحصیل علم کیا۔ جب انکے والد کا انتقال ہوگیا تو خلیفہ عبد الملک نے اُنکو بلاکر دمشق بھیجدیا اور اپنی بیٹی فاطمہ سے اون کا نکاح کردیا۔

عمر بن عبد العزیز قبل از خلافت ہی صلاحیت پر قائم تھے۔ لیکن تنعم کو بہت پسند کرتے تھے۔ چنانچہ اُن کے حاسد انپر عیب لگایا کرتے تھے۔ کہ اُن کی چال مغرورانہ ہے۔ اور روش امیرانہ ہے۔

جب ولید خلیفہ ہوا تو اُنکو مدینہ شریف کا امیر کردیا چنانچہ یہ وہاں سـ۸۶ـنہ ہجری سے لیکر سـ۹۳ـنہ تک امیر رہے پھر معزول کردیئے گئے اور شام میں چلے آئے۔

ولید نے قصد کیا کہ اپنے بھائی سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کرکے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنادے۔ بہت سے اشراف نے اس امر کو طوعًا و کرہًا مان لیا۔ لیکن عمر بن عبد العزیز نے اس بات کو نہ مانا۔ اور سلیمان سے کہا کہ تمہاری بیعت سے میں کبھی خلع نہ کرونگا۔ اسپر ولید نے عمر بن عبد العزیز کو قید کردیا۔ لیکن آخر کسی کی سفارش سے تین برس بعد رہا کردیا سلیمان نے اس احسان کو یاد رکھا اور اپنے بعد انکے لیئے وصیت کردی۔ زید بن اسلم نے انس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہمنے کسی شخص کے پیچھے سوا عمر بن عبد العزیز کے نماز نہیں پڑہی جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز میں زیادہ مشابہ تھے۔ جو کہ مدینہ میں امیر تھے۔ زید کہتے ہیں کہ وہ رکوع سجود کو پوری طرح ادا کرتے تھے مگر قیام وقعود میں دیر نہ کرتے تھے۔ (انس اور بیہقی کی روایت ہے)۔

محمد بن علی بن حسین سے کسی نے عمر بن عبدالعزیز کی بابت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بنو امیہ کے نجیب ہیں اور قیامت میں بصورت امت واحدہ اٹھیں گے۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ بہت سے علماء بطور شاگردوں کے رہا کرتے تھے۔

ابونعیم نے بسند صحیح ریاح بن عبیدہ سے بیان کیا ہے۔ جنہوں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز نماز کے لیئے جا رہے ہیں اور انکے ساتھ ایک بوڑھا آدمی اُن کے ہاتھ پر سہارا لگائے ہوئے چلا جا رہا ہے۔ ریاح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بڈھا سٹھیا گیا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے مکان پر تشریف لیگئے تو میں نے بعد دعا پوچھا کہ امیرالمومنین وہ بڈھا کون تھا جو آپ کے ہاتھ کا سہارا لیئے ہوئے جا رہا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ آیا تم نے بھی دیکھ پایا۔ تم بھی ایک صالح آدمی ہو۔ اسلیئے تمہیں بتلا دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ وہ خضر علیہ السلام تھے کہ مجھسے امت محمدیہ (علے صاحبہا التحیۃ والسلام) کا حال پوچھنے اور عدل وانصاف کی تلقین کرنے کو تشریف لائے تھے۔

ابونعیم نے ابن ہاشم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے آکر بیان کیا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے داہنی طرف ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما بیٹھے ہیں اور سامنے آپ ہیں اتنے میں دو آدمی کچھ خصومت لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اپنے دوران خلافت میں ان دونوں (یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے قدم بقدم چلنا حضرت عمر نے گذارش کیا کہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ ایسا ہی کرتے ہیں اس خواب پر راوی نے قسم کھائی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز یہ سنکر رونے لگے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی حیات ہی میں لوگوں نے انکی بیعت ماہ صفر ۹۹ھ ہجری میں کی تھی۔ مدت خلافت موافق خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کل دو سال و پانچ ماہ رہی اس عرصہ میں آپنے زمین کو اپنے انصاف وعدل سے بھر دیا اور ظلم کی بنیاد اکھاڑ دی۔ اور بہت سے طریقہ حسنہ جاری کیئے جب خلیفہ سلیمان کا وصیت نامہ کھولکر پڑھا گیا تو آپ بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے۔ اور فرمایا کہ واللہ میں نے کبھی خدا سے اس امر کیلیئے دعا نہیں کی پھر داروغہ اصطبل خلیفہ کے خاصے کا گھوڑا لیکر حاضر ہوا مگر آپنے اسپر سوار ہونے سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ میرا ذاتی خچر لے آؤ وہی میرے لیئے کافی ہے۔

حکم بن عمر کہتے ہیں کہ میں ایک روز امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر تھا کہ داروغہ اصطبل حاضر ہوا تو اصطبل کا خرچ مانگنے لگا آپنے فرمایا کہ تمام گھوڑوں کو شام کے شہروں میں لیجاؤ۔ اور جس قیمت میں یہ بک سکیں بیچکر قیمت کو فی سبیل اللہ دیدو میرے لیئے میرا خچر ہی کافی ہے۔

عمر بن ذر کہتے ہیں کہ جب آپ خلیفہ سلیمان کے جنازہ سے واپس تشریف لائے تو آپکے غلام نے کہا کہ آپ غمگین کیوں آتے ہیں آپ نے فرمایا کہ آج اس دنیا میں اگر کوئی شخص غمگین ہوسکنے کے قابل ہے تو وہ میں ہوں۔ مجھپر یہ بار کیا کچھ کم ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل اسکے کہ میرا نامۂ اعمال لکھا جائے اور مجھسے حساب طلب ہو میں حقدار کا حق اُسکو پہنچا دوں۔

عمر بن مہاجر وغیرہ سے روایت ہے کہ بیعت لینے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو قرآن شریف کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے میں کسی چیز کو شروع کرنیوالا نہیں ہوں بلکہ پورا کرنے والا ہوں اور مبتدع نہیں ہوں بلکہ متبع ہوں میں کسی حال میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ البتہ میرا بوجھ

بہت زیادہ ہے جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھو کہ خدا کے احکام کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے سالم بن عبد اللہ کو لکھکر پوچھا کہ حضرت عمر کا طریقہ صدقات کے متعلق کیا تہا۔ انہوں نے انکے سوال کا جواب دیکر آخر میں لکھا کہ اگر تم وہی عمل کروگے جو حضرت عمر اپنے زمانہ میں لوگوں سے کرتے تھے تو تم خدا کے نزدیک حضرت عمر سے بھی زیادہ رتبہ پاؤگے۔

حماد کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو آپ رو پڑے اور کہنے لگے کہ مجھے اپنی نسبت بڑا ہی خوف لگا ہوا ہے حماد نے پوچھا کہ یہ بتلائیے کہ آپ کو درہم و دینار سے کتنی محبت ہے حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ بالکل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھر آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ خدا ضرور آپ کی مدد کریگا۔

مغیرہ کہتے ہیں کہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپنے اپنے بنی مروان کو جمع کرکے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس باغ فدک تہا جسکی آمدنی سے آپ بنوہاشم کے بچوں کی خبر گیری کیا کرتے تہے۔ اور انکی بیواؤں کے نکاح کردیا کرتے تہے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے آپسے اس باغ کو مانگا۔ مگر آپنے دینے سے انکار کردیا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی وہ باغ اسی حالت میں رہا۔ آخر مروان نے اسپر قبضہ کرلیا۔ اب وہ مجھے ورثہ میں پہونچا ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو عطا فرمانے سے انکار کردیا۔ وہ مجھپر کسطرح حلال ہوگئی ہے۔ اس لیئے میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اسکو اسی حالت میں چہوڑے دیتا ہوں جسحالت میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ باسعادت میں تہا

لیث کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے آپنے اپنے اہل بیت واقرباء کا جائزہ لیا۔ اور جو کچھ انکے پاس تہا ان سے لے لیا۔ اور اس کو مال ظلم قرار دیا۔

اسماء بن عبید کہتی ہیں کہ عنبسہ بن سعید بن عاص نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ آپ سے پہلے جتنے خلفا ہوتے رہے ہیں وہ ہمیں عطایا دیا کرتے تھے۔ مگر آپنے آکر روک دیئے۔ میرے پاس کچھ جاگیر بھی ہے اگر آپ حکم دیں تو میں اسمیں سے اسقدر لے لیا کروں کہ میرے عیال کو کافی ہو۔ آپنے فرمایا کہ جو کچھ تم مشقت سے حاصل کرو وہ تمہارا مال ہے پھر فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کیا کرو کیونکہ اگر تم تکلیف میں ہوگے تو تم عیش پاؤگے اور اگر عیش میں ہوگے تو اسمیں کچھ بھی کمی نہ آئے گی۔

فرات بن سائب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی زوجہ محترمہ مسماۃ فاطمہ کو انکے والد خلیفہ عبد الملک بن مروان نے ایک بیش قیمت گوہر دیا تہا۔ جو بے نظیر زمانہ تہا۔ عمر بن عبد العزیز نے اونسے کہا کہ اپنا تمام زیور بیت المال میں داخل کردو ورنہ میں تم سے جدائی کرونگا۔ کیونکہ مجھے گوارا نہیں کہ تم اور تمہارا زیور اور میں ایک گھر میں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ ہی کو اختیار کرتی ہوں خواہ مجھے اس سے بہی زیادہ نقصان اٹہانا پڑے چنانچہ اسیوقت تمام زیورات بیت المال میں مسلمانوں کیلئے داخل کردیئے گئے۔ جب عمر بن عبد العزیز نے انتقال فرمایا اور یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اسنے آپ کی زوجہ محترمہ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اپنا زیور واپس لے لیں انہوں نے فرمایا کہ جس چیز کو میں نے بخوشی خاطر انکی حیات میں دیا اوسکو میں انکے بعد واپس لیکر کیا کرونگی۔

بعض عمال نے عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ ہمارا شہر خراب ہوگیا ہے اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو ہمیں بطور جاگیر کے عطا فرمادیں ہم اسکی آبادی کی کوشش کریں گے حضرت عمر بن عبد العزیز نے انکو لکھا کہ اس خط کے پڑہتے ہی اوس شہر میں عدل کے ساتھ قلعے بناؤ اور ان کے راستوں کو ظلم سے دور کرکے پاک کردو بس یہی اس کی مرمت ہے والسلام۔

قیس بن جبیر کہتے ہیں کہ بنی امیہ میں عمر بن عبد العزیزؒ ایسے ہیں جیسے فرعون کے خاندان میں مومن تھا
ابراہیم سکونی کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز فرماتے تھے کہ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا عیب ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا
میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالےٰ نے لوگوں سے نبی بعد نبی عہد لیتا آیا ہے۔ اسیطرح عمر بن عبد العزیز کیلئے بھی لوگوں سے عہد لیا ہے۔
وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اگر اس امت میں کوئی مہدی ہونیوالا ہے تو وہ عمر بن عبد العزیز ہیں۔
محمد بن فضالہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیزؒ ایک راہب کے پاس سے گزرے جو ایک جزیرے میں رہتا تھا وہ راہب اونکو دیکھکر اونکے پاس آگیا۔ حالانکہ وہ کبھی کسی کے پاس نہیں آیا تھا اور اون سے کہنے لگا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس کیوں چلا آیا انہوں نے کہا کہ نہیں۔ راہب نے کہا کہ محض اسلیئے کہ تم ایک امام عادل کے بیٹے ہو۔ جیسے کہ ماہ رجب کا درجہ ایام ہائے محترمہ میں ہے۔ پس میں نے تفسیر ایوب بن سوید سے پوچھی تو انہوں نے کہا۔ کہ ماہ ذی قعد، ذوالحج، محرم کا درجہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ رضؓ کا ہے اور ماہ رجب محرم جو ان سے جدا مہینہ رہ گیا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا رتبہ اور حضرات مذکورہ سے کچھ دیر بعد کے ہیں۔
حسن قصاب کہتے ہیں کہ زمانہ خلافت عمر بن عبد العزیزؒ میں میں نے بھیڑیوں کو دیکھا کہ میدان میں بھیڑ بکریوں کے ساتھ پھر رہی ہیں مجھے سخت تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ بھیڑیا اور بکریوں کے ساتھ پھرے اور نقصان نہ دے۔ چرواہے نے سن پایا اور کہا کہ جب سر کی اصلاح ہو جائے تو جسم کو کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔
مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہوئے تو چرواہے تعجب سے پوچھنے لگے کہ یہ کون شخص خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑئے ہماری بکریوں کو کچھ نقصان نہیں پہونچاتے۔
موسے بن اعین کہتے ہیں کہ ہم کرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بھیڑیئے ہماری بکریوں کی ساتھ چلتے پھرتے رہتے تھے۔ اور بکریوں کو نقصان نہ پہونچاتے تھے ایک رات ایسا ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اوٹھا کرلے گیا۔ میں نے فوراً کہدیا کہ آج خلیفہ صالح یقیناً مرگیا۔ چنانچہ جب تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اُسی رات حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے انتقال فرمایا تھا۔
ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک شخص باشندہ خراسان نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اُسے کہتا ہے کہ جب بنو امیہ کا ایک داغدار آدمی خلیفہ ہو تو فوراً جاکر اسکی بیعت کرلینا کیونکہ وہ امام عادل ہو گا۔ چنانچہ وہ ہر خلیفہ کا حلیہ پوچھتا رہا۔ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو اُسے متواتر تین رات خواب میں دیکھا کہ وہی شخص اُسکو کہتا ہے کہ جا اب بیعت کرے اسپر وہ فوراً خراسان سے روانہ ہوا اور عمر بن عبد العزیزؒ سے بیعت کرلی۔
حبیب بن ہند الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھسے سعید ابن المسیبؒ نے فرمایا کہ خلفا تین ہیں۔ ابو بکر و عمر بن خطاب و عمر بن عبد العزیز میں نے پوچھا کہ اون دو بزرگوں کو تو ہم جانتے ہیں۔ یہ تیسرے کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم زندہ رہے تو معلوم کرہی لوگے اور اگر مرگئے تو وہ تمہارے بعد ہونگے (ابن مسیب کا انتقال قبل از خلافت عمر ہو چکا تھا)
ابن عون لکھتے ہیں کہ ابن سیرین سے کسی نے پوچھا کہ طلاء (قسم شراب) کی نسبت کیا حکم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ امام العدل عمر بن عبد العزیزؒ نے اسکے پینے سے منع فرمایا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم
حسن کہتے ہیں کہ اگر کوئی مہدی ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن عبد العزیز ہیں ورنہ مہدی کوئی نہ ہو گا صرف عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ
مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص زاہد ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن عبد العزیز ہیں۔ دنیا اونکے

پاس آئی اور انہوں نے اسکو چھوڑ دیا۔
یونس بن ابو شبیب کہتے ہیں کہ مینے قبل از خلافت عمر بن عبد العزیز کو دیکھا کہ اُن کے پاجامہ کا نیفہ فربہی کے سبب سے انکی پیٹ میں گھسکا ہوا تہا۔ لیکن خلافت کے بعد اونکی یہ کیفیت ہوگئی تہی کہ اونکی ایک ایک ہڈی دور سے گنی جا سکتی تہی۔
عمر بن عبد العزیز کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ مجھسے ابو جعفر منصور نے پوچھا کہ جب تمہارے والد خلیفہ ہوئے ہیں تو انکی آمدنی کیا تہی مینے کہا کہ چالیس ہزار دینار۔ اوس نے پوچھا کہ جب انہوں نے انتقال کیا تو کیا آمدنی تہی۔ مینے کہا کہ کل چارسو دینار اگر کچھ اور زندہ رہتے تو اور بہی کم ہو جاتی۔
مسلمہ بن عبد الملک کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبد العزیز کی عیادت کیلئے گیا تو دیکھا تو وہ ایک میلا کرتا پہنے ہوئے ہیں۔ مینے انکی حرم محترم سے کہا کہ تم ان کا کرتا دہو کیوں نہیں دیتیں۔ انہوں نے کہا کہ والد انکے پاس دوسرا کرتا نہیں ہے کہ اُسکو اتار کر پہن لیں۔
ابو امیہ خصی غلام عمر بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ مینے ایک روز اپنے آقا کے حرم کی خدمت میں شکایت کہ مسور کی دال کھاتے کھاتے ناک میں دم آگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے آقا کا بہی روز کا یہی کھانا ہے۔ جو کہ امیر المومنین ہیں۔
آپنے ایک شخص کو بھیجا کہ فلاں موضع کے آدمیوں سے پوچھو کہ اگر قبر کی زمین بیع کر دیں تو میں قیمت ادا کر دونگا انہوں نے اس پیغام لیجانے والے سے کہا کہ تمہاری خاطر سے ہم منظور کر لیتے ہیں۔
ایک روز آپنے اپنی حرم محترم سے کہا کہ انگور کھانے کو جی چاہتا ہے اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو دو۔ اُنہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں تم باوجودیکہ امیر المومنین ہو تمہارے پاس اتنا بہی نہیں کہ انگور لیکر کھالو۔ آپنے فرمایا کہ انگوروں کی تمنا دل میں لیجانا بہتر ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ کل کو دوزخ میں زنجیروں کی رگڑیں کہاؤں۔
آپکی حرم محترم فرماتی ہیں کہ جب سے آپ خلیفہ ہوئے مرتے دم تک آپکو جنابت یا احتلام کی وجہ سے نہانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔
سہل بن صدقہ کہتے ہیں کہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو ایک روز آپکے مکان سے رونے کی آواز آئی۔ لوگوں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ آپنے اپنی باندیوں سے فرمادیا ہے کہ میرے سر پر ایسا بار آپڑا ہے کہ مجھے ہر وقت اسمیں مشغول رہنا پڑیگا۔ اسلیئے تم میں سے جو آزاد ہونا چاہے وہ آزاد ہو جائے اور جو رہنا چاہے وہ رہے۔ مجھے تم میں سے کسی کی حاجت نہیں ہے۔ یہ سنکر تمام باندیاں رو رہی ہیں۔
آپ کی حرم فرماتی ہیں کہ ایام خلافت میں آپکی یہ حالت رہی ہے کہ باہر سے آکر سجدہ میں سر رکھ دیتے اور روتے روتے اسی حالت میں سو جاتے۔ جب آنکھ کھلتی تو پھر رونے لگتے۔
ولید بن سائب کہتے ہیں کہ مینے عمر بن عبد العزیز سے بڑہ کر کسی شخص کے دل میں خدا کا خوف نہیں دیکھا۔
سعید بن سوید کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز جمعہ کی نماز پڑہانے کے لیئے آئے تو دیکھا اُن کے کرتے میں سامنے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے ہیں ایک شخص نے کہا کہ امیر المومنین خدا نے آپکو سب کچھ عطا فرمایا ہے پھر آپ کپڑے کیوں نہیں بنواتے آپ تھوڑی دیر تک تو سر نگوں رہے پھر فرمایا کہ بحالت تونگری میانہ روی اور بحالت قدرت عفو بہت بڑی چیز ہے۔
میمون بن مہران کہتے ہیں کہ ایک روز آپنے فرمایا کہ اگر میں پچاس برس بہی تم میں رہوں تو مراتب عدل کو تکمیل پر نہیں پہونچا سکتا میں عدل کرنا چاہتا ہوں دیکھتا ہوں کہ تمہارے دل متحمل نہ ہو سکیں گے کہ میں تمہارے دلوں میں سے طمع دنیاوی کو نکال ڈالوں۔ پس اگر تمہارے دلوں نے یہ نہ مانا تو مجھے بہی اسی حالت میں رہنا پڑیگا۔
ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبد العزیز مہدی ہیں۔ انہوں نے کہا صرف مہدی ہی نہیں بلکہ عادل

کامل بھی ہیں۔ آپ کے انتقال کے وقت لوگ بہت سا مال لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ سب لیجاؤ اور اپنے کام میں لاؤ۔ اور کل مال انکو واپس کرکے چھوڑا اور فرمایا کہ عمر لوگوں کے مال سے بے پرواہ ہے۔

جویریہ کہتے ہیں کہ ہم فاطمہ بنت علی بن ابوطالب کے پاس گئے۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو ہمیں کسی چیز کی کمی نہ ہوتی۔

عطاء بن رباح کہتے ہیں کہ آپکی حرم محترم فرماتی ہیں کہ بیعت لینے کے بعد جو آپ گھر میں آئے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی میں نے گھبراکر پوچھا کہ خیریت تو ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خیریت کہاں میری گردن میں امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بوجھ ڈالدیا گیا ہے۔ ننگے۔ بھوکے۔ بیمار۔ مظلوم۔ مسافر۔ قیدی۔ بچے۔ بوڑھے۔ کم حیثیت۔ عیالدار۔ غرض دنیا بھر کا بوجھ میرے سر پر آن پڑا ہے۔ اب ڈر رہا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے پرسش ہو اور مجھ سے جواب نہ بن آئے اسی فکر میں رو رہا ہوں۔

اوزاعی کہتے ہیں کہ ایک روز آپ مع اشراف بنی امیہ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اُن سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں کسی لشکر کا مالک کردوں۔ سب نے کہا کہ آپ ایسی بات کیوں زبان سے نکالتے ہیں جو آپ کرنا نہیں چاہتے آپنے فرمایا کہ تم میرے اس فرش کو دیکھتے ہو میں اچھیطرح جانتا ہوں کہ یہ بلاد فنا میں گرفتار ہونے والا ہے لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے پیروں سے یہ ناپاک ہو۔ اس صورت میں میں کسطرح تمہیں اپنے دین اور مسلمانوں کے اغراض کا مالک کردوں تمہاری حالت بہت افسوسناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا ہمکو بوجہ قرابت حق نہیں پہونچتا۔ آپنے فرمایا کہ میرے نزدیک اس معاملہ میں تم اور ایک ادنے مسلمان برابر ہیں مگر وہ مسلمان جس نے سرنگونی اختیار کی۔

حمید کہتے ہیں کہ حسن نے میری معرفت ایک خط عمر بن عبدالعزیز کو لکھا اور اپنی حاجات اور کثرت عیال کی شکایت کی آپنے اون کو کچھہ عطا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اوزاعی کہتے ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب کسی شخص کو سزا دینا چاہتے تھے تو پہلے احتیاطاً تین روز تک اُسے قید کر رکھتے تھے تاکہ غصہ اور جلدی میں اسکو سزا نہ دے بیٹھیں۔

جویرہ بن اسماء کہتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ جب نفس کو میں نے اسکی خواہش کے موافق کچھہ دیا تو اوسنے اُس سے افضل چیز کی خواہش کی۔ اور جب میں نے اسکو دنیا کی سب سے بہتر چیز دی تو اُسنے اُس سے بھی برتر یعنی جنت کی خواہش کی۔

عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کی تنخواہ دو درہم روز مقرر تھی۔ یوسف بن یعقوب کاہلی کہتے ہیں۔ کہ آپ کا چراغدان تین لکڑیوں کو کھڑا کرکے اوپر مٹی رکھکر بنایا ہوا تھا اور آپ رات کو پوستین پہنا کرتے تھے۔

عطا خراسانی کہتے ہیں کہ آپنے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کے لئے کہا۔ وہ شاہی باورچی خانہ سے جاکر گرم کرلایا۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپنے ایک درہم کی لکڑیاں اُسکے عوض میں بھجوادیں۔

عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب تک کہ آپکے پاس لوگ بیٹھے ہوئے سلطنت کے معاملات میں گفتگو کرتے رہتے آپ بیت المال کا چراغ جلائے رکھتے۔ اور جب وہ اٹھہ جاتے تو اسکو گل کرکے اپنا چراغ جلا لیتے۔

حکم بن عمر کہتے ہیں کہ خلیفہ کے اردلی تین سو چوکیدار اور تین سو کوتوال مقرر تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپنے اون کو فرمایا کہ میری حفاظت کیلئے قضا و قدر موت کافی ہے مجھے تمہاری ضرورت نہیں تاہم اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو دس دینار تنخواہ ملیگی اور اگر کوئی نہ رہنا چاہے تو اپنے اہل وعیال میں چلا جائے۔

عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپکا جی سیب کھانے کو چاہا۔ آپکے ایک عزیز نے سیب بھیجدیا۔ آپنے اسکی خوشبو کی بہت ہی تعریف کی اور اپنے غلام سے فرمایا کہ جس شخص نے یہ بھیجا ہے اُس سے میرا سلام کہنا۔ اور یہ سیب واپس کر کے کہدینا کہ تمہارا ہدیہ پہونچگیا جسکو مینے بہت پسند کیا۔ غلام نے کہا کہ امیرالمومنین یہ تو آپکے قریبی عزیز چچا کے بیٹے نے بھیجا ہے اسکے رکھ لینے میں کیا مضائقہ ہے اور یہ امر آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو ہدیہ قبول فرما لیا کرتے تھے۔ آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے ہدیہ تہا مگر ہمارے لیئے رشوت ہے۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ آپنے سوا ایک شخص کے جسنے امیر معاویہ کی غیبت کی تہی کسی شخص کو دُرّے نہیں لگوائے پس آپنے اسکو تین دُرّے لگوائے۔

اوزاعی کہتے ہیں کہ جب آپنے اپنے عیال کے نفقہ میں تخفیف کی تو انہوں نے آپ سے شکایت کی آپنے فرمایا کہ میرے مال میں اسقدر وسعت نہیں ہے کہ تمہارا سابقہ نفقہ جاری رکھوں باقی رہا بیت المال کا اسمیں تمہارا بہی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ ایک مسلمان باشندہ موبہ برک الغماد کا۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ جب مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے موصل کا حاکم بنایا۔ اور میں وہاں گیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ اکثر شہروں میں چوری اور نقب زنی کی وارداتیں بہت ہوتی ہیں۔ مینے آپ کو اس حال کی رپورٹ کر دی۔ اور پوچھا کہ ایسے مقدمات میں شہادت پر فیصلہ کروں۔ یا محض تہمت اور ظن پر حد شرع انپر جاری کی جاوے۔ آپنے حکم دیا کہ ہر مقدمہ میں شہادۃ لو۔ اور اسکے موافق فیصلہ کرو۔ اگر حق میں صلاحیت نہ پیدا ہوگی تو خدا انکی اصلاح بہی نہ کرے گا۔ مینے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور اسکی برکت سے موصل سب سے زیادہ صاف مقام ہوگیا اور وہاں چوری برائے نام رہ گئی۔

رجاء بن حیوۃ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا ایک افسانہ پڑھ رہا تہا کہ چراغ گل ہوگیا وہیں آپ کا غلام سو رہا تہا مینے چاہا کہ اوسے جگادوں۔ آپ نے منع فرمایا پھر مینے چاہا کہ میں خود اٹھکر چراغ جلادوں آپنے فرمایا کہ مہمان کو تکلیف دینا خلاف مروت ہے۔ آپ خود اوٹھے اور تیل کا کوزہ اٹھا کر چراغ میں تیل ڈالا اور اسکو جلا کر پھر اپنی جگہ آبیٹھے اور فرمایا کہ مینے خود اوٹھکر چراغ جلالیا۔ پھر بھی وہی عمر بن عبدالعزیز باقی رہا۔ جیسا کہ پہلے تہا۔

ابو عمر کہتے ہیں۔ کہ آپنے احکامات جبر و تشدد وغیرہ جو کہ حجاج نے لوگوں کے خلاف جاری کیئے ہوئے تہے منسوخ فرما کر جدید احکام جاری صادر فرمائے۔

آپ کے کاتب کا بیان ہے کہ مجھے منع فرمایا ہوا تہا۔ کہ احکامات خوف تہدید نہ لکہا کروں۔

سعید بن عروبہ کہتے ہیں۔ کہ جب عمر بن عبدالعزیز کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا تو آپکا بند بند کانپنے لگتا تہا۔

مکحول کہتے ہیں کہ اگر میں یہ حلف اوٹھاؤں کہ عمر بن عبدالعزیز سے بڑہ کر زاہد اور خوف خدا رکہنے والا کوئی اور نہیں ہے تو یقیناً میرا حلف سچا ہے۔

عطا کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز ہر رات کو فقہا کو جمع فرماتے اور موت اور قیامت کا ذکر کر کے اسقدر روتے کہ گویا انکے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔

عبیداللہ بن عیزار کہتے ہیں کہ ایک روز شام میں آپنے خطبہ میں فرمایا کہ لوگو! اپنی پوشیدہ باتوں میں اصلاح کرو۔ علانیہ باتوں میں خود اصلاح ہو جائے گی آخرت کے واسطے عمل کرو دنیا کے لیئے خود ہی کفایت کریگا۔ اور جان لو کہ حضرت آدم سے لیکر اسوقت تک کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جسکا باپ زندہ ہو اور ضائقہ موت نہ چکہ چکا ہو۔ والسلام علیکم۔

وہیب بن ورد کہتے ہیں کہ بنو مروان آپکے دروازے پر جمع ہوئے۔ اور آپکے صاحبزادے سے کہا کہ اپنے والد سے جاکر کہو کہ آپکے پہلے جتنے خلفا ہوتے رہے ہیں وہ ہمارے لیئے کچھ عطا یا اور جاگیریں مخصوص کرتے رہے ہیں۔ لیکن آپنے انکو ہم پر تمام چیزیں حرام کردیں آپکے صاحبزادے نے آپ سے جاکر کہا تو آپنے فرمایا کہ ان سے جاکر کہدو کہ میرا باپ کہتا ہے کہ اِنّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو قیامت کو عذاب ہوگا

اوزاعی کہتے ہیں کہ آپکا قول ہے کہ سلف صالحین کی راہ پر عمل کرو اور ان کے خلاف نہ کرو کیونکہ وہ تم سے اچھے اور تم سے زیادہ عالم تھے۔

جریر آپ کے دروازے پر آکر بڑی دیر تک بیٹھے رہے۔ لیکن آپ ان کیطرف متوجہ نہیں ہوئے۔ آخرانہوں نے عون بن عبدالله (جو آپ کے خاص مصاحبوں میں سے تھے) کو یہ اشعار لکھے ترجمہ اے قاری عمامہ لٹکانے والے میرا زمانہ تو گذر گیا اب تیرا زمانہ ہے اگر تو خلیفہ سے ملے تو ہماریطرف سے کہہ دینا میں تیرے دروازے پر ایسا ہوں جیسا ایک قیدی

جویرہ بن اسماء کہتے ہیں کہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو بلال بن بردہ ملے آپکو مبارکباد دی اور کہا کہ خلافت کو شرافت کی ضرورت تھی آپ نے اسکی کمی پوری کردی اور ضرورت زینت کی تھی۔ سو آپنے اسکو زینت بھی دیدی اور آپ مالک بن اسماء کے اس شعر کے مصداق ہیں ترجمہ شعر۔ موتی حسن صورت کو بڑھا دیتا ہے ! مگر آپنے موتی کی حسن صورت کو بڑھا دیا۔

جعونہ کہتے ہیں۔ کہ جب آپ کے صاحبزادے عبدالملک نے انتقال کیا تو آپ انکی تعریف کرنے لگے مسلمہ نے کہا امیرالمومنین اگر وہ زندہ رہتے تو کیا انکو آپ ولیعہد بنادیتے؟ آپنے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ مسلمہ نے کہا کہ پھر آپ کیوں اسقدر تعریف کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ کیا وہ مرحوم میری ہی نظر میں قابل تعریف تہا۔ یا اور بھی اسے قابل تعریف سمجھتے تھے کیونکہ باپ کی نظروں میں بیٹا ہمیشہ قابل تعریف ہوتا ہے۔ اسلیئے اسکے اندازے کا اعتبار نہیں ہے۔

غسان نے ایک شخص ازد کے باشندے سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے آپنے فرمایا کہ بس خدا سے ڈرا کر اور اپنے اوپر سے سختی کو دور کر خدا تیری سختی دور کریگا۔

ابوہاشم کہتے ہیں کہ ایکدفعہ اسامہ بن زید کی صاحبزادی آپکے پاس آئیں۔ آپنے انکا استقبال کیا اور انکو بٹھاکر انکے سامنے خود بیٹھ گئے اور انہوں نے جو کچھ طلب کیا ان کو عطا فرمایا۔

حجاج بن عنبسہ کہتے ہیں کہ اولاد مروان نے کہا کہ ہم بذریعہ گفتگو ہ درخشندہ دل آ ویز ظرافتانہ) سے امیرالمومنین کو اپنی طرف متوجہ کرلیں گے۔ چنانچہ کئی شخص جمع ہوکر آپ کے پاس پہونچے۔ ایک شخص نے خوش طبعی کی کوئی بات کہی دوسرے نے اسکی تائید کی عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم لوگ ایک نہایت ذلیل بات پر جمع ہوئے ہو۔ اور کیا سبب کہ آپ لوگ ایک برے افعال خیال پر متفق ہوئے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف پڑھو اور اسکے بعد حدیث شریف دیکھو اور معانی حدیث پر غور کرو۔

ایاس بن معاویہ کہتے ہیں۔ کہ عمر بن عبدالعزیز کی تشبیہہ ایک ایسے ہی اعلے کاریگر سے دیجاسکتی ہے جسکا نظیر زمانہ میں نہ ہو۔ اور نہ اسکی صنعت کا نمونہ ملسکے۔

عمر بن حفص کہتے ہیں۔ کہ مجھسے آپنے فرمایا کہ جب تو کسی مسلمان عورت سے کوئی بات سنے تو اسکی بری باتوں کو چھوڑ کر نیک باتیں اختیار کرلے۔ اور دلیں برعکس نیک باتیں ہی خیال کرتا جا۔

یحییے غسانی کہتے ہیں کہ آپنے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو ایک خارجی کے قتل سے منع فرمایا اور اسکو اسوقت تک قید کرنے

کی رار دی جبتک وہ توبہ نہ کرے سلیمان نے اوسکو بلایا اور کہا کہ جو اب کیا کہتے ہو اوسنے کہا کہ اے فاسق ابن فاسق پوچھ کیا پوچھتا ہے سلیمان نے کہا کہ عمر بن عبد العزیز کی راے سے مجبور ہوں پھر انکو بلا کر کہا کہ دیکھو یہ کیا کہتا ہے۔ خارجی نے پھر اُن ہی الفاظ کا اعادہ کیا۔ سلیمان نے پوچھا کہ اب بتلاؤ اسکے لیے کیا کہتے ہو۔ عمر بن عبد العزیز نے تھوڑے سکوت کے بعد کہا کہ جسطرح اسنے آپ کو گالی دی ہے آپ بھی اُسے گالی دے لیجیے۔ خلیفہ سلیمان نے کہا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ حکم دیدیا کہ اسکی گردن ماردی جاوے۔ عمر بن عبد العزیز وہاں سے نکلے تو راستہ میں آپ کو خالد کوتوال ملا اور کہنے لگا کہ آپنے عجیب رار دی کہ امیر المومنین اسکو ویسی ہی گالی دیدیں جیسی اُسنے امیر المومنین کو دی ہیں تو ڈر اتہا کہ امیر المومنین آپ کی گردن اوڑا دینے کا حکم دیدیں حضرت عمر بن عبد العزیز نے پوچھا کہ بھلا اگر ایسا حکم ہو جاتا تو تم مجھے قتل کر دیتے خالد نے کہا کہ واللہ میں فوراً قتل کر دیتا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلافت پہونچی تو خالد حسب معمول اپنے مرتبہ پر اگر انکے سامنے کھڑا ہوا۔ آپنے اُنسے فرمایا کہ خالد یہ تلوار اُتار ڈالو۔ اور انکو موقوف کر دیا۔ اور دعا کی کہ اے اللہ میں نے خالد کو موقوف کیا ہے۔ پس کبھی اسکو درجہ و رتبہ نہ دے پھر عمرو بن مہاجر انصاری کو بلایا اور اہالیان پولیس سے کہا کہ یہ سمجھ لو کہ میرے اور عمر بن مہاجر کی آپسمیں کوئی قرابت سوا قرابت اسلام کے نہیں ہے مگر میں نے اسکو اکثر قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ایسے مقام پر اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ جہاں کوئی شخص نہ اسکو دیکھتا تہا پس میں اسے عمدہ پابند نماز سمجھتا ہوں قطع نظر اسکے تم انصار میں سے ہو یہ تلوار لے لو۔ اور میں تم کو کوتوال مقرر کرتا ہوں۔

شعیب کہتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے عبد الملک نے آپسے پوچھا کہ اگر کل کو خدا تعالےٰ آپسے پوچھے کہ تم نے بدعت کی بیخکنی اور سنت کا احیا (قیام عمل) کیوں نہیں کیا تو آپ کیا جواب دیں گے آپ انکے اس سوال سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ موجودہ زمانہ کے لوگ موافقت بدعت اور خلاف سنت کرنے پر پوری طرح تل گئے ہیں۔ اور یہ عقدہ ایسا مالاینحل ہو گیا ہے کہ جس کے لیے میں بہت تجاویز سوچ چکا ہوں مگر مجھے نظر آرہا ہے کہ اگر میں انکی مخالفت کروں تو بہت خونریزی کا اندیشہ ہے اور مجھے ایک چلو خون بھی بہانا منظور نہیں ہے بلکہ ترک دنیا کو میں مقابلتہً اچھا سمجھتا ہوں۔ ورنہ میری ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ بدعت کو مٹا دوں اور سنت کا احیا کروں۔

سمر کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ جو شخص نزاع۔ غصے۔ اور طمع سے دور رہا وہ فلاح پا گیا۔

ارطاۃ بن منذر کہتے ہیں کہ کسی نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ اگر آپ اپنے لیے کوئی محافظ مقرر کرلیں اور کھانے پینے میں احتیاط رکہیں تو بہت اچہا ہو آپنے فرمایا کہ الٰہی اگر میں سوا قیامت کے اور کسی چیز سے ڈرتا ہوں تو مجھے اس خوف سے امن نہ دیجیو۔

عدی بن فضل کہتے ہیں کہ ایک دن خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ لوگو خدا سے ڈرو۔ اور طلب رزق میں مارے مارے نہ پھرو رزق مقسوم شدہ اگر پہاڑ کی چوٹی پر یا زمین کے نیچے بھی دبا ہوا ہو گا تو پہونچ کر رہے گا۔

ازہر کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز آپ کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپکے قمیص میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

عبد اللہ بن علا کہتے ہیں کہ ایک جمعہ میں آپنے سب سے پہلے خطبہ میں یہ سات کلمات فرمائے الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوے۔ اسکے بعد خوف خدا کی وصیت اور دیگر نصائح کیے۔ اور خطبہ ثانی کو اس آیت پر یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ الخ ختم کر دیا۔

حاجب بن خلیفہ برجمی کہتے ہیں کہ آپنے بحالت خلافت ایک خطبہ میں فرمایا۔ جسمیں میں بہی موجود تہا۔ کہ واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام رضؓ کا طریقہ عین دین ہے اسی کو ہمیں اختیار کرنا چاہیئے اور اسکے خلاف جتنے طریقے ہوں انکو چہوڑ دینا چاہیئے۔ (ابو نعیم نے حلیہ میں اسکو بسند جمیع منقد میں تحریر کیا ہے)

ابن عساکر بن ابراہیم بن ابی عیلہ کہتے ہیں کہ ایک عید میں ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تہے اور سلام کے بعد کہتے تہے کہ خدا ہم سے اور آپ سے قبول فرمائے۔ آپ ان ہی الفاظ میں انکو جواب دیتے اور کچہہ انکار نہ کرتے تہے۔ میرے نزدیک عید یا سال وماہ کے لیئے ان الفاظ سے بہتر تہنیت ہو نہیں سکتی۔

جعونہ کہتے ہیں کہ آپنے عمرو بن قیس السکونی کو صائفہ کا حاکم بناکر بہیجتے ہوئے فرمایا کہ وہاں کے نیک لوگوں کی بات سننا اور بدوں سے تجاوز کرنا چاہیئے ہی اونکا قتل نہ شروع کردینا اور نہ ہی آخر میں اپنا زور یہ اختیار کرنا۔ کہ لوگ تمسے ڈر جاویں اور بددل ہو جاویں۔ بلکہ متوسط حالت اختیار کرنا کہ وہ تمہارے مرتبہ کا خیال رکہیں اور تمہارے آواز سننے کی تمنا کرتے رہیں۔

سائب بن محمد نے روایت کی کہ جراح بن عبد اللہ نے آپکو لکہا کہ اہل خراسان نہایت بگڑے ہوئے لوگ ہیں اور بغیر تلوار اور دبدبہ کے سیدہے نہ ہونگے امیر المومنین کی جو کچہہ رائے ہو اوس سے مطلع فرمایا جاؤں۔ آپنے انکو جواب دیا کہ تم یہ جہوٹ کہتے ہو کہ اہل خراسان بغیر تلوار وتنبیہ کے اصلاح پر نہ آئیں گے۔ بلکہ عدل اور حق رسانی وہ چیزیں ہیں کہ وہ خود درست ہو جائیں گے۔ بس اون میں ان ہی دونو باتوں کی اشاعت کرو۔ والسلام۔

امیہ بن زید قرشی کہتے ہیں کہ جب آپ مجہسے کوئی خط لکہوایا کرتے تو پہلے فرمایا کرتے تہے کہ الٰہی میں اپنی زبان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ کبہی ایسا اتفاق ہوتا کہ میں کوئی بات امیر المومنین سے کہتا تو آپ مجہہ سے ناراض ہو جاتے۔ ایک روز آپکے سامنے ذکر ہوا کہ ایک کتاب میں لکہا ہے کہ بادشاہ جوان العمر کی ناراضگی سے ڈرنا چاہیئے۔ اور جب غصہ اتر جائے تو اُسکے پاس حاضر ہونا چاہیئے۔ آپ نے یہ سنکر فرمایا کہ صالح میں تجہے اجازت دیتا ہوں کہ تو ہمارے ساتھ اسکی پابندی کر۔

عبد الحکیم بن محمد مخزومی کہتے ہیں کہ جریر بن خطفی آپ سے کچہہ عرض معروض کرنے کے لیئے آیا مگر آپنے کسی وجہہ سے اوس سے ملنے سے انکار کردیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرنے کے لیئے حاضر ہوا ہوں یہ سنکر آپ نے اُسے بُلالیا۔ اور کہا کہ اسکا مضائقہ نہیں انہوں نے یہ اشعار پڑہے ترجمہ وہ ذات جسنے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث فرمایا اور امیر عادل کو خلیفہ بنایا۔ ظلموں کا ذکر نا یقینا اسکا حق ہے اور جور و تعدی سے لوگوں کو محفوظ رکہنا اسکا کام ہے۔ میں تجہہ سے خیر عاجل کا طلبگار ہوں۔ اور نفس معذور حب عاجل پر فریفتہ ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ مشکل یہ ہی کہ قرآن شریف کے رو سے تمہارا کوئی حق بیت المال پر نہیں ہے انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین میں بحیثیت مسافر حقدار ہوں۔ یہ سنکر آپنے اپنے جیب خاص سے انکو پچاس دینار عطا فرمائے۔

حریز بن عثمان الرجی اپنے والد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے اونسے انکے بیٹے کا حال پوچہا اور فرمایا کہ اسکو فقہ اکبر پڑہاؤ انہوں نے کہا وہ کیا آپنے فرمایا کہ قناعت۔ اور مسلمانوں کو ایذا نہ دینا۔

ابن حاتم نے اپنی تفسیر میں لکہا ہے کہ محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں کہ مجہے ایک روز آپنے بلواکر فرمایا کہ عدل کی تعریف بیان کرو میں نے عرض کیا کہ آپنے مجہسے ایک بڑا مشکل سوال پوچہا ہے پس چہوٹوں سے باپ کی طرح۔ بڑوں سے بیٹوں کی طرح برابر والوں سے بہائیوں کی طرح۔ اور اسیطرح عورتوں سے سلوک کرنا ہے۔ اور لوگوں کو انکے جرائم اور طاقت جسمانی کے موافق سزائیں دینا۔ بس اسیکا نام عدل ہے۔ اگر آپنے اپنے غصہ میں کسی کو۔ ایک کوڑا بہی ماردیا تو آپ زیادتی کرنے

والوں میں شامل ہوجاویں گے۔
عبدالرزاق نے اپنی تصنیفات میں زہری سے روایت کی ہے کہ اگر عمر بن عبدالعزیز آگ کو چھو لیتے یا کسی ایسی چیز کو کھا لیتے کہ جو آگ سے پکی ہوتی (یہانتک کہ شکر بھی) تو آپ وضو کیا کرتے تھے۔
وہیب کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص خود عمل نہیں کرتا اور باتیں بہت کرتا ہے تو اوسکا کلام بے قدر ہوتا ہے۔
ذہبی کہتے ہیں کہ غیلان نے آپ کے وقت میں قدر کا انکار کیا تو آپ نے اسکو بلا کر توبہ کرنے کا حکم دیا اسنے کہا کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو آپ ہدایت کرتے ہوئے بھلے معلوم ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر یہ شخص سچا ہے تو خیر ورنہ اسکے ہاتھ پیر کاٹ اور اسکو سولی پر چڑھا۔ یہ فرما کر اسکو چھوڑ دیا اور اسنے اپنے عقیدے کی خوب اشاعت کی مگر خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اسکو اس عقیدہ کے جرم میں پکڑا اور اسکے مفاصل کو ٹکڑے اور دمشق میں سولی پر چڑھا دیا۔
بنو امیہ کا قاعدہ تہا کہ خطبوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں بے ادبی کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی خلافت میں اسکو سختی کیساتھ منع فرمایا اور اپنے عمال و حکام کے نام فرمان جاری کیئے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ اور بجا اون خلاف ادب الفاظ کے حکم دیا کہ یہ آیت پڑھی جائے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ آخر آیت چنانچہ اس کی تعمیل آجتک ہوتی چلی آرہی ہے۔
آپ کے بعض اشعار متضمن بکلمات پند و نصائح و حکمت جستہ جستہ ہیں چنانچہ ابوبکر بن انباری نے احمد بن عبید سے روایت کی ہے کہ آپ نے قبل از خلافت خود یہ شعر فرمائے (ترجمہ۔ اپنے دل کو لڑکپن سے باز رکھ۔ اور نیز خواہشات نفسانی کی مطالعت سے روک کیونکہ قسم ہے تیرے رب کی کہ بوڑھاپا تیرے لیئے مفارقت جوانی و تنومندی کا سبب ہوتا ہے۔ اور ناصح ہوتا ہے تجھکو خواہشات نفسانی سے روکنے کے لیئے۔ اگر تو نصیحت اختیار کرے۔ پس اب کب تک تجھے خوف خدا پیدا نہو گا۔ اور کب تک تو خود سر رہیگا۔ قبل اسوقت کے جبکہ تجھے پیر فرتوت کہا جاویگا۔ اور تو حالت جوانمردی میں منہمک ہو تو سمجھ لے۔ اور تو مبتلا ہو رہا ہے نشہ جوانی میں حالانکہ یہ تیری عمر بلا میں پھنسی ہوئی ہے اور اسکے لیئے تجھے تنبیہ کنندہ زمانہ پیری ہی کافی ہے۔ خاصکر اس انسان کیلیئے بھی جو کہ سرکش ہو۔

فائدہ ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و مروان بن الحکم و عمر بن عبدالعزیز کے سر کے بال نہ تھے۔ اسکے بعد خلفاء میں یہ بات نہ رہی۔

فائدہ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ ایک شاعر نے فاطمہ بنت عبدالملک وزوجہ عمر بن عبدالعزیز کی شان میں کہا ہے۔
ترجمہ شعر وہ خلیفہ کی بیٹی خلیفہ کی پوتی۔ خلفاء کی بہن اور خلیفہ کی بیوی ہیں۔ آجتک کوئی عورت سوا انکی ایسی نہیں ہوئی کہ جسپر یہ شعر صادق آسکے۔

مرض و وفات عمر بن عبدالعزیز

ایوب کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز سے کسی نے کہا کہ اگر آپ مدینہ میں تشریف رکھتے اور وہاں انتقال فرماتے تو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک کے قریب جو جگہ چوتھی قبر کی خالی پڑی ہے وہاں آپ کو دفن کیا جاتا۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ اگر سوا عذاب دوزخ کے خدا مجھپر تمام عذاب ڈالدیتا تو وہ مجھے منظور ہے بشرطیکہ مجھے یہ بات معلوم ہو جائے کہ میں اوس فخر کا مستحق ہوں اور اس مقام مبارک کے قابل ہوں۔
ولید بن ہشام کہتے ہیں بحالت مرض آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ دوا کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ جسوقت مجھے زہر

پلایا گیا تھا۔ اسوقت اگر مجھ سے کوئی اتنا بھی کہتا کہ ہیں اپنے کان کو ہاتھ لگائے یا فلاں خوشبو سونگھنے سے اچھا ہو جاؤنگا تو بھی میں ایسا نہ کرتا۔ (آپ کے اس قول سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول تو یہ کہ یا تو آپ دوا کرنا منافی توکل سمجھتے تھے یا یہ کہ آپ ثواب شہادت ضائع نہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ بنو امیہ کے اشارے سے آپکے غلام نے زہر دیدیا تھا)

عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب آپکا وقت آخر آیا گا تو آپنے لوگوں سے فرمایا کہ مجھکو تنہا چھوڑ دو۔ چنانچہ سب لوگ اٹھ گئے مسلمہ اور فاطمہ دروازے پر کھڑی رہیں انہوں نے سنا کہ آپنے یہ فرمایا کہ بسم اللہ تشریف لائیے یہ صورت نہ تو آدمیوں کی ہے نہ جنوں کی پھر یہ آیت پڑھی تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ تا آخر آیت اسکے بعد جب کوئی آواز نہ آئی تو وہ دونوں اندر گئے دیکھا تو آپکا تن بیجان پڑا ہوا ہے۔

ہشام کہتے ہیں کہ جب آپ کے انتقال کی خبر حضرت امام حسن بصری کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ افسوس آج دنیا کا سب سے بہتر آدمی اٹھ گیا۔

خالد الربعی کہتے ہیں کہ مجھے توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز پر زمین و آسمان چالیس دن روئینگے۔

یوسف بن مالک کہتے ہیں کہ جب ہم آپ کی قبر شریف کی مٹی برابر کر رہے تھے تو ایک کاغذ آسمان سے گرا اسمیں لکھا ہوا تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا کی طرف سے عبد العزیز کو آتش دوزخ سے نجات دیدی گئی ہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے خلیفہ مابعد یعنی یزید بن عبد الملک کو ایک رقعہ لکھا جسمیں درج تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم از بندہ خدا عمر بن عبد العزیز بعد السلام علیکم کے کہ یزید بن عبد الملک کو معلوم ہو کہ میں اس خدا کی ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ اما بعد واضح ہو کہ میں یہ خط نہیں اپنی کرب کی حالت میں لکھ رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے زمانہ حکومت کی نسبت سوال ہونیوالا ہے اور وہ سوال کرنے والا مالک دنیا و آخرت ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس سے کوئی عمل بھی پوشیدہ رکھ سکوں۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہوگیا تو میں فلاح پا گیا۔ اور درد ناک طول سے میرا چھٹکارا ہو جائیگا ورنہ میں تباہ ہو جاؤنگا۔ میں دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رحمت کاملہ سے عذاب دوزخ سے نجات عطا فرمائے اور مجھ سے خوش ہو کر مجھپر احسان عظیم کرکے جنت عطا فرمائے۔ تمہیں لازم ہے کہ خدا سے ڈرو اور رعیت کی رعایت کرو۔ میرے بعد تم بھی بہت روز دنیا میں نہ رہوگے۔ والسلام۔ (ابو نعیم نے یہ کل حلیہ میں تحریر کیا ہے)

آپنے بمقام دیر سمعان (بکسر سین) من مضافات حمص بتاریخ ۲۰ یا ۲۵ رجب سنہ ۱۰۱ ہجری بعمر انتالیس سال و شش ماہ وفات پائی آپ کو بنو امیہ نے زہر دلوایا تھا کیونکہ آپنے انپر بہت سختی کی تھی اور جو کچھ انہوں نے بذریعہ غصب کے مال جمع کیا تھا اسکو چھین لیا تھا۔ چونکہ آپنے اپنی حفاظت کرنی بالکل چھوڑ دی اسلیئے انکو زہر پلا دینے آسان ہوگئی۔

مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ آجکل لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ عام خیال یہ ہے کہ آپ مسحور ہیں آپنے فرمایا کہ مجھپر کسی نے جادو نہیں کیا مجھے جسوقت زہر دیا گیا تھا اسیوقت معلوم ہوگیا تھا پھر آپ نے اس غلام کو بلایا۔ جسنے آپ کو زہر دیا تھا۔ اور فرمایا کہ افسوس کہ تونے مجھے زہر دیدیا۔ آخر کس طمع نے تجھے اس فعل پر برانگیختہ کیا تھا۔ اسنے کہا کہ مجھے ایک ہزار دینار دیئے گئے ہیں اور آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے آپنے فرمایا کہ وہ دینار میرے پاس لے آ۔ جب وہ لے آیا تو آپنے سب بیت المال میں داخل کردیئے اور اس غلام سے فرمایا کہ تو یہاں سے اسطرح نکل بھاگ کہ پھر تیری صورت نظر نہ آئے۔

آپکے وقت میں حسب ذیل علما نے وفات پائی۔

ابوامامہ بن سہل بن حنیف۔ خارجہ بن زید بن ثابت۔ سالم بن ابوالجعد بشر بن سعید۔ ابوعثمان الہندی ابوالضحےٰ۔

یزید بن عبدالملک بن مروان

ابوخالد یزید بن عبدالملک بن مروان اموی دمشقی ۷۱ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے بموجب وصیت اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔

عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جب یزید تخت پر بیٹھا تو اسنے حکم دیا کہ عمر بن عبدالعزیز کے قدم بقدم چلو۔ مگر چند روز بعد چالیس سفید ریش لوگوں نے شہادت دی کہ خلیفۂ وقت جو کچھ کرے نہ اُس کا حساب لیا جائیگا نہ اسپر عذاب ہوگا۔

ابن ماجشون کہتے ہیں کہ بعد وفات عمر بن عبدالعزیز جب یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اوسنے کہا کہ جتنا میں خدا کا محتاج ہوں اتنے عمر بن عبدالعزیز بھی نہ ہونگے۔ چنانچہ وہ چالیس روز تک اون ہی کے قدم بقدم چلا لیکن پھر اون کے طریقہ سے روگردان ہوگیا۔

سلیم بن بشیر کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بوقت وفات یزید بن عبدالملک کو لکھا تھا کہ بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جیسا میں ہوں خود ہی جانتا ہوں۔ اللہ بس باقی ہوس۔ دیکھنا امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رعایت ملحوظ رکھنا۔ تو بھی وہ دنیا چھوڑنے والا ہے جو تیری تعریف نہ کرے گی۔ اور ایسی جگہ جانے والا ہے۔ جہاں تیرا کوئی عذر نہیں چل سکیگا۔ والسلام۔

۱۰۲ھ ہجری میں یزید بن مہلب نے خلافت پر خروج کیا مسلمہ بن عبدالملک بن مروان اُسکی سرکوبی پر تعین ہوا چنانچہ بمقام عقیر واقع متصل کربلا میں وہ قتل کر ڈالا گیا۔

کلبی کہتے ہیں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ بنوامیہ نے کربلا میں دین کو اور عقیر میں کرم کو ذبح کر ڈالا۔

یزید بن عبدالملک نے ۱۰۵ھ ہجری میں بماہ شعبان انتقال کیا۔

اسکے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔

ضحاک بن مزاحم۔ عدی بن ارطاۃ۔ ابوالمتوکل الناجی۔ عطا بن لیسار۔ مجاہد و یحییٰ بن وثاب مقری الکوفہ۔ خالد بن معدان۔ شعبی عالم عراق۔ عبدالرحمن بن حسان بن ثابت۔ ابوقلابۃ الجرمی۔ ابوبردہ بن ابوموسے اشعری و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ہشام بن عبدالملک

ابوالولید ہشام بن عبدالملک ۷۰ھ ہجری کے درمیان میں پیدا ہوا اور اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کے بعد خلیفہ ہوا۔

مصعب بن زبیر کہتے ہیں کہ عبدالملک نے خواب میں دیکھا کہ میں نے محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا ہے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے اسکی تعبیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ تیرے صلبی بیٹوں سے چار بیٹے بادشاہ ہونگے چنانچہ ہشام انہی سے آخری شخص تھا۔

ہشام نہایت عاقل و فرزانہ شخص تھا بیت المال میں مال داخل ہی نہ ہونے دیتا تھا تاوقتیکہ چار گواہ منصف اسی مال کی نسبت نہ پیش ہو جاتے۔ اور وہ ہر ذی حقوق کو انکا حق ادا کر دیتا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک مرتبہ ہشام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں کچھ حرج نہیں ہے کہ تم اپنے خلیفہ کی سن لو۔

اور ایک مرتبہ ایک شخص پر خفا ہوا تو اُس سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تجھے کوڑے لگواؤں ۔
سحبل بن محمد کہتے ہیں کہ مینے ہشام سے بڑھ کر خونریزی کو مکروہ سمجھنے والا کسی کو نہیں دیکھا ۔
اُسکا قول ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں مجھے عطا کی گئیں۔ مگر ایک ایسا بھائی جو کہ میرے اور اُسکے درمیان میں جو کچھ سختی حفا خفت کی ہوتی اُسکو رفع کردیتا۔

شافعی کہتے ہیں کہ جب ہشام نے قنسرین میں مکان بنایا تو اُسنے چاہا کہ میں اس مکان میں ایکدن اسطرح رہوں کہ مجھے کوئی فکر نہ ہو۔ چنانچہ ایک روز وہ وہاں جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ سرحد سے کوئی متوحش خبر اسکے پاس پہونچگئی۔ وہ سنکر کہنے لگا کہ عمر بھر میں ایک دن بھی ایسا نہ ملا۔ افسوس

صرف یہ ایک شعر اُسکا اسوقت تک محفوظ ہے۔ ترجمہ۔ اگر تو خواہش نفسانی کی نافرمانی نہ کریگا تو وہ تجھکو ایسی چیز کی طرف کھینچ کر لیجائیگی کہ جس کی نسبت لوگوں کا تیری طرف خیال بھی نہ ہوگا۔

ہشام بن عبدالملک نے ماہ ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں انتقال کیا۔
۱۰۷ھ ہجری میں قیصریہ فتح ہوا۔ اور ۱۰۸ھ ہجری میں بطال مشہور شجاع نے خنجرہ فتح کیا۔ اور ۱۱۲ھ ہجری میں خرسنہ فتح ہوا۔ اطراف مندرجہ ذیل علماء نے اسکے زمانہ میں انتقال کیا۔

سالم بن عبداللہ بن عمر۔ طاؤس وسلیمان بن یسار۔ عکرمہ غلام ابن عباس۔ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق۔ کثیر عزہ شاعر۔ محمد بن کعب القرظی۔ حسن بصری۔ محمد بن سیرین۔ ابوطفیل عامر بن واثلہ صحابی (ان کی موت نے صحابیوں کا خاتمہ کردیا۔) جریر فرزدق۔ عطیۃ العوفی۔ معاویہ بن قرہ۔ مکحول۔ عطاء بن ابورباح۔ ابوجعفر الباقر۔ وہب بن منبہ۔ سکینہ بنت حسینؓ بن علی۔ اعرج۔ قتادہ۔ نافع غلام ابن عمر و ابن عامر قاری شام۔ ابن کثیر قاری مکہ۔ ثابت البنانی۔ مالک بن دینار۔ ابن محیص المقری ابن شہاب زہری و دیگر حضرات۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ ابراہیم بن عبلہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے مجھے خراج مصر کی تولیت پر مقرر کرنا چاہا مگر مینے اُس سے انکار کردیا جس سے وہ سخت ناخوش ہوا۔ اور تیز تیز نظروں سے دیکھکر کہنے لگا کہ تجھے یہ عہدہ خواہ نخواہ منظور کرنا پڑیگا۔ میں اسوقت تو چپ ہو رہا۔ لیکن جب اسکا غصہ ٹھنڈا ہوا تو میں نے کہا کہ امیر المومنین اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ ہشام نے مجھے اجازت دی تو مینے کہا کہ امیر المومنین خدا نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے اپنی امانت کو زمین وآسمان کو دینا چاہا۔ مگر انہوں نے انکار کردیا۔ جب اس انکار پر خدا ان سے ناخوش نہوا تو آپ مجھ سے کیوں ناراض ہوتے ہیں۔ یہ سنکر خلیفہ ہنس پڑا اور مجھکو معاف کردیا۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ میں ایک روز خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے حکم دیا کہ کوئی بات سناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ ایک صاحب علم واقبال بادشاہ سیر کرتا ہوا قصر خورنق میں جا نکلا اور اسکو اپنی کثرت وغلبہ پر فخر تھا پھر اپنے جلیسوں سے کہنے لگا کہ یہ قصر کسکا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کا۔ پھر کہنے لگا کہ بھلا بتلاؤ۔ جو کچھ میرے پاس ہے اتنا کسی اور کے پاس بھی کبھی ہوا تھا۔ ایک پرانے زمانہ کا شخص بھی ساتھ تھا۔ اُسنے کہا کہ جب آپنے ایک بات دریافت فرمائی ہے تو اسکا جواب دینا ضروری ہوا۔ اگر معافی ہو تو عرض کی جاوے۔ بادشاہ نے کہا کہو اسنے عرض کی کہ یہ بتلائیے کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے اسمیں کبھی کمی نہ آئے گی اور وہ آپ کے پاس بطور میراث کے پہونچا ہے یا نہیں اور آپ کے جانشین کو بطور میراث ملنے والا ہے یا نہیں۔ اسنے کہا کہ اُسمیں بےشک کمی آئے گی اور وہ مجھے میراث میں ملا ہے اور میراث میں جائے گا

اسنے کہا کہ پھر ایسی چیز کا کیا غرور کرنا کہ جسکا تھوڑا حصہ آپکے پاس رہیگا۔ اور بڑا حصہ آپ سے نکل جائیگا اور پھر تم سے حساب طلب ہوگا۔ پھر کہاں تمہاری جائے پناہ ہوگی۔ اور کہاں شنوائی ہوگی۔ یہ سنکر بادشاہ کانپ گیا۔ اوس شخص نے پھر کہا کہ اگر آپ اپنی بادشاہت میں رہنا چاہیں تو لازم ہے۔ کہ تاامکان عبادت الٰہی میں مشغول رہو۔ ورنہ تخت شاہی کو چھوڑ دو۔ تاج کو تار تار کر ڈالو۔ جامہائے کہنہ پہن لو۔ اور اطاعت ایزدی شروع کردو۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا مجھے رات بھر سوچ لینے دو۔ میں کل صبح اس امر کو پورا کرونگا۔ دوسرے روز بادشاہ نے اسکے گھر جاکر دستک دی اور کہا کہ میں نے آج سے بادشاہت چھوڑکر اس پہاڑ اور جنگل بیابان کی رہائش اختیار کرلی ہے اور میں نے اپنے اس مراحل کے طے کرنے کی تیاری کرلی ہے۔ پس اگر تو بھی میرا ساتھ دیوے۔ تو جواہرات کوہ (سنگریزہ) بھی ہمارا ساتھ تادم واپسیں دیں گے۔

عدی بن زید حمار نے اس کے متعلق حسب ذیل اشعار لکھے ہیں۔ (ترجمہ) اے وہ کم نصیب جو کہ دنیا میں خود بینی میں مدہوش ہے۔ تو نے ضرور موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ یا کیا تیرے پاس دائمی حیات کا کوئی عہد موثق ہے۔ نہیں بلکہ تو جاہل اور مغرور شخص ہے۔ بھلا ایسا کوئی ہوا ہے جسکو موت سے چھٹکارا ملا ہو۔ یا کوئی ایسا تو نے سنا ہے جو کہ تنگ تاریک لحد میں نہ گیا ہو۔ کسریٰ جیسا بادشاہ اور اسکی سلطنت اور شاہان ابوساسان کہاں گئے۔ یا اس سے پہلے بادشاہ شاہپور کہاں گیا۔ ایسا ہی شاہان جم جاہ اولاد اصفر کہاں ہیں۔ اور شاہان روم کہاں ہیں۔ جنہیں سے کسی کا ذکر باقی نہیں رہا۔ اور اخواتحضر کہاں گیا جسنے نہر بغداد بنائی جو کہ اسکی صرف یادگار ہی تازہ کنندہ قائم ہے۔

جسنے اسپر گچ پختہ سے سنگ مرمر لگوائے اور کلیسا بنوائے۔ انکو بڑی رونق دی۔ مگر اب اسکے طاق و دروازوں میں پرندوں کے گھونسلے ہی بنے ہوئے ہیں۔ اسکو موت نے بہنامہ نہیں تحریر کردیا۔ پس سلطنت دنیا اس سے چھن گئی۔ اور مجبوراً ہجرت کرنی پڑی۔ اور یاد کر خوانق والوں کو جنکو کچھ ایام عروج رہا۔ ایسا ہی مہدی کے حالات یاد کرو۔ جنکا انجام کیسا برا ہوا۔ اور انکی تمام ممالک ضائع ہوگئی۔ اور انکی تمام جاہ و حشمت و جہانبانی روپوش ہوگئی۔ پس ہشام کا دل ہل گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ہر ایک آرزومند بلازوال حیات کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تمہارے لئے تمام فلاح۔ سلطنت آسائش کنیز و غلام وغیرہ سے ٹھکانہ قبر کا ہی ہے۔ پس چاہیئے کہ اس قبر میں تم اسطرح جاؤ جیسی شگفتہ پھول کی کلی کا پتہ ہوتا ہے اور اسکو باد صبا اور نسیم خوشگوار تازہ کردیتی ہے۔

خلیفہ ہشام پر اس قصہ نے بڑا اثر کیا اور اسقدر رویا کہ اسکی داڑھی تر ہوگئی۔ اور چند روز محل سے برآمد نہ ہوا۔ اراکین سلطنت خالد بن صفوان پر بہت ناراض ہوئے کہ تم امیرالمومنین کے آرام میں خلل انداز ہوئے مگر انہوں نے کہا کہ مجھے معذور رکھو کہ میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ جب کبھی کسی بادشاہ کے پاس جاؤنگا تو اسکو یاد خدا کیطرف متوجہ کرونگا۔

ولید بن یزید بن عبدالملک

خلیفہ فاسق ابوالعباس ولید بن یزید بن عبدالملک ۹۰ھ ہجری میں پیدا ہوا اپنے باپ کے مرنے کے وقت کم عمر تھا اسلئے خلیفہ نہیں بنایا گیا۔ اور اسکا بھائی ہشام خلیفہ ہوا۔ اور اسکو بعد ہشام ولی عہد کیا گیا۔ موخرالذکر کے مرنے کے بعد ربیع الآخر ۱۲۵ھ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔

یہ شخص نہایت فاسق و فاجر۔ شہرآشوب منہیات کا مرتکب تھا۔ حتیٰ کہ حج کا ارادہ اس قصد سے کیا کہ کعبہ کی چھت پر بیٹھکر شراب پیئے لوگ اوسکے فسق و فجور سے تنگ آگئے تھے۔ بدر مقابلہ و مقاتلہ کو تیار ہوگئے۔ اور آخر اسے قتل

کر ڈالا۔ یہ واقعہ جمادی الآخر ۱۲۶ھ ہجری میں ہوا۔
جب وہ محاصرہ میں ہوگیا تو اُسنے لوگوں سے کہا کہ آخر یہ ظلم مجہپر کیوں کرتے ہو کیا مینے تمہارے عطیات میں ترقی نہیں کی یا تمہرسے سختیاں نہیں اٹھائیں۔یا غربا کی خبر گیری نہیں کی لوگوں نے کہا کہ یہ سب کچھ صحیح۔ مگر ہم تو تجھے بے نوشی محرمات سے نکاح کرنے اور حرام چیزوں کو حلال کرنے احکام الٰہی کو چھپانے کے جرم میں قتل کرتے ہیں۔
قتل کرنے کے بعد اُسکا سر یزید ناقص کے پاس بھیجا گیا درانحالیکہ مقتول کا سر کاٹ کر نیزہ پر لٹکایا گیا تہا۔ اسکا بہائی سلیمان بن یزید دیکہکر کہنے لگا "حس کم جہاں پاک" لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ بڑا شرابی سخت بے شرم اور نہایت فاسق شخص تہا۔ اور مجھکو بھی ہم نوالہ وہم پیالہ کرنا چاہتا تہا"
معافی جریری کہتے ہیں کہ میں نے ولید کے حالات کچھ قلم بند کئے ہیں۔ اسکے اشعار نشامنہ نادانی۔ کم عقلی۔ حماقت۔ سبک سری۔ الحاد فی القرآن اور کفر کے مجموعہ ہیں۔
ذہبی کہتے ہیں کہ ولید کا کفر و زندقہ تو صحیح نہیں ٹھیرتا ولیکن وہ مے نوشی و اواطت میں مشہور ہوگیا تہا۔ اسی لئے لوگوں نے اُسپر خروج کیا اور قتل کر دیا۔ خلیفہ مہدی کے سامنے ایک مرتبہ کسی شخص نے اثناء تذکرہ میں ولید کو زندیق کہا۔ مہدی نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ خدا کسی زندیق کو خلیفہ کر دے۔ مروان بن ابوحفص کہتے ہیں کہ ولید اپنے زمانہ میں نہایت حسین اور شاعر سمجھا جاتا تہا۔
ابو ونار کہتے ہیں کہ زہری ہشام کے سامنے ہمیشہ ولید کی عیب جینی کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اس کو ولیعہد کرنا کسیطرح جائز نہیں ہے۔ بلکہ اُسکا خلع کر دینا چاہیئے۔ لیکن یہ ہشام ہی نہ کرسکا۔ زہری کی خوش قسمتی کہ انہوں نے قبل از خلافت ولید انتقال کیا۔ ورنہ اُنپر سخت ظلم کیا جاتا۔
ضحاک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہشام نے ولید کا ولیعہدی سے خلع کرنے اور اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانے کا قصد کیا تو ولید نے اسکو یہ نظم لکھکر بھیجی۔ (ترجمہ) تو نے خدا کی نعمت کا کفران کیا۔ اور تو اُسکا شکر کرتا تو خدا تجھے جزا دیتا۔ تو میری تولیت کو قطع کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ اگر تو صاحب عقل ہوتا تو اس چیز کو خراب کرتا جو مینے بنائی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو اور وے کینہ ایک گناہ کرتا ہے۔ افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو میری کینہ کشی سے مرینگے۔ کیونکہ میں انہیں ایکدن باوجود کثرت قیل وقال کے سردار ہونگا۔ خدا وہ دن نہ کرے کہ تو میری معاونت کرے۔
حماد کہتے ہیں کہ میں ایک روز ولید کے پاس بیٹھا ہوا تہا کہ دو منجم اسکے پاس آئے اور کہا کہ ہمنے بموجب حکم آپکا زائچہ دیکہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ سات برس اور زندہ رہیں گے مینے چاہا کہ ولید دہوکے ہی میں رہے تو اچہا ہے مینے کہا کہ یہ جہوٹ بکتے ہیں میں بہی علم نجوم جانتا ہوں اور مینے خود آپ کا زائچہ دیکہا تہا مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ چالیس برس تک حکمرانی کریں گے۔ یہ سنکر ولید کہنے لگا کہ جو کچھ ان دونوں نے کہا نہ اس سے مجھے فکر پیدا ہوا نہ تو نے جو کچھ کہا اس سے خوشی ہوئی۔ واللہ میں اس شخص کی طرح جسکو ہمیشہ زندہ رہنے کی امید ہو مال جمع نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ اس شخص کی طرح خرچ کرنا چاہتا ہوں جسکو یقین ہو کہ وہ کل ہی مر جائیگا۔
مسند امام احمد میں ایک حدیث ہے کہ اس امت میں ایک شخص ولید نامی ہونیوالا ہے جو اپنی قوم کے لیئے فرعون سے بھی بڑہکر ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے کہ ولید بن یزید جبار سرکش۔ دشمن کو اعزاز دینے والا اور خیر خواہاں کو سختی دینے والا۔ اس زمانہ کا فرعون۔ اپنے زمانہ کو معائب سے بہرنیوالا تہا۔ بروز قیامت وہ اپنی قوم کے سامنے لایا جاویگا جو کہ اسپر سخت غضبناک ہونگے اور اسکو شرم دلاویں گے جو کہ بہت ہی برا ٹھکانا ہوگا اور اس مقام شہادت پر اسکو میثاک

کھلا یا جاویگا۔ اور ضرب ہائے بید سخت لگائی جاویں گی۔ علاوہ براں وہ فاجر و فاسق۔ قرآن شریف کو نیزہ سے چھیدنے والا تھا۔

صولی نے سعید بن سلیم سے روایت کی۔ کہ ابن میادہ نے اپنا یہ شعر ولید کو سنایا (ترجمہ) سوائے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تم قریش پر بزرگی لیگئے اور سوائے بنی مروان کے اہل فضیلت ہوئے۔ اسپر ولید نے اسکو کہا کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تو نے ہمپر آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقدم کیا۔ ابن میادہ نے کہا کہ مجھے اسکے سوا اور کوئی بات جائز نظر نہیں آئی۔

ابن میادہ نے ایک طویل قصیدہ میں ولید کے متعلق یہی کہا ہے (ترجمہ) میں نے ارادہ کیا تھا کہ اسکو صادق القول کہوں گو میں سکی کینہ جوئی کا قائل تھا مگر میں نے ولید بن یزید کو مبارک۔ شدید امورات خلافت میں اور اس کا اہل پایا۔

یزید الناقص ابو خالد بن ولید

یزید الناقص ابو خالد بن ولید چونکہ اہل لشکر کی تنخواہوں میں اسنے کمی کی لہذا ناقص کے لقب سے ملقب ہوگیا اپنے چچا کے بیٹے ولید کو قتل کرکے خود خلیفہ بنا۔

اس کی ماں کا نام شاہ فرند تھا۔ جو فیروز بن یزدجرد کی بیٹی تھی۔ فیروز کی ماں شیرویہ بن کسرے کی بیٹی تھی۔ اور شیرویہ کی ماں خاقان پادشاہ ترک کی بیٹی تھی اور فیروز کی نانی قیصر روم کی بیٹی تھی۔ اسی بنا پر یزید الناقص نے ایک شعر میں فخر یہ کہا ہے ترجمہ میں کسرے کا نواسا اور مروان کا بیٹا ہوں۔ میرا نانا قیصر روم اور خاقان ہے۔ غرض یزید الناقص دادھیال اور ناتھیال دونو طرف سے شاہزادہ تھا۔

ولید کو قتل کے بعد یزید نے منبر پر کھڑے ہوکر کہا کہ واللہ میں مغرور نہیں ہوں۔ نہ شر پسند ہوں اور نہ مجھکو دنیا کی حرص ہے نہ ملک کی خواہش۔ اگر مجھپر خدا اپنا رحم نہ کرے تو میں سخت گنہگار رہوں۔ مینے خلافت کا قصد محض خدمت دین کیلئے کیا ہے۔ اور قرآن شریف وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف (جسکو لوگوں نے حرف غلط سمجھ رکھا ہے) تمکو بلاتا ہوں جبکہ ہدایت کے نشان اور اہل تقوے کے انوار کم ہوگئے ہیں۔ اور جبار حرام کو حلال کردینے والے اور بدعت کے حامی پیدا ہوگئے ہیں۔ یہ دیکھکر مجھے تم لوگوں پر رحم آیا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم سے قساوت قلبی اور ظلمت نفس اور کثرت گناہ جس سے تم مملو ہوگئے ہو دور کردوں اور لوگوں کو راہ مستقیم کیطرف لاؤں میں نے اس امر میں خدا تعالے کی درگاہ میں استخارہ کیا ہے اور میں اُن لوگوں کو جو میرے اہل اور اہل ولایت میں سے ہیں اور مجھے قبول کرتے ہیں اپنی طرف بلاتا ہوں۔ خدا بلاد و عباد کو برائیوں سے بچائے۔ خدا کے سوا کسی میں کوئی قوت وقدرت نہیں ہے لوگو میں تمہارے اوپر اسلیئے حاکم بنایا گیا ہوں کہ تمہاری ہر دل عزیز اشیاء۔ اور ایک ایک اینٹ اور ایک ایک پتھر بھی ضائع نہ ہونے دوں میں کسی شہر سے کوئی مال نہ لونگا۔ تا وقتیکہ سرحد کی رخنہ بندی نہ ہوجائے۔ اور مصالحہ امور نہ سوچ لوں۔ اور سرحد کو مضبوط نہ کردوں اگر خدا کا فضل شامل حال رہا تو جو کچھ میں کسی شہر سے لونگا۔ اوسی کے صلاح وفلاح میں خرچ کردونگا۔ اور تم اس امر میں میرے مشیر کار ہوگے اگر تم میری بیعت کروگے بمقابلہ اس شخص کے جسنے تمکو ملوث کردیا ہے تو تمپر احسان کرنا مجھپر فرض ہوجائیگا۔ اور اگر تم مجھسے ناخوش ہو تو میری بیعت کرنا بیکار ہے۔ اگر مجھسے بہتر اور قوی تر کسی اور کو دیکھتے ہو تو اسکی بیعت کرو میں تم سے پہلے اس شخص کی بیعت کرونگا۔ اور اسکا حلقہ بگوش ہوجاؤنگا میں خدا سے تمہاری اور اپنی مغفرت مانگتا ہوں۔

عثمان بن ابو عاتکہ کہتے ہیں کہ خلفاء میں سب سے پہلے یزید بن ولید ہی ہتھیار لگا کر عیدین کیلئے نکلا۔ اُس روز قلعہ کے دروازے سے لیکر مسجد تک دو رویہ ہتھیار بند سوار کھڑے کروائے جاتے تھے تب یزید کی سواری نکلتی تھی۔
ابو عثمان لیثی کہتے ہیں کہ یزید الناقص نے بنو امیہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ خبردار گانے بجانے کے پاس بھی نہ پھٹکنا یہ حیا کو کم کرتا ہے۔ شہوت کو بڑھاتا ہے۔ مروت کی بنیاد اکھاڑ دیتا ہے مے نوشی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور بدمستوں کے سے کام کراتا ہے اگر تم گانے بجانے کے مرتکب ہوتے ہو تو زنا ضرور کرتے ہو گے کیونکہ یہ فعل زنا کا پیش خیمہ ہے۔
ابن عبدالحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا ہے کہ جب یزید ناقص خلیفہ ہوا تو اس نے عقیدہ قدریہ کی اشاعت کی اور لوگوں کو اس پر مستحکم کر دیا اور اصحاب غیلان کا توسل کیا۔
یزید کو زیادہ سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا۔ سال خلافت میں ہی کچھ کم چھ ماہ حکمرانی کر کے ۷ ذی الحجہ کو سفر آخرت اختیار کیا کل پینتیس سال کی عمر پائی ایک قول یہ بھی ہے کہ اسکی عمر چھیالیس سال کی تھی۔
کہتے ہیں کہ اس کی موت طاعون سے واقع ہوئی۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

ابو اسحاق ابراہیم بن ولید بن عبدالملک اپنے بھائی یزید ناقص کے مرنے کے بعد خلیفہ ہوا اسکے ولیعہد ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے
برد بن سنان کہتے ہیں کہ میں خلیفہ یزید بن ولید کے پاس نزع کی حالت میں پہونچا اتنے میں قطن بھی آگئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہ سمجھو کہ میں تمہارے باپ کا بھیجا ہوا ایلچی ہوں۔ خدا کے لئے یہ بتلاؤ کہ تم نے اپنے بھائی ابراہیم کو کیوں مسلمانوں کا امیر بنایا ہے۔ یزید کو یہ سنکر بہت غصہ آیا اور کہا کہ میں نے ابراہیم کو امیر بنا دیا ہے۔ پھر کہا کہ آپ ابوالعلاء ہیں آپکے نزدیک میں کسے ولیعہد کروں۔ اونہوں نے کہا کہ اگر آپ مجھ سے مشورہ لیتے ہیں تو اس بارہ میں پھر کسی سے مشورہ نہ لیجیئے۔ یہ سنکر خلیفہ جواب نہ دیئے پایا تھا کہ اُسے غش آگیا۔ میں نے سمجھا کہ اسکی جان نکل گئی۔ قطن وہیں بیٹھ گئے۔ اور اونہوں نے گویا ناقص کی زبانی ولیعہد کے لئے تحریر لکھی اور لوگوں کو بلا کر اُس پر گواہیاں کرالیں۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ خلیفہ یزید نے کسیکو ولیعہد نہیں بنایا ابراہیم صرف ستر روز خلیفہ رہا پھر اس پر مروان بن محمد نے یورش کی اور لوگوں سے اپنی بیعت لیلی ابراہیم بھاگ گیا اور پھر آکر خلع کر لیا اور زمام سلطنت مروان کے ہاتھ دیدی لوگوں نے اوس (مروان) سے بخوشی خاطر بیعت کر لی۔
ابراہیم ۱۳۲ھ ہجری تک زندہ رہا اور آخر واقعہ سفاح میں بحالت سلطنت گروہی دیگر بنو امیہ کے ساتھ قتل کر ڈالا گیا۔
ابراہیم نے زہری سے حدیث سنی او راوس سے اُسکے چچا ہشام کی بابت روایت کی گئی ہے۔ اُسکے بیٹے یعقوب نے بھی اوس سے روایت کی ہے اُسکی ماں ام ولد تھی۔ وہ ماں کیطرف سے مروان بن محمد الملقب بہ مروان الحمار کا بھائی تھا
ابراہیم نے روز دوشنبہ ۱۴ صفر ۱۲۷ھ ہجری میں خلع کیا۔
مدائنی کہتے ہیں کہ ابراہیم کا عجب واقعہ ہے۔ بعضے تو کہتے ہیں کہ وہ ولیعہد تھا اور بعض اس سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر نے اُسکی نسبت کہا ہے ترجمہ ہم ابراہیم سے ہر جمعہ کو بیعت کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ جس امر میں تم اسے امیر بنا رہے ہو وہ ضائع ہونے والا ہے۔
بعض کا قول ہے کہ ابراہیم کی انگشتری پر ابراہیم یثق باللہ کندہ تھا۔

مروان الحمار (خلیفہ آخری بنوامیہ)

ابو عبدالملک بن محمد بن مروان بن حکم ملقب بہ مروان الحمار بنو امیہ کا آخری تاجدار خلیفہ ہے چونکہ جعد بن درہم کا شاگرد ہی اسلیئے جعدی بھی کہلاتا ہے۔

حمار (گدہا) لقب پڑنے کی دو وجہ بتلائی جاتی ہیں اولاً یہ کہ دشمنوں کے مقابلہ کرنے میں اسکے گھوڑے کا خوگیر کبھی پسینہ سے نہیں سوکھا۔ اور مدتوں اون کے مقابلہ کے لیئے تیار رہا۔ عرب میں مثل مشہور ہے کہ فلاں شخص گدہے سے بھی زیادہ صابر ہے۔ چونکہ یہ سختی جنگ پر صبر کرتا رہا اس لیئے اس لقب سے ملقب ہوگیا۔ ثانیاً عرب میں یہ دستور تھا کہ ہر صدی کے بعد وارث خاندان میں ایک کا نام حمار رکھ دیا کرتے تھے چونکہ اس زمانہ میں بنوامیہ کی سلطنت کو سو برس گذر چکے تھے اسلیئے اس کا لقب حمار رکھ دیا گیا۔

۷۲ھ ہجری میں جزیرہ میں (جہاں اسکا باپ امیر تھا) پیدا ہوا اُسکی ماں اُم ولد تھی۔ قبل از خلافت ولایات جلیلہ پر قابض ہوگیا اور ۱۰۵ھ ہجری میں قونیہ فتح کیا شہسواری مردانگی۔ دلیری وشل روی اور سختی اٹھانے میں مشہور تھا۔

جب خلیفہ ولید کے قتل ہونے کی خبر آرمینیہ میں پہونچی تو اکثر مسلمانوں سے جو رضامند ہوئے بیعت لی۔ اور خبر موت یزید الناقص پاکر لوگوں پر بے انتہا عطایات کیں اور خزانے کا منہ کھول دیا۔ پھر ابراہیم پر یورش کی اور اسے شکست دیکر اپنی بیعت کرائی اور نصف صفر ۱۲۷ھ میں خود بادشاہ ہوگیا تخت خلافت پر بیٹھکر سب سے پہلے یزید الناقص کی لاش کو اس جرم میں کہ اسنے خلیفہ ولید کو قتل کرایا تھا قبر سے نکلواکر سولی پر چڑھادیا!

چونکہ ہر طرف سے دشمنوں نے اسپر نرغہ کیا اسلیئے تخت خلافت پر ۱۳۲ھ تک چین نہ پایا منجملہ اور دشمنوں کے بنو عباس نے اسکا اور اسکے خاندان کا خاتمہ کردیا۔ چنانچہ عبداللہ بن علی (سفاح کے چچا) نے اسپر فوجکشی کی اور قریب شہر موصل باہم مقابلہ ہوا۔ اور مروان کو شکست دی۔ مروان نے ہشام کیطرف رخ کیا اور عبداللہ اُسکے تعاقب میں چلا وہاں سے (مروان) مصر پہونچا۔ لیکن وہاں عبداللہ کے بھائی صالح نے قصبہ بوصیر کے قریب ادس سے مقابلہ کیا اور اُسکو ذی الحجہ ۱۲۷ھ میں قتل کرڈالا۔

• حسب ذیل علما نے اسکے زمانہ میں انتقال کیا۔

سدی الکبیر۔ مالک بن دینار زاہد۔ عاصم بن ابوالنجود المقری۔ یزید بن حبیب۔ شیبہ بن نصاح المقری۔ محمد بن منکدر۔ ابوجعفر یزید بن قعقاع المقری مدنیہ۔ ابوایوب سختیانی۔ ابوالزناد۔ ہمام بن منبہ۔ واصل بن عطا معتزلی۔

صولی نے محمد بن صالح سے روایت کی ہے کہ مروان کا سر عبداللہ بن علی کے پاس بھیجا گیا۔ اُسنے دیکھکر ایک جگہ رکھوا دینے کا حکم دیا۔ رات کو ایک بلی آئی اور اُسکی زبان منہ سے نکالکر کھاگئی۔ عبداللہ بن علی یہ سنکر کہنے لگا کہ زمانہ کے تمام عبرتناک واقعات کے مقابلہ میں خلیفہ مروان الحمار کی زبان کو بلی کا کھاجانا زیادہ وزنی ہے۔

سفاح (خلیفہ اول بنی عباس)

ابوالعباس سفاح عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ بنو عباس کا سب سے پہلا بادشاہ تھا جو کہ ۱۰۸ھ ہجری (بقولے ۱۰۴ھ ہجری) مقام حمیمہ میں مضافات بلقا میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی۔ اور کوفہ میں اس سے بیعت

کی گئی۔

اسکی ماں کا نام رائطہ الحارثیہ تہا جسنے اپنے بھائی ابراہیم بن امام محمد سے حدیث کی روایت کی۔ اور اس سے اسکے چچا عیسے بن علی نے روایت کی۔ کہ سفاح اپنے بھائی منصور سے عمر میں چھوٹا تہا۔

امام احمد نے اپنے مسند میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک زمانہ میں جب فتنوں کا شیوع ہوگا تو میرے اہل بیت میں سے ایک شخص سفاح نامی نکلیگا جو مٹھیاں بھر بھر کر مال عطا کرے گا۔

عبد اللہ بن عیسی کہتے ہیں کہ میرے والد کہتے تھے کہ جب بنو عباس میں خلافت پہونچی تو علماء کہنے لگے کہ ان لوگوں سے بڑہکر روی زمین پر کوئی شخص قاری قرآن و عابد و زاہد نہیں ہے۔

ابن جریر الطبری کہتے ہیں کہ جس روز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا تہا کہ آخر خلافت تمہاری اولاد میں آجائیگی۔ اسیوقت سے اولاد عباس خلافت کے امیدوار چلے آتے تھے۔

رشید بن کریب کہتے ہیں کہ جب ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ نے شام کیطرف خروج کیا تو محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے ملے اور کہا کہ (چچیرے) بھائی! مجھے ایک بات معلوم ہے اور وہ آپ پر ظاہر کرتا ہوں کسی سے آپ کہیں نہیں وہ یہ ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آخر سلطنت آپ لوگوں کی طرف رجوع کریگی۔ محمد بن علی نے کہا کہ آپنے یہ بات مجھ سے تو کہہ دی لیکن کسی اور کے کان میں نہ پڑے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ امام محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے جنسے تین مرتبہ موت یزید بن معاویہ اور پہلی صدی کے شروع۔ اور افریقہ کی بد نظمی کے وقت کہا کہ یقین پڑتا ہے کہ ہمکو لوگ بلانے آئینگے۔ اور مشرق سے ہمارے مددگار لشکر لیکر پہونچینگے یہانتک کہ افواج مغرب تک جا پہونچینگی۔ جب یزید بن ابو مسلم افریقہ میں قتل ہوگئے اور بربر کو ناکامیابی ہوئی تو امام محمد نے ایک شخص کو خراسان بھیجکر کہلا بھیجا کہ تم لوگ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف رجوع کرو۔ لیکن کسیکا نام نلیا پھر اسکے بعد ابو مسلم خراسانی وغیرہ کو ایک خط بنام امراء دیکر بہیجا۔ لوگ اوسکی تعمیل کرنے کو تیار تھے کہ امام محمد نے انتقال کیا اور لوگوں نے اونکے بیٹے ابراہیم سے بیعت کرلی۔ مروان نے یہ سنکر انکو اولا قید کیا پھر قتل کردیا لوگوں نے انکے بہائی سفاح سے بتاریخ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ ہجری کوفہ میں بیعت کرلی۔ اور اسکی امداد۔ و وفاداری کیلیئے تیار ہوگئے۔

سفاح نے جمعہ کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑہی اور خطبہ میں کہا کہ تمام تعریفیں اس خدا کو لائق ہیں جسنے اسلام کو اپنا دین انتخاب فرمایا۔ اور اسکو اعزاز شرف و عظمت عطا فرمائی۔ اور ہمیں اسپر چلنے کی ہدایت فرمائی اور ہمکو اسکی تائید کی توفیق دی اور ہمکو اسکا اہل جائے پناہ۔ اور اسکا قلعہ بنایا اور اس سے مکروہات کو الگ کر پھینکنے کی طاقت دی۔ اسکے بعد اسنے آیات قرآنی سے اپنی واقفیت کا ذکر کیا۔ پھر کہا کہ جب خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلالیا تو امر اسلام صحابہ کرام پر مقرر رہا اون کے بعد بنو حرب و مروان اوٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے ظلم پر کمر باندھی اور برائیوں کو اختیار کرلیا یہانتک کہ آخر خدا کا غضب انپر نازل ہوا۔ اور ہمارے ہاتھوں سے انتقام لوایا۔ اور ہمارا حق ہمکو پہونچایا۔ تاکہ ہم اون لوگوں کی مدد کریں جو اُن کے زمانہ میں ضعیف ہوگئے تہے۔ جس بات کو اُسنے ہمارے خاندان سے شروع کیا۔ اُسکو ہمارے خاندان میں ہی ختم کردیا۔ ہم اہل بیت کو کوئی توفیق نہیں ہے مگر جو کچھ خدا عطا فرمائے۔ اے اہل کوفہ تم لوگ ہماری محبت کے محل اور ہماری مودت کے منزل ہو۔ اس سے اب جھوٹے خیال کرکے سرکشی نہ کرو اور نہ ہی پھرو۔ اور ظالموں سے بدلہ لینے میں ہمارا ساتھ دو۔ پس تم ہم میں اَسعَدُ و اَکرم الناس ہوگے۔ میں نے تمہارے عطیات میں ترقی حد سے زیادہ

کردی ہے. مستعد ہوجاؤ اور میرا ساتھ دو کہ میں وہ سفاح ہوں جو تمام نیکیوں کا مباح کرنے والا ہے اور بدیوں کو ہلاک کرنے والا۔

عیسےٰ بن علی کہتے ہیں کہ جب حمیمہ سے بنو عباس نے کوفہ کا قصد کیا. تو چودہ نہایت باہمت و دلیر آدمی انکی حمایت کے لیے نکل کھڑے ہوئے جب مروان کو سفاح کی ساتھہ بیعت کرلینے کی خبر پہونچی تو وہ بھی مقابلہ کے لیے نکلا اور آخر قتل کیا گیا اور اسکے ساتھہ بنو امیہ کے بے تعداد آدمی قتل ہوئے. آخر سفاح اقصائے مغرب تک مستقل طور پر قابض ہوگیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ سفاح کے وقت میں ایک جماعت سے اسکا تفرقہ پڑگیا چنانچہ اوسکی سلطنت سے وہ حصہ نکل گیا جو تاہرت وطبنہ سے لیکر سوداں تک واقع ہے اور کل ممالک اندلس اور بعض اور شہر بھی اسکے قبضہ سے بباعث سرکشی نکل گئے۔

سفاح نے ماہ ذی الحجہ ۱۳۶ہجری میں بمرض چیچک انتقال کیا. اسنے اپنے بھائی ابو جعفر کو ولیعہد بنایا تھا۔

۱۳۴ہجری میں اسنے اپنا دار الخلافہ انبار میں تبدیل کرلیا۔

صولی نے لکھا ہے کہ سفاح کا قول تھا کہ جب قدرت بڑھ جاتی ہے تو شہوت اور ہلاکت کم ہوجاتی ہے. اور ساتھ ہی صداقت ونیکی زیادہ ہوجاتی ہے۔

نیز اسکا قول ہے کہ دنیا میں کمینہ اور انکے ہم خیال لوگ وہ ہیں جو بخل کو حزم رسی (کار استوار) اور حلم کو ذلت بناتے ہیں. نیز اگر حلم مفسدہ ہے تو عفو کو عجز ہے حالانکہ یہ دونوں صحیح نہیں صبر اسوقت تک ٹھیک ہے کہ جبتک دین میں کوئی نقصان واقع نہ ہوا اور بادشاہ کو سست نہ کردے بخشش اُسیقدر مناسب ہے کہ جہاں تک گنجایش ہو۔

صولی کہتے ہیں کہ سفاح نہایت سخی آدمی تھا. اور جب کبھی کسی کو کچھہ دینے کا وعدہ کرتا تھا تو تاوقتیکہ وعدہ پورا نہ کرلیتا اپنی جگہ سے نہ ہلتا تھا۔

عبد اللہ بن حسن نے ایک مرتبہ سفاح سے کہا کہ میں نے لاکھہ درہم کا نام سنا ہے مگر کبھی دیکھا نہیں. سفاح نے اُسیوقت لاکھہ درہم منگا کر اُنکے سامنے رکھوادیے اور کہا کہ دیکھ لیجیے اور جب وہ اٹھکر چلے تو اٹھوا کر انکے مکان پر بھجوا دیے۔

اسکا نقش خاتم نقتہ عبد اللہ وبہ یومن. تھا۔

اسکا کوئی شعر نظر سے نہیں پڑا۔

سعید بن مسلم باہلی کہتے ہیں کہ ایک روز بنی ہاشم. شیعہ اور مخلوق عامہ سے بھری ہوئی تھی سفاح کے ہاتھہ میں قرآن شریف تھا اور بڑے بڑے آدمی اسکے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبد اللہ بن حسن تشریف لائے اور کہا کہ امیر المومنین جو کچھہ قرآن شریف میں خدا نے ہمارا حق مقرر کیا ہے. وہ ہمیں عنایت کیجیے. سفاح نے کہا کہ آپکے پڑدادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجہہ سو لاکھ درجہ بہتر ہے اور اون جیسا کوئی عادل آدمی بادشاہ نہیں ہوا. انہوں نے آپ کے دادا حسنؓ وحسینؓ کو جو آپسے بدرجہا بہتر تھے. بہت تھوڑا عطا فرمایا. اسلیئے مجھے بروئے انصاف یہی واجب ہے کہ میں آپ کو بھی اتنا ہی دوں جتنا امام حسن وحسین کو ملا تھا. اگر اوس سے زیادہ دوں تو آپ اُسکے حقدار نہیں ہیں. عبد اللہ بن حسن یہ سنکر چپ ہوگئے اور لوگ سفاح کی حاضر جوابی سے دنگ رہ گئے۔

مورخ کہتے ہیں کہ زمانہ دولت (حکومت) بنی عباس میں گروہ اہل اسلام میں تفرقہ پڑگیا. اہل عرب کا نام دفتروں سے خارج ہوگیا اور انکی جگہ ترک داخل ہوگئے. یہانتک کہ دیلم پر وہ حاکم کردیے گئے اور انکی سلطنت عظیمہ قائم ہوگئی ممالک کئی جگہہ تقسیم ہوگئے اور ہر ایک درمیانی موقعہ پر محافظ کھڑے ہوگئے. جو لوگوں پر بیداد کرتے تھے. اور قہر وغضب کی

اشاعت ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ سفاح خونریزی میں بہت جلدی کرتا تھا۔ اُس کو دیکھکر یہی حال اسکے عمال کا مشرق ومغرب میں ہوگیا۔ مگر باوجود اسکے نہایت سخی تھا۔

سفاح کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔

زید بن اسلم عبداللہ بن ابوبکر بن حزم۔ ربیعۃ الرائی فقیہ اہل مدینہ۔ عبدالملک بن عمیر۔ یحییٰ بن اسحاق حضرمی۔ عبدالحمید مشہور کاتب بومروان کے ساتھ بوصیر میں قتل ہوا منصور بن معتمر ہمام بن منبہ۔

المنصور ابوجعفر عبداللہ

المنصور ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اسکی ماں سلام بربریہ ام ولد تھی ۹۵ھ ہجری میں پیدا ہوا اور اپنے دادا کو دیکھا اسنے اپنے باپ اور عطا بن یسار سے حدیث روایت کی اور اسکے بیٹے مہدی نے اس سے روایت کی اسکے بھائی کی حیات میں لوگوں نے اس سے ولیعہدی کی بیعت کی منصور بنو عباس میں ازروئے ہیبت وشجاعت وحزم ورائے وجبروت میں سب سے بہتر تھا۔ مال جمع کرنے کا بڑا شائق اور لہو ولعب کے پاس نہ پھٹکتا بلکہ کامل العقل ادب وفقہ کا عالم کامل تھا۔

سیکڑوں کو قتل کرکے اپنا تسلط جمایا۔ اُسی نے حضرت امام ابوحنیفہ رح کو عہدہ قضا سے انکار کرنیکے جرم میں کوڑے لگوائے قید کیا جنہوں نے قیدخانہ ہی میں بعد چند یوم انتقال فرمایا۔ بعض کا یہ قول ہے کہ چونکہ امام صاحب رح نے اُسپر خروج کرنے کا فتوے دیدیا تھا اسلیئے انکو زہر دلوادیا گیا۔

منصور نہایت فصیح وبلیغ۔ ہر گو شخص تھا حرص وبخل اُسکا مشہور ہے اسی لیئے اُسکا ابوالدوانیق (درم کا باپ) لقب پڑ گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اسلیئے پڑا کہ وہ اپنے عمال سے دمڑی دمڑی کا حساب لے لیا کرتا تھا۔ بعض کہتے ہیں اسنے چھوٹے سکے مثل دمڑی اور دھیلے کے مسکوک کرائے۔

خطیب نے بروایت حضرت ابن عباس رض لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم میں سفاح ہوگا۔ ہم میں منصور ہوگا۔ ہم میں مہدی ہوگا۔ (ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر منقطع ہے)

خطیب وابن عساکر وغیرہ نے بروایت حضرت ابن عباس رض لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم میں سفاح منصور و مہدی ہونگے (ذہبی کے نزدیک اس روایت کے اسناد صالح نہیں۔)

ابن عساکر نے بروایت حضرت ابوسعید خدری کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم میں سے قائم۔ منصور۔ سفاح اور مہدی ہونگے۔ قائم خلیفہ ہو جائے گا بلا اسکے کہ ایک چلو خون بھی زمین پر گرے منصور کی رائے کبھی رد نہ کی جائے گی۔ سفاح خونریز وعطا پاش ہوگا۔ اور مہدی زمین کو اسیطرح عدل سے بھر دیگا جیسے وہ ظلم سے بھری ہوگی۔

خلیفہ منصور کہتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا حرم میں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں تشریف رکھتے ہیں اور کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ یکایک کسی نے پکارا کہ عبداللہ کہاں ہے۔ میرا بھائی ابوالعباس کھڑا ہوگیا اور ایک درجہ طے کرکے آگے پہنچا۔ اور بہت جلد ایک سیاہ جھنڈا لیکر چار گز لے کر واپس چلا آیا۔ پھر کسی نے پکارا کہ عبداللہ کہاں ہے۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اوپر جاکر دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور ابوبکر وعمر وبلال رضی اللہ تعالے عنہم تشریف رکھتے ہیں۔ مجھسے آپنے وعدہ لیا۔ اور اپنی امت کیلیئے وصیت فرمائی اور میرے سر پر عمامہ باندھا

جسکے تئیس بیچ میرے سر پڑ آئے۔ اور پھر فرمایا اے خلفاء کے باپ یہ لیکر جا۔

منصور شروع ۱۳۶ھ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا اور سب سے پہلے اسنے ابومسلم خراسانی کو جسنے لوگوں کو بنو عباس کی بیعت پر مائل کیا تھا اور اسکی سلطنت کی بنیاد کا بانی ہوا تھا قتل کرادیا۔

۱۳۸ھ ہجری میں عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان اموی اندلس میں بادشاہ ہوگیا۔ اور اوسکی ولاد چارسو برس تک اس ملک کی بادشاہ رہی یہ عبدالرحمن صاحب علم وعدل تھا اور اسکی ماں بربریہ تھی۔ اسی لیے ابوالمظفر ابیوردی نے لکھا ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ اہل اسلام کی سلطنت بربریوں کے نواسوں (منصور و عبدالرحمن بن معاویہ) میں تقسیم ہوگئی۔

۱۴۰ھ ہجری میں منصور نے شہر بغداد کی بنیاد ڈالی۔

۱۴۱ھ ہجری میں اہل ریوند میں تناسخ کے قائل پیدا ہوئے منصور نے ان کو قتل کرڈالا اور اسی سال طبرستان کو فتح کیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ۱۴۳ھ ہجری میں علماء اسلام نے تدوین (تالیف) علم حدیث وفقہ وتفسیر شروع کی چنانچہ ابن جریج نے مکہ میں۔ مالک نے (موطا) مدینہ میں۔ اوزاعی نے شام میں ابن ابی عروبہ وحماد بن سلمہ وغیرہ نے بصرہ میں معمر نے یمن میں سفیان ثوری نے کوفہ میں احادیث کی کتابیں لکھیں ابن اسحاق نے مغازی لکھی۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ واعتقاد پر تصنیفیں کیں اور ہشیم۔ لیث۔ ابن لہیعہ۔ ابن مبارک۔ ابویوسف۔ ابن وہب وغیرہ نے مختلف مضمون پر مختلف کتابیں تصنیف کیں تدوین علم کی کثرت ہوئی کتب عربیہ۔ لغت تاریخ۔ رجال۔ سیر وغیرہ میں بے بہا کتابیں لکھی گئیں۔ اس سے پہلے علماء حافظہ سے پڑھایا کرتے۔ یا مختلف لوگوں کے پاس غیر مرتبہ نسخہ ہوتے جنسے تعلیم دیا کرتے تھے۔

۱۴۵ھ ہجری میں محمد وابراہیم ابنان عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب نے منصور پر خروج کیا منصور نے انکو معہ بہت سے سیدوں کے قتل کردیا یہ پہلا واقعہ تھا جو عباسیوں اور علویوں کے درمیان میں واقعہ ہوا حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک ہی تھے۔ منصور نے بہت سے علماء کو سخت اذیت دی جنہوں نے اسکا مقابلہ کرنے کے لیے حکم دیا تھا۔ یا انکے ساتھ خروج کیا تھا۔ اور انہیں سے بعضوں کو قتل کردیا۔ اور مارنے کی سزا دی۔ ان ہی میں امام ابوحنیفہ عبدالحمید بن جعفر اور ابن عجلان شامل تھے جن لوگوں نے منصور کے مقابلہ کیلئے محمد کے خروج کا فتوے دیا تھا۔ ان میں مالک بن انس بھی شامل تھے۔ گو انہوں نے بعد میں کہا کہ ہم منصور کی بیعت کو بدل وجان قبول کرتے ہیں۔ لیکن منصور نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تمنے بخوشی خاطر بیعت نہیں کی۔ اسلیئے تمہیں بھی امن نہیں مل سکتا۔

۱۴۶ھ ہجری میں غزوہ قبرس ہوا۔

۱۴۷ھ ہجری میں منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو ولیعہدی سے معزول کردیا۔ حالانکہ سفاح نے اسکو منصور کا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اور اسنے اسکی طرف سے ہوکر محمد اور ابراہیم کا مقابلہ کرکے فتح پائی تھی۔ لیکن اسخدمت کے عوض میں اسکو معزول کرکے اپنے بیٹے مہدی کو ولیعہد بنایا۔

۱۴۸ھ ہجری میں تمام ممالک پر اوسکا قبضہ ہوگیا۔ اور اسکی ہیبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی۔ اور سوا جزیرہ اندلس کے کوئی اور ملک اس سے خارج نہیں رہا۔ کیونکہ وہاں عبدالرحمن بن معاویہ اموی کا قبضہ ہوچکا تھا۔ گو اسنے اور اسکی اولاد نے امیرالمومنین کا لقب اختیار نہیں کیا۔ بلکہ صرف لفظ امیر پر اکتفا کیا۔

۱۴۹ھ ہجری میں تعمیر شہر بغداد مکمل ہوگئی۔

۱۵۰ھ ہجری میں سپاہ خراسان نے لبسر کردگی استاد سیس اس سے بغاوت کی اور خراسان کے بڑے حصوں پر

قابض و متصرف ہوگئی۔ اور خطبہ آپنے نام کر لیا۔ منصور کو بڑا سخت فکر ہوا (اور اسکی حکومت زور پکڑ گئی) اور اُسنے تین ہزار فوج کو اُنکی سرکوبی کے لیے روانہ کیا چنانچہ درمیان فارس اور راجل مقابلہ ہوا۔ منصور کا افسر فوج اجثم مزوری قتل ہوگیا اور لشکر کو شکست ہوئی پہر تو منصور نے کثیر التعداد فوج حازم بن خزیمہ کے ساتھہ روانہ کی اور ایک وسیع میدان میں طرفین نے داد مردانگی دی۔ ستر ہزار آدمی اس مشہور جنگ میں کام آئے۔ آخر اسنادسیس کو شکست ہوئی وہ ایک دامن کوہ میں مدتوں محصور رہا۔ امیر حازم چودہ ہزار قیدی گرفتار کر کے لایا۔ جو کہ قتل کر دیے گئے۔ پھر اسنادسیس نے آکر خود کو معہ تیس ہزار فوج کے منصور کے حوالے کردیا۔ جسکو قید کر دیا اور لشکر اسکا پراگندہ ہوگیا۔

سنہ ۱۵۱ ہجری میں شہر رصافہ لبا یا گیا۔ اور گرداگرد دیوار پختہ بنوائی۔

سنہ ۱۵۳ ہجری میں منصور نے حکم جاری کیا کہ اُسکی تمام رعایا لمبی ٹوپیاں اوڑہیں جو بانس اور پتوں سے بنائی جاتی تہیں اور جنکو حبشی اوڑہا کرتے تہے۔ اسپر ابو دلامہ شاعر نے کہا کہ ترجمہ شعر ہم امام سے ترقی کی امید رکہتے تہے۔ چنانچہ امام نے قلانس قسم کی ٹوپیوں میں ترقی کر دی ۞ یہ ٹوپی سر پر رکھی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا یہودیوں کے مٹکے پر انس (ایک قسم کی ٹوپی) کی جھول پہنادی گئی ہے۔

سنہ ۱۵۸ ہجری میں منصور نے نائب مکہ کو حکم دیا کہ سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کر کے بہیجدے۔ چنانچہ اسنے تعمیل حکم کی لوگوں کو سخت اندیشہ تھا کہ کہیں انکو قتل نکر ڈالے۔ اس اثنا میں حج کے دن آگئے۔ لیکن خدا نے منصور کو مکہ میں سالم نہیں پہونچایا۔ بلکہ بیمار ہوکر پہونچا اور وہیں مرگیا۔ اور خدا نے اُسکے شر سے لوگوں کو پناہ میں رکھا۔

منصور کی وفات بماہ ذی الحجہ بمقام بطن واقع ہوئی اور حجون اور چاہ میمون کے درمیان دفن کیا گیا۔

سلم الخاسر نے کہا ہے ترجمہ اشعار حجاج واپس آگئے اور ابن محمد کو لحد قبر میں چہوڑ آئے ۞ اُن سبنے حج کے تمام مناسک ادا کر لیئے ۞ اور اپنے امام کو احرام باندہے ہوئے سلوں کے نیچے محروم چہوڑ آئے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ جب منصور طلب علم میں قبل از خلافت ادہر اُدہر پھرا کرتا تھا ایک روز وہ ایک منزل پر اترا۔ چوکیدار نے اس سے دو درہم محصول کے مانگے۔ اور کہا کہ تم تا وقتیکہ محصول ادا نکرو اس منزل پر ٹھیر نہیں سکتے۔ منصور نے کہا کہ میں بنی ہاشم میں سے ہوں۔ مجھے معاف کردے۔ مگر اسنے نہ مانا۔ منصور نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹوں میں سے ہوں۔ اُسنے پھر بہی نہ سنا۔ تو منصور نے کہا کہ میں قرآن شریف جانتا ہوں۔ مجھے چہوڑ دے۔ اسنے پھر بھی مطالبہ کیا۔ تو منصور نے کہا کہ میں عالم فقیہ اور ماہر فرائض ہوں، مگر اُسنے ایک نہ سنی۔ آخر منصور کو دو درہم دینے ہی پڑے پس اسی روز سے اُسنے مال جمع کرنے اور اسکے لیئے کوشش کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حتی کہ اسکا لقب ابو الدوانیق (دمڑیوں کا باپ) پڑگیا۔

ربیع بن یونس حاجب کہتے ہیں کہ منصور کا قول تہا کہ خلفا چار تھے۔ یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ تعالے عنہم اور بادشاہ بھی چار ہی ہیں یعنی معاویہ۔ عبد الملک ہشام اور میں۔

مالک بن انس کہتے ہیں کہ مجھسے منصور نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کون شخص افضل ہے مینے کہا کہ ابوبکر و عمر۔ منصور نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ میری بہی یہی رائے ہے۔

اسمعیل بن فہری کہتے ہیں کہ عرفہ کے روز منصور نے جو خطبہ پڑہا اسمیں اُسنے بیان کیا کہ لوگو! مجھے خدا نے اپنی زمین پر اسلیئے بادشاہ کیا ہے کہ میں اُسکی توفیق و ہدایت سے رعایا پروری کروں۔ اسنے مجھے امانت دار بنایا ہے تاکہ مال کو اسکے حکم کے موافق خرچ کروں اور اسکے اذن کے موافق عطیات دوں۔ خدا نے مجھے بمنزلہ اپنے قفل کے بنایا ہے۔ اگر وہ کبھی کھولے گا تو

تمہارے عطیات کے لیئے اور جبتک چاہے گا مجھے بند رکھیگا۔ تمہیں چاہیئے کہ خدا کیطرف مائل ہو جاؤ اور آج جو بڑا بزرگ دن ہے جسمیں خدا نے اپنے احسانات اور مہربانی سے تمہارے لیئے اپنی کتاب (قرآن) میں فرمایا ہے۔ کہ (ترجمہ) آج کے دن میں نے تمہارے لیئے دین مکمل کیا اور اپنی نعمتیں تمپر تمام کیں اور تمہارے لیئے دین اسلام کو پسند کیا۔ دعا کرو کہ خدا مجھے نیکی اور احسان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عدل کے ساتھ میرے ہاتھ سے تمکو عطیات دلوائے۔ کیونکہ وہ سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ اس خطبے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ لوگ اسپر بخل کی تہمت لگاتے تھے۔ چنانچہ اس خطبے کے آخر میں اسنے یہ بھی کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین مال کو خرچ نہیں کرتے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا کا حکم نہیں ہے۔

اصمعی وغیرہ سے روایت ہے کہ ایک روز منصور نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ کہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جسکی صفت وحمد میں بیان کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور اسی سے امن مانگتا ہوں اور اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور میں شہادت دیتا ہوں۔ کہ سوائے خداے وحدہ لاشریک کے اور کوئی قابل پرستش نہیں ہے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیر المومنین ذکر خدا کے ساتھ یہ بھی بتلاؤ کہ آپ کون ہیں منصور نے کہا کہ مرحبا کہ تمنے خوب کہا اور تمنے مجھے خوب دہلا دیا۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ احمد لبد کہ میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جب اُن سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو وہ اور بھی زیادہ منہیات پر جسارت کرنے لگتے ہیں۔ پند و موعظت ہم ہی سے شروع ہوئی ہے اور ہم ہی سے نکلی ہے قسم بخدا کہ خدا نے تجھے اس قابل نہیں بنایا۔ اور مجھے اس قابل بنایا ہے کہ تجھپر سختیاں پڑیں اور تو اُنپر صبر کرے تو اپنی گفتگو خردمندی سے کیا کر اور غنیمت جان۔ کہ میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اور اے لوگو! تم اس سے اور اس جیسے لوگوں سے کنارہ کیئے رہنا۔ اس تقریر کے بعد منصور نے اپنا خطبہ وہیں سے شروع کیا جہاں اُسنے چھوڑا تہا کہ شہادت دیتا ہوں میں کہ محمد الرسول اللہ اسکے بندے اور رسول ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تہا کہ جیسے وہ لکہا ہوا پڑھ رہا تہا اور وہ تقریر ایک جملہ معترضہ تھی۔

ایک روایت ہے کہ منصور نے اپنے بیٹے مہدی سے کہا کہ اے ابو عبد اللہ کوئی خلیفہ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تاوقتیکہ وہ متقی نہو۔ بادشاہ بغیر اطاعت رعایا کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اور رعایا بغیر عدل کے اطاعت نہیں کرسکتی۔ سب سے بہتر آدمی وہ ہے کہ جو باوجود قدرت عفو کرے۔ اور بیوقوف ترین وہ شخص ہے جو ظلم کرے اپنے سے کمزوروں پر کسی معاملہ میں بلا غور و فکر حکم نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ فکر ایک قسم کا آئینہ ہے جسمیں آدمی اپنا حسن و قبح دیکھ لیتا ہے۔ اے فرزند دیکھو ہمیشہ نعمت کا شکر کرنا۔ اور مقدرت میں عفو کرنا۔ تالیف قلوب کے ساتھ اطاعت کی امید رکھنا فتحیابی کے بعد لوگوں سے تواضع و رحمت اختیار کرنا۔

مبارک بن فضالہ کہتے ہیں کہ ہم منصور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسنے کسی شخص کو قتل کرنے کے لیئے بلایا۔ میںنے کہا کہ امیر المومنین میںنے امام حسنؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن منادی کی جائے گی کہ جن لوگوں کا کوئی اجر خدا کے اوپر ہو وہ کھڑے ہو جائیں کوئی شخص کھڑا نہ ہوگا مگر وہ جسنے کسی کو عفو کیا ہو۔ یہ سنکر منصور نے حکم دیا کہ اُس شخص کو چھوڑ دو۔

اصمعی کہتے ہیں کہ کوئی شخص سزایابی کے لیئے منصور کے پاس لایا گیا۔ اس نے عرض کیا کہ امیر المومنین انتقام عدل ہے اور عفو فضل۔ ہم آپ کے لیئے دعا کرتے ہیں کہ خدا آپ کو کسی ادنی سختی میں بھی گرفتار نہ کرے۔ اور اعلےٰ مراتب پر پہونچائے۔ یہ سنکر منصور نے اسکو معاف کر دیا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ منصور کو شام میں کوئی بدوی ملا منصور نے کہا کہ شکر ہے کہ تم پر سے خدا نے طاعون کو محض اسوجہ سے دفع کیا کہ تم ہم اہل بیت کی زیر حکومت ہو۔ اُسنے جواب دیا کہ اللہ ہمارے لیئے ایسی زبون زمانہ بھیجے کیوں کہ تیری حکومت اور طاعون دونوں ہمارے لیئے یکساں ہیں۔

محمد بن منصور بغدادی نے روایت کی ہے۔ کہ چند زاہد منصور کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ خدا نے تمام دنیا تجھے عطا کردی ہے۔ پس اپنے نفس کے لیئے بھی اس مال سے کچھ آسایش خرید لے اور اس رات کو بھی یاد کر لے کہ جبکہ تو قبر میں سوئیگا جسمیں اس سے پہلے تو نے ایک رات بھی نہیں کاٹی۔ اور اسدن کو بھی یاد کر لیا کر جسکے بعد رات نہ آئیگی۔ منصور یہ سنکر خاموش ہوگیا اور حکم دیا کہ انہیں کچھ مال دیدیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہمیں مال کی ضرورت ہوتی تو تجھے نصیحت کرنے کی جرأت نہ کرتے

عبدالسلام بن حرب نے روایت کی کہ منصور نے عمرو بن عبید کو بلا بھیجا اور انکو کچھ مال دینے کا حکم دیا۔ لیکن اُنہوں نے لینے سے انکار کیا۔ منصور نے کہا کہ واللہ آپکو لینا پڑیگا۔ انہوں نے کہا کہ واللہ ہرگز نہ لونگا۔ مہدی نے کہا کہ امیرالمومنین نے قسم کھائی ہے اب تو آپ ضرور لے لیں انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین کو بہ نسبت میرے قسم کا کفارہ دینا بہت آسان ہے۔ منصور نے کہا کہ کوئی حاجت ہو تو بیان کریں۔ کہ انہوں نے کہا کہ صرف اتنی حاجت ہے کہ جب تک میں خود نہ آؤں مجھے بلانہ بھیجو اور جب تک میں تم سے مانگوں نہیں مجھے کچھ نہ دو۔ منصور نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مینے امس (مہدی) کو اپنا ولیعہد کیا ہے انہوں نے کہا کہ جب انہیں موت آئے گی تو تم اور ہی باتوں میں مشغول ہو گے اُسوقت اس کا خیال بھی نہ آئیگا۔

عبداللہ بن صالح نے روایت کی کہ منصور نے سوار بن عبداللہ قاضی بصرہ کو لکھا کہ ایک زمین کا مقدمہ مابین ایک سردار لشکر اور سوداگر کے آپ کے سامنے پیش ہے اُسکو آپ بحق سردار فیصلہ کر دیجیئے۔ قاضی سوار نے لکھا کہ شہادت جو میرے سامنے پیش ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقدمہ بحق سوداگر ہونا چاہیئے۔ اور میں شہادت کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتا منصور نے لکھا کہ واللہ آپ کو سردار لشکر کے حق میں فیصلہ کرنا پڑے گا۔ قاضی نے لکھا کہ واللہ میں از روئے حق اسکا فیصلہ بحق سوداگر کرونگا۔ جب یہ جواب منصور کے پاس پہونچا تو اُسنے کہا کہ الحمد اللہ کہ مینے زمین میں عدل کو پھیلایا اور میرے قاضی معاملہ عدالت میں حق پر فیصلہ کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ کسی نے قاضی سوار کی منصور سے شکایت کی اسنے انہیں بُلا بھیجا۔ چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور منصور کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ اُسے چھینک آئی۔ قاضی سوار نے یرحمک اللہ نہ کہا۔ خلیفہ نے کہا کہ آپنے مجھے یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا۔ قاضی نے کہا کہ اسلیئے کہ آپنے الحمد للہ نہیں کہا۔ خلیفہ نے کہا کہ مینے دل میں کہہ لیا تھا۔ قاضی نے کہا کہ مینے بھی دل میں یرحمک اللہ کہہ لیا تھا۔ یہ سنکر منصور نے انہیں بحال کر دیا اور کہا کہ ثابت ہو گیا کہ جب آپ نے میری رعایت نہیں کی تو یقیناً کسی اور کی بھی نہ کی ہو گی۔

نمیر مدنی کہتے ہیں کہ جب منصور مدینہ میں آیا تو محمد بن عمران طلحی قاضی تھے اور میں انکا محرر تو چند شتر بانوں نے منصور پر کسی معاملہ میں نالش کردی۔ قاضی مدینہ نے مجھے حکم دیا کہ منصور امیرالمومنین کو حاضری کے لیئے حکم لکھو تاکہ مدعیان کا انصاف کیا جائے میں نے معافی چاہی مگر قاضی صاحب نے نہ مانا۔ پس میں نے حکم لکھا پھر قاضی صاحب نے اپنی مہر لگائی اور فرمایا کہ واللہ تیرے سوا۔ اس حکم کو اور کوئی نہ لیجاویگا۔ چنانچہ میں گیا۔ جب میں نے منصور کے پاس جا کر حکم دکھایا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ کہ اے حاضرین امیرالمومنین تم کو کہتا ہے۔ کہ میں عدالت میں طلب ہوا ہوں پس میرے ساتھ کوئی آدمی نہ آوے۔ پس منصور اور میں قاضی کے پاس آئے۔ تو قاضی صاحب تعظیم کے لیئے نہ اُٹھے۔ بلکہ اپنے

بوغہ کو کشادہ کرکے پھیلایا۔ اور بیٹھے رہے پھر مدعی کو بلایا۔ اور خلیفہ کے خلاف اس مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جب قاضی صاحب حکم سنا چکے تو منصور نے آخر میں کہا کہ خدا تجھے جزا خیر دے میں تجھے دس ہزار دینار اس انصاف کے عوض میں دیتا ہوں۔

محمد بن حفص عجلی کہتے ہیں کہ ابو دلامہ کے یہاں لڑکا ہوا تو اس نے منصور کو اسکی اطلاع دی۔ اور یہ اشعار لکھکر بھیجے ترجمہ اگر کوئی شخص بوجہ کرم آفتاب تک اوپر بیٹھ سکتا ہے تو اے آل عباس اس کے تم ہی حقدار ہو۔ پھر شعاع آفتاب سے بھی تم سب ترقی کرو۔ اور آسمان پر جا بیٹھو کیونکہ تم سب سے زیادہ صاحب کرم ہو۔ پھر خود خلیفہ کے پاس پہونچا۔ اور ایک تھیلی اسکے سامنے ڈالدی۔ منصور نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ ابو دلامہ نے کہا کہ جو کچھ مجھے دینا ہے اسمیں دیدیجئے۔ منصور نے حکم دیا کہ اس تھیلی میں جتنے درہم آئیں وہ اسے دیدیئے جائیں۔ چنانچہ اسمیں دو ہزار درہم آئے وہ اسے دیدیئے گئے۔

محمد بن سلام جمحی کہتے ہیں کہ کسی نے منصور سے پوچھا کہ کوئی ایسی تمنا بھی ہے کہ جو آپ کی رہ گئی ہے۔ اس نے کہا کہ صرف ایک یعنے میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوں۔ اور اصحاب حدیث میرے گرد بیٹھے ہوں۔ اوس نے کہا کہ خدا آپ پر رحمت کرے دوسرے روز جب اسکے ندیم اور وزرا مثلیں اور قلمدان لیکر اس کے پاس پہنچے تو اسوقت یہ پوچھنے والا بھی بیٹھا تھا۔ اسنے کہا کہ لیجئے آپ کی یہ تمنا بھی برآئی۔ منصور نے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جنکی مجھی تمنا ہے ان لوگوں کے تو کپڑے میلے پیر پھٹے ہوئے بال بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ مشہور زمانہ ہوتے ہیں۔ اور روایت حدیث ان کا کام ہوتا ہے۔

عبد الصمد بن علی نے منصور سے کہا کہ آپنے سزا دینے پر ایسی کمر باندھی ہے کہ کسی کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ آپ معاف کرنا بھی جانتے ہیں۔ منصور نے کہا کہ ابتک بنی مروان کا خون نہیں سوکھا اور آل ابو طالب کی تلواریں میان میں نہیں پہونچیں اور میں ایسی قوم سے ہوں جو کہ ہمیں بہت کینہ معلوم ہوتی ہے اور اب تک خلفا کا رعب ان کے دلوں میں نہیں سمایا ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ عفو کے معنے نہ بھول جائیں اور سزا کے لیئے ہر وقت آمادہ نہ رہیں۔

یونس بن حبیب نے روایت کی کہ زیاد بن عبد اللہ حارثی نے منصور کو لکھا کہ میری جاگیر اور تنخواہ میں کچھ ترقی کردیجائے اور اس عرضی میں اپنی تمام بلاغت ختم کردی منصور نے جوابدیا کہ جب تونگری اور بلاغت کسی شخص میں جمع ہو جاتی ہے تو اسکو خود پسند بنا دیتی ہے۔ مجھے اسی امر کا خوف تمہاری طرف لگا ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ تم بلاغت کو چھوڑ دو۔

محمد بن سلام کہتے ہیں کہ منصور کی لونڈی نے ایک روز دیکھا کہ منصور پیوندوں کا کرتا پہنے ہوئے ہے لونڈی کہنے لگی کہ دیکھو یہ خلیفہ وقت جا رہے ہیں کہ ان کے بدن پر کرتے تک ثابت نہیں منصور نے کہا کہ شاید تو نے ابن ہرمہ کا یہ شعر نہیں سنا کہ ترجمہ ایک جوان کو شرف حاصل ہو گیا اور اسکی چادر پرانی تھی اور کرتے کے گریبان میں پیوند لگے ہوئے تھے

عسکری نے اپنی کتاب اوائل میں لکھا ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ منصور اولاد عباس میں بلحاظ اپنے بخل کے ویسا ہی ہے جیسا کہ بنو امیہ عبد الملک تھا۔ کسی شخص نے اسکا کرتا پھٹا اور پیوند لگا ہوا دیکھکر کہا کہ خدا کی قدرت دیکھو کہ اسنے منصور کو باوجود سلطنت مفلسی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ سلم الحادی نے اسی مضمون کو گانے میں ادا کیا منصور نے بھی سن پایا اور اسقدر خوش ہوا کہ قریب تھا کہ خوشی کے مارے گھوڑے سے گر پڑے اور اسکو دو ہزار درہم انعام دینے کا حکم دیا۔ سلم نے کہا کہ مینے ایک مرتبہ ہشام کو گانا سنایا تھا اسنے مجھے دس ہزار درہم عطا کئے تھے۔ منصور نے کہا کہ اسنے بیت المال سے نہ دیئے ہونگے اور اگر اب ہوس ہے تو کوئی آدمی مقرر کر دے وہ ہشام سے وصول کر لیا کرے گا۔

عسکری نے لکھا ہے کہ ابن ہرمہ شراب بہت پیتا تھا۔ ایک روز وہ منصور کے پاس آیا اور اُسکی توصیف میں اشعار لکھکر پیش کیے
ترجمہ شعر۔ اس شخص کیلیئے جو کہ منصور کے زیر سایہ حاضر ہو دو لذتیں ہیں۔ جب کہ وہ حالت غضب میں ہو تو اندیشہ سزا بھی
ہے اور امید عطا بھی اور جسکو اسکے غضب سے امان ملجاوے تو وہ خوب چادر تانکر بے غل وغش سونیکے قابل ہو جاتا ہی
اور جسپر اسکا غضب ہو جاوے تو اسے گور کا منہ جھانکنا پڑتا ہے۔ منصور نے انہیں بہت پسند کیا اور کہا کہ آخر تم چاہتے کیا
ہو؟ اُسنے کہا کہ صرف یہ حاجت رکھتا ہوں کہ آپ عامل مدینہ کو لکھد یجیئے کہ جب میں نشہ میں ہوں تو مجھے سزا نہ دے۔ منصور نے
کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں خدا کی مقرر کردہ سزاؤں میں کچھ دخل دوں۔ ابن ہرمہ نے کہا کہ اچھا پھر کوئی حیلہ ہی سہی جسکے
ذریعہ سے میں بچ جایا کروں۔ چنانچہ خلیفہ نے عامل مدینہ کو لکھدیا کہ اگر کوئی شخص ابن ہرمہ کو نشہ کی حالت میں تمہارے پاس پکڑکر
لائے تو اسکے سو دُرّے لگواؤ اور ابن ہرمہ کو اسی دُرّے پھر یہ حال ہو گیا کہ اگر عامل مدینہ خود بھی اسے نشہ میں دیکھتا تو کہتا کہ
کسکی بلا کو غرض پڑی ہے کہ سو دُرّے کھاکر اس ناشدنی کو اسی دُرّے لگوائے کہتے ہیں کہ اشعار کے بدلہ میں منصور نے
ابن ہرمہ کو دس ہزار درہم بھی دیئے تھے۔ اور کہا تھا کہ انکو احتیاط سے رکھنا کہ اور نہ ملیں گے۔ اسنے عرض کی کہ میں سکو
ایسے راستہ میں صرف کرونگا جہاں سے مجھے ہمیشہ فراوان ہو کر ملتے رہیں گے۔

منصور کے یہ دو شعر مشہور ہیں۔ ترجمہ اگر تو صاحب رائے ہے تو ارادے کا بھی پختہ بنجا کیونکہ فساد رائے ہی آدمی کو تردد
میں ڈالدیتی ہے جب تمہیں دشمن پر قابو مل جائے تو اُسے فرصت نہ دو تا کہ کل کو وہ تم سے بدلہ لینے کے قابل نہ ہو جائے۔

عبد الرحمن بن زیاد بن انعم افریقی کہتے ہیں کہ قبل از خلافت منصور اور میں ایک ہی جگہ طالب علمی کیا کرتے تھے۔ ایکدن منصور
مجھے اپنی قیامگاہ پر لے گیا۔ اور میرے سامنے کھانا رکھا اسمیں گوشت نہ تہا باندی سے پوچھا کہ کچھ مٹھائی ہے اسنے کہا کہ
نہیں پھر پوچھا کہ کھجوریں بھی ہیں۔ اسنے کہا کہ نہیں۔ یہ سنکر اُسنے وہ آیت پڑھی عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ
عَدُوَّکُمْ تا آخر آیۃ جب وہ خلیفہ ہوا تو میں اس سے ملنے کے لئے گیا مجھسے پوچھنے لگا کہ تم بنو امیہ کے مقابلہ میں میری خلافت
کو کیسے پاتے ہو۔ مینے کہا کہ جتنا جور تمہارے زمانہ میں ہوتا ہے اتنا انکے زمانہ میں نہ تہا منصور نے کہا کہ مجھے مددگار نہیں ملتے
مینے کہا کہ عمر بن عبد العزیز کا قول ہے کہ بادشاہ بمنزلہ بازار کے ہوتا ہے جو کچھ دو وہ لے لو۔ اگر بادشاہ نیک ہوگا تو اسکو
نیک لوگ ملیں گے۔ اور اگر فاجر ہو گا تو اسکے پاس فاجر آئیں گے۔ پس وہ خاموش ہو گیا۔

منصور کا قول ہے کہ بادشاہ سوا تین باتوں کے ہر چیز کو گوارا کر لیتے ہیں۔ اول افشار راز۔ دوئم حرم میں تعرض۔ سوم ملک میں
خرابی ڈالنا۔ نیز اسکا قول ہے کہ اگر دشمن تیری طرف ہاتھ بڑہائے تو اگر ممکن ہو تو اسکا ہاتھ کاٹ ڈال ورنہ اسکا ہاتھ چوم لے
(لبند صولی)۔

صولی نے بروایت جعفر بن یعقوب منصور کی تیزی ذہن کی ایک مثال دی ہے کہ ایک مرتبہ وہ مدینہ شریف میں گیا اور حاکم
مکہ سے کہا کہ کوئی ایسا آدمی مجھے دو جو مشہور مقامات کا مجھے پتہ دے۔ چنانچہ انہوں نے ایک آدمی اُسکے پاس بھیجدیا اسنے
کل مقامات منصور کو دکھائے جب وہ اس سے جدا ہوا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ اسکو ایک ہزار درہم دیدیئے جائیں۔ اس شخص
نے جاکر حاکم مکہ سے مطالبہ کیا۔ مگر انہوں نے کہدیا کہ مجھے حکم نہیں ملا ہے۔ آپ جاکر امیر المومنین کو یاد کرادو تو میں دیدونگا
چنانچہ وہ پہونچ گیا مگر گفتگو کرنیکا موقعہ نہ پایا۔ جب منصور سے جدا ہونے لگا تو اُس سے کہا کہ امیر المومنین یہی مکان
عاتکہ کا ہے جسکی نسبت احوص نے کہا تہا کہ ترجمہ اے عاتکہ کے گھر میں تجھ سے بمجبوری جدا ہوتا ہوں مگر میرا دل تجھہی میں
پڑا رہیگا۔ منصور نے کہا کہ اسکا پہلا شعر مجھے یاد نہیں۔ سناؤ۔ جس کا پہلا شعر یہ سنایا ترجمہ میں دیکھتا ہوں کہ جو

کچھہ تو کہتا ہے وہی کرتا بھی ہے ۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنکی زبان کا اعتبار نہیں جو کچھہ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں یہ سنکر منصور ہنس پڑا اور ربیع سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمنے اسکو ایک ہزار درہم نہیں دیئے ۔ اب فوراً دیدو ۔

صولی بروایت اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ کھانے پینے اور گانا سننے کے وقت منصور اپنے ندمار کے ساتھ نہیں بیٹھا کرتا تھا بلکہ اُسکے اور ندمار کے درمیان میں ایک پردہ ہوتا تھا ۔ ندمار پردے سے بیس گز کے فاصلے پر بیٹھا کرتے تھے اور خود منصور بھی اس پردے سے اسیقدر فاصلے پر بیٹھتا تھا ۔ خلفاء بنو عباس میں ندمار کے ساتھ بیٹھنے والا سب سے پہلا خلیفہ مہدی تھا ۔

صولی بروایت یعقوب بن جعفر کہتے ہیں کہ منصور نے قثم بن عباس ؓ سے جو کہ یمامہ اوین کا حاکم تھا پوچھا کہ بھلا تمہیں اپنے نام کے معنے بھی معلوم ہیں اس لفظ کا ماخذ کیا ہے ۔ اُسنے کہا کہ نہیں آپ ہی بتلا دیجیئے ۔ منصور نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم جاہل ہی ہو ۔ تمہارا نام ہاشمی فرقہ کے ناموں میں سے ہے ۔ اوسنے عرض کی کہ امیر المومنین کے خیالات درست اور باصواب ہیں ۔ منصور نے کہا کہ قاثم اُسکو کہتے ہیں کہ جو کھانے کے بعد سخاوت کرے اور اور چیزوں کو از خود لوگوں کو دے ڈالے ۔ اور داد و دہش کرے ۔

ایک مرتبہ منصور کو مکھیوں نے بہت تنگ کیا ۔ اُسنے مقاتل بن سلیمان کو بلا کر پوچھا کہ ان مکھیوں کو خدا نے کیوں پیدا کیا ہے مقاتل نے کہا کہ محض اسلیئے کہ ظالموں کو اون کے ہاتھوں ذلیل کردے ۔

محمد بن علی خراسانی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے منصور ہی نے منجموں کو اپنا مقرب بنایا اور اون کے احکام پر عمل کیا سب سے پہلے اسی کے وقت میں سُریانی اور دیگر عجمی زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ کیا گیا مثل کلیلہ دمنہ ۔ اقلیدس وغیرہ سب سے پہلے اسی نے غیر ملکیوں کو اہل عرب پر حاکم کیا ۔ یہانتک کہ عرب کے لوگوں میں سے عمال مقرر ہونے ہی بند ہو گئے ۔ سب سے پہلے اسی کے زمانہ میں اولاد عباس و اولاد علیؑ میں تفرقہ پڑا ورنہ پہلے یہ دونوں خاندان شیر و شکر تھے ۔

احادیث[1] جو منصور سے مروی ہیں

صولی کا قول ہے کہ منصور اپنے زمانہ میں سب سے بڑا عالم حدیث اور نساب تھا اور ان علوم کے حاصل کرنے میں اسنے بڑی کوشش کی تھی ۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں بروایت ابوبکر محمد بن عبد الباقی و خلیفہ منصور ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست راست میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے ۔

صولی نے بروایت محمد بن ذکریا و خلیفہ منصور بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اسمیں سوار ہوا بچ گیا ۔ اور جو رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا ۔

صولی نے بروایت محمد بن موسیٰ و خلیفہ منصور ابن عباس سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہمنے کسی شخص کو امیر بنایا اور کوئی تنخواہ اسکی مقرر کر دی پھر اسکے پاس جو کچھہ پہونچا وہ اور رکھا گیا تو وہ شخص خائن ہے

صولی بروایت جبلۃ بن محمد کہتے ہیں کہ ہمیں بروایت حمزہ حضرمی معلوم ہوا ہے کہ خلیفہ مہدی نے جب مجھے قضا سپرد کی تو کہا کہ اجرار احکام میں سختی کرنا ۔ کیونکہ میں نے اپنے والد (خلیفہ منصور) سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں ظالم سے دنیا و آخرت میں انتقام لونگا اور اس شخص سے انتقام لونگا جسنے کسی مظلوم کو دیکھا اور اسنے اسکی مدد نہ کی بجالیکہ وہ اُسکی مدد کر سکتا تھا ۔

[1] ترجمہ میں اسناد حدیث راویوں کے نام چھوڑ دیئے گئے ہیں ۔

صولی نے محمد بن عباش بن فرج اور خلیفہ منصور سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام سبب اور نسب قیامت کے روز قطع ہو جائینگے سوا میرے سبب و نسب کے۔

صولی نے بروایت ابو اسحاق محمد بن ہارون و خلیفہ منصور بیان کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ چاندنی گزری تین راتوں میں اور نیز جب چاند برج عقرب میں ہو تو سفر نہ کرو۔

حسب ذیل علما نے منصور کے وقت میں رحلت کی ہے۔

ابن مقفع۔ سہیل بن ابو صالح۔ علا بن عبدالرحمن۔ خالد بن یزید مصری۔ داؤد بن ابی ہند۔ ابو حازم سلمہ بن دینار۔ عطا بن ابی مسلم الخراسانی۔ یونس بن عبید۔ سلیمان الاحوال۔ موسی بن عقبہ صاحب مغازی۔ عمر بن عبید المعتزلی۔ یحیی بن سعید الانصاری کلبی و ابن اسحاق و جعفر بن محمد صادق۔ اعمش و شبیل بن عباد مقری مکہ محمد بن عجلان فقیہ مدنی۔ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی ابن جریج۔ امام ابو حنیفہ حجاج بن ارطاۃ۔ حماد الراویہ حدویہ شاعر جریری سلیمان التیمی۔ عاصم الاحوال ابن شبرمۃ الضبی۔ مقاتل بن حیان۔ مقاتل بن سلیمان۔ ہشام بن عروہ۔ ابو عمرو بن علا۔ اشعب الطامع۔ حمزہ بن حبیب الزیات۔ اوزاعی و دیگر حضرات۔

مہدی

ابو عبداللہ محمد المہدی بن منصور ۱۲۷ ہجری (و بقولے ۱۲۶ ہجری) میں بمقام ایدج پیدا ہوا۔ اسکی ماں کا نام ام موسیٰ بنت منصور الحمیریہ تھا۔ مہدی نہایت سخی۔ ممدوح خاص و عام۔ محبوب رعیت خوب صورت۔ صادق الاعتقاد شخص تھا زندیقوں کے پیچھے ایسا پڑا کہ ان کو فنا کر کے رہا۔ اسی نے سب سے پہلے زندیقوں اور ملحدوں کے خلاف کتاب الجدل لکھوائی۔

مہدی نے حدیث کی روایت اپنے باپ منصور اور مبارک بن فضالہ سے کی اور اس سے یحیی بن حمزہ۔ جعفر بن سلیمان الضبعی۔ محمد بن عبداللہ الرقاشی۔ ابو سفیان سعید بن یحیی حمیری نے کی۔

ذہبی کہتے ہیں کہ کسی شخص نے مہدی کی روایت میں جرح و قدح نہیں کی۔ جب مہدی جوان ہو گیا تو اسکے باپ نے اسکو طبرستان کا امیر کر دیا۔ بہت سے علما کی شاگردی کرائی اور بہت سے علما کی صحبت میں بٹھایا۔ اسکے بعد اسکے باپ نے اسکو ولیعہد بنایا اور جب منصور کے مرنے کی خبر بغداد میں پہونچی تو لوگوں نے اس سے بیعت کر لی۔ پھر اسنے منبر پر چڑھ کر کہا کہ امیر المومنین جسکو تم کہتے ہو وہ ایک بندہ ہوتا ہے کہ جب اسے کوئی پکارتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے۔ اور جب اسکو حکم دیا جاتا ہے تو وہ بجالاتا ہے یہ کہہ رہا تھا کہ اپنے آنسو نہ روک سکا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے دوستوں کی رحلت پر روئے ہیں اور مجھپر تو میرے باپ کے فراق کا صدمہ عظیم ہے۔ اسیطرح یہ ہے کہ خلافت جو میرے گلے ڈالی گئی ہے خدا ہی امیر المومنین کا حافظ ہے اور اسی سے میں مسلمانوں کی خلافت کے لیے مدد مانگتا ہوں لوگو جسطرح تم ہماری اطاعت کا اظہار کرو۔ اسیطرح دل میں بھی رکھو تاکہ عافیت کے امیدوار اور عاقبت محمودہ کے طلبگار بن سکو۔ جو شخص تم میں معدلت پھیلائے اسکی مخالفت کے لیے تیار نہ ہو۔ بلکہ پوری پوری تابعداری کرو۔ میں تم سے سختیاں اوٹھا دونگا۔ اور اپنی تمام عمر تمپر احسان کرنے اور نیز سزا دینے میں صرف کر دونگا۔ جیسا کہ ہدایت پروردگاری

نفطویہ کہتے ہیں کہ جب مہدی کو خزانے ملے تو اسنے انکو رد مظالم میں خرچ کیا اور اکثر ذخیرہ اسیطرح خرچ کر دیا صاحب احتیاج لوگوں کی حاجت روائی کی اور حکام کو عطا کیا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو دلامہ نے مہدی کی خلافت کی مبارکباد اور منصور کی تعزیت بزبان اشعار دیں کی (ترجمہ) میری آنکھیں عجب سماں دیکھ رہی ہیں۔ ایک سے تو خوشی ٹپکتی ہے اور دوسرے سے آنسو۔ باری باری ایک روتی ہے اور دوسری ہنستی ہے ایک صدمے کو برا سمجھتی ہے اور دوسری خوشی کو مقدم رکھتی ہے۔ ایک خلیفہ کا بحالت احرام مرنا سخت صدمہ ہے تو دوسرے مہربان تر خلیفہ کا تخت پر بیٹھنا مسرور کرتا ہے میں نے ایسی صورت کبھی نہیں دیکھی اور نہ آئندہ دیکھنے کی امید ہے۔ صدمہ سے میں اپنے بالوں کو کھینچتا اور اکھاڑتا ہوں۔ ایک خلیفہ نے دین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انتقال کیا۔ اسکے بعد تمہارے پاس اسکا خلف آیا ہے خدا اسکو فضل خلافت عطا فرمائے اور دوسرے کے واسطے جنت آراستہ کرے۔

۱۵۹ سنہ ہجری میں مہدی نے اپنے دونوں بیٹوں یعنی ہادی کو اپنا اور ہارون الرشید کو ہادی کا ولی عہد مقرر کیا۔

۱۶۰ سنہ ہجری میں ملک ہندوستان میں سے اربد فتح ہوا۔ اور اسی سال مہدی نے حج کیا اور کعبہ پر زیادہ پردے ڈالنے سے منع کر دیا کیونکہ خوف تھا کہ کہیں پردے کے بوجھ سے عمارت کعبہ گر ہی نہ جائے۔ اسی بنا پر حکم دیا کہ تمام پردے اُتار ڈالے جائیں۔ اور صرف وہی پردے رکھے جائیں۔ جو مہدی نے مقرر کیے۔ اس موقعہ پر مہدی کیلیے برف مکہ شریف میں پہونچائی گئی ذہبی کہتے ہیں کہ سوا مہدی کے اور کسی بادشاہ کیلیے مکہ شریف میں برف مہیا نہیں کی گئی۔

۱۶۱ سنہ ہجری میں مہدی نے مکہ شریف کی سڑک اور سرائے اور حوض بنوائے اور جامع مسجدوں میں قصور کی ممانعت کی منبروں کو چھوٹا کر کے زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کر دیئے۔

۱۶۳ سنہ ہجری میں ملک روم کا حصہ کثیر فتح ہو گیا۔

۱۶۶ سنہ ہجری میں مہدی قصر السلام میں اُٹھ آیا۔ اور مکہ شریف اور مدینہ شریف اور یمن تک خچروں اور اونٹوں کی ڈاک بٹھائی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مہدی نے عرب سے عراق تک ڈاک بٹھائی تھی۔ اسی سال اور نیز اسکے بعد مہدی زندیقوں کے پیچھے پڑ گیا۔ اور ان سے بحثیں کیں اور کرائیں اور جہاں پایا انکو کوئی نہ کوئی تہمت لگا کر قتل کرا ڈالا۔

۱۶۷ سنہ ہجری میں مسجد حرام میں بڑی توسیع کی اور اُسکا رقبہ بڑھا دیا۔

۲۲ محرم ۱۶۹ سنہ ہجری میں مہدی نے انتقال کیا۔ سبب موت بعض تو زہر کو بتلاتے ہیں اور مشہور یہ ہے کہ اسنے ایک شکار کے پیچھے اپنا گھوڑا اڑا ڈالا۔ شکار ایک پرانے مکان میں جا گھسا گھوڑا بے تحاشا اسکے پیچھے ہوا۔ لیکن اس مکان میں داخل ہوتے ہوئے مہدی کی کمر میں دروازے کی ایسی چوٹ لگی کہ وہیں گر کر مر گیا۔

سلم الخاسر نے مہدی کا مرثیہ حسب ذیل کہا ہے۔

(ترجمہ) وفات مہدی پر چشمہائے نمناک نے اسقدر آنسو بہائے۔ کہ انکی حالت مجنون کی سی معلوم ہوتی تھی۔ انکے غم دل کا اظہار انکے پریشان گیسوے اور بے نقاب چہروں سے پایا جاتا تھا اگرچہ خلیفہ نے بحالت اقتدار کاملہ فانی ہے مگر جو مساعی جمیلہ خود وہ چھوڑ گیا ہے اسکے باعث ہم اندوہگین نہیں ہیں۔ رحمت خدا مہدی پر ہر روز ہو جبکہ اسنے قیام قبر اختیار کیا ہے۔ جبکہ وہ امیر المومنین ہوا تو اسکے خصائل حمیدہ کے باعث ہمنے جملہ معاملات دین و دنیا اسپر چھوڑ دیے تھے۔

مہدی کے متعلق جبکہ اسنے اپنے بیٹے موسے کو ولیعہد کیا تو مروان بن ابی حفصہ نے یہ اشعار کہے (ترجمہ) موسے کے لیے عہد بیعت واثق کیا گیا۔ جس سے تقویت اسکی آل اور اسلام کو ہوئی۔ موسے ایسا مشہور آدمی ہے

کہ تمام اہل قریش اسکی بزرگی اور شرف کے جملہ اقوام وغیرہ سے قائل ہیں۔ اسکا نام بعد از محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد ہی جس نے دین اسلام کو از سر نو زندگی بخشی اور تمام ممنوعات و مکروہات کو نیست و نابود کر دیا۔ مہدی ایسا عادل تھا۔ کہ اسکے زمانہ میں تمام مساکین و مفلس دست برد ظالموں سے پرامن ہو گئے تھے۔ اسکے بعد موسےٰ سب سے زیادہ بہتر ولیعہد خلافت ہے۔ جن کی توصیف کے اظہار میں زبان قلم بھی قاصر ہے۔

اور یہ اشعار بھی کہے ہیں (ترجمہ) اے ابن خلیفہ تحقیق امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دلی اخلاص سے تیری مطابعت اختیار کی ہے۔ اور تو نے عدل و انصاف سے خلق خدا کو اور تمام ممالک کو بھر دیا ہے۔ تا حدیکہ علمائے دین بھی تیری تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ اگر کوئی اہل بصیرت تیری موت کا ذکر سنے تو تیری وہ اس عدالت گستری کے سبب جسے تیرا نام زندہ برائے ابدالاباد لکھا ہے، ضرور ایسی موت کی خواہش کرے گا۔ یاد رکھ کہ اگر آج تیرا باپ سریر آرائے سلطنت ہے۔ تو کل اسکا مالک تو ہوگا۔

صولی کہتے ہیں کہ مہدی سے ایک عورت نے کہا۔ کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار میری حاجت روائی بھی کر۔ مہدی نے کہا یہ الفاظ میں نے کسی کی زبان سے نہیں سنے اسکو دس ہزار درہم دیدو۔

قریش ختلی کہتے ہیں کہ صالح بن عبد القدوس بصری بجرم زندقہ مہدی کے سامنے پیش ہوا۔ مہدی نے اسکے قتل کا ارادہ کیا مگر اسنے کہا کہ میں اپنے عقیدے سے توبہ کرتا ہوں اور یہ شعر پڑھے (ترجمہ) جو کچھ کہ دشمن جاہل سے تکلیف پہونچی ہے وہی جاہل کو اپنے نفس سے پہونچ جاتی ہے۔ بوڑھا آدمی اپنی عادت نہیں ترک کر سکتا۔ یہانتک کہ وہ خاک گور میں ملجاوے۔ یہ سنکر مہدی نے اُسے معاف کر دیا۔ مگر جب وہ چلنے لگا تو اُسے بلا کر کہا کہ تو نے ابھی کہا ہے۔ کہ کوئی شخص بڑھاپے میں اپنے اخلاق کو نہیں چھوڑ سکتا اُسنے کہا کہ ہاں مہدی نے کہا کہ تو بھی اس سے مستثنےٰ نہیں ہو سکتا چنانچہ اسکو قتل کرا ڈالا۔

زہیر کہتے ہیں کہ مہدی کے پاس دس محدث آئے انہیں میں فرج بن فضالہ اور غیاث بن ابراہیم بھی تھے۔ اور مہدی کو کبوتر بازی کا شوق تھا۔ مہدی نے غیاث سے کہا کہ کوئی حدیث بیان کیجیے انہوں نے کہا کہ فلاں شخص نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سبقت گھوڑوں میں ہو سکتی ہے یا تیر اندازی میں اور اسکے ساتھ لفظ یا پرندوں میں زیادہ کر کے کہدیا۔ مہدی نے اُسکو دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور جب وہ چلنے لگے تو کہا کہ گو میں نے تمہاری خاطر یہ الفاظ سن لیے۔ مگر بعد میں جو کچھ تمنے کہا ہے بالکل جھوٹ کہا ہے۔ پھر حکم دیا کہ تمام کبوتر ذبح کر دیے جائیں۔

شریک مہدی کے پاس آئے تو اسنے کہا کہ آپ کو تین باتوں میں سے ایک ماننی پڑے گی۔ یا تو آپ کو قاضی کا عہدہ قبول کرنا ہوگا۔ یا میرے لڑکوں کو پڑھانا۔ یا میرے ساتھ کھانا کھانا۔ شریک نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا کہ ان سب باتوں میں کھانا کھانا آسان تر ہے۔ مہدی نے حکم دیا کہ دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے لگائے جائیں جب وہ کھانا کھا چکے طباخ شاہی نے کہا کہ بس اب آپ پھنس گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے عہدہ قضا بھی منظور کر لیا اور مہدی کے لڑکوں کو بھی پڑھایا۔

بغوی نے جعدیات میں لکھا ہے کہ حمدان اصفہانی کہتے ہیں کہ میں شریک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مہدی کا ایک لڑکا آیا اور اُسنے کھڑے کھڑے کوئی حدیث پوچھی۔ لیکن شریک نے کچھ التفات نہ کیا۔ اُسنے پھر پوچھا اور کچھ جواب نہ پایا۔ شاہزا

نے کہا کہ آپ شاہزادوں کی تحقیر کرتے ہیں شریک نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک علم کی بہ نسبت شہزادوں کے زیادہ قدر ہے اور وہ اُسکو ضائع نہیں کرسکتے۔ یہ سنکر مہدی کا بیٹا دوزانو ہو بیٹھا تو شریک نے کہا ہاں یوں علمی باتیں پوچھی جاتی ہیں۔

صولی نے مہدی کے اشعار ذیل بیان کیے ہیں۔ (ترجمہ) ہم بولیں کے لیئے کافی نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی لوگوں کی ضروریات ہمسے پوری ہوسکتی ہیں۔ بلکہ ہمارے لیئے ہمت اسیقدر کافی ہے کہ بوقت دفن خوشنودی حاصل ہو۔ اگر ہم وسط الدافن کے ساکن ہوتے تو بہی وہی حال ہوتا جو کہ ہے۔ اور وہ روز بازپرس ہمارے لیئے جائے پناہ ہوتے۔

صولی نے بسند محمد بن عمارہ کہا ہے کہ مہدی ایک لونڈی پر عاشق تہا اور وہ بہی اسپر مائل تہی۔ اور اپنے آپ کو اس سے بچائے رکہتی تہی۔ مہدی نے کسی شخص سے کہا کہ اپنے طور پر اُس سے دریافت کرے کہ اسکا دل کسکی طرف مائل ہے اس کنیزک نے اس شخص سے کہا کہ مجہے خوف ہے کہ تم مجہے ملول کردوگے اور اسکا انجام میری موت ہوگی مہدی نے اُسپر یہ اشعار کہے ترجمہ میرے دل پر ایک معشوقہ نے فتح پائی جو ہلال سے بہی زیادہ نازک ہے ؛ جبکہ میری محبت اسکے لیئے صحیح ہوگئی۔ تو وہ بیماری کا عذر کرنے لگی ؛ نہ مجہے اسکا ہجر گوارہ ہے نہ وصال سے جدا ہونا۔ بلکہ وہ میری محبت پر بوجہ خوف ملال باقی رہے گی۔

اپنے ایک ندیم عمر بن بزیع کے حق میں اسنے کہا ہے ترجمہ الٰہی بطفیل ابن حفص میری نعمت کو میرے ندیم سے پوری کر ؛ میرا عیش منحصر ہے غنا و بخشش پر ؛ اور کنیزکوں پر جو عطر میں بسی ہوں ؛ اور گانا سننے اور نعمتوں پر ؛ ہمارے نزدیک مہدی کے اشعار اُسکے باپ اور اُسکے دونو بیٹوں سے زیادہ لطیف ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ ایک کنیزک کے کمرے میں ناگاہ چلا گیا وہ اپنے کپڑے اُتارے ہوئے دوسرے کپڑے پہننے کی تیاری کر رہی تہی۔ مہدی کو دیکہکر اسنے اپنا ستر ہاتھ سے چھپا لیا۔ مہدی نے زبردستی اسکا ہاتھ اُٹھا لیا اور ہنسکر کہا۔ ترجمہ میری آنکہ نے میری ہلاکت کو ایسی حالت میں دیکہا کہ مجہے میرا عیب نظر آگیا۔ وہاں سے نکلا تو بشار شاعر اسے ملا۔ مہدی نے اُس سے کہا کہ اسپر مصرعہ لگاؤ۔ چنانچہ اُسنے کہا کہ ترجمہ اسنے مجہے دیکہکر خود کو چھپا لیا۔ اور اپنے پیٹ کے پیچ و تاب لبساط کو بہی چھپایا ؛ مجہپر وہ خوشی طاری ہوئی کہ میرے دونوں ہاتہوں میں نہیں سما سکتی۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ مہدی ابتداءً ایک سال تک اپنے ندیموں سے منصور کی طرح پردے میں بیٹھا کرتا تہا۔ لیکن اس کے بعد پردہ موقوف کردیا۔ بعضوں نے مشورہ دیا کہ پردہ ہی بہتر ہے مگر مہدی نے کہا کہ مشاہدہ کی لذت جاتی رہتی ہے۔

مہدی بن سابق نے کہا ہے کہ بحالت سواری ایک شخص نے مہدی کو سنا کر یہ اشعار پڑہے ترجمہ خلیفہ سے کہو کہ تیرا حاکم خائن ہے ؛ خدا سے ڈر اور حاکم سے ہمکو بچالے۔ اگر کوئی نیک شخص کسی خائن کی مدد کرے ؛ تو گویا وہ نیک شخص بہی اُسکے گناہوں میں شامل ہوتا ہے۔ مہدی نے سنکر حکم دیا کہ جس شخص کا نام حاتم ہو وہ معزول کردیا جائے۔

ابی عبیدہ کہتے ہیں کہ جب مہدی بصرہ میں آتا تو پانچوں وقتوں کی نماز مسجد جامع میں پڑہایا کرتا ایک روز لوگ نماز کے لیئے کھڑے ہوگئے تہے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ میں ظہر کی نماز تیرے پیچہے پڑہنی چاہتی تہی۔ مگر نہ پڑہ سکا۔ مہدی نے اُسیوقت حکم دیا کہ ہر نماز میں اس شخص کا انتظار کرلیا جایا کرے۔ چنانچہ دوسرے وقت کی نماز کے وقت وہ محراب میں آکر کھڑا ہوگیا اور جبتک وہ نہ آگیا تکبیر کہنے کی اجازت نہ دی۔ لوگ یہ دیکہکر اُسکی وسیع الاخلاقی سے متعجب رہ گئے۔

ابراہیم بن نافع کہتے ہیں کہ بصرہ کے دو گروہوں میں ایک نہر پر تنازعہ ہو پڑا۔ ایک فریق نے کہا کہ خدا نے یہ زمین تمام مسلمانوں کے قبضہ میں دی ہے اسلیئے کوئی شخص واحد اُسکو فروخت نہیں کرسکتا۔ اور اگر کبھی وے تو زمین

تمام مسلمانوں پر تقسیم کیا جائے کوئی شخص واحد اسکا مالک نہیں ہوسکتا۔ دوسرا فریق کہتا تھا کہ اس نہر پر ہمارا قبضہ اس حدیث کے بموجب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو زمین مردہ کو زندہ کرے وہ اسی کا حق ہوتی ہے۔ مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک سنکر تعظیماً اسقدر جھکا کہ اسکا ماتھا زمین پر لگ گیا پھر کہا کہ حدیث شریف جو بیان کی گئی ہے وہ میرے لیئے قابل اتباع ہے لیکن یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ یہ زمین مردہ تھی اسصورت میں تم سے کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن جس صورت میں کہ اس زمین کے گرد قدرتی طور پر پانی محیط ہے تو نہ یہ مردہ ہے نہ تم نے اسکو زندہ کیا۔ وہ فریق یہ سنکر خاموش ہو رہا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ مہدی نے بصرہ میں ایک خطبہ میں بیان کیا کہ خدا نے تم پر ایک حکم ایسا دیا ہے کہ جسمیں خود اپنی ذات اور ملائکہ کو شامل کیا ہے۔ یعنی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ تا آخر آیتہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح اسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور نبیوں سے فضیلت دی ہے اسیطرح تمکو دی ہے۔

سب سے پہلے مہدی ہی نے اپنے خطبے میں اس آیت کو لیا تھا۔ اس کے بعد خطبا نے اس آیت کو خطبوں کا گویا جزو لاینفک قرار دے لیا۔

مہدی کی وفات پر ابو العتاہیہ نے کہا ہے۔ کہ اسکے حرم سرائے کے دروازے پر احباب نے یہ اشعار لکھکر لٹکا دیئے تھے۔ ترجمہ۔ زمانہ گذشتنی ہے جسمیں سے ہر ایک نے گزرنا ہے۔ ہر ایک جو کہ آج دوسروں کیلئے نقارہ کوچ بجانے والا ہے۔ ایک دن اسکے لئے بھی بجنے والا ہے۔ تجھے بقا نہیں ملسکتی۔ گو عمر نوح ہی کیوں نہ پاوے۔ اور اگر تو سلطان جہان بھی ہو جاوے تو ایک دن اپنے نفس کے لیے مسکین ہے۔

احادیث جو مہدی سے مروی ہیں

صولی نے احمد بن محمد سے بروایت احمد بن عبدالرحمن جو کہ ثقہ راویوں سے ہے بیان کیا ہے۔ کہ میں نے مہدی کو خطبہ میں کہتے ہوئے سنا ہے کہ شعبہ نے ابی سعید خدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے درمیان خطبہ بوقت عصر تا غروب آفتاب پڑھا۔ پس کسی نے یاد رکھا اور کسی نے بھلا دیا۔ پس کہا یاد رکھو کہ دنیا میٹھی چیز ہے اور اس حدیث کی طوالت کو کم کر کے بیان کیا۔ حدیث خطبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا وقت غروب آفتاب۔

صولی نے بروایت مہدی لکھا ہے کہ اسکو بذریعہ باپ دادا ابن عباس سے روایت پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں کچھ عجمی لوگ آئے۔ انکی داڑھیاں کٹی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ان کی مخالفت میں اپنی داڑھیاں بڑھاؤ۔ اور مونچھیں اس قدر چھوٹی کراؤ کہ وہ ہونٹھوں پر نہ گریں۔ مہدی نے اپنے ہونٹھ پر اپنا ہاتھ رکھکر بتلایا۔

منصور بن مزاحم نے یحییٰ بن حمزہ سے روایت کی مہدی نے مغرب کی نماز میں بسم اللہ آواز بلند پڑھی یحییٰ بن حمزہ نے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کیا مہدی نے کہا کہ مجھسے روایت بذریعہ باپ دادا خود حضرت عباس سے پہونچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا یحییٰ نے کہا کہ پھر ہم آپ کے اعتبار پر اسحدیث کی روایت کریں مہدی نے کہا کہ بیشک ذہبی کہتے ہیں کہ اسحدیث میں اسناد متصل ہے لیکن کسی نے مہدی سے اسحدیث کی حجت و دلیل نہیں لی ہے۔ نہ اسکے باپ منصور سے۔ محمد بن ولید غلام بنی ہاشم نے اس سے موافقت نہیں کی۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ حدیث بنایا کرتے تھے۔ میرے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اور لوگوں کی روایت بھی اس کی متابعت کرتی ہے۔

حسب ذیل علما نے اُسکے زمانے میں وفات پائی۔

شعبۃ ابن ابی ذہب سفیان ثوری۔ ابراہیم بن ادہم زاہد۔ داؤد طائی زاہد۔ بشار بن برد (اول شعرا محدثین) حماد بن سلمہ۔ ابراہیم بن طہمان خلیل بن احمد (صاحب العروض)

ہادی

ہادی ابو محمد موسےٰ بن مہدی بن منصور ۱۴۷ھ ہجری بمقام رے خیزران کے بطن سے متولد ہوا۔ خیزران بربر کی رہنے والی ام ولد تھی۔ اور اپنے باپ کے بعد اسنے خلافت کی بیعت لی۔ جو کہ حیات والد خود میں ولیعہد قرار پا چکا تھا۔

خطیب کہتے ہیں کہ جس عمر میں وہ تخت پر بیٹھا اسمیں کوئی اور خلیفہ تخت نشین نہیں ہوا اسکو موت نے فرصت نہ دی اور صرف ایک سال اور چند ماہ خلافت کر سکا۔ اسکے باپ مہدی نے زندیقوں کے تباہ کرنے کے لیے اُسے وصیت کی تھی چنانچہ اسنے بہت سے آدمی قتل کر دیئے۔ اور بہت کوشش کرتا رہا۔

ہادی کو لوگ موسےٰ اطبق بھی کہتے تھے۔ وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اسکا اوپر کا ہونٹ کھلا ہوا تہا۔ اسی لیے بچپن میں اسکے باپ نے ایک خدمتگار اُسکے ساتھ کر دیا تہا۔ جب وہ اسکا منھ کھلا دیکھتا تو کہتا موسےٰ اطبق (یعنی موسےٰ منھ بند کرے) چنانچہ وہ ہونٹھ بند کر لیا کرتا تہا پس اسی سے اسکا نام موسے اطبق پڑ گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ہادی شراب پیتا تہا لہو لعب میں مشغول رہتا تہا۔ فاراہان کی گدھے پر سوار ہوتا تہا۔ عظمت خلافت کیلئے نہ بیٹھتا تہا لیکن باوجود اسکے ادیب فصیح قادر الکلام تہا صاحب رعب وداب وسطوت وشہامت تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سخت ظالم تہا سب سے پہلے اُسی کے سامنے سوار ننگی تلواریں اور نیزے اور چلوں میں تیر کھینچے ہوئے چلتے تھے اور اُسکی تقلید میں عمال وحکام نے بھی یہی مسلک اختیار کی تہی اسکے زمانے میں ہتھیار بہت ہو گئے تھے۔

ہادی نے ربیع الآخر ۱۷۰ھ ہجری میں رحلت کی۔ سبب موت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں اُسنے کسی اپنے ندیم کو بانسوں کے جنگل میں جو کہ جڑ سے کٹے ہوئے تھے دھکا دیا وہ پیٹ کے بل گرا۔ اور گرتے ہوئے اُسکا سہارا پکڑنے میں اُسے بھی گرا دیا اسکی ناک میں اور اُسکے پیٹ میں بانس گھس گیا۔ دونوں وہیں مر کر رہ گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُسکے پیٹ کے اندر پھوڑا نکلا تہا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب اُسنے اپنے بہائی ہارون رشید کو ولیعہدی سے معزول اور قتل کرنا چاہا۔ تاکہ اپنے بیٹے کو ولیعہد کرے۔ تو اسکی ماں خیزران نے اسے زہر دلوا دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُسکی ماں معاملات سلطنت میں دخل دیا کرتی تہی اور اُسکے دروازوں پر سواروں کا بہرا رہا کرتا تہا۔ ایک روز ہادی نے اسکو دہمکایا اور سخت سست باتیں کہیں اور کہا کہ اگر میں کسی امیر کو تمہارے دروازے پر دیکھونگا تو اسکو قتل کر دونگا۔ تیرا کام ہے چرخہ کاتنا قرآن شریف پڑہنا یا تسبیح ومصلے سے کام رکھنا نہ کہ معاملات سلطنت میں دخل دینا خیزران سخت غصہ میں اُٹھکر چلی آئی کہتے ہیں کہ اُسی روز ہادی نے اسکے پاس مسموم کھانا بہیجا۔ وہ اسنے کتے کو ڈلوایا تو وہ مر گیا اسپر ماں نے بیٹے کے قتل کا ارادہ کر لیا چنانچہ ایک روز شدت تپ میں ہادی منھ ڈھکے لیٹا تہا۔ پاس کے بیٹھے ہوئے لوگوں نے خیزران کے اشارہ سے اسکا دم خفا کر کے مار ڈالا۔

ہادی نے اپنے پیچھے سات بیٹے چھوڑے۔ اور اپنے بھائی ہارون کے لیے خلع کیا۔

ہادی کے اشعار میں سے یہ اشعار مشہور ہیں ترجمہ میںنے ہارون کو نصیحت کی مگر اُسنے نہ مانی ۔ جو شخص نصیحت نہیں سنتا وہ پچھتایا کرتا ہے میںنے اُسکو ایسی بات بتلائی تھی کہ جس سے ہم میں محبت قائم رہتی مگر اُسنے نہ مانی اور وہ اسمعاملہ میں ظالم ہے اگر میں دوسرے روز تک انتظار نہ کرتا تو اسکو وہی کرنا پڑتا جو میں چھپاتا تھا اور خوار ہوتا ۔

خطیب نے فضل سے روایت کی کہ ہادی ایک شخص پر ناراض ہوا کسی نے اُس کی سفارش کی تو وہ اس سے راضی ہوگیا ۔ وہ شخص معذرت کرنے لگا تو ہادی نے کہا کہ کیا میری رضامندی کافی نہیں ہے ۔ جو خواہ مخواہ معذرت کرتا ہے ۔

عبد اللہ بن مصعب کہتے ہیں مروان بن حفصہ نے ایک قصیدہ ہادی کی تعریف میں کہا اور اُسکو سنایا جب وہ اس شعر پر پہونچا ترجمہ میںنے ایک دن اُسکی اور اسکی بخشش کی تشبیہ دی ، تو کوئی نہ کہہ سکا کہ کس کو ترجیح دیجائے ۔ ہادی نے کہا کہ تو (انعام لینے میں) کس بات کو ترجیح دیتا ہے ۔ تیس ہزار فوراً وصول پالینے کو ۔ یا ایک لاکھ کے لیے حکم خزانہ پانے اور پھر وصول کرنے تک بہرنے کو مروان بن ابوحفصہ نے کہا کہ تیس ہزار فوری اور ایک لاکھ مابعد کو خلیفہ نے ہنس کر کہا کہ اچھا تجھکو دونو رقمیں فوراً مل جائیں گی ۔ چنانچہ اسکو اُسیوقت ایک لاکھ تیس ہزار دیدیے گئے ۔

صولی کہتے ہیں کہ ایک عورت کے دو بطنی بیٹے خلیفہ نہیں ہوئے ۔ مگر خیزران کے (ہادی و رشید) اور بنت العباس عبسیہ زوجہ عبد الملک کے (ولید و سلیمان) اور شاہیں بنت فیروز بن یزدجرد بن کسرے کے تین بیٹے یعنی ولید بن عبد الملک یزید الناقص اور ابراہیم خلیفہ ہوئے ہمارے نزدیک اسمیں چند خلفاء کی ماؤں کے نام اور ایزاد کرنے چاہئیں ۔ یعنی بابی خاتون کنیزک متوکل خیر جو عباس و حمزہ کی ماں تھی اور اُسی خلیفہ کی کنیزک موسومہ کزل جسکے دو بیٹے داؤد و سلیمان بھی خلیفہ ہوئے ۔ جنہوں نے اسکی خدمت بھی کی ۔

صولی کہتے ہیں کہ سوا ہادی کے کسی خلیفہ نے مابین جرجان و بغداد ڈاک نہیں بٹھائی ۔

ہادی کے مہر پر کندہ تھا ۔ اللہ ثقتہ موسی و بہ یومن ۔

سلم الخاسر نے ہادی کی شان میں ایک لاجواب قصیدہ بحر مستفعلن مستفعلن میں لکھا ہے اس بحر کا وہی موجد تھا اس سے پہلے کسی نے اس بحر میں شعر نہیں کہا ۔ (ترجمہ) موسیٰ ایک ابر باراں ہے ۔ بلکہ ایسا بادل ہے جو کہ بوقت صباح برستا ہے اور از سر نو تازگی دیتا ہے ۔ پس وہ بکثرت برسا ۔ اور خوشحالی پھیلادی ۔ اسنے اپنی عطا میں نہ تو کوتاہی کی کی ۔ اور نہ ہی تخصیص کی ۔ پھر بخشش سے کام لیا ۔ اور عدل سلطنت میں پھیلادیا ۔ باقی اثر رہتا ہے ۔ خیر و شر نفع و نقصان کا وہ منجملہ خیر البشر ہے ۔ شاخ خوشگوار ہے ۔ بدر سبقت کنندہ نیکی کا ہے جسپر اسکی نظر توجہ ہوئی مدرجہ وزارت پر پہونچگیا ۔ جو اسکے حضور میں حاضر ہوا ۔ افتخار پایا ۔

صولی بروایت سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ امید ہے کہ خدا تعالیٰ ہادی کے تمام قصور اس بات کے بدلے میں بخشدیگا ۔ جو میںنے اُس سے سُنی ۔ یعنی ایک روز میں اسکے پاس بیٹھا تھا کہ ابو الخطاب سعدی نے اپنا قصیدہ اُسکو سُنایا اس میں یہ شعر بھی تھا ترجمہ شعر اے تمام دنیا کے لوگوں میں بہترین آدمی ، اور تمام اُن لوگوں میں بہتر جو مالک حکم ہوئے ہیں ۔ اس شعر کی ہادی نے داد نہیں دی بلکہ کہا کیا فضول بکتا ہے میں نے کہا کہ امیر المومنین انکا مطلب زمانہ موجودہ کے لوگوں سے ہے ۔ ابو الخطاب نے ذرا فکر کرکے کہا کہ اگلا شعر سنئیے یہ میرے مطلب کو صاف کردیتا ہے ترجمہ مگر سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ، کیونکہ تمام بہتری اُنپر ختم ہوگئی ہے اور تجھے آپ کی امت میں ہونیکا فخر ہے ۔ ہادی نے کہا کہ ہاں اب تو نے صحیح کہا اور بہت اچھا کہا پھر اُسکو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا ۔

مدائنی کہتے ہیں کہ ہادی نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اپنا استادراز کر یا وہ مفلیے اور ہلاہی گرفتار ہوجائیگا اور سمجھ رکھ کہ تم ایک طرح کی رحمت ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ سلم انخاسر نے ایک قصیدہ متضمن تعزیت وتہنیت لکھا ہے ترجمہ موسٰے کو خلافت وہدایت پہونچگئی ہے۔ اور امیرالمومنین محمد کا انتقال ہوگیا؛ وہ شخص مرگیا جو زمانہ کے غموں کو دورکیا کرتا تھا۔ اور وہ شخص اسکا مسندنشین ہوا ہے کہ جو اکیلا لطف وعنایت کے لیئے کافی ہے۔

مروان بن ابوحفصہ نے بھی ایسی ہی ایک قصیدہ میں لکھا ہے ترجمہ تو صبح کو قبرامیرالمومنین پر فخر کرتا ہوا اٹھا ہے؛ اگر متوفیوں کو اس کے بیٹے کی وجہ سے تسکین نہ دی جاتی تو وہ ہمیشہ روتے رہتے۔ اور موسٰے بھی غم سے خالی نہیں رہا۔ وہ مثل اہل صفاوعشائر کے اژدوہ بسند، رہا۔

حدیث جو ہادی سے مروی ہے

صولی نے بروایت مطلب بن عکاشہ لکھا ہے کہ میں ہادی کے سامنے بطور گواہ کے پیش ہوا کہ فلاں شخص نے قریش کو سخت سست کہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ہادی نے ہمیں بٹھا کر فقہا کو اور نیز مدعا علیہ کو بلایا اور ہمیں پھر شہادت دلوائی ہادی کا رنگ فق ہوگیا اور تھوڑی دیر سرنگون رہ کر سر اٹھایا اور کہا کہ میں نے اپنے والد مہدی سے بروایت عبداللہ بن عباسؓ سنا ہے کہ جسنے قریش کی اہانت کی اسنے خدا کی اہانت کی (مدعاعلیہ کو مخاطب ہوکر) ظالم تونے صرف قریش کی اہانت پرہی بس نہیں کیا۔ بلکہ تونے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک میں بھی گستاخی کی ہے۔ جلاد سے کہا اس ناخلف کی گردن مار دو۔

یہ حدیث اس صورت اور اس روایت سے موقوف ہے۔ اور مرفوعاً دوسرے طور پر مروی ہے۔

ہادی کے زمانہ میں نافع قاری اہل مدینہ وغیرہ کا انتقال ہوا۔

ابوجعفر ہارون الرشید

ابوجعفر ہارون الرشید۔ بن مہدی محمد بن منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس۔

اس کے باپ نے ہادی کے بعد اس کو ولیعہد مقرر کیا۔ شب شنبہ ۱۴ ماہ ربیع الاول ۱۷۰ھ ہجری کو تخت خلافت پر بیٹھا۔

صولی کہتے ہیں کہ اسی شب کو اسکا بیٹا عبداللہ مامون پیدا ہوا تھا۔ کبھی زمانہ سابق میں ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ایک ہی رات میں ایک خلیفہ مرے دوسرا تخت پر بیٹھے اور تیسرا پیدا ہو سوائے اس رات کے۔ پہلے اس کی کنیت ابوموسٰے تھی لیکن بعد میں ابوجعفر ہوگئی۔

اسنے اپنے باپ دادا اور مبارک بن فضالہ سے حدیث کی روایت کی اور اس سے اسکے بیٹے مامون وغیرہ نے روایت کی۔

وہ ایک نہایت ممیز خلیفہ اور دنیا کے بادشاہوں میں ایک بڑا بادشاہ تھا اس نے بہت سے حج کئے اور بڑے بڑے غزوات کئے۔ چنانچہ ابوالعلا رکلابی نے اس کی شان میں کہا ہے ترجمہ جو شخص تجھ سے ملنا چاہے؛ وہ تجھ کو حرمین میں جاکر ڈھونڈے۔ یا انتہا سرحد پر۔ دشمنوں کے ملک میں توزین اسپ پر ملیگا۔ یا ارض مقدس میں کوہان شتر پر۔

۱۴۸ھ ہجری میں بمقام رے اپنے والد ماجد کے عہد حکومت مقام مذکورہ وخراسان میں پیدا ہوا۔ اسکی ماں خیزران تھی جس

بطن سے دو خلیفہ تخت پر بیٹھے۔ جس کی نسبت مروان بن حفصہ نے کہا ہے (ترجمہ شعر) اے خیزران تو بڑی خوش نصیب ہے۔ جسکے دو پسر عالم و خلیفے ہوئے ہیں۔

ہارون الرشید گورا۔ چٹا۔ لانبے قد کا خوب صورت آدمی۔ نہایت فصیح البیان۔ اور علم ادب پر حاوی تھا۔ اپنے زمانہ خلافت میں مرتے دم تک سو رکعت نماز روز پڑھتا رہا۔ اور سوا بیماری کے کبھی ناغہ نہیں کیا۔ اپنے مال میں سے ہزار درہم روز خیرات کرتا اہل علم اور علم دوست تھا۔ محرمات اسلام کی تعظیم کرتا اور رخنۂ دین اور ایسے کلام کا سخت دشمن تھا جو کفر کے خلاف پڑتا ہو۔ چنانچہ جب اسے اطلاع ملی کہ بشر المریسی خلق قرآن کا قائل ہے تو کہنے لگا کہ اگر وہ میرے قابو میں آ جائے تو میں اسکی گردن ماردوں وعظ میں اپنے گناہوں کو یاد کرکے رویا کرتا اور اپنے مدح کرنے والوں کو بہت کچھہ مال دیا کرتا خود بھی شعر کہا کرتا تھا۔ اور اچھا کہتا تھا۔

مرہ بن سماک واعظ اس کے پاس گئے تو انکی بے انتہا تعظیم کی مرہ ابن سماک نے اپنی مدارات دیکھکر کہا کہ باوجود بادشاہت کے آپ کے تواضع آپکی شرف سے بھی زیادہ ہے پھر انہوں نے وعظ کہا اور ہارون الرشید کو خوب رلایا ہارون الرشید بہ نفس خود فضیل بن عیاض کے مکان پر جایا کرتا تھا۔

عبدالرزاق کہتے ہیں ایک روز میں مکہ شریف میں حضرت فضیل بن عیاض کی خدمت میں تھا کہ ہارون الرشید وہاں سے گزرا فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ تم لوگ اس شخص کو اچھا نہیں سمجھتے اور اس سے زیادہ معزز لوگوں میں میرے نزدیک ایسے آدمی کوئی نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ جب وہ مر جائے گا تو سخت مصائب آئیں گے۔

ابو معاویۃ الضریر کہتے ہیں کہ جب کبھی ہارون الرشید کے سامنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لیا جاتا تو وہ کہا کرتا تھا "صلے اللہ علی سیدی"۔ ایک مرتبہ میں نے اسکے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ میں چاہتا ہوں کہ میں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں۔ اور پھر قتل کیا جاؤں۔ ہارون الرشید یہ سنکر رونے لگا۔ ایک روز میں نے اسکے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت آدم و موسے (علی نبینا وعلیہم السلام) کی بحث ہوئی۔ قریش میں سے ایک معزز آدمی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ ان دونوں پیغمبروں کی ملاقات کہاں ہوئی تھی ہارون الرشید یہ سنتے ہی برافروختہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ ایسے شخص کی سزا تلوار ہے زندیق حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعنہ کرتا ہے میں نے بہ مشکل تمام یہ کہکر کہ ان سے نادانستگی میں ایسا ہو گیا۔ خلیفہ کا غصہ فرو کیا۔

ابو معاویہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے خلیفہ کے ساتھ کھانا کھایا (ابو معاویہ نابینا تھے) کسی شخص نے معمول کے موافق میرے ہاتھ دھولائے۔ پھر خلیفہ نے پوچھا کہ کچھہ معلوم ہے کہ کس نے آپ کے ہاتھ دھولائے ہیں میں نے کہا کہ نہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ بغرض اکرام علم کے لیئے خود میں نے آپ کے ہاتھ دھولائے ہیں۔

منصور بن عمار کہتے ہیں کہ فضیل بن عیاض۔ ہارون الرشید۔ اور ایک اور شخص کے سوا میں نے کسی کو وعظ میں روتے نہیں دیکھا

عبداللہ قواریری کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے فضیل بن عیاض سے آیت وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ کے معنے پوچھے حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ قیامت کے روز دنیا دی تمام وسائل منقطع ہو جائیں گے خلیفہ یہ سنکر ڈھاریں مار مار کر رونے لگا۔

اسکے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ جب اسے ابن مبارک کے انتقال کی خبر پہونچی تو مجلس عزا میں بیٹھ گیا اور اعیان سلطنت کو بھی تعزیت ... نفطویہ کہتے ہیں کہ ہارون الرشید اپنے دادا منصور کے قدم بقدم چلتا تھا۔ سوا اسکے کہ وہ حریص و بخیل نہ تھا۔ بلکہ اس کی

بڑھ کر سخاوت میں کوئی خلیفہ اسکا ہمسر نہیں ہوا۔ چنانچہ سفیان بن عیینہ کو اس نے ایک مرتبہ ایک لاکھ روپیہ عطا کیا۔ اور اسحاق موصلی کو دو لاکھ دینے کا حکم دیا۔ اور مروان بن ابو حفصہ کو ایک قصیدے کے صلے میں پانچ ہزار دینار۔ اور خلعت اور اپنے خاصہ میں سے ایک گھوڑا اور دس رومی غلام دینے کا حکم دیا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے ہارون الرشید نے کہا کہ آپ ہم سے غفلت کر کے کیوں ہم پر جفا کیا کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ کی خدمت میں حاضر ہونیکی جلدی میں میں کسی شہر میں نہیں ٹھہرا جب لوگ اٹھ گئے تو میں نے یہ شعر کہا ترجمہ تیری ایک ہتھیلی درہموں سے بھری رہتی ہے اور دوسری تلوار اور رحم سے۔ خلیفہ نے اس شعر کی داد دی اور مجھے کہا کہ مجھے ملا کریں کچھ نہ کہو تو اور خلا میں مجھے پند و نصایح کیا کرو اور علمی باتیں بتلایا کرو پھر مجھے پانچہزار دینار دلوائے۔

مروج الذہب میں مسعودی نے لکھا ہے کہ ہارون الرشید کا قصد تھا کہ بحر روم و بحر قلزم کو قوم فرما کے قریب ملا دے لیکن یحیٰے بن خالد برمکی نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو کفار مسجد حرام سے مسلمانوں کو جھپٹ لے جایا کریں گے اور حجاز تک اپنے جہاز لے آئیں گے۔ یہ سنکر وہ اس ارادے سے باز آگیا۔ جاحظ کہتے ہیں کہ جیسے آدمی ہارون الرشید کو ملے تھے کسی کو نہیں ملے برامکہ اسکے وزیر تھے۔ امام ابو یوسف اسکے قاضی تھے۔ مروان بن حفصہ اسکا شاعر تھا۔ عباس بن محمد اسکا چچا ندیم تھا۔ فضل بن ربیع اسکا حاجب تھا۔ جو کہ سب برگزیدہ اشخاص تھے۔ اسحاق موصلی اس کا گویا تھا۔ اور زبیدہ اوسکی بیوی تھی۔ غرض ہارون الرشید کا زمانہ بمنزلہ ایک دولہن کے تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے حالات ایسے ہیں کہ انکی شرح بہت طویل ہے اُسکی نیکیاں بے انتہا ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے لہو لعب حصول لذات ممنوعہ اور گانا سننا وغیرہ کے حالات کی بھی کمی نہیں ہے۔ خدا اُسکو معاف فرمائے۔

اس کے زمانہ میں حسب ذیل علما نے انتقال کیا۔

مالک بن انس۔ لیث بن سعد۔ قاضی ابو یوسف۔ قاسم بن معن۔ مسلم بن خالد الزنجی۔ نوح الجامع۔ حافظ ابو عوانۃ الیشکری ابراہیم بن سعد الزہری۔ ابو اسحاق الفزاری۔ ابراہیم بن ابو یحیٰے (استاد امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ) اسد الکوفی (امام ابو حنیفہ کے بڑے دوست) اسمٰعیل بن عیاش۔ بشر بن مفضل۔ جریر بن عبد الحمید۔

زیاد البکائی۔ سلیم المقری صاحب حمزہ۔ سیبویہ امام العربیہ۔ ضیغم زاہد۔ عبد اللہ العمری زاہد۔ عبد اللہ بن مبارک۔ عبد اللہ بن ادریس الکوفی۔ عبد العزیز بن ابی حازم۔ دراوردی۔ کسائی شیخ النحو۔ محمد بن حسن (امام ابو حنیفہ کے دوست) ان دونوں نے ایک ہی روز انتقال کیا۔ علی بن مسہر۔ غنجار۔ عیسےٰ بن یونس سبیعی۔ فضیل بن عیاض۔ ابن سماک الواعظ۔ مروان بن حفصہ الشاعر۔ معافی بن عمران الموصلی۔ معتمر بن سلیمان۔ مفضل بن فضالہ قاضی مصر۔ امام موسیٰ کاظم۔ موسیٰ بن ربیعہ ابو الحکم مصری۔ نعمان بن عبد السلام الاصفہانی۔ ہشیم و یحیےٰ بن ابو زائدہ۔ یزید بن زریع۔ یونس بن حبیب نحوی۔ یعقوب بن عبد الرحمن قاری مدینہ۔ صعصعہ بن سلام عالم اندلس (دوست امام مالک) عبد الرحمن بن قاسم (بڑا بھاری دوست امام مالک) عباس بن احنف شاعر مشہور۔ ابوبکر بن عیاش المقری۔ یوسف بن ماجشون۔ و دیگر حضرات کثیرہ۔

سنہ ۱۷۶ھ ہجری میں ہارون الرشید کے زمانہ کا ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن مصعب زبیری نے یحیٰے بن عبد اللہ بن حسن علوی پر خلیفہ کے معاملہ میں تہمت لگائی۔ پھر خلیفہ کے سامنے مباہلہ کرنے کے لیے انہیں طلب کیا۔ چنانچہ وہ دونوں خلیفہ کے سامنے حاضر ہوئے اور یہ دعا کی کہ الٰہی اگر یحیٰے نے امیر المومنین کے معاملہ میں تہمت لگائی ہے تو تو اسکو عذاب میں گرفتار کر۔ عبد اللہ بن مصعب یہ دعا کرتے ہوئے کانپ گیا۔ مگر مجبوراً اسکو کرنی پڑی۔ یحیٰی نے بھی

اسی مضمون کی دعا کی. نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالصمد اسی سفر میں مر گیا۔ اور یحییٰ زندہ رہا۔

سنہ ۱۷۷ ہجری میں شہر دبسہ امیر عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح عباسی کے ہاتھ سے فتح ہوا۔

رمضان سنہ ۱۷۹ ہجری میں ہارون الرشید نے عمرہ کیا اور اسی احرام سے حج کیا اور مکہ شریف سے عرفات تک پیادہ پا سفر کیا۔

سنہ ۱۸۰ ہجری میں سخت زلزلہ آیا جس سے اسکندریہ کے منارے گر پڑے۔

سنہ ۱۸۱ ہجری میں قلعہ صفصاف خود امیر المومنین کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

سنہ ۱۸۳ ہجری میں ملک ارمنیہ میں غدر ہو گیا اور بہت سے مسلمان قتل و قید ہوئے جنکی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی یہ ایسا واقعہ تھا جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

سنہ ۱۸۷ ہجری میں ہارون الرشید کے پاس بادشاہ روم (نقفور نامی) کا خط پہونچا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس نے اس عہدنامہ کو توڑ دیا جو ہارون الرشید سے ملکہ رینی نے کیا تھا۔ اس خط کی عبارت یہ تھی از جانب نقفور بادشاہ روم بنام ہارون الرشید بادشاہ عرب۔ واضح ہو کہ جو ملکہ ہم سے پہلے گزری ہے گو اسکی وہی حیثیت تھی جو شطرنج میں رخ کی ہوتی ہے لیکن آخر ضعیف الرأی عورت تھی۔ بہت سا مال و اموال تمہارے سپرد کر کے بمنزلہ ایک ادنے پیادے کے ہو گئی جو کہ اسکی بے وقوفی تھی۔ اب تمہیں لازم ہے کہ بعد رسید گی خط ہذا جو اسکے مال و اموال ہیں وہ فوراً واپس کر دو۔ ورنہ تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کریگی۔ فقط ہارون الرشید یہ خط پڑھتے ہی ایسا آگ بگولا ہوا کہ کسی کو اس کے چہرے کیطرف دیکھنے کی تاب نہ رہی اور امرا و وزرا ڈر کے مارے اس کے سامنے سے اٹھ آئے اور وزیر رائے دینے سے عاجز آ گیا۔ ہارون الرشید نے دوات قلم منگا کر وہیں اس خط کی پشت پر لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از جانب امیر المومنین ہارون الرشید بنام نقفور سگ روم اے کافر کے بچے میں نے تیرا خط پڑھا۔ اسکا جواب تو اپنی آنکھ سے دیکھ لیگا۔ سننے کی ضرورت نہیں فقط اور اسی روز لشکر کو لیکر روانہ ہو گیا اور شہر ہرقل پر پہونچکر وہ معرکہ آرائی کی جو اب تک مشہور چلی آتی ہے۔ اور فتح کلی پائی۔ نقفور بادشاہ روم نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ اور ہر سال خراج پہونچا دینا منظور کیا۔ ہارون الرشید نے اسکو قبول کیا اور واپس چلا آیا۔ لیکن ابھی وہ رقہ ہی میں پہونچا تھا کہ شامت اعمال سے پھر نا ہنجار نقفور نے نقض عہد کیا۔ اس خبر کو گوش گزار خلیفہ کرنے کی کسی کو جرأت نہوئی آخر عبداللہ تیمی نے ان اشعار میں یہ خبر سنائی۔ ترجمہ جو کچھ آپ نے نقفور کو عطا کیا تھا اسمیں اسنے نقض عہد کیا ابھی اسکے گردش ایام باقی ہیں۔ امیر المومنین کو خوشخبری پہونچا کہ کچھ اور بہتیری بکریاں خدا نے آپ کو عطا کی ہیں۔

ابوالعتاہیہ نے بھی کچھ اشعار عرض کیے۔ بس پھر کیا تھا۔ ہارون الرشید فوراً ہی سخت مشقت اٹھا کر روم میں پہونچا اور جب تک کہ امیر المومنین اپنے ارادے کے مطابق کامیاب نہ ہوا۔ اور نقفور کو تباہ نہ کر لیا۔ آرام نہ لیا

ابوالعتاہیہ نے اس فتح پر ایک قصیدہ پیش کیا تھا جس کے اشعار یہ ہیں ترجمہ ہرقلہ جنگ سے تباہ ہو گیا۔ بادشاہ موفق الصواب نے اسکو خراب کر دیا۔ ہارون وہاں موت اور شمشیر براں لیکر پہونچا۔ اور وہ رایات کہ جنکے لیے نصرت و فتح حلال ہے وہاں اسطرح پہونچے جیسے بادلوں کے ٹکڑے۔

سنہ ۱۸۹ ہجری میں اہل روم نے مسلمانوں کو ایک ایک کر کے نکال لیا۔

سنہ ۱۹۰ ہجری میں ہرقلہ فتح ہوا۔ اور روم میں بسر کردگی شراحیل بن معن بن زائدہ افواج بھیجی گئیں۔ اور اسی کے ہاتھ پر دو مکانات سوقہ صقالیہ فتح ہو گئے۔ یزید بن مخلد نے فالقونیہ فتح کیا اور حمید بن معیوف قبرس پہونچا اور اسکو

گرا اور جلا کر سولہ ہزار آدمی گرفتار کر لایا۔

۱۹۲ سنہ ہجری میں ہارون الرشید خراسان کی طرف گئے۔ محمد بن صباح طبری کہتے ہیں کہ میرے والد نے نہروان تک اُن کی مشایعت کی۔ راستہ میں آپسمیں باتیں ہونے لگیں۔ اثنا گفتگو میں امیر المومنین نے کہا کہ صباح امید نہیں کہ اس کے بعد تم مجھے دیکھ سکو۔ انہوں نے کہا کہ خدا آپ کو بسلامتی پھر لائے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ مجھے امید نہیں ہے شاید تمہیں حالات معلوم نہیں ہیں آؤ میں تمہیں بتلاؤں۔ پھر راستہ سے ذرا الگ ہو کر کہا کہ صباح حالت یہ ہے کہ جو کچھ میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں وہ کسی نہ کسی طریقہ سے ظاہر ہی ہو جاتا ہے تم اس راز کو پوشیدہ رکھنا یہ دیکھو (پیٹ پر سے کپڑا اٹھا کر دکھلایا کہ ایک ریشم کی پٹی لپٹی ہوئی تھی) یہ مرض میں مدت سے چھپا رہا ہوں۔ میرے بیٹوں کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک کے ساتھ ایک ایک حمایتی لگا ہوا ہے۔ چنانچہ مسرور مامون کا رقیب ہے اور جبریل بن بختیشوع امین کا حمایتی بنا ہوا ہے۔ اور تیسرا میں بھول گیا کہ کون آدمی ہے مگر میں اپنے دن گن رہا ہوں تم سے اگر ہو سکے تو ابھی سوار ہو کر یزید بردوں کے پاس پہونچو اور اُس کو میری اس مرض کی خبر دیدو اور اُسے میرے علاج کے لیئے بلا لاؤ۔ چنانچہ میرے والد اُسی وقت روانہ ہو گئے۔ اور ہارون الرشید جرجان کی طرف چلا گیا پھر وہاں سے بحالت علالت ۱۹۳ سنہ ہجری میں طوس گیا اور وہیں انتقال کیا۔

۱۷۵ سنہ ہجری میں ہارون الرشید نے اپنی بیوی زبیدہ کی خوشنودی خاطر کے لیئے محمد کو اپنا جانشین بنایا اور اسکا لقب امین رکھا حالانکہ اسوقت اسکی عمر کل پانچ برس کی تھی۔ بقول ذہبی کے اسلام میں یہ سب سے پہلی بات تھی کہ ایسے خوردسال بچے کو ولی عہد بنایا گیا ہو۔

۱۸۲ سنہ ہجری میں پھر اس نے اپنے بیٹے کو مامون لقب دیکر امین کا ولیعہد بنایا۔ اور اسکو تمام خراسان کا حاکم کرکے بھیجا پھر ۱۸۶ سنہ ہجری میں ایک اور خوردسال لڑکے قاسم کو موتمن کا خطاب دیکر ان دونوں کے بعد ولی عہد مقرر کیا۔ اور اُسکو جزیرہ اور ثغور کی حکومت دیدی۔ اور اپنی سلطنت کو یوں تین حصوں میں منقسم کر دیا اور دستاویز ولی عہدی ہر سہ پسران کعبہ شریف میں آویزاں کر دی گئی۔ اسپر بعض عقلا نے اسیوقت کہا کہ ہارون الرشید نے ان تینوں کے آپس میں دشمنی کا بیج بو دیا اور رعایا کو مفت خراب کیا۔ شعرا نے ان تینوں ولی عہدوں کی تقرری پر قصائد لکھے۔ جن میں کعبہ شریف میں دستاویز لٹکا دینے کے واقعہ کو بھی نظم کیا چنانچہ ابراہیم موصلی نے کہا ہے ترجمہ۔ خیر الامور کی نوبت آنے والی ہے۔ اور حق الامور تمام ہونیوالا ہے۔ خلیفہ نے اپنے احکام کو بیت الحرام میں لٹکا دیا ہے۔

عبد الملک بن صالح نے اسی کے متعلق کہا ہے (ترجمہ) خلیفہ کی محبت ہمارے دلوں میں اسقدر ہے کہ اس جیسی اور کسیکی نہیں۔ اسکی محبت کے جوش نے ہم کو باد سموم کی طرح جلا دیا ہے۔ قسم بخدا کہ ہارون بڑا منتظم تھا۔ اور ایسا برگزیدہ تھا کہ اسنے دین اسلام اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برجا خود استوار کیا۔ اور ہارون نے ہمارے آرام کے لیئے امین۔ مامون اور موتمن کو مختلف جگہوں میں حاکم مقرر کیا۔

کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے معتصم کو اس لئے خلافت سے محروم رکھا کہ وہ ان پڑھ تھا مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ اسی کی اولاد میں سے تمام بعدہ خلفا ہوئے اور ہارون الرشید کی نسل اسی سے چلی۔ اور دوسرے بیٹوں کی اولاد سے نسل ہارون الرشید سے کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔

سلم الخاسر نے امین ولیعہد کے متعلق حسب ذیل اشعار کہے ہیں۔ ترجمہ۔ ان جگہوں کو جو کہ خاک آلودہ اور میلی ہو گئی ہیں خبر کر دے۔ کہ کل صباح ابر باران تم کو شاداب کر دے گا بتحقیق بیعت خلافت محمد کی ہدایت کی ہو گئی ہے۔ جولہ

محمد نام پسر زبیدہ دختر جعفر کا ہے۔
اللہ ہمارے خلیفہ کو توفیق نیک اُس کے ایام خلافت میں دیوے۔ اور وہ امورات خلافت کو پورا پورا سرانجام کرے۔ وہ نسلاً بعد نسلٍ باپ دادا سے خلیفہ ہے۔ جس کی شہادت عوام الناس اور تواریخ سے عیاں ہے۔ اسپر زبیدہ والدہ امین نے ایک جوہر گراں بہا عطا کیا۔ جسکی قیمت بیس ہزار دینار بوقت فروخت اسکو وصول ہوئے۔

ہارون الرشید کے بعض دلچسپ حالات

سلفی نے طیوریات میں لکھا ہے کہ ابن مبارک کہتے ہیں کہ جب ہارون خلیفہ ہوا تو اُسکا دل مہدی کی ایک کنیزک پر آگیا اور اسکو طلب کیا۔ لیکن اس نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ میں تمہارے والد کی ہمخوابہ رہ چکی ہوں اسلئیے تم مجھسے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے لیکن ہارون الرشید تو دل کے ہاتھوں مجبور تہا۔ اس نے فوراً قاضی ابو یوسف رحؒ کو بُلایا اور ان سے چارہ کار پوچہا انہوں نے کہا کہ امیر المومنین یہ فرض کر لینا کہ تمام کنیزکیں سچ بولا کرتی ہیں صحیح نہیں ہے ممکن ہے کہ وہ جھوٹ بولتی ہو۔ آپ اُسکو سچا نہ مانئیے۔ ابن مبارک کہتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ اس واقعہ میں کن کن باتوں پر تعجب کروں آیا ایسے بادشاہ پر جسکے ہاتھوں میں مسلمانوں کے جان و مال دیدیئے گئے ہیں اور وہ باپ کی حرمت کا بھی لحاظ نہیں کرتا یا اس کنیزک پر جسنے بادشاہ تک سے کنارہ کیا۔ یا اس فقیہ زمانہ و قاضی ممالک اسلامی پر جسنے بادشاہ کو مشورہ دیا۔ باپ کی حرمت کی توہین کر اور اپنے باپ کی ہمخوابہ سے قضاء شہوت کر۔ اور گناہ میری گردن پر رکھ۔
عبد اللہ ابن یوسف کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف سے کہا کہ میں نے ایک کنیزک خریدی ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس سے قبل از استبرا صحبت کروں اگر کوئی حیلہ ہو تو بتلائیے قاضی ابو یوسف نے کہا کہ اسکو اپنے کسی بیٹے کو ہبہ کر دیجئیے اور پھر اُس سے نکاح کر لیجئیے۔
اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے رات کو قاضی ابو یوسف کو بلا کر کوئی مسئلہ پوچھا۔ اور پھر انکو ایک لاکھ درہم دیئے کا حکم دیا قاضی ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ درہم مجھے صبح سے پہلے ملجانے چاہئیں۔ چنانچہ امیر المومنین نے حکم دیدیا کہ فوراً ادا کر دیئے جائیں۔ لیکن ایک شخص نے کہا کہ خزانچی اپنے گھر ہے اور خزانہ کا دروازہ بند ہے۔ قاضی ابو یوسف نے فرمایا۔ کہ دروازے تو اُسوقت بھی بند تھے کہ جب میں بلایا گیا تہا۔ یہ سنکر فوراً خزانہ کھلوا دیا گیا۔
صولی نے یعقوب بن جعفر سے نقل کیا ہے کہ جس سال ہارون الرشید تخت خلافت پر بیٹھا اسی سال اس نے روم پر حملہ کیا اور شعبان میں واپس آکر حج کیا۔ اور حرمین شریفین میں مال کثیر خرچ کیا۔ اُس نے اسی زمانہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرما رہے ہیں کہ اسی ماہ میں امر خلافت تجھ کو پہنچ جاویگا تجھے چاہیے کہ جہاد کرے اور حج ادا کرے۔ اور اہل حرمین پر مال کثیر خرچ کرے چنانچہ ہارون الرشید نے ہر ایک حکم کی تعمیل کی۔
معاویہ بن صالح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رشید نے سب سے پہلا شعر اس حج کے وقت کہا تہا جو کہ اس نے خلافت کے پہلے سال میں کیا تہا۔ وہ ایک مکان میں گیا تو اسکی دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا تہا ترجمہ اے امیر المومنین کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے ہجران دوست کو تیر اندیہ بنا یا ہے۔
ہارون الرشید نے وہیں دوات منگوا کر اسکے آگے اپنی قلم سے یہ شعر لکھا۔ ترجمہ ہاں۔ وہ اونٹ جو حرم میں ذبح کرنے کے واسطے تیار کیا جائے مکہ میں دوڑنے سے عاجز رہ گیا ہے۔

سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کا فہم علما کا سا تہا اکثر شعرا کے اشعار میں ایسی جچی اصلاح دیتا تہا کہ خود شاعر دنگ رہ جاتے تہے۔ چنانچہ نعمانی نے ایک دفعہ اس کے گھوڑے کی صفت میں یہ شعر کہا (شعر) کَاَنَّ اُذْنَیْہِ اِذَا تَشَوَّفَا قَادِمَۃٌ اَوْ قَلَمٌ مُحَرَّفَا۔ ترجمہ اسکے گھوڑے کو جب آراستہ کیا جاتا ہے تو اسکے کان مثل لمبے پیروں کے یا مثل قلم محرف کے ہوجاتے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے فرمایا کہ بجائے کَاَنَّ کے تَخَالُ اُذْنَیْہِ کہو تو وزن شعر درست آویگا۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ خلیفہ نے ایک مرتبہ قسم کہائی کہ ایک کنیزک کے پاس (جوا سے بہت محبوب تھی) ایک وقت خاص تک جاؤنگا۔ وہ زمانہ بھی گزر گیا۔ مگر وہ کنیزک راضی نہ ہوئی اسپر ہارون نے یہ شعر کہا ترجمہ جب اسنے مجھے فریفتہ دیکہا تو وہ روگردان ہوگئی اسکے فراق محبت میں مجھے زمانہ دراز صبر کرنا پڑا۔ وہ میری مملوکہ تہی۔ مگر مالکہ ہوگئی۔ یہ امر زمانہ کی عجیب باتوں میں سے ایک ہے۔ پھر ابوالعتاہیہ شاعر سامنے آگیا خلیفہ نے کہا کہ کچھ اور مصرعے اسپر ایزاد کر چنانچہ اسنے کہا کہ ترجمہ غلبہ محبت نے مجھے اُس کی نگاہ میں ذلیل کردیا اسکی محبت مجھے کیوں نہ ہو وہ حسین ہی ایسی ہے یہی وجہ ہے کہ میں اسکا مملوک ہوگیا۔ اور اسی وجہ سے میری حالت لوگوں پر ظاہر ہوگئی۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے ایک زندیق کو گرفتار کرایا۔ اور اُسکی گردن مار دینے کا حکم دیا وہ پوچھنے لگا کہ آپ مجھے کس گناہ میں قتل کراتے ہیں خلیفہ نے کہا تاکہ تیرے فتنہ سے لوگ امن میں ہوجائیں اُس نے کہا کہ ان ہزار احادیث کو آپ کیا کریں گے کہ جو مینے اپنی طرف سے وضع کرکے شائع کردی ہیں۔ حالانکہ ان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہو ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اے دشمن خدا تو کس خیال میں ہے۔ ابواسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک جیسے نقاد موجود ہیں۔ ایک ایک حرف نکالکر باہر پھینک دیں گے۔

صولی نے لکہا ہے کہ اسحاق ہاشمی کہتے ہیں کہ ہم ہارون الرشید کے پاس بیٹھے ہوئے تہے اُس نے کہا کہ مینے سنا ہے کہ عوام الناس کا یہ خیال ہے کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض ہے حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میرے نزدیک حضرت علی سے بڑہکر کوئی شخص محبوب نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں وہ لوگ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ جنکو ہم سے بغض ہے اور ہمپر الزام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہماری سلطنت میں فساد ڈلوانا چاہتے ہیں اور یہ محض اسلیئے کہ میں نے انکو سزائیں دی ہیں۔ اور وہ بنوامیہ کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ اور کوشاں ہیں کہ ہمیں کوئی آدمی انکی طرف رجوع کرے۔ باقی رہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادگان میرے اعتقاد کے روسے وہ سردار قوم اور سابق الی الفضل ہیں۔ مینے اپنے والد خلیفہ مہدی سے یہ حدیث بروایت حضرت عبداللہ ابن عباس سُنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان دونو (امام حسنؓ وحسینؓ) سے محبت رکہی اور جس نے ان سے بغض رکہا۔ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور نیز یہ حدیث کہ حضرت فاطمہ زہرا سوا مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم کے تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک روز ابن سماک ہارون الرشید کے پاس گئے خلیفہ کو پیاس لگی تو پانی طلب کیا گیا۔ جب پانی ایک پیالہ میں لاکر پیش کیا گیا تو خلیفہ ابہی پینے کو تہا کہ ابن سماک نے کہا کہ امیرالمومنین ذرا ٹھیر جایئے۔ یہ بتلایئے کہ اگر پانی آپ کو نہ ملے تو شدت پیاس میں آپ ایک پیالہ پانی کا کتنے تک میں خریدیں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ نصف سلطنت تک دیکر مول لے لوں۔ ابن سماک نے کہا کہ اب پی لیجئے جب وہ پی چکا تو انہوں نے پھر پوچھا کہ اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں رہ جائے اور نہ نکلے تو اسکے نکلوانے کے عوض میں آپ کیا خرچ کریں۔ امیرالمومنین نے کہا کہ باقی تمام سلطنت دے ڈالوں۔ ابن سماک نے کہا بس یہ سمجھ لیجئے کہ آپکا تمام ملک ایک گھونٹ پانی اور پیشاب

کی قیمت دکھتا ہے۔ پس لازم ہے کہ اسپر غرۃ نہ ہو۔ یہ سنکر ہارون بہت ہی رویا۔
ابن جوزی کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے شیبان سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپکا کوئی مصاحب ایسا ہو کہ جو آپ کو خوف دلاتا ہے مگر انجام اسکا بخیر ہو۔ تو وہ اس مصاحب سے اچھا کہ جو آپکو خوف سے آزاد کردے مگر انجام اسکا برا ہو ہارون الرشید نے کہا کہ واضح تر فرمائیے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص آپ سے یہ کہے کہ قیامت میں آپ سے رعیت کے متعلق سوال ہونیوالا ہے آپ خدا سے ڈرتے رہیئے تو وہ اس شخص سے کہیں اچھا ہے کہ جو یہ کہے۔ کہ آپ اہل بیت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں اور بوجہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ ہارون الرشید یہ سنکر ایسا رویا کہ پاس بیٹھنے والوں کو رحم آنے لگا۔
صولی نے اپنی کتاب الاوراق میں لکھا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا اور اُس نے یحیٰی بن خالد برمکی کو اپنا وزیر بنایا تو ابراہیم موصلی نے یہ اشعار کہے۔ ترجمہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ آفتاب بیمار تھا۔ جب ہارون بادشاہ ہوا تو اسکا نور چمکنے لگا۔ دنیا از روئے جمال کے اس ملک سے ملبس ہوگئی کیونکہ ہارون اسکا بادشاہ ہے اور یحیٰی اسکا وزیر۔ پس ہارون الرشید نے ایک لاکھ درہم ابراہیم کو اور پچاس ہزار یحیٰی بن خالد کو عطا کیئے۔
داؤد بن رزین وسطی نے اسی کے متعلق حسب ذیل شعر کہے ہیں (ترجمہ) ہاروں کی بادشاہت سے نور ہر ایک شہر میں چمکنے لگا۔ اور ہر جگہ عدل والضاف قائم ہوگیا۔ امام (خلیفہ) ایسا نیکوکار ہے کہ صباح کے وقت یا خدا میں مشغول رہتا ہے۔ اور ہمیشہ وہ فتوحات وحج کی طرف زیادہ راغب رہتا ہے۔ اسکے لمعات انوار چہرہ سے لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ جبکہ اسکا منور و درخشندہ منظر لوگوں کے سامنے ہوتا ہے۔ اسکے دست سخاوت کے آگے مال ایک ذرہ مثال ہے۔ وہ ہر ایک حاجتمند کو اسکی خواہش سے بہت زیادہ عطا کر دیتا ہے۔
قاضی فاضل کہتے ہیں کہ سوا دو بادشاہوں کے کوئی ایسا نہیں ہوا کہ جس نے طلب علم میں سفر کیا ہو۔ ایک ہارون الرشید نے اپنے بیٹوں امین اور مامون کو لیکر موطا امام مالک کی سماعت کے لیئے سفر کیا۔ چنانچہ جس نسخے میں اس نے پڑھا تھا وہ شاہان مصر کے پاس محفوظ تھا اور دوسر اسلطان صلاح الدین بن ایوب جو اسی کو سننے کے لیئے اسکندریہ گیا تھا اور اسکو علی بن طاہر بن عوف نے سنایا۔ سوائے انکے تیسرا آدمی ہمیں ایسا شائق علم معلوم نہیں ہوا
منصور عزی نے خلیفہ کے سعی علم کے متعلق کہا ہے۔ کہ ترجمہ) خلیفہ نے قرآن شریف کو ہر امر میں دلیل اور حجت مقرر کیا اور اس نے قرآن پاک کو تمام امورات کے لیئے ذمام محکم کرکے چن لیا۔
شاعر مذکور نے اسی کے متعلق ایک قصیدہ کہا ہے۔ ترجمہ امراء و وزراء و رؤسا جب اس کے پاس جمع ہوتے ہیں تو خدا انپر رحمت کرے بہت گراں بار مجمع ہوتا ہے کہتے ہیں۔ کہ خلیفہ نے اسکو ایک لاکھ انعام دینے کا حکم دیا۔
حسین بن فہم کہتے ہیں۔ کہ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا ہے۔ کہ مجھے یہ بات زیادہ پسند آتی ہے جو میری تعریف کرے۔ ترجمہ۔ والد امین۔ مامون اور موتمن کا ایسا اکرم و نیکوکار ہے جسکا ثانی پیدا نہیں ہوا۔
اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کیخدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ اشعار سنائے (ترجمہ) مجھے بخیلی کی طرف راغب کیا جاتا ہے۔ مگر اسکی کمی کے لیئے میں کہتا ہوں۔ بس یہ ایسی چیز ہے جسکے لیئے کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں اسکو بخل کا اہل پاتا ہوں۔ بس اسکو بخیل کہنے کی بجائے اپنے نفس کو ہی باز رکھتا ہوں۔ اور اسکے اچھے حالات کے اندازہ کی نسبت اگر مجھے علم ہوتا۔ تو کوئی امر قابل ردوع ہے تو اسکے کرنیکے لیئے کہا جاتا

میری بخشش کثرت سے سخاوت کرنیوالوں جیسی ہے۔ اور جیسے آشکارا ہے میرے پاس مال تھوڑا ہے۔ مجھے فقر سے کسطرح خوف ہوسکتا ہے۔ یا میں بخشش کو تحریم کرسکتا ہوں۔ جبکہ میں امیرالمومنین کو اس سے زیادہ مستغنی پاتا ہوں۔ پس آپ نے کہا۔ کہ یہ تو نہیں ہے مگر خدا نے چاہا تو ہوگا۔ اور حکم دیا کہ ایک لاکھ درہم اسکو دیدو۔ آپ کے اشعار جواہر آبدار کیطرح ہیں جن کے اصول روشن اور تشریح عمدہ ہیں۔ میں نے عرض کی امیرالمومنین آپکا کلام میرے اشعار سے بدرجہا بہتر ہے۔ اسپر آپ نے حکم دیا کہ ایک لاکھ اور انعام دیدو۔

طیوریات میں اسحاق موصلی نے لکھا ہے۔ کہ ابوالعتاہیہ نے ابونواس سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ جو تعریف اسکان کی خلیفہ ہارون الرشید نے کی ہے۔ میں اس سے بڑھکر کہوں۔ چنانچہ میں اس سے سبقت لے گیا ہوں۔ ترجمہ میں نے تجھکو خوف خدا سے ڈرنے کیلئے کہا جسکو تو نے مان لیا۔

محمد بن علی خراسانی کہتے ہیں کہ بنو عباس میں سب سے پہلے رشید ہی نے چوگان کھیلا۔ اور تیر سے نشانہ بازی کی اور شطرنج کھیلی۔ صولی کہتے ہیں کہ اسی نے گویوں کے مراتب و طبقات مقرر کیئے۔

صولی کہتے ہیں۔ کہ ہارون الرشید نے بوقت وفات ھیلانہ کنیز کے حسب ذیل اشعار مرثیہ کہے۔ ترجمہ۔ ھیلانہ کی موت نے مجھے رنج و ملال انتہای پہونچایا۔ اسکی جدائی نے میری زندگی کو ایسا خراب کردیا۔ کہ میں اسکے اظہار کے قابل بھی نہیں رہا۔ بحالت حیات وہ میری راحت کا موجب تھی۔ اور اب بعد مرگ اسنے میرے تمام آرام جدا کردیئے۔ دنیا میں مخلوق تو بہت ہے۔ مگر اس جیسا انسان مجھے نظر نہیں آتا۔ واللہ بخدا علی کیطرف سے جب ہوا چلتی ہے تو مجھے بے قرار کردیتی ہے۔ اور تیری یاد نہیں بھولتی۔

صولی خلیفہ کا دوسرا مقولہ یہ بھی ذکر کیا ہے۔ (ترجمہ) اے خدا تو جوان و شوی کو جدا کرنیوالا ہے۔ اور بادشاہوں اور ملک کا مالک و خالق ہے۔ تو ہمیں اب جان دیدینے کی توفیق دی۔ کیونکہ دیلم اور ترکوں میں سے ہم نہیں ہیں۔

ہارون الرشید نے موقعہ جنگ پر طوس دواکاں میں انتقال کیا اور وہیں ۲ جمادی الآخر ۱۹۳ھ ہجری کو دفن ہوا کل بینتالیس سال عمر پائی اس کی نماز جنازہ اس کے بیٹے صالح نے پڑھائی۔

صولی کہتے ہیں ہارون الرشید نے کئی کروڑ دینار اسباب و جواہر و نقرہ اور گھوڑے کروڑوں دینار کی مالیت کہتے ہیں کہ حکیم جبریل بن بختیشوع نے اسکے علاج میں غلطی کھائی۔ اور یہی اُسکی موت کا سبب ہوگیا۔ ایک روز اسکا ارادہ ہوا کہ اسکا عضو کاٹ ڈالے مگر ہارون الرشید نے کہا کہ کل تک ٹھیر جاؤ۔ کل صبح آرام ہو جاوے گا۔ پس وہ اسی روز مرگیا۔

ہارون الرشید نے خواب میں دیکھا کہ میں طوس میں امانت دار بنایا گیا ہوں صبح اٹھتے ہی اُس نے قبر کھودوانیکا حکم دیا۔ اور خود قبہ شتر پر سوار ہوکر دیکھنے کو گیا۔ اور قبر پر کھڑا ہوکر کہنے لگا۔ کہ اے ابن آدم لے اب اسکو اختیار کر پھر اسمیں چند لوگوں کو اُتارا اور ایک ختم قرآن کرایا۔ اور خود وہیں ہودج میں کنارہ قبر بیٹھا رہا۔

اوسکے انتقال کے بعد لوگوں نے بغداد میں اس کے بیٹے امین سے بیعت کی۔ چنانچہ اسنے لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی اور خطبہ پڑھکر اپنے باپ کے مرنے کی خبر سنائی اور اس روز بیعت عام ہوئی۔ رجار خادم ہارون الرشید کی چادر عصا اور مہر لیکر بارہ روز میں مرو سے بغداد میں پہونچا اور تینوں چیزیں جمادی الثانی کے نصف ماہ میں امین کے سپرد کردیں۔

ابوالشیص نے ایک مرثیہ میں خوب لکھا ہے ترجمہ مشرق میں آفتاب غروب ہوگیا۔ اسی کیلئے میری آنکھوں سے آنسو

رہی ہیں، کسی نے آفتاب کو اسی سمت میں غروب ہوتے نہ دیکھا ہوگا کہ جہاں سے وہ نکلا تھا۔

ابونواس شاعر نے ایک قصیدہ متضمن بتعزیت وتہنیت کہا ہے ترجمہ دنیا پر سعد ونحس کی عملداری ہوگئی ہم بزم ماتم میں بھی ہیں اور بزم شادی میں بھی × دل روتا ہے اور آنکھیں ہنستی ہیں × ہم پر وحشت بھی برستی ہے اور انس بھی امین کا تخت پر بیٹھنا ہمکو ہنساتا ہے × اور کل کے دن کا صدمہ وفات امیر المومنین ہمکو رولاتا ہے × ایک آفتاب بغداد میں طلوع ہوا ہے × اور دوسرا آفتاب بمقام طوس خاک میں غروب ہوگیا۔ دو بدر ہیں جنمیں سے ایک نے تو بغداد میں طلوع کیا ہے۔ اور دوسرے نے خاک گور طوس میں بہشت بریں پر۔

جو احادیث کہ ہارون الرشید سے روایت کی گئی ہیں۔ انکے متعلق صولی کہتے ہیں۔ کہ مجھے عبدالرحمٰن بن عوفؓ بذریعہ جد خود کہا ہے۔ کہ رشید نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ کہ مجھے مبارک بن فضالہ نے حسن سے بذریعہ انسؓ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (۱) آتش دوزخ سے بچو خواہ وہ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر ہو۔

(۲) محمد بن علی نے حضرت علی ابن ابوطالب سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے منہ پاک و صاف کرو کیونکہ وہ قرآن کا راستہ ہے۔

امین محمد ابو عبداللہ

امین۔ محمد ابوعبداللہ بن ہارون الرشید۔ کو اسکی باپ ہی نے ولیعہد مقرر کیا تھا۔ چنانچہ اوسی کے موافق تخت خلافت پر بیٹھا۔ امین گورے رنگ۔ لانبے قد کا خوبصورت جوان۔ جوانمرد صاحب قوت وشجاعت شخص تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس نے اپنے ہاتھ سے شیر مارا۔ فصیح وبلیغ وادیب اور بافضیلت آدمی تھا۔ مگر صاحب تدبیر نہ تھا۔ ہمیشہ الٹی تدبیر چلتا تھا۔ نہایت فضول خرچ اور ضعیف الرا احمق تھا۔ اور کسی طرح خلافت کی قابلیت نہ رکھتا تھا۔

تخت نشینی کے دوسرے ہی روز قصر منصور کے پاس چوگان کھیلنے کے لیئے میدان بنانے کا حکم دیا۔

سنہ ۱۹۴ہجری میں اپنے بھائی قاسم کو (جسے خود ہارون الرشید نے مامون کا ولیعہد بنایا تھا) معزول کردیا۔ اور اپنے بھائی مامون سے بگاڑ کر بیٹھا۔

کہتے ہیں کہ فضل بن ربیع کو خوف تھا۔ کہ اگر خلافت مامون کو پہونچگئی تو اس کی نہ چلیگی۔ لہذا اس نے امین کو برانگیختہ کیا۔ کہ خود خلع کرکے اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد مقرر کردے۔

جب مامون کو قاسم کے معزول ہونے کی خبر پہونچی تو اس نے امین سے قطع تعلق کرلیا اور اسکا نام فرامین اور سکوں سے نکلوا ڈالا۔

امین نے مامون کو لکھا کہ میں نے اپنا ولیعہد اپنے بیٹے موسیٰ کو مقرر کرلیا ہے۔ اور تم کو اس کا ولیعہد بنایا ہے۔ مامون نے اس حکم کے ماننے سے قطعی انکار کردیا۔ امین کا ایلچی نے پوشیدہ طور پر مامون سے بیعت کرلی اور واپس جاکر دارالخلافہ سے وہاں کے حالات اسکو لکھتا رہا اور عراق کے متعلق اسے رائیں دیتا رہا۔ جب امین کے پاس قاصد واپس آیا۔ اور مامون کی انکار سے اسکو اطلاع ملی تو اس نے مامون کا نام ولیعہدی سے نکال ڈالا اور وہ دستاویز جو ہارون الرشید نے لکھکر کعبہ شریف میں لٹکوادی تھی۔ واپس منگواکر پھاڑ ڈالی اس سے آپس میں فساد اور بھی بڑھ گئی۔ اکثر اہل الرائے امین کو نصیحتیں کیں مگر کون سنتا تھا۔ چنانچہ خازم بن خزیمہ نے ہزار سمجھایا کہ آپکو اس امر کا خیال نہیں

معلوم ہوتا کہ کون جھوٹا اور چاپلوس ہے۔ اور کون سچا مخلص ہے۔ آپ خلع نہ کیجیئے ورنہ خلافت سے قطعی جاتے رہینگے اور نقض عہد نہ کیجیئے ورنہ لوگ آپکی بیعت توڑ دیں گے یاد رکھیئے کہ غدر کرنے والے سے لوگ دشمنی کرنے لگتے ہیں اور نقض عہد کرنے والے سے لوگ بیزار ہوجاتے ہیں۔ لیکن امین نے ایک نہ سنی اور لوگوں کو عطیات سے اپنی طرف مائل کرلیا اور ان سے اپنے بیٹے موسےٰ کی بیعت لے لی۔ اور اسکا خطاب ناطق بالحق رکھا۔ حالانکہ یہ ناطق بالحق صاحب ابھی دودھ پیتے بچے تھے۔ اسکے اوپر بہت شعراء نے نظمیں لکھیں۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ترجمہ خلافت کو وزیر کی بد دیانتی ٭ امیر کے فسق اور مشیر کے جہل نے تباہ کردیا ہے ٭ اسکا فضل وزیر اور بکر مشیر ہے ٭ وہ کام کرتے ہیں جس سے امیر کی جان پر بن آتی ہے ٭ خلیفہ کا لواطت کرنا عجیب بات ہے ٭ اور اس سے عجیب تر وزیر کا اور دگلوہا وہ کرتا ہے اور یہ کراتا ہے ٭ واللہ یہ بات خلاف امور ہے۔ اس سے بھی عجیب تر دودھ پیتے بچے سے بیعت لینے کا واقعہ ہے۔ جو اپنی آبدست نہیں کرسکتا۔ اور اسکی دایہ اسکے پیشاب پاخانہ سے خالی نہیں رہ سکتی ٭ یہ سب باتیں فضل و بکر کی عنایت سے ہیں کہ وہ قرآن شریف پہ پانی پھیر دینا چاہتے ہیں ٭ اگر انقلاب زمانہ نہ ہوتا تو بھلا یہ باتیں دانایان جہان کہاں دیکھنے میں آتیں ٭

جب مامون کو اسکی خلع کا یقین ہوگیا تو اُسنے امام المومنین اپنا خطاب مقرر کیا۔ اور فرامین وغیرہ پر یہ لکھوایا۔ امین نے خبر کر ۱۹۵ھ ہجری میں علی بن عیسےٰ بن ماہان کو ہمدان ونہاوند وقم واصفہان کا حاکم مقرر کیا۔ حالانکہ یہ تمام شہر مامون کی جاگیر میں تھے۔ علی بن عیسےٰ نہایت طمطراق کے ساتھ نصف جمادی الآخر میں چالیس ہزار فوج اور ایک چاندی کی بیڑی بزعم خود مامون کے قید کرنے کے لیئے لیکر نکلا۔ مامون نے اپنی طرف سے طاہر بن حسین کو چار ہزار فوج سے بھی کم دیکر روانہ کیا۔ مگر طاہر کو فتح ہوئی اور علی بن عیسےٰ میدان جنگ میں قتل کیا گیا۔ اور اُسکی فوج بھاگ نکلی۔ طاہر نے علی کا سر کاٹ کر مامون کے پاس بھیجا اور مامون نے حکم دیا کہ تمام خراسان میں یہ سر گھمایا جائے۔ اور مامون کو لوگوں نے خلیفہ مان لیا۔

اس واقعہ کی خبر امین کو ایسے وقت پہونچی کہ وہ مچھلی کا شکار کررہا تھا۔ قاصد سے کہنے لگا کہ کمبخت مجھے اتنی تو مہلت دی ہوتی یہاں امین شکار میں مصروف تھا۔ اور وہاں مامون تخت خلافت پر بیٹھ گیا۔

عبداللہ بن صالح جرمی کہتے ہیں کہ جب علی بن عیسیٰ قتل ہوگیا تو خاص بغداد میں سخت فتنہ وفساد برپا ہوگیا۔ اور اب امین اپنے بھائی کو معزول کرکے پچھتایا اور امراء کی طمع کا حال اسکو معلوم ہوا۔

اسپر غضب یہ ہوا کہ فوج کی تنخواہ تقسیم نہیں ہوئی اور سپاہیوں نے امین سے تقاضا کرنے میں الگ شور و شغب مچادیا امین و مامون کی آپسمیں جنگ برابر جاری رہی۔ لیکن امین کا ادبار بباعث اسکے جہل ولہو ولعب اور مامون کا اقبال روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔

یہانتک اہل حرمین نے مامون سے بیعت کرلی۔ اور اکثر حصہ عراق امین کے ہاتھ سے نکل گیا اسکا حال بگڑ گیا۔ اور لشکر میں ابتری پڑگئی۔ خزانہ خالی ہوگیا۔ اور رعایا پر سخت مصیبت آپڑی۔ شر وفساد بڑھتا گیا۔ جدال وقتال سے شہر خراب ہوگیا۔ اور عمارتیں گر پڑیں منجنیق ونفط نے اور بھی آفت ڈہائی۔ بغداد کے معزز لوگ نکل بھاگے۔ اور شعراء نے بغداد کے مرثیے لکھے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ترجمہ جب خوشی زندگانی رخصت ہوگئی تو میں بغداد پر خون رو رہا ہوں ٭ اسکو حاسدوں کی نظر لگ گئی ٭ اور اسکے رہنے والوں پر منجنیق لگادیا گیا۔ پندرہ ماہ کامل شہر پر یہی آفت ٹوٹتی رہی۔ آخر بنو عباس کا زیادہ حصہ اور ارکان دولت مامون سے آملے ٭ اب امین کے قبضہ میں سوا رغوغار بغداد کے اور کچھ نہ رہ گیا۔ اور باقی رہ گئے

سنہ ۱۹۸ ہجری کے شروع میں طاہر بن حسین بغداد میں داخل ہوا اور باشمشیر برہنہ قصر میں گیا امین اپنی والدہ اور اہل خاندان کو لیکر قصر شاہی سے مدینۃ المنصور کو چلا گیا۔ فوج اور غلام تمام متفرق ہو گئے وہاں بھی یہ مصیبت ہوئی۔ کہ کھانا اور پانی نہ رہا۔

محمد بن راشد کہتے ہیں کہ مجھسے ابراہیم بن مہدی نے بیان کیا کہ جب امین مدینۃ المنصور میں بے دست و پا تہا تو میں بھی ہمراہ تہا۔ چنانچہ امین نے مجھے رات کو بلا بھیجا اور کہا کہ دیکھو کیسی اچھی رات ہے۔ چاندنی چٹکی ہوئی ہے اور پانی میں چاند کا عکس پڑ پڑ کر چار چاند لگے ہوئے ہیں۔ لاؤ دور شراب چلے میں نے کہا جیسے آپ کی مرضی ہو۔ چنانچہ دور چلنے لگا اسی میں امین نے ایک چھوکری کو جسکا نام ضعف تہا گانا سننے کے لیے طلب کیا پہلے تو اسنے اس چھوکری کا نام ہی سنکر فال بدلی۔ مگر آخر اس سے گانے کی فرمائش کی اسنے یہ اشعار نابغہ جعدی کے گانے شروع کیے ترجمہ انکے فراق نے مجھے رولایا اور بیخواب کر دیا۔ احباب کے فراق سے رونا آتا ہی ہے۔ انپر حادثات زمانہ کی بھرمار ہوئی بلکہ انکو فنا کر کے حادثات زمانہ ویسے ہی رہے۔ آج میں نے کوشش کر کے انہیں رولایا۔ اور میں خود اتنا رویا کہ میری آنکھوں میں پانی ہی نہ رہا۔

امین نے کہا خدا تجھپر لعنت کرے اور کوئی اشعار تجھے یاد نہیں ہیں ضعف نے کہا کہ میں نے تو سمجھا تہا کہ یہ اشعار آپ کو پسند آئیں گے۔ اسنے یہ اشعار شروع کیے ترجمہ قسم ہے خدا کی کہ موتیں بہت ہی ہوئیں دن اور رات میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ نہ ستاروں کی چالیں بدلیں نہ آسمان بدلا۔ مگر سلطان کو ایک ملک سے بدر کر دینے کے لیے۔ اور اسکی سلطنت کو ایک ملک سے بدلوا دینے کے لیے خدا ذوالعرش کا ملک ہمیشہ رہیگا کبھی فنا نہ ہوگا نہ اسمیں کوئی شریک ہوگا۔ امین نے کہا کہ خدا تجھپر لعنت کرے دفع ہو جا۔ چھوکری چلنے لگی تو اسکی ٹھوکر سے ایک قیمتی بلوری گلاس ٹوٹ گیا۔ امین نے مجھسے کہا کہ کچھہ دیکھتے ہو؟ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرا وقت آ لگا ہے۔ میں نے کہا کہ خدا آپ کی عمر زیادہ کرے اور آپکا ملک قائم رکھے۔ ابھی اور کچھہ کہنے نہ پایا تھا کہ دجلہ کیطرف سے ایک آواز سنی کہ جس امر کو تم پوچھا کرتے تھے وہ پورا ہو گیا۔ امین یہ سنکر بہت ہی اداس ہو گیا۔ اور ایک یا دو روز کے بعد گرفتار ہوا اور قید کیا گیا آخر کچھہ عجمی لوگ قیدخانہ میں گھس آئے۔ اور اسکو پشت سے آکر تلوار سے ذبح کر ڈالا اور اسکا سر طاہر کے پاس لے گئے اوسنے اس سر کو ایک باغ کی دیوار پر لٹکا دیا۔ اور ڈھنڈورہ پٹوا دیا کہ یہ امین معزول کا سر ہے اور اسکا جسم ایک پہاڑ پر پھنکوا دیا۔ پھر طاہر نے امین کا اور چادر عصا اور مصلے (جو کھجور کا بنا ہوا تہا) مامون کے پاس بھجوا دیا مامون پر اپنے بھائی کے قتل کا سخت صدمہ ہوا۔ فی الاصل اس کا یہ منشا تہا کہ امین کو اس کے سامنے زندہ حاضر لایا جائے۔ اور خود اسکے لیے کوئی سزا تجویز کرے۔ اب اس جرم کی سزا میں طاہر کو اسنے نکلوا دیا۔ اور وہ کہیں گمنامی میں مر گیا۔ اور امین کا وہ قول پورا ہو گیا۔ جو اسنے اپنے دستخطی رقعہ میں بوقت شروع شدت جنگ طاہر کو لکھا تہا کہ اے طاہر ہم لوگوں پر جسنے ظلم کیا ہے اسکا سر تلوار سے اتارا گیا ہے۔ تو بھی اسی سزا کا منتظر رہ ابومسلم وغیرہ کا بھی جنہوں نے امین کو اچھی رائیں نہ دی تہیں انجام اچھا نہ ہوا اور قتل کیے گئے اکثر شعرا امین کے مرثیوں میں خون روئے ہیں چنانچہ ابراہیم بن مہدی نے قتل امین پر حسب ذیل اشعار کہے ہیں۔ ترجمہ اشعار قیام دنیا مثل سرائے ویران و ہلاک ہونیوالی کی ہے۔ اسکی مقابلہ میں قیام بہشت زیادہ اچھا ہے جو کہ پائیداری میں سنگ سخت و خشت ہائے پختہ دنیا سے بھی زیادہ مضبوط ہے جسمیں سنگ مرمر منور و منقش زیب حاصل کر رہا ہے۔ اور اسکا دروازہ سونے چمکدار کا ہے۔ ہماری طرف سے اس نو داخل شدہ جنت (امین) کو۔ اور رعایا و برایا کی جانب سے یہ کہنا کہ اے وہ صاحب جو ہدایت کے

ملائک تھے۔ خلق خدا کو بھی ایسی ہی پاکیزگی سکھاؤ جیسا کہ آپ تھے۔ کیا اسکے لئے یہ فعل ناواجب نہیں ہوا کہ اس کی رگہائے کاٹی گئی ہیں اور اسکو کاردہائے کند سے کیا ذبح نہیں کیا گیا ہے اور بس نہیں کیا گیا یہاں تک کہ کینہ و حسد کی رگ کی رسی درازنے اسکو فنا تک پہونچا دیا۔ اور اسے قتل کیا گیا۔ تحقیق موت نے اس کے پردہ ہائے چشم کو سرد کر دیا بس، اسکے حالت جسم ناظرین کے دلوں کو پاش پاش کرنیوالی تھی۔

دوسرا مرثیہ یہ کہا گیا ہے ترجمہ ہم ایسے شخص کے لئے کیوں زار زار رو رہے ہیں جو کہ لہو و لعب کا رواج دہندہ تھا اوقات نماز پنجگانہ کا تارک تہا۔ شراب کی طرف زیادہ میلان طبع رکہتا تہا۔ ہم اپنے آپکو ملامت کرتے ہیں کہ اسپر آنسو بہائیں۔ اور نہ ہی کوثر خادم کی نزاکت پر افسوس کریں۔ مگر مجبور ہیں کہ رہا نہیں جاتا۔ اور حال یہ ہے کہ وہ مصلح سلطنت بہی نہ تہا۔ اور نہ ہی ملک عرب کے مواجبات اطاعت ادا کرتا تہا۔ اے وائے ہم کیوں رو رہے ہیں اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہماری آنسو مثل ابر بسیار بارندہ اور ہمارے نالہ ہائے کی آواز دلوں کو ہلا دینے والی ہے۔

امین کی والدہ زبیدہ نے ایک مرثیہ میں کہا ہے ترجمہ خدا طاہر کو پاک نہ کرے ؛ نہ وہ طاہر ہے نہ مطہر۔ مجہکو کہلے منہ اور کہلے بالوں گھر سے نکالا۔ اور میرے مال اور گھر کو خراب کر دیا ؛ ہارون نے جب سے مجھے دیکھا تہا میری عزت کرتا تہا۔ اور جب اس دنیا سے گیا ہے تو میرے نزدیک ناقص تخلق نہیں گیا ؛ امیر المومنین کو میری قرابت یاد دلا کہ میں نے بجہیز ذی حرمت کو قربان کر دیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ جب امین بادشاہ ہوا تو اسنے خوجوں کو بڑی بڑی قیمت میں خریدا۔ اور ان سے خلوت کی اور اپنی بیویوں اور کنیزکوں کو چھوڑ دیا۔ مفصلات سے کھیلنے کودنے والوں کو طلب کرتا اور انکو بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کرتا تہا درندے چوپائے اور قسم قسم کی چڑیاں پال رکھی تھیں۔ اپنے گھر والوں اور امرا سے پردہ کرتا تھا اور ان کو ذلیل کر ڈالتا تہا۔ زر و مال اور نفائس و جواہر کو فضول خرچی میں ضائع کر دیا ایک شاعر کو گانے میں اچھی طرح ادا کرنے کے صلہ میں اوسنے ایک کشتی سونے کی بھری ہوئی عطا کی۔ مختلف کھیل کود کے واسطے مختلف مکانات بنوائے پانچ کشتیاں، شیر، ہاتھی، بچھو، سانپ، گھوڑے کی شکل کی بصرف کثیر بنوائیں چنانچہ ابو نواس شاعر نے کہا ہے ترجمہ خدا نے امین کو ایسی عجوبہ کشتی سیر کے لئے دی ہیں کہ اس سے پہلے کسیکو نصیب نہیں ہوئیں۔ جنمیں سے ایک تو سانپ ہے جو کہ پانی میں اسکی سواری کیلئے ہے اور وہ کبھی عدول حکمی نہیں کرتا۔ دوسرا شیر ہے جو کہ اپنے بازو اسکی تعمیل حکم میں مستعدی سے تیار رکہتا ہے اور جو کہ بہت مہیب ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ مجھے ابو الدینا نے بذریعہ محمد بن عمر رومی کہا ہے کہ امین کا خادم خاص کوثر نامی لڑائی دیکھنے کے لیے چڑہا تو اسکے منہ پر آکر پتھر لگا وہ اسی حالت میں امیر کے پاس گیا اس نے اسکے چہرے سے خون پاک کرتے ہوئے کہا کہ ترجمہ میری قرۃ عین کو محض میرے سبب انہوں نے مارا ؛ خدا میرا بدلہ اُن لوگوں سے لے جنہوں نے اسکا منہ جہلس دیا ہے

آگے کچھہ نہ کہہ سکا عبد اللہ بن تیمی شاعر سامنے آگیا تو اس سے فرمائش کی کہ کچھہ اور مصرعے ایزاد کر دے اس نے یہ اشعار کہے ترجمہ میرے محبوب کا کوئی نظیر نہیں۔ اسپر دنیا حیران ہے۔ اسکا وصل شیریں ہے ؛ اور اسکا ہجر سخت تلخ ہے جسمیں لوگ تمامتر فضیلت دیکھتے تھے۔ اوسی پر ظالموں نے حسد کیا ؛ ویسا ہی حسد جیسے کہ ایک بادشاہ پر اسکے بھائی نے کیا۔

امین نے اوسکو تین خچر بہر کر درہم عطا کیئے جب امین قتل ہوگیا تیمی مامون کی خدمت میں قصیدہ مدحیہ لیکر حاضر ہوا لیکن بار نہ پایا۔ آخر اُسنے فضل بن سہل کی خوشامد کی اسنے اُسکو مامون تک پہونچا دیا مامون نے دیکھتے ہی کہا کہ ہاں تیمی وہ شعر کہسی ہے۔ ویسا ہی حسد جیسے کہ ایک بادشاہ پر اسکے بھائی نے کیا۔ تیمی نے فی البدیہ کہا کہ **ترجمہ** اس مامون نے جسپر ظلم کیا گیا تہا فتح پائی۔ وہ عہد توڑ ڈالا گیا۔ جو مدت سے موکد ہو چکا تہا۔ اسکے بھائی نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل نہ کیا۔ مامون نے یہ اشعار سنکر اُسکی خطا معاف کر دی۔ اور اسکو دس ہزار درہم عطا کرنے کا حکم دیا۔

کہتے ہیں کہ سلیمان بن منصور امین کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ چچا ابو نواس نے آپکی ہجو میں یہ اشعار کہے ہیں اس لیئے اسکو قتل کرنا چاہیے **ترجمہ**۔ امین محمد کی تعریف کے لیئے مجھے کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ اور کوئی تجارت مفید نہیں ہے فی الواقعہ امین محمد کی ثنا کرنی اچھی ہے مگر تعریف کی تکذیب اور اسکو پارہ پارہ کرنا پڑتا ہے۔ بدر منیر بھی اسکے آگے ماند ہو گیا۔ اسکو نور محمد سے جو کہ کبھی کم نہیں ہونیوالا ہے توصل ملا ہے۔ محمد اولاد منصور سے مثل یاقوت خالص کی ہے۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ امید ہے کہ خدا تعالےٰ امین کو محض اسوجہ سے بخشدیگا کہ اُسنے اسماعیل بن علیہ سے نہایت سخت الفاظ میں کہا تہا۔ کہ کمبخت تو ہی قرآن شریف کو مخلوق بتاتا ہے۔

مسعودی کہتے ہیں کہ ابتک کوئی ہاشمی خلیفہ بطن ہاشمیہ سے سوا علی بن ابو طالب اور حسن بن علی اور امین کے تخت خلافت پر نہیں بیٹہا امین کی والدہ زبیدہ تھی جو جعفر بن خلیفہ ابو جعفر المنصور کی بیٹی تہی اُسکا اصل نام امۃ العزیز تہا اور زبیدہ لقب تہا۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ بعض خصائل امین میں ایسی تھیں کہ جو کسی خلیفہ میں نہ تھیں۔ یعنی وہ نہایت حسین تھا۔ نہایت سخی تہا اور ماں اور باپ دونوں طرف سے شریف تھا۔ بڑا ادیب تھا۔ اور شعر کا عالم تہا لیکن لہو و لعب اسپر غالب آگیا تہا۔ وہ باوجودیکہ مال لٹانے میں بڑا سخی تہا لیکن کھانا دینے میں سخت بخیل تھا۔ ابو الحسن احمر کہتے ہیں کہ میں اکثر اسکا ن میں جایا کرتا تہا جہاں میں نے امین سے تھوڑی ہی تھی۔ میںنے شاہزادوں میں امین و مامون سے بڑھکر کسی کو ذکی نہیں پایا۔

امین محرم ۱۹۸؁ھ ہجری میں بعمر ستائیس سال مقتول ہوا۔

اس کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی۔

اسمعیل بن علیہ۔ غندر۔ شقیق بلخی زاہد۔ ابو معاویۃ الضریر۔ سدوسی مورخ۔ عبد اللہ بن کثیر مقری۔ ابو نواس شاعر۔ عبد اللہ بن وہب دوست امام مالک۔ ورش مقری۔ وکیع اور دیگر حضرات۔

علی بن محمد نوفلی کہتے ہیں کہ سفاح۔ یا منصور۔ یا مہدی۔ یا ہادی۔ یا رشید کوئی بھی بر سر منبر اوصاف کے ساتھ یاد نہیں کیا گیا۔ نہ انکا نام خطاب کے ساتھ خطوط میں لکھا گیا۔ جب امین تخت خلافت پر بیٹھا۔ منبر پر اوصاف کے ساتھ یاد کیا گیا۔ اور خطوں میں یوں لکھا گیا۔ منجانب عبد اللہ محمد الامین امیر المومنین۔

عسکری نے اوائل میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے منبر پر امین ہی لقب سے یاد کیا گیا۔ اور جب امین کو اطلاع ملی کہ مامون الرشید نے اُسکے حکم کی تعمیل نہیں کی تو اُسنے ایک نظم میں اپنی فضیلت اور اوسکے اُمّ ولد کے بطن سے ہونے سے اوسکی ذلت ظاہر کی ہے۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم اسکے باپ اور بہائی سے ہدرجہا بڑی ہوئی ہے چنانچہ اسکے یہ اشعار صولی نقل کرتے ہیں **ترجمہ اشعار**۔ ہم تجہپر فخر نہیں کرتے ہیں بمقابلہ دوسروں کے۔ کیونکہ مغنی

کامل کو تو افتخار خود ہی حاصل ہوتا ہے۔ جب شخص اپنی بزرگی کے باعث تکبر کرتا ہے تو شایان ہے کہ وہ باز آجاوے
کیونکہ تکبر نازیبا ہے۔ تیرے جد نے تیری خواہشات کے مطابق تجھے سب کچھ دیا۔ مگر تو خلاف منشاء عامل ہوا ہے تو
ہر روز مجمع میں منبر پر چڑھتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ میرے بعد تجھے یہ امر نصیب ہوگا۔ تو جو شخص کہ بزرگی میری کا ذکر کرتا ہے
اسپر عیب نکالتا ہے اور میری حق میں اقوال باطلہ کہتا ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ بہت سی نظمیں اُسنے اپنے خادم کوثر نامی کی تعریف اور اظہار محبت میں کہی ہیں جو اعلیٰ درجہ کے ادب کا نمونہ
ہیں۔ چنانچہ ایک روز جبکہ وہ ایک نرگس کے باغ میں شراب پی رہا تھا اور چاند کی چاندنی ہو رہی تھی تو اسنے یہ اشعار کہے
بعض کہتے ہیں کہ یہ اشعار حسین بن ضحاک خلیع کی شان میں جو کہ اسکا ندیم خاص تھا اور کبھی اس سے جدا نہ ہوتا تھا کہے ہیں۔
(ترجمہ) چاند کی چاندنی تیرے خوبیٔ رخسار سے بہی نہ ہے ورنہ جو کچھ خوبیٔ رخسار تیری ہے وہ بدر میں نہیں ہے جو کچھ
خوشبو کی لپٹ نرگس کے خوشگوار تازہ پھولوں سے مجھے آتی ہے اسکو میں تیری ہی روش نسیم کا اثر سمجھتا ہوں جب میں تجھے
چاند کی طلوع اور نرگس کی نکہت کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ کس کو ترجیح دوں۔ جب تک ہماری
زندگی ہے ہم تیری ہی تعریف اور یاد میں اسے بسر کردیں گے۔

اور اشعار ذیل امین نے خادم کوثر کی نسبت کہے ہیں۔ ترجمہ۔ انسان اپنی خواہش کی موافق کسی محبوب کا عاشق ہوتا ہی
کوثر میرے دین و دنیا کا مالک ہے۔ میرے درد کا طبیب ہے۔ مجھے بزرگان اور دوستان نے میرے اس حبیب
کے متعلق باز رہنے سے کہا مگر میں دل سے مجبور ہوں۔

جب امین کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا اور طاہر اسپر غالب آگیا تو اُسنے کہا ترجمہ اے نفس خوف حق ہے۔ اور قضا و قدر
سے مفر نہیں ہے۔ ہر شخص کو جو ڈرتا ہے وہ خطرے میں گرفتار ہوتا ہے ۲ جو زمانہ کی اچھی چیزیں چکھتا ہے۔ ایک ایک
دن کدورت اسکے دانت کھٹے کردیتی ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ امین نے کاتب کو کہا کہ طاہر کے نام خط لکھو کہ منجانب بندہ خدا محمد امیر المومنین بنام طاہر بن حسین السلام
علیکم۔ امابعد واضح ہو کہ میری اور میرے بھائی کے درمیان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ طشت ازبام ہوچکا ہے۔ اور جو کچھ پیش آنے
والی ہے وہ ہو کر رہے گی مگر میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے اتنی اجازت دیدے کہ میں اپنے بھائی کے پاس چلا جاؤں۔ اگر وہ مجھے
معاف کردے تو اسکو اختیار حاصل ہے اور اگر وہ مجھے قتل کردے تو یہ بات ہوتی آئی ہے کہ مروت مروت کو قطع کرتی ہے
اور تلوار تلوار کو کاٹتی ہے۔ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے۔ کہ کوئی درندہ مجھے پھاڑ ڈالے بہ نسبت اسکے کہ کتا مجھے دیکھکر
بھونکتا رہے"۔ لیکن طاہر نے ایک نہ سنی۔ ° •

اسمعیل بن ابو محمد یزیدی کہتے ہیں کہ میرے والد کہتے تھے کہ میں نے بارہا امین اور مامون سے گفتگوئیں کی ہیں۔ اور انکو
انتہا درجہ کا فصیح و بلیغ پایا ہے۔ حالانکہ بنو عباس برخلاف بنو امیہ کے کبھی بدویوں میں لسان العرب سیکھنے کے لئے نہیں
بھیجے گئے تھے۔ باین خیال کہ یا ان جیسے فصیح ہو جاویں یا زیادہ۔

صولی کہتے ہیں کہ امین سے سوا ایک حدیث کے کوئی مروی نہیں ہے جو کہ مغیرہ بن محمد مہلبی نے روایت کی ہے کہ حسین
بن ضحاک کے پاس کئی ہاشمی بیٹھے ہوئے تھے جنمیں اولاد متوکل کے آدمی بھی تھے کسی نے سوال کیا کہ امین کی علم ادب میں کیا
حالت تھی۔ حسین ابن ضحاک نے کہا کہ وہ ادیب کامل تھا پھر کسی نے کہا کہ اور فقہ میں حسین نے کہا کہ مامون اس سے زیادہ
فقیہ تھا۔ پھر کسی نے پوچھا کہ حدیث میں انہوں نے کہا۔ کہ اُس کی زبان سے مینے صرف ایک حدیث سنی ہے جب

اُسے اپنے ایک غلام کے مرنے کی خبر پہونچی جو حج کرنے گیا ہوا تہا۔ تو اُسنے بروایت حضرت عبداللہ بن عباس کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص احرام باندہے ہوئے مرے وہ قیامت کے روز تکبیر کہتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے کہ ابو العینا کہا کرتے تہے کہ اگر زبیدہ اپنے بال کہولے تو اسکی ہر ایک لٹ میں ایک نہ ایک خلیفہ یا ولیعہد لٹکتا ہوا نظر آئے۔ کیونکہ منصور اُسکا دادا تہا۔ سفاح اُسکے دادا کا بہائی۔ مہدی اسکا چچا۔ رشید اسکا شوہر۔ امین اسکا بیٹا۔ اور مامون اور معتصم اُسکے سوتیلے بیٹے اور واثق و متوکل سوتیلے بیٹوں کے بیٹے۔ اور ولیعہد تو بہت زیادہ ہیں اسکی نظیر اگر کوئی ہوسکتی ہے تو بنو امیہ میں عاتکہ بنت یزید بن معاویہ تھی یزید اُسکا باپ تہا معاویہ دادا معاویہ بن یزید اُسکا بہائی۔ مروان بن حکم اسکا دیور عبد الملک اُسکا شوہر یزید اُسکا بیٹا۔ ولید اُسکا پوتا۔ ولید ہشام اور سلیمان اسکے سوتیلے بیٹے یزید ابراہیم (پسران ولید) اسکے سوتیلے پوتے۔

مامون عبداللہ ابو العباس

مامون عبداللہ ابو العباس بن ہارون الرشید شب جمعہ نصف ربیع الاول ۱۷۰ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ اور اسی شب ہادی کا انتقال ہوا۔ اسکے باپ نے اُسے ولیعہد مقرر کیا۔

اسکی ماں مراجل نامی ام ولد تھی اور حالت پیدائش ہی میں مرگئی تھی۔

مامون نے بچپن ہی میں تحصیل علم کیا۔ حدیث اپنے باپ ہشیم عباد بن عوام۔ یوسف بن عطیہ۔ ابو معاویۃ الضریر۔ اسمٰعیل بن علیہ اور حجاج الاعور سے سنی۔ یزیدی اسکے ادب کے اوستاد ہیں۔ فقہاء کو دور دور سے بلا کر جمع کیا۔ اور خود عربیت ایام الناس اور فقہ میں کمال حاصل کیا۔ بڑا ہوکر فلسفہ اور علوم الاوائل میں اسکو توغل پیدا ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلق قرآن کا قائل ہوگیا۔ اوس کے بیٹے فضل یحییٰ بن اکثم جعفر بن ابو عثمان الطیالسی۔ امیر عبداللہ بن طاہر۔ احمد بن الحارث شیعی و دعبل الخزاعی اور دیگر لوگوں نے روایت کی۔

مامون تمام خاندان بنو عباس میں از روئے حزم و عزم۔ علم و حلم۔ راے و ذکاء و ہیبت و شجاعت۔ سرداری و جوانمردی میں سب سے بڑہا ہوا تہا۔ اسمیں بہت سی صفات تھیں اور بہت سی نیک باتیں اسمیں جمع تہیں۔ اگر مسئلہ خلق قرآن میں اسکو توغل نہ ہوتا اور اسکی اشاعت میں وہ سختی کو کام میں نہ لاتا تو اپنی نظیر نہ رکھتا بہر حال اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ خاندان بنو عباس میں اس سے بڑہکر عالم کوئی تخت خلافت پر نہیں بیٹھا۔ اور اسپر مستزاد یہ کہ نہایت فصیح و بلیغ اور پُرگو شخص تہا۔ کہا کرتا تہا کہ معاویہ کو عمرو کی۔ عبد الملک کو حجاج کی حاجت تھی۔ مگر مجھے کسی کی نہیں۔

کہتے ہیں کہ بنی عباس میں ابتدائی متوسط اور آخری خلفاء ہوئے ہیں۔ چنانچہ سفاح ابتدائی۔ مامون متوسط اور معتضد آخری خلیفہ سمجھے جاتے ہیں۔ مامون نے بعض رمضانوں میں تینتیس مرتبہ قرآن شریف ختم کیا ہے۔ اسکی نسبت مشہور تہا کہ وہ شیعی اور کہتے ہیں کہ اُسنے اسی لیئے اپنے بہائی موتمن کو معزول کرکے علی رضی کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تہا اسکو ہم آگے چلکر بیان کرینگے۔

ابو معشر منجم کہتے ہیں کہ مامون ہمیشہ عدل میں کوشش کرتا اور حاکموں کو تاکید کرتا رہتا تہا خود فقیہ النفس تہا اور بڑے علماء میں شمار ہوتا تہا۔

رشید کہتے ہیں کہ مامون میں حزم منصور۔ زہد مہدی۔ اور عزت ہادی۔ موجود تہی۔ اگر میں کسی اور شخص کو نسبت دیتا تو امون

ہی سے نسبت دے سکتا تہا اور امین کی تو یہ حالت تہی کہ وہ اپنے خواہشات کا بندہ تہا۔ اور بہایت فضول خرچ کنیزکوں اور عورتوں کی رار کا پابند تہا۔ اگر وہ ہاشمیہ کا بیٹا نہ ہوتا تو عبد اللہ مامون کو ہر طرح اسپر ترجیح حاصل تہی۔

مامون بعد قتل امین ۱۹۸ھ ہجری میں خراسان میں خلیفہ بنا۔ اور ابو جعفر کنیت مقرر کی۔ صولی کہتے ہیں کہ اسکو یہ کنیت بہت ہی پسند تھی۔ جو بڑا رعب وداب کا بادشاہ تہا۔ نیز اسکا خیال تہا کہ جس شخص کی یہ کنیت رہی ہے اُسنے بڑی عمر پائی ہے۔ مثلاً منصور وہارون الرشید۔

۲۰۱ھ ہجری میں اسنے اپنے بہائی موتمن کو بوجہ تشیع کے معزول کر کے علی رضی بن موسے کاظم بن جعفر صادق کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ یہ بھی قصد کر لیا کہ خود خلع کر کے انکو خلیفہ بنا دے۔ اُسی نے انکو رضی کا خطاب دیا تہا۔ اور سکوں پر انکا نام مسکوک کرایا اور اپنی بیٹی سے انکا نکاح کر دیا۔ اور تمام ممالک محروسہ میں اسکی اطلاع کرائی سیاہ کپڑے پہننے کی ممانعت کر دی اور سبز کپڑے پہننے کا حکم دیا۔ بنو عباس کو اُسکی ان حرکتوں سے طیش آگیا اور غدر کر دیا۔ اور ابراہیم مہدی کو مبارک کا خطاب دیکر بیعت کر لی۔ مامون نے آخر اُن لوگوں پر لشکر کشی کی اور جدال وقتال ہوتا رہا حتے کہ مامون کو خود عراق کی طرف جانا پڑا۔ اور جبتک علی رضی نے ۲۰۳ھ ہجری میں وفات نہ پائی فتحیاب نہ ہو سکا۔ مامون نے اہل بغداد کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور لکہا کہ جب علی رضا ہی نہ رہا تو اب وہ بیعت اختیار کریں۔ لیکن اُن لوگوں نے نہایت سخت ودرشت الفاظ میں اس کا جواب دیا۔ ابراہیم دو سال سے زیادہ لڑتا رہا بعد میں جب لوگ ابراہیم کو مدد دینے میں سستی کرنے لگے۔ اور اس نے اپنی جمعیت روز بروز کم ہوتی دیکھی تو ماہ ذوالحجہ میں کہیں چھپ رہا۔ اور آٹھ سال برابر چھپا رہا بماہ صفر ۲۰۴ھ ہجری میں جب مامون بغداد میں واپس آیا تو عباسیوں وغیرہ نے اس سے گفتگو کی اور سیاہ لباس پہننے اور سبز لباس کو چھوڑنے پر زور دیا مامون نے پہلے توکچھ توقف کیا لیکن آخر اس امر کو مان لیا۔

صولی کہتے ہیں کہ مامون کے بعض گھر والوں نے کہا کہ امر خلافت اولاد علی کرم اللہ وجہہ کو آپ سپرد کرنا چاہتے ہیں حالانکہ خلافت آپ کے خاندان میں ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ انکو نہ سپرد کیجیئے۔ ورنہ یاد رہیئے کہ اُن کے نیک لوگوں پر بہی آپکا قابو نہ رہیگا۔ اُسنے کہا کہ یہ میں اسواسطے کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے کسی بنی ہاشم کو ولیعہد نہ کیا اسی طرح حضرت عمر وعثمان رضہ نے بھی نہ کیا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عبد اللہ بن عباس کو بصرہ میں عبید اللہ کو یمن میں معبد کو مکہ میں اور قثم کو بحرین میں حاکم بنایا۔ اور ہر شخص کو کسی نہ کسی بات میں ولیعہد بنا دیا۔ انکا یہ احسان ابتک ہمارے ذمہ چلا آتا ہے میں اسی لیئے اسکا بدلہ انکی اولاد کو دیتا ہوں۔

۲۱۰ھ ہجری میں مامون نے بوران بنت حسن بن سہل سے نکاح کیا اور لاکھوں کا مال اُسکے مہر میں دیدیا بوران کے باپ نے بھی انتہا درجہ کی فیاضی دکھلائی۔ چنانچہ تمام فوج کو خلعت دیئے اور سترہ روز تک اُن کی دعوتیں کیں۔ کچھ چٹھیاں لکہیں جن میں ہر ایک میں ایک جاگیر کا نام تہا۔ وہ اہل لشکر اور عباسیوں کو تقسیم کر دیں اور جو رقعہ جسکے پاس آیا وہی جاگیر اُسکو دیدی زر وجواہر کی بہری ہوئی صینیاں لوگوں کو روبروئے مامون کے لٹا دیں۔

۲۱۱ھ ہجری میں مامون نے یہ اعلان کرا دیا کہ جو شخص امیر معاویہ کا ذکر بخیر کرے ہم اسکی حفاظت سے دستبردار ہیں کیونکہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا بہر کے لوگوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ افضل ہیں۔

۲۱۲ھ ہجری میں مامون نے فضیلت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بمقابلہ حضرت ابوبکر وعمر رضہ کے علاوہ اپنے عقیدہ خلق قرآن کی اشاعت کی جس کی وجہ سے لوگ اس سے سخت نفرت کرنے لگے اور اکثر شہر والے لوگوں نے فساد برپا کر دیا

ناچار ماموں کو اپنے ان عقائد کے اظہار و اشاعت میں ۲۱۸ سنہ ہجری تک صبر کرنا پڑا۔

۲۱۵ سنہ ہجری میں ماموں غزوہ روم کے لیئے روانہ ہوا اور قلعہ قرہ و ماجد کو فتح کر لیا۔ پھر دمشق گیا اور وہاں سے ۲۱۶ سنہ ہجری میں روم واپس آگیا۔ اور کچھ اور قلعے فتح کر کے دمشق چلا گیا۔ اور وہاں سے مصر پہونچا اور وہاں قابض ہوا (عباسیوں کا یہ پہلا تاجدار ہے جو مصر گیا) ۲۱۷ سنہ ہجری میں پھر دمشق و روم واپس گیا۔

۲۱۸ سنہ ہجری میں اسنے مسئلہ خلق قرآن میں لوگوں کا امتحان کرنا چاہا۔ اور اسحاق بن ابراہیم خزاعی (طاہر بن حسین کے چچیرے بھائی) نائب السلطنت بغداد کی معرفت علمار بغداد کو ایک خط لکھا کہ امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے۔ کہ خاص خاص معزز و مکرم لوگوں سے لیکر اراذل رعیت و جہلار عوام تک جنکو دین کی کچھ خبر نہیں ہے۔ اور ضلالت میں گرفتار ہیں اور خدا کو اسکے قدر کے موافق نہیں جانتے اور اسکی کنہ حقیقت تک نہیں پہونچتے نہ خالق و مخلوق کے تعلق کو سمجھتے ہیں وہ لوگ اللہ اور اسکی مخلوقات اور جو کچھ کہ خدا نے قرآن میں نازل کیا ہے ایک ہی درجہ مساوی سمجھتے ہیں اور انکا یہ خیال ہے کہ قرآن شریف قدیم ہے اور خدا کا پیدا کردہ یا اختراع نہیں ہے حالانکہ خود خدا نے فرمایا ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ہمنے قرآن شریف کو عربی بنایا ظاہر ہے کہ جس چیز کو خدا نے بنایا ہے وہ مخلوق ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور بنایا اندھیرے اور روشنی نور کو اور فرمایا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ (ہم ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں جو گذر چکے ہیں) اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جو بعد میں پیدا ہوئیں اور فرمایا اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ اس کی آیتیں محکم ہوئیں اور انکی تفصیل خود خدا نے فرمائی پس ظاہر ہے کہ جب اسنے اپنی کتاب کو محکم کیا اور خود ہی اسکی تفصیل کی تو وہ اسکا خالق ہے اور مبدع جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے وہ اہل حق ہیں اور جو اسکے خلاف ہیں وہ اہل باطل و کفر ہیں۔ اور اسی بطلان و کفر پر جمے ہوئے ہیں اور جہان کو بھی دھوکے میں ڈالے ہوئے ہیں اور لوگوں کو راہ راست سے روگردان کر کے جھوٹوں میں ملا دیا ہے۔ اور یہی باعث ہے کہ انکی موافقت میں غیر خدا سے ڈرتے ہیں اور انہی باطل خیالات کے باعث انہوں نے حق کو بالکل چھوڑ رکھا ہے اور سوا خدا واحد کے دوسروں کو اپنا حامی ٹھیرایا ہوا ہے اور یہی انکا مقولہ ہو رہا ہے پس امیر المومنین کے خیال میں یہ لوگ بدترین خلائق ہیں انہیں توحید سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں ہے۔ جاہل ہیں اور جاہلوں کے مقتدا ئے شیطان انکی زبان سے کلام کرتا ہے۔ نیکوکار بندگان خدا کے دشمن ہیں۔ اور اسکے صدق پر تہمت لگاتے ہیں اور اسکی شہادت سے ہر طرح دیتے ہیں پس جس شخص نے سچائی سے آنکھیں بند کر لیں ان کو ایمان و توحید میں سے کوئی حصہ ملنے والا نہیں ہے۔ بلکہ امیر المومنین اس سے بھی زیادہ اندھا اور گمراہ اس شخص کو تصور فرماتے ہیں جو کہ خدا اور اسکی وحی پر جھوٹ باندھے اسکا خیال و اندازہ جھوٹا ہے اور خدا کی معرفت تک نہیں پہونچ سکتا۔ پس ایسے مضافات قضا میں تمام لوگوں کو جمع کیا جائے۔ اور ان سب کو ہمارا یہ خط پڑھکر سنا دیا جاوے۔ اور انکا امتحان کیا جائے اور ان سے پوچھا جاوے کہ خلق و حدوث قرآن کے متعلق انکا کیا اعتقاد ہے۔ اور ان سے کہدیا جائے کہ جو شخص اپنے دین پر قائم نہیں ہے اسکی ہم حفاظت اپنے ذمہ نہیں لیتے اگر وہ خلق قرآن کے قائل ہو جائیں تو خیر ورنہ ان سے کہا جائے کہ قرآن شریف سے اپنے اعتقاد کا ثبوت دکھلاؤ۔ جو شخص خلق قرآن کا مقر نہ ہو۔ انکی شہادت رد کی جائے اور جو اشخاص کہ اسکے قائل ہو جاویں انکے نام ہمکو لکھکر بھیجدیئے جائیں۔ اپنے ماتحت قاضیوں کو بھی یہی حکم دیدو اور تاکید کر دو۔

ایک اور نامہ لکھکر سات اشخاص محمد بن سعد کاتب۔ یحییٰ بن معین۔ ابو خیثمہ۔ ابو مسلم مستملی۔ یزید بن ہارون۔ اسمٰعیل بن داؤد

اسمٰعیل بن ابو مسعود۔ احمد بن ابراہیم دورقی کو بلوا بھیجا اور ان کا خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان لیا۔ اور جبتک انہوں نے قرآن شریف کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرلیا۔ انکو رقہ سے بغداد نہ جانے دیا اور انکے بلانے کا سبب یہ تھا کہ پہلے انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا تھا۔ مگر آخر تقیہ کرکے قائل ہوگئے۔

مامون نے پھر اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ فقہا و مشایخ حدیث کو بلاکر اطلاع دیدے کہ مفصلہ بالا سات مشہور سرکردہ اشخاص نے خلق قرآن کو مان لیا ہے۔ اسحاق بن ابراہیم نے حکم شاہی کی تعمیل کی۔ بعض لوگوں نے اسکو مان لیا۔ اور بعضوں نے نہ مانا۔ یحییٰ بن معین وغیرہ نے بعد میں کہا کہ ہمنے بھی خلق قرآن کو محض تلوار کے خوف سے مان لیا ہے۔

مامون نے پھر اسحاق بن ابراہیم کو حکم ثانی قبل ازاول بھیجا کہ جو لوگ خلق قرآن کے منکر ہیں ان کو طلب کرو اور ان سے دریافت کرو۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل بشر بن ولید کندی ابوحسان الزیادی۔ علی بن ابو مقاتل۔ فضل بن غانم۔ عبید اللہ بن عمر قواریری۔ علی بن جعد۔ سجادہ بن ہیثم۔ ذیال بن ہیثم۔ قتیبہ بن سعید اور سعدویہ الواسطی اسحاق بن ابو اسرائیل۔ ابن ہرس۔ ابن علیۃ الاکبر۔ محمد بن نوح العجلی یحییٰ بن عبدالرحمٰن عمری۔ ابونصر تمار۔ ابومعمر القطیعی۔ محمد بن حاتم بن میمون وغیرہ بلائے گئے۔ اور ان کو مامون کا نامہ سنایا گیا۔ ان سب نے سرگوشیاں اور اشارے وکنایہ کرکے نہ اس مسئلہ کا اقرار کیا نہ انکار۔ آخر اسحاق نے بشر بن ولید سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ مجھے۔ تو امیر المومنین کا یہ عقیدہ مدت سے معلوم ہے۔ اسحاق نے کہا کہ اب تو امیر المومنین نے تجدید کی ہے اور انکے نامہ کی تعمیل لازمی ہے انہوں نے کہا کہ میرا تو یہ قول ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اسحاق نے کہا کہ میں یہ نہیں پوچھتا بلکہ یہ بتلائیے کہ آپ اسکو مخلوق مانتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ اور کچھہ نہیں کہہ سکتا اور میں تو امیر المومنین سے عہد کرچکا ہوں کہ اس مسئلہ میں کلام نہ کرونگا۔ پھر اسحاق نے علی بن ابو مقاتل سے پوچھا کہ آپکیا کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف کلام خدا ہے۔ اور اگر امیر المومنین کچھہ اور کہیں تو ہم اسے سننے اور ماننے کو تیار ہیں۔ ابوحسان نے بھی اسی قسم کا جواب دیا۔ پھر امام احمد حنبل سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ قرآن شریف کلام خدا ہے۔ اسحاق نے کہا کہ وہ مخلوق ہے یا نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس سے زیادہ میں اور کچھہ نہیں کہتا۔ کہ قرآن شریف کلام اللہ ہے۔ ابن بکار الاکبر نے کہا کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف بنایا گیا ہے اور محدث ہے کیونکہ اسپر نص وارد ہے اسحاق نے کہا کہ جو چیز بنائی جائے وہ مخلوق ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ ہاں پھر اسحاق نے پوچھا کہ تو پھر قرآن شریف مخلوق ہے انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ قرآن شریف مخلوق ہے۔ غرض ان سب کے بیانات لکھکر خلیفہ کے پاس بھیجدیئے گئے۔

مامون نے جواباً لکھا کہ تمہاری تحریر ہماری نظر سے گزری اور ان لوگوں کے جوابات معلوم ہوئے جو خود کو اہل قبلہ اور اہل سنت کہتے اور درحقیقت نہیں ہیں پس جو لوگ قرآن شریف کو مخلوق نہیں مانتے انکو فتوے و روایت حدیث و درس قرآن سے منع کردیا جائے۔ بشر نے جو کچھہ کہا ہے جھوٹ بولا ہے۔ امیر المومنین اور اسکے درمیان میں کوئی عہد نہیں ہوا۔ ہمارا اعتقاد و اخلاص کہ قرآن شریف مخلوق ہے سب کو معلوم ہے۔ انکو پھر طلب کرو۔ اور پھر پوچھو اگر وہ اپنے عقیدہ سے توبہ کریں تو اسکا اعلان کردو۔ اگر وہ اپنے عقیدہ پر اصرار کریں اور قرآن کو مخلوق کہنا کفر تصور کریں اور اسکو لمحاظ مانیں تو انکو قتل کردو۔ اور انکا سر ہمارے پاس بھیجدو ابراہیم بن مہدی کا بھی امتحان کرو۔ اگر وہ خلق قرآن کو مان جائیں تو خیر ورنہ انکی بھی گردن مارو و علی بن مقاتل سے کہو کہ کیا تم نے امیر المومنین سے نہیں کہا کہ تمنے حلال و حرام کھایا ہے۔ ذیال سے کہدو کہ تمنے اس کھانے میں جو کہ انبار سے تمہارے ہی لیئے مہیا تھا بہت چوری کی ہے۔ احمد بن یزید ابوالعوام و انکا یہ قول کہ اس سے بہتر جواب اعتقاد قرآن میں وہ نہیں دے سکتے معلوم ہوا

ان سے کہدو کہ تم گو عمر میں بوڑھے مگر عقل میں بچے اور جاہل ہو۔ تمہارا جواب قابل پسندیدگی نہیں ہے۔ جب آدمی پڑھ لکھ جاتا ہے تو اسکو ٹھیک جواب دینا چاہیئے اگر وہ ایسا نہ کریں تو تلوار انکا علاج ہے۔ احمد بن حنبل کو کہدو کہ امیر المومنین کو تمہارا بیان معلوم ہوا ہے۔ ہمنے اچھی طرح غور کیا۔ انکا جواب انکے جہل اور آفت پر دلالت کرتا ہے۔ فضل بن غانم سے کہدو کہ تم کو امیر المومنین کا خوف نہیں ہے جو کچھ مصر میں تم سے واقع ہوا اس سے بھی نہیں ڈرتے یعنی بحالت قاضی ہونے کے تمنے ایک سال میں اس قدر مال کما لیا۔ زیادی سے کہدو کہ تم بالکل جاہل ہو ایک چیز کا دعوے کرتے ہو اور پھر اسی کا انکار۔ ابو حسان زیادی کا غلام ہے اس لئے اسکے واسطے زیادہ نے کہا ہے کہ اسکا قول قابل اطمینان نہیں ہے۔ ابو النصر التمار سے کہدو کہ تمہاری کم عقلی اور بخیلی کا امیر المومنین کو پہلے ہی شبہ تھا۔ ابن نوح اور ابن حاتم سے کہدو کہ سود کھاتے کھاتے تم میں سے قبول توحید کا مادہ جاتا رہا ہے اگر امیر المومنین تم سے سود کھانے کے جرم میں جنگ کریں تو جائز ہے۔ قرآن شریف میں تمہارے ہی جیسے لوگوں کی نسبت وعید نازل ہوئے۔ جو شخص سود لیتا ہے وہ مشرک بھی ضرور ہوگا۔ اور عیسائیوں کا مشابہ سمجھا جائیگا۔ ابن شجاع سے کہدو کہ تم وہ مال علی بن ہشام کا کھا چکے ہو۔ جو تمہیں کھانا جائز نہ تھا اور وہ تمہارا دشمن تھا۔ ایسے آدمی کی عقل اگر نہ جاتی رہے تو تعجب ہے سعدویہ واسطی سے کہدو کہ جس شخص نے جھوٹی حدیثیں بنائیں اور ریاست کی حرص کی اسکا انجام اچھا نہ ہوگا۔ سجادہ سے اسکے انکار کی نسبت کہدو۔ کہ جو شخص مجلس علماء میں بیٹھتا ہے تو اسکا مقولہ یہی ہوتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے پس اسے بتلادو کہ اسکا قول و فعل درست نہیں ہے اور نہ وہ سجادیت کے موزون ہے کیونکہ جو شخص علی بن یحییٰ وغیرہ کی امانتیں کھا گیا اسکو توحید سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قواریری سے کہدو کہ تمہارے سارے حالات یہانتک کہ رشوت کا لینا بھی ہمکو معلوم ہو گیا ہے۔ تمہارے مذہب اور طریقے اور کم عقلی و دین کی بھی ہمیں خبر ہے سمجھئے عمری اگر اولاد عمر بن خطاب سے ہوں تو انکا جواب معروف ہے محمد بن حسن بن علی بن عاصم اگر سلف کا مقتدی ہے تو وہ پرانی روایتوں سے ایک قدم بھی تجاوز نہ کرے گا۔ اس صورت میں انکی حیثیت ایک بچے سے بڑھ کر نہیں ہے کہ جسکو تعلیم کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ امیر المومنین نے حصول قرآن شریف میں انکی محنت دیکھکر ان کے ساتھ ابو مسہر کی معرفت بڑی نیکی کی تھی مگر باوجود اس کے وہ تردد میں پڑا رہا آخر امیر المومنین نے تلوار سے دھمکا کر ان سے اقرار لیا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ اقرار جھوٹا تھا اگر وہ اپنے اقرار پر قائم رہیں تو اسکا اعلان کرادو۔ نیز جن لوگوں کا ہمنے نام لیا ہے اگر وہ اپنے شرک سے باز نہ آئیں تو بشر اور ابن مہدی کے سوا سب کو لشکر امیر المومنین میں بھیجدو تاکہ ہم انسے دریافت کریں۔ اگر پھر بھی وہ اپنے عقیدہ سے باز نہ آئے تو انکو قتل کیا جاوے۔

کہتے ہیں کہ یہ حکم سنکر سب نے سوا امام احمد بن حنبل سجادہ۔ و محمد بن نوح و قواریری کے خلق قرآن کا اقرار کر لیا۔ اسحاق نے ان چاروں کو گرفتار کر کے قید کر دیا دوسرے روز پھر بلا کر بحالت پا بزنجیر انکا عقیدہ دریافت کیا تو سجادہ نے مان لیا پھر باقی ہر سہ سے پوچھا تو قواریری نے بھی مان لیا پھر بقیہ دو سے پوچھا تو امام احمد حنبل اور محمد بن نوح نے کسیطرح اقرار نہ کیا۔ مامون کو معلوم ہوا کہ اس گروہ میں جس جس نے اقرار کیا ہے۔ محض جان کے خوف سے اسپر اسنے سخت اظہار ناراضگی کیا اور سب کو پیش کرنے کا حکم دیا چنانچہ سب لوگ خلیفہ کی طرف روانہ کر دیئے گئے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی کارسازی دیکھو کہ یہ ابھی پہونچنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ راستہ ہی میں مامون کے مرنے کی خبر انکو پہونچگئی۔ اور خدا نے انکی مشکلات آسان کر دیں۔

مامون روم میں بیمار ہوا اور جب مرض کی شدت ہوئی تو اسنے اپنے بیٹے عباس کو بلا بھیجا۔ اسے امید یہ نہ تھی کہ عباس کے پہونچنے سے پہلے ہی وہ رحلت کر جائیگا۔ لیکن وہ بحالت نزع پہونچگیا۔ لیکن مفصلات میں خطوط پہلے ہی روانہ ہو چکے تھے جنمیں لکھا تھا کہ یہ مامون اور اسکے بھائی ابو اسحاق کیطرف سے جو بعد میں خلیفہ ہونے والا ہے بعض تو کہتے ہیں کہ ان خطوط

کا اجرا مامون کی غشی کی حالت میں ہوا اور بعض کا قول ہے کہ خود مامون کے حکم سے لکھے گئے تھے

مامون نے بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۸ رجب ۲۱۸ھ ہجری بمقام بذندوں (ملک روم) رحلت کی اور طرسوس میں دفن ہوا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ مامون نے چشمہ بذندوں پر خیمہ لگایا۔ اور اس چشمہ کو بوجہ خنکی وصفائی اور اس مکان کی سبزی کو اُسنے بہت ہی پسند کیا تھا۔ اتفاق سے اسنے چشمہ میں ایک مچھلی ایسی چمکدار دیکھی جیسے چاندی مامون نے اسکے پکڑنے کا حکم دیا مگر پانی کی خنکی کی وجہ سے چشمہ میں اُترنے کی کسیکو جرأت نہ ہوئی۔ آخر الامر مامون نے حکم دیا کہ جو کوئی اسے پکڑلاوے اسے ایک تلوار انعام دیجاویگی چنانچہ چست چالاک ماہی گیر اُترگیا اور مچھلی پکڑ لایا کنارہ پر آکر مچھلی نے ایک جست لگائی اور پھر پانی میں جا پہنچی۔ مامون کے سینے وگلوبند پر حرکت حوض سے اسکی کچھ چھینٹیں پڑیں اور کپڑے بھی تر ہو گئے۔ ماہی گیر دوبارہ مچھلی پکڑ لایا مامون نے حکم دیا ابھی اسے بھونو۔ مگر اسے تپ لرزہ یکایک چڑھ گیا اگرچہ ہزار آگ جلائی لحاف ڈالے مگر لرزہ میں کمی نہ آئی پھر اسکے روبرو وہ مچھلی پیش کی گئی پس جوں ہی اسنے تھوڑی سی چکھی تو اسے قدرے آرام ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ جب مامون کو اس تکلیف سے آرام ہوا تو اسنے بذندوں کے معنے پوچھے تو کسی نے کہا کہ اسکے "معنے ہیں اپنے پیر پھیلالو"۔ مامون نے اس سے بدفالی لی۔ پھر پوچھا کہ اس نواح کا کیا نام ہے تو معلوم ہوا کہ اسکو رقہ کہتے ہیں۔ چونکہ پیدائش کے وقت جو زائچہ بنایا گیا تھا اس سے معلوم ہوچکا تھا کہ وہ رقہ میں مریگا۔ اس لیئے وہ رقہ کے نزول سے پرہیز کرتا رہتا تھا۔ مگر جب اسنے یہ نام سنا تو جینے سے بالکل مایوس ہوگیا۔ اور اسنے دعا کی الٰہی تیرا ملک کبھی زائل نہ ہوگا۔ تو ایسے بندے پر رحم کر جسکا ملک زائل ہونے والا ہے۔

جب اسکے وفات کی خبر بغداد میں پہونچی تو ابو سعید مخزومی نے یہ اشعار کہے۔ ترجمہ کیا تو نے دیکھا کہ مامون کو علم نجوم کے ذریعہ باخبر ہونے نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور نہ ہی اسکی بادشاہت اسکی کچھ مدد کرسکی۔ اسکا جانشین بعد شطرطوس ہوا۔ جیسا کہ وہ اپنے باپ طوس کا ہوا تھا۔

ثعالبی کہتے ہیں کہ خلفا میں باپ بیٹوں کی قبر میں اتنا کسی کو بُعد نہیں ہے جتنا ہارون الرشید اور مامون کی قبروں میں ہے اسیطرح اولاد عباس میں پانچ تاجدار اور ہیں جنکی قبروں میں بُعد المشرقین ہے جنکی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔ یعنی عبد اللہ طائف میں۔ عبید اللہ مدینہ میں۔ فضل شام میں۔ قثم سمرقند میں۔ اور معبد افریقہ میں مدفون ہوئے ہیں۔

مامون کے مختصر حالات

نفطویہ کہتے ہیں کہ حامد بن عباس بن وزیر نے بیان کیا کہ میں مامون کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اُسے چھینک آئی میں نے الحمد للہ کا جواب نہ دیا مامون نے پوچھا کہ تمنے جواب کیوں نہ دیا میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپکا جلال مانع آیا۔ مامون نے کہا کہ میں اُن بادشاہوں میں سے نہیں کہ جو دعا سے مستغنی ہوں۔ خواہ اسکو جلال پر محمول کیا جائے۔

ابن عساکر نے روایت کی کہ محمد یزیدی کہتے ہیں کہ میں مامون کو بچپن میں پڑھایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں اُسے پڑھانے گیا تو وہ زنانہ میں تھا میں نے ایک خادم کے ہاتھ سے بلوایا تو وہ نہ آیا۔ میں نے پھر دوسرا آدمی بھیجا تب بھی نہ آیا۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ میرے اپنے اوقات فضول ضائع کرتا ہے۔ خادموں نے کہا کہ جب تم چلے جاتے ہو تو شاہزادہ شوخی کرتا رہتا ہے اور خادموں کو مارتا پیٹتا اور ستاتا رہتا ہے آج ذرا انکی گوشمالی کردیجیئے۔ چنانچہ جب مامون نکلا تو میں نے اسکے سات ردبید میں ماریں وہ روتا جاتا تھا۔ اور آنسوں پوچھتا جاتا تھا۔ اتنے میں جعفر بن یحیے برمکی آگیا۔ میں اُٹھکر باہر چلا آیا اور ڈرتا رہا کہ مامون کہیں

جعفر سے نہ کہدے۔ جعفر نے اسکو گود میں اٹھا لیا اور محبت سے اسکے آنسو پونچھے اور اسے دلاسہ دیا اور فرش پر بٹھا کر چلا گیا پس وہ بہ آرام بیٹھ گیا۔ پھر اسنے مجھے بلایا۔ تو جب میں پھر اسکے پاس گیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں تو ڈر رہا تھا کہ کہیں تم جعفر سے نہ کہدو۔ مگر مامون نے کہا کہ جعفر تو ایک طرف رہے میں اپنے والد سے بھی اس کا تذکرہ نہ کرونگا۔ کیونکہ اس بارہ میں میرا ہی فائدہ ہے۔

عبداللہ بن محمد تیمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے سفر میں جانے کا ارادہ کیا اور لشکر کو ایک ہفتہ کے بعد چلنے کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ لیکن ہفتہ بھر گذر جانے کے بعد نہ سفر کو روانہ ہوا۔ نہ کوئی اور حکم دیا لوگ پریشان تھے۔ آخر مامون سے کہا کہ تم دریافت کرو۔ مامون نے یہ نظم لکھکر ہارون رشید کے پاس بھیجدی تو جمداے وہ شخص جسکے ساتھ چلنے والے چلتے ہیں۔ اور جس کے گھوڑے پر ہر وقت زین کسا رہتا ہے۔ کاش ہمیں سفر میں جانیکی وجہ معلوم ہو جاتی۔ یا یہ معلوم ہو جاتا کہ سفر میں ابھی دیر ہے۔ اسکا علم سوا اُس بادشاہ کے اور کسی کو نہیں ہے کہ جسکے نور سے ظلمات بھی افتباس نور کرتا ہے اگر آپ سفر پر جائیں تو اقبال آپ کے ساتھ ہوگا۔ ورنہ وہیں رہیگا جہاں آپ ہوں گے۔

ہارون رشید کو اب تک یہ معلوم نہ تھا کہ مامون شعر بھی کہتا ہے اور اسقدر قابلیت رکھتا ہے۔ اسلیے وہ یہ نظم دیکھکر بہت ہی خوش ہوا اور اس سے کہا کہ بیٹا تمہیں شاعری کیا کرنی ہے۔ شعراء حقیر لوگوں کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں اور جلیل القدر لوگوں کو زمین پر گرا دیتے ہیں۔

اصمعی کہتے ہیں کہ مامون کی مہر پر کندہ تھا۔ عبداللہ بن عبداللہ۔

محمد بن عباد کہتے ہیں کہ خلفاء میں سوا حضرت عثمان غنی رض اور مامون کے کوئی شخص حافظ قرآن نہیں ہوا۔ اسکی تردید ہم پہلے کر آئے ہیں یہاں بحث کرنی بیکار ہے۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ایک روز مامون دربار عام میں علماء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آکر شکایت کی کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ مرا ہے۔ لیکن لوگ مجھکو ایک دینار دیکر ٹالتے ادر کہتے ہیں کہ تیرے حصہ میں صرف اسیقدر آتا ہے۔

مامون نے کچھ تھوڑی دیر غور کرکے کہا کہ وہ سچ کہتے ہیں۔ تیرے حصہ میں اتنا ہی آتا ہے۔ علماء نے کہا امیر المومنین یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ مامون نے کہا کہ متوفی نے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ دو تہائی (⅔) یعنی چار سو دینار انکو ملیں گے۔ اور والدہ کو چھٹا (⅙) حصہ یعنی ایک سو دینار اور بیوی کو آٹھواں (⅛) یعنی پچہتر دینار۔ اور بارہ بھائیوں کو فی کس دو دو دینار اور اس عورت کو ایک دینار ملے گا۔ اور متوفی نے یہی ورثا چھوڑے ہیں۔ جسکو سائلہ نے تصدیق کیا۔

محمد بن حفص الانماطی کہتے ہیں کہ مینے عید کے روز مامون کے ساتھ کھانا کھایا دستر خوان پر تین سو قسم کے کھانے سے بھی زیادہ تھے جب کھانا آیا تو مامون ہر ایک کھانے کی طرف اشارہ کرکے کہتا جاتا تھا کہ یہ کھانا فلاں مرض کے لیئے مفید ہے اور فلاں کے لیئے مضر جسکا مزاج بلغمی ہو وہ یہ کھانا نہ کھائے اور جسکا مزاج صفراوی ہو وہ یہ کھائے اور جسکا مزاج سوداوی ہو وہ اس کھانے کو ہاتھ نہ لگائے اور جو شخص کم غذا کھانا چاہے وہ یہ کھانا کھائے۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ امیر المومنین ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ طب میں آپ جالینوس۔ نجوم میں آپ ہرمس۔ فقہ میں علی بن ابو طالب۔ سخا میں آپ حاتم طائی۔ صدق الحدیث میں ابوذر۔ کرم میں کعب بن امامہ۔ وفا میں شمول بن عادیا ہیں۔ مامون یہ سنکر بہت خوش ہوا اور کہا کہ انسان کو عقل ہی کی وجہ سے فضیلت ہے ورنہ چارہانہ بہر ہر ایک کے ہوتے ہیں۔ کسیکو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔

یحییٰ ابن اکثم کہتے ہیں کہ مامون جیسا با اقبال وذکی میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ رات کو میں اُسی کے کمرہ میں سوتا تھا

مجھے اُسنے جگاکر کہا کہ دیکھنا میرے پیروں کے پاس کوئی چیز ہے۔ مینے دیکھکر کہا کہ کچھ نہیں ہے لیکن اسے اطمینان نہ ہوا اور فراشوں
کو پکارا اونہوں نے شمع سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسکے بچھونے کے نیچے ایک بڑا سانپ بیٹھا ہوا ہے۔ جسکو نوکروں نے مار ڈالا۔
مینے کہا کہ آپ کی نسبت میرا خیال ہے - کہ آپ عالم الغیب بھی ہیں - مامون نے کہا معاذ اللہ یہ تم کیا کہتے ہو۔ مگر
مینے ابھی خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھسے پکار کر کہتا ہے ترجمہ شعر۔ گو رات آپ کو سونے پر مجبور کرتی ہے مگر خبردار ہو جاؤ۔
کیونکہ اس کچھ حالات شب روی میں معلوم ہوتے ہیں۔ فوراً استواری اختیار کرو۔ کیونکہ خبرداری بے دست و پائے کا عمدہ
آلہ ہے۔ میری فوراً آنکھہ کھل گئی۔ اور مینے سوچا کہ کوئی نہ کوئی حادثہ قریب یا بعید ہونے والا ہے۔ مینے سوچا کہ قریب کیا چیز ہو
سکتی ہے۔ آخر مینے بچھونے ہی کو اپنے سے قریب پایا اور دیکھا تو اسکے نیچے سانپ ملا۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آچکا ہے۔
عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ مجھسے ابن حفصہ شاعر نے کہا کہ کبھی تمنے بہی اسکا خیال کیا ہے کہ مامون پوری طرح شعر کی قدر نہیں
سمجھتا۔ مینے کہا کہ میرے نزدیک تو اس سے بہتر سمجھنے والا کوئی بھی نہیں ہے واللہ اکثر مینے اسکو اشعار سنائے ہیں۔ اور پہلا
شعر ہی سنکر باوجودیکہ اسے سنے ہوئے نہیں ہوئے تھے۔ آخر تک کل شعر سنا دیئے۔ ابن حفصہ نے کہا کہ مینے تو یہ
ایک شعر اسکی شان میں کہکر اُسے سنایا تہا اُسے کچھ بھی اثر نہ ہوا ترجمہ امام ہدے مامون دین میں مشغول ہے اور لوگ
دنیا کے اشغال میں پھنسے ہوئے ہیں مینے کہا کہ اس شعر کا اسپر کیا خاک اثر ہوتا۔ تمنے اسے ایک بڑھیا بنا دیا جو اپنے مصلے
پر بیٹھی ہوئی تسبیح ہلا رہی ہے۔ پھر تم ہی بتلاؤ۔ اگر مامون ہی دین میں اس درجہ مشغول ہو جائے تو انتظام ملک کون کرے
تمنے وہی مضمون کیوں ادا نہ کیا جو تمہارے چچا نے ولید کے شان میں کہا تہا۔ یعنی ترجمہ وہ اپنا دنیوی حصہ بھی نہیں ضائع
ہونے دیتا ہا اور نہ دنیاوی اشغال اُسکو دینی اشغال سے باز رکھتی ہیں۔
ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ابو العزین کادش نے نضر بن شمیل سے روایت کی کہ میں بمقام مرو مامون سے ملنے گیا میں
اسوقت ایک پھٹی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تہا۔ مامون نے مجھے دیکھکر کہا کہ کیا اسی لباس سے امیر المومنین کی خدمت میں
حاضر ہونا چاہیئے۔ مینے کہا کہ امیر المومنین کیا کروں۔ مرو کی گرمی کا یہی علاج ہے۔ مامون نے کہا کہ نہیں یہ بات نہیں بلکہ معلوم
یہ ہوتا ہے کہ تم مفلس ہو گئے ہو۔ آؤ چلو ایک حدیث میں گفتگو کریں۔ یہ حدیث حضرت ہشیم بن بشیر سے بواسطہ ابن عباس مروی ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے بوجہ اسکے دین اور جمال کے نکاح کرے
گویا اسنے مفلسی کا دروازہ بند کر دیا۔ مینے کہا کہ امیر المومنین کا قول ہشیم کی روایت سے صحیح ہے۔ مجھے عوف اعرابی نے
حضرت حسنؓ سے بعینہ یہی حدیث بیان کی ہے۔ مگر لفظ سداد میں حرف (سین) کی کسرہ سے۔ مامون تکیہ لگائے ہوئے
بیٹھا تہا۔ یہ سنکر سیدہا بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کہ تمہارا مطلب یہ ہے کہ سداد کے معنے تم عیش کے لیکر اسحدیث کے یہ معنے کرتے
ہو کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے بوجہ اسکے دین اور جمال کے نکاح کرے تو عیش کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں۔
اور ہشیم ایسی غلطیاں کیا کرتے تھے۔ خلیفہ نے کہا کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ سَداد۔ فتح (سین) کے
معنے قصد راہ اور کسرہ حرف (سین) کے معنے پہونچنا ہے پس جب وقوعہ پیش آوے تو کسرہ پڑھا جاتا ہے۔ مامون نے
کہا بہلا تم کوئی سند کسی عرب شاعر کی پیش کر سکتے ہو تو مینے عرجی کا یہ شعر سنایا ترجمہ انہوں نے مجھکو ضائع کیا مگر میرا
فتوے اس روز زبون و تنگنائے میں بھی کب ضائع ہو سکتا ہے۔ یہ سنکر مامون چپ ہو گیا اور کہنے لگا کہ خدا اُسے خراب کرے
جو علم ادب اچھیطرح نہ جانے۔ اسکے بعد مامون نے کہا کہ اے نضر اب شعرائے عرب کے کچھ ابیات سناؤ چنانچہ مینے
ابن بیض کا یہ مقولہ جو کہ اسنے حکم بن مروان کی نسبت کہا تہا سنایا ترجمہ مجھے ایسی حالت میں جبکہ میری آنکھیں سرست

خواب ہیں کہا تا ہے کہ ہم پر نگہداشت کر۔ پس میں کیسے کر سکتا ہوں۔ اسکو کہا کہ کن ذریعہ سے تجھے امید نیکوئی کہی جاوے
ورکن وجوہات ... امید انصاف۔ کب حاجب پردہ غفلت اٹھائیگا۔ اسے خبر نہیں کہ ابن بیض استانے پر کھڑا ہوا ہنس رہا
ہے ہمنے تجھکو طفیل بناکر چنا تھا۔ مگر افسوس۔ ہمپر بحالت سلامتی داخل ہو۔

خلیفہ نے کہا کہ ان سے بھی بہتر قول اہل عرب کا بیان کر۔ پھر میں نے یہ قول ابن ابو عروہ مدینی کا سنایا۔ ترجمہ۔ اگر میرے چچا
کا بیٹا مجھپر ناراض ہوتا۔ تو بھی اس کے پس پشت میں نگران رہتا۔ میری امداد اسکے لیے کارگر ہوتی مگر وہ مجھکو تنگئہ زمین و آسمان
سے ہی کیوں نہ نکال دیتا۔ میں اسکے تمام بھیدوں پر وہ دار و محافظ ہوتا۔ یہاں تک کہ آخیر وقت میں بھی اسپر مہربانی کرتا۔
جب حوادثات زمانہ اسکی موت کو نزدیک کرتا۔ تو اسکو آرام اسکے حرم سرائے میں پہونچا دیتا۔ اور جب وہ میرا نام لیکر مجھے
گھوڑے سرکش پر سواری سے منع کرتا۔ تو اسکی مہرہ پشت پر سوار ہو جاتا۔ ایسا ہی اگر میرے پاس بحالت بے خبری میرے پس
پشت سے آتا یا پوشیدہ طور پر۔ یا وہ عمدہ کپڑے پہنتا۔ تو مجھے کوئی افسوس نہ ہوتا۔ بلکہ اسکی عمدگی کی تعریف کرتا۔

خلیفہ نے کہا کہ عرب کے اوسط درجہ کے اشعار سناؤ۔ پس میں نے ابن عبداللہ کا یہ قول سنایا۔ ترجمہ۔ تیرے واسطے حکم
سلطنت خدا کی طرف سے صادر ہوا ہے۔ جو کہ زائل ہونیوالا نہیں ہے۔ اور تجھکو نصیحت و ادب سکھلاتا ہے۔ میں گھر میں قیام کرتا
ہوں مگر وہ میرے لیئے اطمینان بخش نہیں۔ اگرچہ میں بحالت تنہائی بے عشل و عشل لہو ولعب میں مشغول ہوں۔ میں کسی دوست
کی محبت میں اپنے دل کو نہیں پھنساتا ہوں۔ اور اگر کوئی چیز ضائع ہو جاوے تو مجھے اسکا غم بھی نہیں ہوتا ہے۔ جو تیرا دل چاہتا ہے
اس کریم سے مانگ لے۔ متعلق رزق کے اور تشرح اپنے ضروریات کی اسکے آگے ظاہر کر۔ جب میں کریم کی الفت کو دیکھتا ہوں
تو میری دلی توجہ اس سے اظہار مدعا کے لیئے کہی جاتی ہے۔ غلام کبھی درجہ عالی کی خواہش نہیں کرتا۔ اور نہ ہی تو اسکو کچھ چیز دیتا
ہے۔ جب تک کہ وہ خوف زدہ نہ ہو جاوے۔ اسکی مثال اس گدھے کی سی ہے۔ کہ جب کسی برائی پر اسکو مارا جاتا ہے تو اسے کچھ بھی
پسند نہیں آتا مجھے تعلقات دنیاوی سے گوشہ تنہائی نہیں ملا۔ سوائے ان لوگوں کے جو کہ برگزیدہ ہیں۔ مقیم آدمی اسوقت
تک ہی شتران براق خوبصورت اپنے کو چارہ دیتا رہتا ہے۔ جبتک کہ وہ روانگی کی تیاری کے لیئے پالان نہیں ڈالتا
پھر مسافر راہ اور مسافر غربت انکا آذوقہ بند کر دیتا ہے۔

خلیفہ یہ سنکر بہت خوش ہوا۔ اور ایک کاغذ لیکر کچھ لکھا جسکا مجھے علم نہیں۔ کہ کیا لکھا۔

پھر خلیفہ نے پوچھا۔ تراب اور طین کا صیغہ بوزن افعل آپکے خیال میں کیا ہے۔ میں نے کہا۔ اِتْرِب وَ اِطْن۔ خلیفہ نے پھر
پوچھا۔ تو از روئے کتاب کیا ہے۔ میں نے کہا۔ مُتْرِبٌ وَمُطِیْنٌ۔ خلیفہ نے کہا۔ کہ پہلے کی نسبت یہ زیادہ احسن ہے۔ یہ سنکر مجھے
پچاس ہزار درہم دینے کا حکم لکھکر دیا اور ایک خادم کو کہا کہ انہیں فضل بن سہل کے پاس لیجاؤ۔ میں انکے پاس گیا تو انہوں نے رقعہ
پڑھ کر کہا کہ تمنے امیرالمومنین کی خوب غلطیاں پکڑیں میں نے کہا کہ معاذاللہ ایسا ہو سکتا ہے البتہ ہشیم کی غلطیاں ضرور پکڑی
گئی ہیں امیرالمومنین انکے الفاظ کا اتباع کیئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی مجھے تیس ہزار درہم دیئے اور میں اسی ہزار درہم
لیکر خوش خوش اپنے گھر چلا آیا۔

خطیب نے روایت کی ہے کہ محمد بن زیاد اعرابی کہتے ہیں کہ ایکدفعہ مامون نے مجھے بلایا چنانچہ میں مامون کے پاس گیا جبکہ وہ یحیی
بن اکثم کے ساتھ باغ میں ٹہل رہا تھا۔ چونکہ انکی میری طرف پشت تھی میں بیٹھ گیا جب وہ قریب آئے تو میں نے اٹھکر بہ اعزاز
خلافت انکو سلام کیا۔ اسپر مامون کو پیچھے سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان لوگوں کا علم ادب کیسا اچھا ہے جب اسکیطرف
ہماری پشت تھی تو یہ شخص بیٹھا رہا اور جب ہم اسکے قریب آئے تو اس نے اٹھکر سلام کیا۔ پھر امیرالمومنین نے سلام کا

جواب دیکر پوچھا کہ ہند بنت عتیبہ نے جو کہا ہے (ترجمہ) ہم طارق کی بیٹیاں ہیں ۔ اور زینوں پر سوار پھرا کرتی ہیں۔ اور ہم سیر بالکل بے پرواہی سے کرتی ہیں ۔ اسمیں طارق سے کیا مقصود ہے میںنے نسب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہند کے بزرگوں میں کوئی شخص اس نام کا نہیں گذرا میںنے کہا کہ امیر المومنین اس نسب کا کوئی ہند کا نہیں ہے ۔ امیر المومنین نے کہا کہ شاید تم کہوگے کہ طارق سے مقصود ستارے ہیں اور ہند نے اپنے حسن کی وجہ سے خود کو انتساب کیا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ نے فرماتا ہے ۔ کہ والسمار والطارق" میں نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے امیر المومنین نے کہا حقیقت میں تم انعام کے مستحق ہو ۔ یہ کہکر اسنے عنبر کا گولا جس سے وہ کھیل رہا تھا میری طرف پھینک دیا ۔ میںنے اسے پانچ ہزار درہم میں فروخت کیا ۔

ابو عبادہ کہتے ہیں کہ مامون روئے زمین پر اپنی قسم کا ایک ہی بادشاہ گزرا ہے ۔ اور اسکو یہ نام زیبا ہے ۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ ایک خارجی مامون کے پاس آیا خلیفہ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ہمارے خلاف ہونیکی کیا دلیل ہے اسنے کہا کہ یہ آیت کہ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ مامون نے کہا کہ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا ۔ کہ یہ آیت ہے ۔ اسنے کہا کہ اجماع امت سے مامون نے کہا تو پھر اسکی وہی تاویل کرو جو جمیع امت کر رہی ہے خارجی نے کہا کہ آپنے سچ فرمایا ۔ اور سلام علیک کرکے چلا گیا ۔

ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ محمد بن منصور کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ شریف کی ایک یہ علامت ہے کہ وہ اپنے سے بزرگوں کا ظلم سہے مگر اپنے سے کمتر پر ظلم نہ کرے ۔

سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ مامون نے ایک روز کہا کہ اگر عفو کے بارہ میں جو کچھ میری رائے ہے وہ مجرموں کو معلوم ہو جاتی ہے تو ان سے خوف دور ہو جاتا اور ان کے دل خوش ہو جاتے ۔

ابراہیم بن سعید جوہری کہتے ہیں کہ مامون کے روبرو ایک مجرم پیش کیا گیا ۔ جسنے گناہ کبیرہ کیا تھا ۔ اسکو مامون نے کہا کہ اللہ میں تجھے قتل کر ڈالونگا ۔ اسنے کہا کہ آپ ذرا تحمل کو کام میں لائے نرمی کرنا بھی نصف عفو ہے ۔ مامون نے کہا کہ اب تو میں حلف کر چکا ۔ اسنے کہا کہ اگر آپ خدا کے سامنے بحیثیت حانث کے پیش ہوں تو اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ آپ بحیثیت خونی کے پیش ہوں یہ سنکر مامون نے اسکا قصور معاف کر دیا ۔

خطیب نے روایت کی ہے کہ عبد السلام بن صلاح کہتے ہیں کہ ایک روز میں مامون کے کمرہ میں سویا چراغ گل ہونے لگا دیکھا تو مشعلچی سو رہا ہے ۔ مامون خود اٹھا اور چراغ اکسا کر لیٹ گیا اور کہنے لگا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں غسلخانے میں ہوتا ہوں یہ خدمتگار مجھے گالیاں دیا کرتے ہیں اور مجھپر طرح طرح کی تہمتیں لگایا کرتے ہیں یہ تو سمجھتے ہیں کہ میںنے سنا نہیں اور میں ہمیشہ انکو معاف کرتا ہوں ۔ اور کبھی جتلاتا بھی نہیں ۔ کہ میںنے انکی باتیں سنی ہیں ۔

صولی نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن تواب کہتے ہیں کہ مامون ایسی باتوں پر حلم کرتا تھا کہ جنہیں سنکر ہمیں غصہ آجاتا تھا ۔ ایک روز وہ دجلہ کی سیر کر رہا تھا ۔ میں اسکے پاس تھا ۔ بیچ میں پردہ پڑا ہوا تھا اور اسطرف ملاح بیٹھے ہوئے تھے ۔ انمیں سے ایک نے کہا کہ مامون یہ سمجھتا ہوگا کہ ہمارے دل میں اسکی قدر ہے ۔ اتنا نہیں سمجھتا کہ جو شخص اپنے بھائی کا قاتل ہو اسکی ذرا بھی قدر ہماری نگاہ میں نہیں ہو سکتی ۔ میںنے تو سمجھا تھا کہ یہ سنکر مامون کو غصہ آئیگا ۔ مگر واللہ اسکی تیوری پر بل بھی تو نہ آیا بلکہ مسکرا کر کہنے لگا کہ یارو تم ہی کوئی حیلہ بتلاؤ ۔ کہ اس جلیل القدر شخص کی نگاہ میں میری قدر ہو جائے ۔

یحیےٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے مامون سے زیادہ معزز و بزرگ تر آدمی نہیں دیکھا چنانچہ ایک روز میں مامون کے

کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ ابھی پوری طرح سویا نہ تھا کہ مامون کو کھانسی اٹھی اُسنے اپنی قمیص کے پلے سے اپنا منہ دبا لیا تاکہ کوئی جاگ نہ اٹھے ۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ عدل کی ابتدا اپنے دلی دوست سے شروع کرنی چاہیئے ۔ اسکے بعد اس سے نیچے درجہ والے سے پھر اور کمتر سے یہاں تک کہ ذلیل ترین آدمی سے بھی عدل کرنے لگے ۔

یحییٰ بن خالد برمکی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ مامون نے کہا کہ یحییٰ لوگوں کی حوائج کو پورا کرنا بہت ہی غنیمت سمجھ کیونکہ فلک گردون ہے زمانہ بدلا لینے والا کج رفتار ہے ۔ کسی کو ایک حالت میں نہیں چھوڑتا ہے اور نہ کسی کی نعمت برقرار رہتی ہے ۔ابن عسکر

عبداللہ بن محمد زہری کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ مجھے غلبہ محبت بہ نسبت غلبہ قدرت کے اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ غلبہ قدرت زوال قدرت کے وقت زائل ہو جائیگا ۔ غلبہ محبت کو کسی وقت کوئی زوال نہیں ہے ۔

عتبہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مامون نے کہا کہ جو شخص تمہاری نیک نیتی کا مشکور نہ ہوگا ۔ وہ تمہاری نیکی کرنے کا اور تمام فعل کا بھی ممنون نہ ہوگا ۔

ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ سلطان کی خوشامد پسندی بہت ہی بُری ہے ۔ اور اس سے بدتر قاضیوں کی تنگ دلی جبکہ وہ معاملہ سمجھنے سے پہلے سرزد ہو ۔ اور اس سے بدتر معاملات دین میں فقیہوں کی کم عقلی اور اس سے بدتر متمول لوگوں کا بخل ۔ بوڑھے آدمیوں کا مذاق کرنا ۔ جوانوں کا سستی کرنا ۔ اور جنگ میں بزدلی دکھلانا ہے ۔

علی بن عبدالرحیم مروزی کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ وہ شخص اپنی جان کا دشمن ہے جو ایسے شخص کی قربت کا خواہاں ہو جو اس سے دوری اختیار کرے اور ایسے شخص کی تواضع کرے جو اسکا اکرام نہ کرتا ہو ۔ اور ایسے شخص کی تعریف کرنے سے خوش ہو جو اسے جانتا نہ ہو ۔

مخارق نے بیان کیا ہے کہ عتاہیہ کا میں نے ایک مرتبہ مامون کے سامنے یہ شعر پڑھا ۔ ترجمہ میں ایسے دوست کا محتاج ہوں کہ جب مجھے اس سے کدورت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ مجھپر اور زیادہ عنایت کرتا ہے ۔ مامون نے اس شعر کو سات بار پڑھکر سنا اور کہا کہ مخارق میری تمام سلطنت لے لے اور ایسا ایک دوست مجھے لا دے ۔

ہدبہ بن خالد کہتے ہیں کہ میں ایک روز مامون کے ساتھ کھانا کھانے میں شریک تھا ۔ جب دسترخوان اٹھایا گیا تو میں فرش پر سے کھانے کے ریزے چنکر کھانے لگا ۔ مامون نے دیکھکر پوچھا کہ کیا تمہارا پیٹ نہیں بھرا ۔ مینے کہا پیٹ تو بھر گیا ہے لیکن حماد بن سلمہ نے ثابت بنانی سے بواسطہ انس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دسترخوان سے نیچے پیچھے کھانے کے ریزے اٹھا کر کھائے وہ مفلسی سے امن میں رہیگا ۔ مامون نے یہ سنکر مجھے ایک ہزار دینار عطا کیئے ۔

حسن بن عبدوس الصفار کہتے ہیں کہ جب مامون نے بوران بنت حسن بن سعد سے نکاح کیا تو لوگوں نے حسن کو بہت سے تحائف دیئے ایک فقیر نے دو توشہ دان تحفۃً بھیجے ایک میں نمک رکھا ہوا تھا اور دوسرے میں اشنان (ایک قسم کا ہاتھ دھونے کا مصالحہ) اور کہا کہ یہ تحفہ میری طرح نہایت ہی حقیر و ذلیل ہے ۔ لیکن مجھے یہ بُرا معلوم ہوا کہ ایک جلیل القدر شخص کی فہرست میں میرا نام نہ ہو ۔ اسلیئے میں نے اول الذکر میں نمک برکت کے لیئے اور موخرالذکر میں اشنان صفائی و خوشبوئی کے لیئے بھیجا ہے ۔ حسن یہ توشہ دان مامون کے پاس لیکر گیا ۔ اسکو یہ تحریر بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ توشہ دان خالی کر کے اور انہیں دینار بھر کے واپس کر دیا جائے ۔

صولی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے مامون کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے عفو میں اسقدر مزہ ملتا ہے

کہ مجھے سوائے اس کے اور کوئی اجر پسند ہی نہیں آتا اگر لوگوں کو میرے دل کا حال پوری طرح عفو کی نسبت معلوم ہو جائے تو یقیناً میرے پاس جرم کرکے آیا کریں۔

خطیب نے روایت کی کہ منصور برمکی کہتے ہیں کہ ہارون رشید کی ایک کنیزک تھی کہ جسپر مامون مائل تھا۔ ایک روز وہ ہارون رشید کو ایک لوٹے سے وضو کرا رہی تھی کہ مامون نے اسکو بوسہ دینے کا اشارہ کیا۔ اسنے مامون کو آنکھ کے اشارے سے منع کیا ابھی اسے پانی ڈالنے میں ذرا دیر لگ گئی۔ ہارون رشید نے غصے سے اسکی طرف دیکھکر کہا کہ تو بتلا یہ کیا بات ہے ورنہ ابھی تجھے قتل کرڈالونگا۔ اس نے صاف صاف کہدیا۔ کہ مامون نے مجھے اشارہ کیا تھا جسکے باعث اسکی طرف میرا خیال جا پڑا۔ ہارون نے مامون سے پوچھا کہ کیا تم اسے چاہتے ہو اسنے کہا کہ ہاں۔ ہارون نے اس کنیزک کو اسے ہی بخشدیا اور کہا کہ اس واقعہ کو نظم کرکے مجھے ابھی سناوو۔ مامون نے فی البدیہہ یہ کہا کہ ترجمہ میں نے اسکو دل کے ساتھ اشارہ کرکے اپنی طرف بلایا۔ میں نے دور سے اسکا بوسہ لیا اسنے مجھے ٹالا۔ اور اپنے بھوؤں سے میرے سوال کو بہ احسن وجہ رد کیا۔ میں ابھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تھا کہ مجھے اسپر قابو مل گیا۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ فضل بن حباب کہتے ہیں کہ ایک دوکاندار نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک شاعرہ فصیحہ ادیبہ شطرنج کھیلنے والی کنیزک فروخت کیلئے مامون کے سامنے پیش کی۔ اور دو ہزار دینار اسکی قیمت مانگی۔ مامون نے کہا کہ میں ایک شعر کہتا ہوں اگر وہ اسپر اور شعر لگادے تو جو کچھ تم مانگتے ہو میں اس سے زیادہ نہیں دونگا۔ پھر مامون نے کہا ترجمہ تو اس شخص کی نسبت کیا کہتی ہے جو تیری محبت میں بےخواب و لاغر ہوکر حیران رہ گیا ہے۔

تو کنیزک نے جواب میں کہا ترجمہ ہمکو ایک دوست ملا کہ اسکو درد عشق کا صدمہ پہونچا۔ مگر ہمنے اسپر احسان کرکے اسے دوست بنالیا۔

صولی نے حسین خلیع سے روایت کی ہے۔ کہ جب کبھی بباعث ناراضگی مامون میری تنخواہ بند کردیتا تھا۔ تو میں اسکی تعریف میں قصیدہ بناکر لےجاتا۔ اور کسی مقبول آدمی کے ذریعہ بھیجدیتا تھا۔ چنانچہ ایک قصیدہ یہ ہے۔ ترجمہ۔ اے خلیفہ مجھے صلہ عطا کر۔ کیونکہ میں اب تیرے وعدہ کے موافق تشنہ کام ہوگیا ہوں۔ تو کب ان وعدہ ہائے موکدہ کا صلہ دیگا جو کہ بادشاہان سلف سے ہوتے آرہے ہیں۔ تو دیکھ رہا ہے کہ ہماری جانیں حالت وجد میں اگر نکلنے کے قریب ہوگئی ہیں۔ کیا آپ میرے ساتھ بخل برتنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ میں نے اپنی تمام آرزوئیں آپ پر منحصر کی ہوئی ہیں۔

ایک اور موقعہ پر یہ قصیدہ کہا (ترجمہ) میں نے مامون کو بندگان خدا سے بہتر دیکھا ہے۔ اسکے اوصاف فرشتوں کے سے ہیں اور واللہ وہ حقوق عبودیت اچھا ادا کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ مامون لوگوں کے لیئے پردہ دار ہے۔ اور نیکی و بدی کے تفریق کرنے والا ہے۔

مامون نے اشعار سنکر کہا۔ بہتر ہوتا اگر بجائے انکے اسطرح کہتا (ترجمہ) ہماری آنکھیں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے آنسو بہا رہی ہیں۔ اور اسقدر ہم روئے ہیں کہ آنسو بھی خشک ہوگئے ہیں۔ بعد انکے چیزیں ختم نہیں ہوئیں اور نہ ہی جمع شدہ خزانے کم ہوئے ہیں۔ نہ ہی سلطنت مامون ہمیں اسکے بعد کچھ فرحت دے سکی۔ اور نہ ہی دنیا سے گمراہی کا قلع قمع ہوسکا۔

اسکے بعد مامون نے کہا۔ اسکے اشعار کا فرد یہ شعر ہیں جو میں نے کہے۔ اور اسے میں کچھ نہیں دیسکتا پس ایک مصاحب نے عرض کی امیر المومنین اب وہ آپکی عادت عفو کہاں چلی گئی۔ یہ سنکر خلیفہ مامون نے کہا۔ اگر یہ سوال ہے تو بہتر ہمنے معاف کیا۔ اور حکم دیا کہ تنخواہ مقررہ حسن کو دیدی جائے۔

علیہ حماد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب مامون بغداد میں آتا تو صبح سے ظہر کے وقت تک عدالت میں بیٹھا رہتا تھا۔ اور لوگوں کا انصاف کرتا رہتا

محمد بن عباس کہتے ہیں کہ مامون کو شطرنج کھیلنے کا بڑا شوق تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ یہ کھیل ذہن کو تیز کرتا ہے۔
مامون نے اسمیں بہت سی باتیں ایجاد کی تھیں اور کہا کرتا تھا کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ کوئی شخص جب تک کہ میرے ساتھ نہ کھیل لیوے تو اچھا کھلاڑی اپنے آپکو کہے بلکہ اسکو کہنا چاہیئے کہ میں کچھ اسمیں مہارت وادراک رکھتا ہوں۔ لیکن خود اچھا نہ کھیل سکتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں بساط دنیا کا انتظام کرسکتا ہوں مگر اس دو بالشت بساط پر مجھکو دسترس نہیں۔

ابن ابوسعید نے روایت کی ہے کہ دعبل شاعر نے مامون کی یہ ہجو لکھی ہے ترجمہ۔ میں اس قوم میں سے ہوں جنکی تلواروں نے تیرے بھائی کو قتل کیا اور تجھے تخت پر بٹھا دیا۔ تجھکو طول گمنامی سے نکالکر تیرا مرتبہ بڑھا دیا اور تجھکو انتہا درجہ کی گمنامی سے اٹھایا۔
جب مامون نے یہ ہجو سنی تو کہا کہ دعبل بڑا ہی بے حیا ہے۔ کمبخت اتنا نہیں سمجھتا کہ جو شخص بادشاہ کی گود میں پلا ہو وہ گمنام نہیں ہوسکتا۔ سزا دینا تو ایک طرف رہا ان الفاظ کے سوا اس نے کچھ بھی نہ کہا۔

کہتے ہیں کہ مامون نبیذ پیا کرتا تھا۔

جاحظ کہتے ہیں کہ مامون کے مصاحب کہتے تھے کہ مامون کے چہرے اور تمام جسم کا یکساں رنگ تھا لیکن اُسکی پنڈلیاں ایسی زرد تھیں کہ جیسے زعفران سے رنگی ہوتی ہیں۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ گانا وہی اچھا ہے کہ جس سے گانا جاننے والا اور نہ جاننے والا دونوں لطف اُٹھائیں

علی بن حسین کہتے ہیں کہ محمد بن حامد ایک روز مامون کے پیچھے کھڑے تھے۔ اور وہ کچھ پی رہا تھا۔ اور کنیز نے پیالہ مٹا کر ایک نابغہ شاعر کا یہ شعر گانا شروع کردیا۔ مصرعہ (ترجمہ) مثل حافشیہ بردیمانی کے خوف چھایا ہوا ہے۔ مامون کو یہ بے محل گانا بہت ہی برا معلوم ہوا اور کہنے لگا کہ اگر مجھے اس بےموقعہ گانے کی وجہ نہ معلوم ہوئی تو میں سخت سزا دونگا۔ اور اگر کوئی سچ بتلاہی کہ کون اس گانے کا محرک ہے تو میں اُس سے درگذر کرونگا اور جو کچھ وہ چاہیگا میں اُسے دونگا۔ محمد بن حامد نے کہا کہ یہ قصور مجھسے سرزد ہوا ہے میں نے اُس سے اشارہ میں بوسہ مانگا تھا۔ مامون نے کہا ہاں اب سچی بات معلوم ہوئی۔ محمد ابتم اس عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے اقرار کیا تو مامون نے اُسیوقت خطبہ پڑھ کر بعوض چارسو درہم کے اس کنیز کا نکاح کردیا۔ بروئے احکام خدا وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور کہا کہ لو اسے اپنے گھر لیجاؤ۔ چنانچہ میں اسے لے آیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ بادشاہ روم نے مامون کو دوسو رطل مشک اور دوسو سمور ہدیۃً بھیجے۔ مامون نے حکم دیا کہ اس کے بدلے میں اس سے دوگنا بھیجدو۔ تاکہ اسکو عزت اسلام معلوم ہو۔

ابراہیم بن حسین کہتے ہیں کہ مدائنی نے مامون سے کہا کہ امیر معاویہ کا قول ہے کہ بنی ہاشم سردار قوم اور سخت لوگ ہیں مگر میں تمام وکمال سردار ہوں مامون نے کہا کہ اس قول میں انہوں نے ایک بات کا اقرار کیا ہے۔ اور ایک کا دعوے اپنے دعوے میں تو وہ مدعی ہیں اور اقرار میں مدعا علیہ۔

اُسامہ کہتے ہیں کہ احمد بن ابوخالد ایک روز مامون کے سامنے کوئی قصہ پڑھنے لگا۔ اور شروع ہی میں کہا کہ "ثریدی کہتا ہے"۔ جوکہ دراصل لفظ یزیدی تھا۔ مامون ہنس پڑا اور ایک غلام کو پکار کر کہنے لگا کہ یہ صبح سے بھوکے ہیں ان کے واسطے کھانا لاؤ۔ احمد بہت شرمایا اور کہنے لگا کہ میں بھوکا نہیں ہوں اصل میں یہ فسانہ نگار احمق ہے "ی" پر تین نقطے لگاکر "ث" بنادیا ہے۔ مامون نے کہا کہ خیر پھر بھی کھانا کھالو جب وہ کھانا کھا چکا تو اُسنے قصہ پڑھنا شروع کیا۔ اور شروع ہی میں بجا حمصی کے خبیصی کہہ گیا۔ مامون پھر ہنسا اور غلام سے کہا کہ ان کے واسطے خبیص (حلوا کی ایک قسم) لے آ

احمد نے کہا کہ فسانہ نگار ہی احمق ہو تو میں کیا کروں۔ کمبخت نے "ھر" پر نقطہ لگا کر "ب" بنا دیا ہے۔ مامون نے کہا کہ اگر فسانہ نگار احمق نہ ہوتا تو تم آج ضرور ہو کے رہ جاتے۔

ابو عباد کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو خدا نے کسی شخص کو مامون سے زیادہ صاحب مرتبہ اور سخی نہیں پیدا کیا۔ مامون کو معلوم ہوا کہ احمد بن ابو خالد بڑا ہی حریص ہے اسکا بھی یہ حال تھا کہ جب کوئی ضرورت آپڑتی۔ تو بغیر بلائے آموجود ہوتا۔

ایک روز آکر کہنے لگا کہ میرے یہاں مہمانداری بہت رہتی ہے۔ ماموں نے ہزار درہم روزانہ ایام مہمانداری کے لیے اسکے مقرر کردیے مگر باوجود اسکے وہ دوسروں کی ہانڈیاں چاٹتا پھرا کرتا۔ دعبل شاعر نے اسی کے متعلق ابیات لکھا ہے تو جمد خلیفہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُسنے احمد کی تنخواہ مقرر کر کے مسلمانوں کو اسکی ایذا سے بچالیا۔ اور اسکے گھر بیٹھے اسکو مشغول کردیا

ابو داؤد کہتے ہیں کہ ایک روز مینے سنا کہ مامون ایک شخص سے کہہ رہا ہے کہ اب چاہے غضب ہو یا برکت۔ مینے تجھے بخشدیا میں تو چاہتا ہوں تو برائی کرے اور میں احسان تو گناہ کرے اور میں معاف۔ یہاں تک کہ عفو سے تیری کسیطرح اصلاح ہو جائے۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ ثمامہ بن اشرس کہتے ہیں کہ جعفر بن یحییٰ برمکی اور مامون سے بڑھ کر کوئی شخص فصیح و بلیغ نہ تھا۔

سلفی نے طیوریات میں مدائنی سے روایت کی ہے۔ کہ ایک حبشی نے دعوے کیا کہ میں موسے بن عمران ہوں۔ مامون کے پاس گرفتار کر کے لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ موسے علیہ السلام تو ید بیضا دکھلا سکتے تھے۔ اگر تو موسے ہے تو تو بھی یہی معجزہ دکھا تا کہ ہمیں یقین آوے۔ اسنے کہا کہ حضرت موسے نے یہ معجزہ اسوقت دکھلایا تھا کہ فرعون نے کہا تھا کہ میں خدا ہوں۔ آپ بھی یہ دعوے کیجیے۔ اور ید بیضا دیکھ لیجیے۔ ورنہ ضرورت اظہار مجھکو نہیں ہے۔

راوی مذکورہ لکھتا ہے۔ مامون نے ایک روز کہا کہ ہر فتنہ عاملوں کی عنایت سے پیدا ہوتا ہے۔

ابن عساکر نے یحییٰ بن اکثم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مامون نے فقہ کے متعلق بحث کرنے کے لیے ایک مجلس بروز شنبہ منعقد کی علما بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے اور جوتہ ہاتھ میں لیے ہوئے ایکطرف آکھڑا ہوا اور سلام علیک کر کے پوچھنے لگا کہ یہ مجلس اجماع امت کے لیے قائم کیگئی ہے یا محض غلبہ و قہر دکھلانے کے لیے امون نے کہا کہ نہ اول کام کے لیے نہ دوسرے کام کیلیے۔ بلکہ میرے اور میرے بھائی کے درمیان میں کچھ مناقشہ واقع ہوگیا مینے سمجھا کہ اجتماع امت کا میں زیادہ محتاج ہوں تاکہ مشرق و مغرب کے مسلمان مجھ سے راضی ہو جائیں ساتھ ہی مینے یہ سوچا کہ اگر میں خلافت چھوڑتا ہوں تو مسلمانوں میں سخت اختلاف واقع ہو جاویگا۔ اسلیے احتیاطاً مینے مسلمانوں کو جمع کیا تاکہ وہ ایک شخص واحد کی خلافت پر راضی ہو جائیں۔ اور اُسکو امر خلافت سپرد کر دیں۔ اور جسپر وہ ناخوش ہوں میں اسکو باہر نکال دوں۔ اس شخص نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ اور سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر چلا گیا۔

محمد بن منذر کندی کہتے ہیں کہ ہارون رشید حج کرنے کے بعد کوفہ گئے۔ اور وہاں کے محدثین کو بلا بھیجا تمام لوگ حاضر ہوگئے۔ مگر عبداللہ بن ادریس اور عیسےٰ بن یونس نے حاضری سے انکار کیا۔ رشید نے امین و مامون کو دونوں کے پاس بھیجا۔ ابن ادریس نے امین کو مخاطب کر کے سو حدیثیں پڑھ دیں۔ مامون بیٹھا سن رہا تھا۔ جب وہ خاموش ہوئے تو مامون نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان احادیث کا اعادہ کر دوں اور پھر وہ تمام حدیثیں من وعن بیان کر دیں۔ ابن ادریس اسکی قوت حافظہ دیکھکر حیران رہ گئے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ مامون کو فلسفہ یونانی کی بہت سی کتابیں جزیرۂ قبرص سے ملی تھیں۔

فاکہی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مامون نے کعبہ شریف پر سفید ریشم کے پردے ڈالے ۔ اسکے بعد خلیفہ ناصر کے زمانہ تک سفید ہی پردے پڑتے رہے سلطان محمود سبکتگین نے پھر زرد پردے ڈلوائے ۔ جوکہ اسوقت تک پڑتے رہے ہیں ۔

مامون کا قول ہے کہ لوگوں کی عقول کو دیکھنے سے بڑھ کر کسی فرحت میں لطف نہیں ہے ۔

جب کوئی مشکل آپڑتی ہے تو اسکو ٹالنے کا حیلہ مشکل ہو جاتا ہے اور جب کوئی چیز ہاتھ سے نکلجاتی ہے تو اسکا لوٹنا مشکل ہو جاتا ہے

نیز اسکا قول ہے کہ سب سے بہتر مجلس یہ ہے کہ آدمی لوگوں کی حالت پر غور کرے آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں ۔ ایک قسم تو بمنزلہ غذا کے ہوتے ہیں کہ اس سے چارہ ہی نہیں دوسری قسم کے لوگ بمنزلہ دوا کے ہیں کہ بحالت مرض اس کی ضرورت پڑتی ہے اور تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنکی مثال بیماری کی سی ہے ۔ کہ ہر حال میں مکروہ ہیں ۔

ایک روز مامون نے ذکر کیا کہ میں کسی شخص کے جواب سے ایسا لاجواب نہیں ہوا ۔ جیسا کہ ایک مرتبہ اہل کوفہ نے اپنے عامل کی شکایت کی میں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو ۔ وہ شخص نہایت عادل ہے ۔ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم جھوٹے اور امیر المومنین سچے ہیں لیکن اس کے عدل کے لئے ہمارا شہر ہی کیوں مخصوص کیا گیا ہے ۔ اُسکو کسی اور شہر میں بھیج دیجئے تاکہ وہ جگہ بھی اُسکے عدل و انصاف سے ویسا ہی فائدہ اُٹھائے ۔ جیسا ہمارا شہر اُٹھا چکا ہے ۔ مجبوراً مجھے لکھنا پڑا کہ اچھا جاؤ میں نے اسے معزول کیا ۔

مامون کا شعر ہے کہ ترجمہ میری زبان تمہارے اسرار سے بند تھی ۔ لیکن میرے آنسو میری چغلخوری کرتے اور میرے بھید کو ظاہر کر دیتے ہیں ، اگر آنسو نہ ہوتے تو میں عشق کو چھپا لیتا ، لیکن عشق نہ ہوتا تو آنسو بھی نہ ہوتے ۔

شطرنج کی تعریف میں مامون نے کہا ہے کہ ترجمہ ۔ ایک مربع زمین ہے جو چمڑے سے سرخ ہے اور دو دوستوں کے سامنے ہے ۔ جو کرم میں مشہور ہیں ، وہ دونوں جنگ پر غور کر رہے ہیں ، اور حیلے سوچ رہے ہیں لڑائی بھی ایسی ہے کہ جسمیں خون کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرتا ۔ یہ اُسپر چوٹ کرتا ہے اور وہ اسپر اور ہوشیار شخص کی آنکھ کبھی نہیں سوتی اس عقلمندی کو دیکھو کہ لڑائی ہو رہی ہے اور طبل و علم کا نام تک نہیں ۔

صولی نے بیان کیا ہے ۔ کہ محمد بن عمر کہتے ہیں ۔ کہ ایک روز احرم بن حمید شاعر مامون کے پاس آیا ۔ اور وہاں معتصم بھی موجود تھے خلیفہ مامون نے کہا ۔ احرم میری اور میرے بھائی کی اسطرح تعریف بیان کرو کہ ایک کو دوسرے پر بزرگی نہ ہو ۔ چنانچہ اسنے فی البدیہہ یہ اشعار سنائے ۔ ترجمہ ۔ میں نے ایک کشتی دیکھی جو کہ سمندر میں چل رہی تھی ۔ اور بحرین کی طرف ان سمندروں سے جا رہی تھی ۔ یہ ایسے دو بادشاہوں کی طرف جا رہی تھی جنکی شعاعیں آنکھوں کو خیرہ کئے دیتی تھیں ۔ ہر ایک بادشاہ آپ کو ایسی ہی تشبیہ دیتا ہے ۔ اور آپ میں بھی ایسے ہی اور ایسے ہی آپ کے بھائی ۔ اگر آپ موصوف بصفات مذکورہ ہیں اور ایسا ہی آپ کے بھائی بھی ۔ پس ہمیں آپ دونوں کے ان خوبیوں کے باعث بہت خوشی ہے ۔ آپ کی پیشانی تو اس ضیاء سے منور ہے اور آپ کے بھائی کا چہرہ بدر منیر جیسا ہے ۔

احادیث جو مامون سے مروی ہیں

بیہقی کہتے ہیں کہ امام ابو عبداللہ حاکم نے ابو عثمان طیالسی سے روایت کی ہے کہ میں نے عصر کی نماز بحالت امن عرفہ کے دن مقصورہ میں مامون کے پیچھے پڑھی ۔ جب مامون نے سلام پھیرا تو لوگوں نے تکبیر کہی ۔ میں نے مامون کو دیکھا کہ فوراً سوار ہو گیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ چپ رہو چپ رہو ۔ کل کے روز تکبیر کہنا ۔ جوکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے ۔ پس جب

بقرعید کا دن ہوا تو میں بھی نماز پڑھنے کے لیئے گیا۔ مامون نے منبر پر چڑھ کر پہلے خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا ہم سے ہشیم بن بشیر نے بروایت ابو بردہ بن دینار حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسنے قبل از نماز عید قربانی کی۔ اس نے اپنے استعمال کے لیئے گوشت کر لیا اور جسنے بعد از نماز عید قربانی کی وہ سنت کو پہونچ گیا۔ اللہ اکبر کبیرا۔ والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا۔ الٰہی مجھے صلاحیت عطا فرما اور مجھسے طلب صلاحیت کر۔ اور میرے ہاتھ سے صلاحیت پہونچا۔

حاکم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ہمنے سوا ابو احمد کے اور کسی سے نہیں لکھا۔ اور مامون ہمارے نزدیک ثقہ ہیں میرے دل میں اسکی طرف سے کھٹکا لگا رہا۔ تا حدیکہ مینے ابو الحسن دار قطنی سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ روایت ہمارے نزدیک صحیح ہے جو کہ جعفر سے مروی ہے۔ مین نے پوچھا کہ شیخ ابو احمد کی کسی اور نے بھی متابعت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں وزیر ابو الفضل جعفر بن فرات وغیرہ ملنے کی ہے اور وہ سب ثقہ ہیں۔ پھر انہوں نے سلسلہ وار راویوں کا نام لیکر مامون کے اس خطبہ اور اسحدیث کا ذکر کیا۔

صولی کہتے ہیں کہ ہمسے جعفر طیالسی نے کہا ہے کہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ مامون نے بغداد میں جمعہ کے روز عرفہ کو خطبہ پڑھا اور نماز پڑھا کر جب سلام پھیرا تو لوگوں نے تکبیر کہی۔ ان تکبیروں سے مامون نے منع کیا اور مقصورہ کی ایک لکڑی پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ شور کیوں مچاتے ہو اور غیر وقت کیوں تکبیر کہتے ہو۔ ہمسے ہشیم نے بروایت مجالد انہوں نے بروایت شعبی انہوں نے بروایت ابن عباس بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم رمی جمار تک تلبیہ کیا کرتے تھے اور دوسرے روز انقضائے تلبیہ کے بعد ظہر کے وقت سے تکبیر کہا کرتے تھے۔

صولی نے بروایت ابراہیم موصلی لکھا ہے کہ ہم مامون کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خلقت خدا کے عیال ہیں پس محبوب ترین بندگان خدا عز و جل وہ ہیں جو اسکی عیال کو بہت نفع پہونچاتے ہیں۔ مامون نے یہ سنکر باواز بلند کہا کہ چپ رہو۔ میں تم سے زیادہ حدیث کا عالم ہوں مجھسے یوسف بن عطیہ صفار نے بروایت ثابت بواسطہ انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلقت خدا کے عیال ہیں پس محبوب ترین بندگان خدا میں سے خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو اسکے عیال کو سب سے زیادہ نفع پہونچائے۔ اسحدیث کو اسی طریق سے ابن عساکر ابو یعلیٰ موصلی وغیرہ نے یوسف بن عطیہ سے بیان کیا ہے۔

صولی بروایت عبد الجبار بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ مینے مامون کو خطبہ پڑھتے ہوئے سنا اسنے خطبہ میں حیا کا ذکر کیا اور اسکی تعریف کی اور کہا کہ ہمسے ہشیم نے بروایت ابو بکرہ و عمران بن حصین بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیا ایمان ہے۔ اور ایمان جنت میں ہے۔ اور بیہودہ بکنا جفا ہے اور جفا دوزخ میں ہے۔

ابن عساکر نے اسحدیث کو یحییٰ بن اکثم مامون سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حاکم نے بروایت قاضی یحییٰ بن اکثم بیان کیا کہ مامون نے ایک روز مجھسے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں احادیث بیان کروں۔ مینے کہا کہ امیر المومنین سے بڑھ کر اس کام کے لیئے کون شخص موزون ہو سکتا ہے۔ مامون نے منبر رکھوایا اور سب سے پہلے یہ حدیث بیان کی کہ ہمسے ہشیم نے ابو جہم سے انہوں نے زہری سے انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "دوزخ میں شعراء کا علم بردار امرء القیس ہوگا"۔ اسیطرح تیس حدیثیں اور بیان کر کے منبر سے اتر آیا اور مجھسے پوچھنے لگا کہ تمنے اس مجلس کا کیسا رنگ دیکھا مینے کہا کہ اعلےٰ درجہ

کی مجلس تھی اور آپ نے خاص وعام کو خوب سمجھایا مامون نے کہا کہ تمہاری جان کی قسم میں نے لوگوں میں حلاوت نہیں دیکھی مجلس تو بیٹھے کپڑے پہنے ہوئے اور قلم دوات لیئے ہوئے لوگوں کے لیئے موزون ہے۔

خطیب نے بروایت ابراہیم بن سعید الجواہری بیان کیا کہ جب مامون نے مصر کو فتح کیا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ خدا کا شکر کہ اُسنے آپ کے ہاتھ سے آپ کے دشمن کی سرکوبی کرائی۔ اور عراقین اور شام اور مصر کو آپکا مطیع کیا۔ اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں (بھتیجے) مامون نے کہا کہ ایک خصلت باقی رہ گئی ہے۔ اور اُسکی مجھے آرزو ہے۔ یعنی میں ایک مجلس میں بیٹھا ہوں اور یحیئے سے کہہ املا کراؤں وہ مجھسے پوچھتے ہوں کہ آپنے کیا فرمایا اور میں کہوں کہ حدیث بیان کی ہمسے حماد بن سلمہ اور حماد بن زید نے اوران دونوں نے روایت کی ثابت بنانی سے اور انہوں نے انس بن مالک سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے دو یا تین بیٹیوں کو یا دو یا تین بہنوں کو پرورش کیا اور وہ بیٹیاں یا بہنیں مرگئیں یا یہ شخص انکے سامنے مرگیا تو وہ شخص (اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی دکہاکر) جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا

خطیب کہتے ہیں کہ یہ روایت غلط فاحش ہے۔ اور شبہ یہ ہے کہ مامون دونوں حماد حماد بن حماد بن زید سے روایت نہیں کرسکتا کیونکہ مامون ۱۷۰ سنہ ہجری میں پیدا ہوا اور حماد بن سلمہ نے ۱۶۷ سنہ ہجری میں (یعنی تین سال قبل از ولادت مامون) اور حماد بن زید نے ۱۷۹ سنہ ہجری میں انتقال کیا۔

حاکم بروایت محمد بن سہل بن عسکری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مامون انکے واسطے کھڑا ہوا تہا اور میں انکے پاس تہا کہ ایک مسافر دوات ہاتھ میں لیئے ہوئے آیا اور کہا امیر المومنین محدثوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ مامون نے کہا کہ کسطرح کہتے ہو تمہیں فلان باب یاد ہے (مگر اسکو کچھہ یاد نہ تہا) لوسنو۔ یہ کہکر مامون نے کہنا شروع کیا کہ حدیث بیان کی ہمسے ہشیم نے۔ حدیث بیان کی ہمسے حجاج نے حدیث بیان کی ہم سے فلان وفلان نے اور تمام باب پڑھ گیا۔ اور اسیطرح ایک اور باب کی نسبت پوچھا وہ بھی سائل کو یاد نہ تہا چنانچہ وہ بہی کل سنادیا۔ اور پھر لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ اگر تم سے کوئی محدث کا پتہ پوچھے تو میرا نام لے دو۔ یہ کہکر اس مسافر کو تین درم دلوا دیئے۔

ابن عساکر نے بروایت یحییٰ بن اکثم بیان کیا ہے کہ میں ایک رات کو مامون کے کمرے میں سویا۔ آدہی رات کو مجھے پیاس لگی میں کروٹیں بدلنے لگا مجھے مامون نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ مینے کہا کہ پیاس لگی ہے مامون اپنے پلنگ پر سے اٹھا اور مجھے پانی لاکر پلادیا مینے کہا کہ آپنے کسی غلام یا خادم کو کیوں نہ آواز دیدی۔ اُسنے کہا کہ میرے والد نے اپنے والد سے اونہوں نے اپنے دادا سے اونہوں نے عقبہ بن عامر سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔

خطیب نے اسی حدیث کو دوسرے راویوں سے (جنمیں ہارون رشید مہدی وغیرہ شامل ہیں) اسیطرح بیان کیا ہے۔

ابن عساکر نے ابوحذیفہ بخاری سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین خلیفہ مامون نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سردار قوم انہی میں سے ہوتا ہے۔ محمد بن قدامہ کہتے ہیں کہ جب مامون کو معلوم ہوا کہ یہ حدیث اسکو ابوحذیفہ سے پہونچی ہے تو اسے مامون نے دس ہزار درہم عطا کیئے۔ فقط۔

ایام خلافت مامون میں بنو عباس کی مردم شماری کی گئی۔ تو ۳۳۰۰۰ ہزار تین آدمی نکلے۔ جملہ مرد وعورت۔ اور اسی قدر تعداد ۲۰۰ سنہ ہجری میں تہی۔

حسب ذیل علماء نے مامون کے زمانہ میں انتقال کیا
سفیان بن عیینہ۔ امام شافعی۔ عبد الرحمٰن بن مہدی۔ یحییٰ بن سعید القطان۔ یونس بن بکیر راوی مغازی۔ ابو مطیع بلخی شاگرد امام ابو حنیفہ رح۔ معروف کرخی زاہد۔ اسحاق بن بشر مصنف کتاب المبتدار۔ اسحاق بن فرات دامام مالک کے جلیل القدر شاگرد قاضی مصر حسن بن زیاد اللؤلؤی شاگرد امام ابو حنیفہ رح۔ ابو عمر الشیبانی لغوی۔ اشہب امام مالک کے شاگرد۔ حماد بن اسامۃ الحافظ۔ وروح بن عبادہ۔ زید بن حباب۔ ابو داؤد الطیالسی۔ غازی بن قیس شاگرد امام مالک۔ ابو سلیمان الدارانی مشہور زاہد۔ علی الرضی بن موسے الکاظم۔ فرا امام عربیہ۔ قتیبہ بن مہران شاگرد امالہ۔ قطرب نحوی واقدی۔ ابو عبیدہ معمر بن المثنے۔ نضر بن شمیل۔ سیدۃ نفیسہ۔ ہشام نحوی کوفہ۔ یزیدی۔ یزید بن ہارون۔ یعقوب بن اسحاق حضرمی قاری بصرہ۔ عبد الرزاق ابو العتاہیہ شاعر۔ اسد السنۃ۔ ابو عاصم النبیل۔ فریابی۔ عبد الملک بن ماجشون۔ عبد اللہ بن الحکم۔ ابو زید الانصاری صاحب العربیہ اصمعی و دیگر حضرات۔

المعتصم باللہ ابو اسحاق محمد بن رشید

المعتصم باللہ ابو اسحاق محمد بن ہارون الرشید۔ بقول ذہبی سنہ ۱۸۰ھ اور بقول صولی سنہ ۱۷۸ھ ہجری میں بماہ شعبان پیدا ہوا۔ ام ولد مولودہ کوفہ ماردہ نامی کے بطن سے تہا۔ ہارون رشید اسکو سب سے زیادہ چاہتا ہتا۔ اپنے باپ ہارون رشید اور اپنے بھائی مامون سے روایت کی۔ اور اس سے اسحاق موصلی حمدون بن اسمٰعیل وغیرہ نے روایت کی۔
بڑا قوی اور شجاع اور صاحب ہمت تہا۔ مگر پڑہا لکہا نہ تہا۔
صولی کہتے ہیں کہ ابراہیم بن محمد ہاشمی کہتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھ ہمیشہ ایک غلام رکہا کرتا تہا۔ جو اسے پڑہاتا تہا جب وہ غلام مرگیا۔ تو ہارون رشید نے کہا کہ اب تو تمہارا غلام بھی مرگیا۔ اب بتلاؤ اس نے کہا کہ ہاں قبلہ وہ مرگیا اور معلم کی بلا سے چھوٹ گیا۔ خلیفہ نے کہا کہ معلموں ہی سے تو علم حاصل ہوتا ہے۔ جس سے تم بے بہرہ ہو ۔
کہتے ہیں کہ وہ تھوڑا بہت لکہہ سکتا تہا اور کچہہ پڑھ بھی سکتا تہا۔
ذہبی کہتے ہیں کہ اگر معتصم علماء کو خلق قرآن کے متعلق تکلیف نہ دیتا تو سب سے بڑا اور مہیب خلیفہ ہوتا۔
نفطویہ اور صولی کہتے ہیں کہ معتصم میں بری صفات نہیں۔ بوجہ اسکے کہ اسکے اکثر باتوں میں آٹھ کا عدد شامل ہے۔ وہ خلیفہ مثمن کہلاتا تہا۔ کیونکہ وہ خلفاء بنی عباس میں آٹھواں بادشاہ تہا۔ اور اولاد عباس میں بہی آٹھواں تہا۔ ہارون رشید کی اولاد میں بہی آٹھواں تہا۔
سنہ ۲۱۸ھ ہجری میں تخت پر بیٹہا۔ آٹھ برس آٹھ مہینے آٹھ دن سلطنت کی۔
سنہ ۱۷۸ھ ہجری میں پیدا ہوا اور اڑتالیس برس زندہ رہا۔ اسکا طالع عقرب تہا جو آٹھواں برج ہے۔ آٹھ فتوحات حاصل کیں۔ اور آٹھ دشمنوں کو قتل کیا۔ آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں۔ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی تہے کہ مرگیا معتصم میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ البتہ غصہ آتا تہا۔ تو قتل سے بہی درگزر نہ کرتا تہا۔ اُسکے کلمات فصیحہ اور اکثر معمولی درجہ کے اشعار مشہور ہیں۔
ابن ابو داؤد کہتے ہیں کہ معتصم اکثر اپنا بازو میری طرف پھیلا کر کہا کرتا تھا کہ اسمیں زور سے کاٹو۔ پھر کہتا کہ مجھے کچھہ بھی اثر نہیں ہوا۔ میں پہر کاٹتا اور اثر نہ ہوتا۔ کیفیت یہ تہی کہ اسپر تو نیزے کا بہی اثر نہ ہوتا تہا۔ چہ جائے کہ دانت کا۔

نفطویہ کہتے ہیں کہ معتصم بڑا سخت گیر آدمی تہا۔ اکثر آدمی کے پہونچے کی ہڈی کو دو انگلیوں سے دباکر توڑ ڈالا کرتا تہا۔
سب سے پہلے معتصم ہی نے ترکوں کو دفتروں میں نوکر رکھا۔ اور قریب دس ہزار ترکی غلام رکہے۔ اور بادشاہان عجم کی مشابہت اختیار کی۔ اور اُن کی چال چلا۔
ابن یونس کہتے ہیں کہ دعبل شاعر نے اوسکی ہجو لکہی اور پہر اُس سے ڈر کر مصر گیا اور وہاں سے مغرب میں پہونچا۔ وہ اشعار یہ تہے۔ **ترجمہ** کتاب میں تو سات ہی سلاطین بنو عباس کا ذکر ہے۔ آٹھویں کا ہماری کتاب میں ذکر نہیں۔ بہ اسیطرح اصحاب کہف سات ہی ہیں۔ البتہ آٹھواں انکا کتا تھا۔ میں تجہسے ان کے کتے کو اچھا سمجھتا ہوں۔ کیونکہ تو گنہگار ہے۔ اور وہ گنہگار نہ تہا۔ جب سے تو بادشاہ ہوا ہے لوگوں سے حکومت ضائع ہوگئی۔ وصیف واشناس (دو شخصوں کے) کی شان بڑھ گئی۔ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت قریب ہوگی دروازہ توبہ کا بند ہو جائیگا۔ اور پانی تیرے لیئے تلخ ہو جائیگا۔ ترکی بے وہڑک تیرے پاس چلے جاتے ہیں تو ہی ان کی ماں اور تو ہی اُن کا باپ ہے۔
بعد مامون کے معتصم بہ ماہ رجب ۲۱۸ھ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹہا۔ اور مامون کے قدم بقدم چلا۔ اپنی عمر مسئلہ خلق قرآن میں تمام کر دی اور دور دست شہروں میں اُس کی اشاعت کی اور علماء کو حکم دیا کہ بچوں کو اسی مسئلہ کی تعلیم دیں لوگوں کو اسی مسئلہ کی وجہ سے سخت تکلیفیں دیں اور بہت سے علماء کو قتل کرا ڈالا۔ اور امام احمد بن حنبل کو ۲۲۰ھ ہجری میں مارا۔
۲۲۰ھ ہجری میں دار الخلافہ بغداد سے سُرّ من رائے کو بناکر وہاں منتقل کر دیا۔ اور اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ اُسنے سمرقند۔ فرغانہ وغیرہ سے ترکوں کو بقیمت مول لیکر بلوایا۔ اور ان کی پرورش اور لباس وغیرہ میں بہت مال خرچ کیا اور انکو ریشم کے کپڑے پہنوائے اور زرین طوق اون کے گلے میں ڈالے۔ یہ غلام بغداد میں گہوما کرتے تہے اور لوگوں کو سخت اذیت پہونچاتے تہے۔ لاچار رعایا نے تنگ ہو کر کہا کہ اگر آپ اپنی فوج کو منع نہ کریں گے تو ہم آپ سے جنگ کرینگے۔ معتصم نے پوچہا کہ تم مجہسے کسطرح جنگ کر سکتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ مقاومت کے تیروں سے۔ معتصم نے کہا کہ اسکے مقابلہ کی مجہ میں طاقت نہیں اسی لیئے اُسنے سُرّ من رای آباد کیا اور وہیں اوٹھ گیا۔
۲۲۳ھ ہجری میں معتصم نے روم پر فوجکشی کی اور وہاں کے باشندوں کو ایسی تکلیفیں پہونچائیں کہ جس کی مثال نہیں ملتی ان کی جمعیتوں کو پریشان کر دیا۔ اور ان کے ملک کو بالکل تباہ کر دیا۔ عموریہ فتح کر لیا۔ اور تیس ہزار آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور اسیقدر گرفتار کرلایا۔
کہتے ہیں کہ جب معتصم نے اس جنگ کے لیئے تیاری کی تہی تو منجموں نے حکم لگایا تہا کہ طالع نحس ہے۔ اسموقعہ پر فتح نہ ہوگی مگر وہاں اُلٹی فتح و ظفر ہوئی۔ ابو تمام شاعر نے اسپر اپنا وہ مشہور قصیدہ لکہا ہے کہ جسمیں منجموں کی خوب خبر لی ہے اور اس علم پر مذاق اڑایا ہے چنانچہ اسکا مقولہ یہ ہے **ترجمہ** تلوار کی برش کا حال کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے جس کی کاٹ جنگ وجدال ولعب میں یکساں ہے۔ اور علم کو ہائے پیچ لبنہ پر بہی مثل بلند ستارہ کے چمکتا ہے۔ نہ صرف ستاروں ہی میں محدود ہوتا ہے بلکہ سینکڑوں میں پرتو افگن ہوتا ہے۔ اب ان منجموں کی نجوم کہاں گئی جسکو کہ انہوں نے کذب و فریب سے خوب آراستہ کیا ہے۔ اور تمام و کمال جہوٹی و دہوکے کی ٹٹی بنائی ہوئی تہی۔ جسمیں نہ تو کوئی صداقت ہے نہ کوئی امورات نادرہ۔
معتصم بروز جمعرات تاریخ ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ ہجری میں انتقال کیا اوسوقت وہ قرب وجوار کے دشمنوں پر تاخت وتاراج کر رہا تہا۔ مرض موت میں یہ آیت پڑہا کرتا تہا حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا ہم بغتہ۔ نزع کے وقت کہتا تہا

تمام حیلے جاتے رہے اب کوئی حیلہ باقی نہیں رہا حالت نزع میں کہتا تہا کہ مجھے ان لوگوں میں سے نکال لے چلو۔ نیز یہ کہ الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں تجھسے اس سے پہلے سے ڈرتا تہا۔ مگر تونے اس سے پہلے نہیں ڈرایا تہا۔ اور میں تجھسے اس سے پہلے ہی امید رکہتا تہا۔ مگر تونے مجھے ناامید نہیں کیا پس اب بہی امید مغفرت ہے)
معتصم کا ایک شعر ہے کہ ترجمہ اسپ تمام آگیا ہے اے غلام دوڑ اور اسپر زین کس اور لگام لگا۔ ترکوں سے کہہ دو کہ میں تو موت کے گہرے پانی میں اترنے والا ہوں، تم میں سے جسکا جی چاہے رہے یا جائے۔
اوسنے ارادہ کیا تہا کہ غایت مغرب تک جاکر ان شہروں پر قبضہ کرلے۔ جنپر بنو عباس بوجہ غلبہ بنوامیہ قبضہ حاصل نہ کرسکے۔
احمد بن خصیب کہتے ہیں کہ خلیفہ نے ایک روز مجھسے کہا۔ کہ جبتک بنوامیہ بادشاہ رہے ہمکو سلطنت نصیب ہوئی جب ہم بادشاہ ہوئے تب بھی ان کی سلطنت ذائل نہیں ہوئی کیونکہ اندلس اب بھی انکے قبضہ میں ہے۔ اسی زمانہ میں معتصم نے اخراجات سامان جنگ اندلس کا اندازہ لگایا تہا۔ اور اسکا انتظام کررہا تہا۔ کہ موت نے مہلت نہ دی۔
صولی نے بیان کیا ہے کہ مغیرہ بن محمد کہتے ہیں کہ جتنے بادشاہ معتصم کے دربار پر جمع ہوئے کبھی کسی بادشاہ کے وقت میں جمع نہ ہوئے تہے۔ اور نہ معتصم جیسے بالشان فتوحات کسی نے حاصل کیں۔ چنانچہ اُسنے بادشاہان آذربایجان طبرستان استنیبان۔ اشیاصح۔ فرغلنہ۔ طخارستان۔ صغہ اور ملک کابل کو قید کرلیا۔
صولی کہتے ہیں کہ معتصم کی انگوٹھی پر کندہ تہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔
صولی نے لکھا ہے کہ احمد یزیدی کہتے ہیں کہ معتصم نے جب اپنا قصر میدان میں بنالیا۔ اور اسمیں تیاری کے بعد جاکر بیٹھا تو لوگ اسکے سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ اسحاق موصلی نے اسموقعہ پر اپنا وہ بے نظیر قصیدہ پڑہا جو آجتک مشہور چلا آتا ہے مگر شروع قصیدہ میں اسحاق موصلی نے لکھا تہا۔ ترجمہ اے مکان تجھکو بلا ورمصیبت بدل ڈالینگی۔ کاش تو ویرانا ہی ہوجاتا معتصم نے اس شعر کو شگون بدسمجہا لوگوں نے آپسمیں اشارہ وکنایہ کیے اور تعجب کیا۔ کہ اسحاق جیسے عالم تجربہ کار اور بادشاہوں کی صحبت میں رہنے والے شخص نے ایسی فاش غلطی کیوں کی آخر معتصم نے اس قصر کو منہدم کرادیا۔
ابراہیم بن عباسؒ کہتے ہیں کہ جب معتصم کلام کرتا تہا تو تمام بلاغت ختم کردیتا تہا۔ اُسی کے وقت باورچی خانہ کے خرچ میں یہاں تک ترقی ہوئی کہ ایک ہزار دینار روزانہ پر خرچ ہوگیا۔
ابن العینا کہتے ہیں کہ معتصم کا قول ہے کہ جب طمع کو فتح ہوجاتی ہے تو عقل باطل ہوجاتی ہے۔
اسحاق کہتے ہیں کہ معتصم کہا کرتا تہا کہ جو شخص اپنے مال کے ساتھ طالب حق ہوا اسنے حق کو ضرور پالیا۔
محمد بن عمر رومی کہتے ہیں کہ معتصم کا ایک غلام عجیب نامی تہا کہ حقیقت میں اسم بامسمےٰ تہا۔ اور اپنا نظیر نہ رکہتا تہا۔ معتصم کو وہ بہت ہی محبوب تہا۔ اسکی تعریف میں اُسنے کچہہ اشعار کہے تہے۔ ایک روز مجھے بلاکر کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں اپنے بھائیوں سے لکہا پڑہا کم ہوں اور اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ امیر المومنین (ہارون الرشید) کو مجہہ سے بہت ہی محبت تہی اور مجھے کھیل کود سے رغبت تھی میں کسی ایک سنی میں نے چند اشعار عجیب کی تعریف میں کہے ہیں انکو سنکر سچ بتاؤ کہ وہ اچہے ہیں کہ نہیں اگر اچہے نہ ہوں تو میں انکو پوشیدہ کر رکہوں۔ پہر خلیفہ نے شعر سنائے ترجمہ عجیب کے حسن وجمال کی کیا تعریف کروں کہ آہوے مرغزار سے گوئے سبقت لیگیا ہے۔ اسکی خوبئے جمال کے آگے تمام چہرہ ماند ہوگئے ہیں۔ اور قد اسکا سرو شمشاد جیسا ہے۔ اگر وہ تلوار ہاتھ میں لیکر ارادہ جنگ کرتا ہے تو اسکا مردمقابل مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔ اگر وہ نیزہ ہاتھ میں لیکر ارادہ حملہ کرتا ہے تو دشمن کی جان کے لالے پڑجاتے ہیں۔ وہ میرے درد

عشق کا طبیب ہے۔ پس اس سے زیادہ اچھا معالج میری لئے اور کوئی نہیں ہے۔ مجھے عجیب سے وہ محبت ہے۔ کہ اور کسی سے نہیں ہے
مینے وہ اشعار سنکر تخت خلافت کی قسم کھا کر کہا کہ یہ اشعار اون خلفاء سے اچھے ہیں جو شاعر نہ تھے معتصم یہ سنکر بہت ہی
خوش ہوا۔ اور مجھے پچاس ہزار درہم عطا کیے۔

صولی نے بیان کیا ہے کہ عبد ابو احمد بن عباس الریاشی کہتے ہیں کہ بادشاہ روم نے ایک خط معتصم کے پاس متضمن بہ تہدید
بھیجا معتصم نے پڑھ کر کاتب کو حکم دیا لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد مینے تیرا خط پڑھا۔ اور تیرا خطاب سنا۔ اسکا جواب
تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا جو کہ تو نے سنا نہ ہوگا۔ کفار کو بہت جلد معلوم ہو جائیگا کہ عاقبت میں اون کا ٹھکانا کہاں ہے

صولی بروایت فضل یزیدی کہتے ہیں کہ ایک روز شعراء معتصم کے پاس جمع تھے اسنے انسے مخاطب ہو کر پوچھا
کہ تم میں سب سے اچھا شاعر کون ہے۔ جو کہ ایسے عمدہ اشعار سنائے جیسے کہ منصور نمری نے متعلق رشید یہ شعر
کہے ہیں۔ (ترجمہ) تحقیق تیرے امرا ور وسا و معززین بڑے پایہ کے ہیں۔ اور جب وہ سب ایک مجلس میں جمع ہوتے
ہیں تو تو انسے بفضل خدا برگزیدہ ہوتا ہے۔ کوئی شخص پابندی وا دائیگی صلوٰۃ خمسہ میں اس المعتصم باللہ سے سبقت
نہیں لے جاسکتا ہے گو باران برسنے سے رک جاوے مگر اسکی فضیلت میں کم نہیں ہوسکتیں۔ ہم جب تک
اوس کے اوصاف وسیعہ ذکر کریں تہوڑے ہیں۔

یہ سنکر ابو وہیب نے کہا کہ ہم میں ایسے شعراء موجود ہیں جو اس سے بہتر کہہ سکتے ہیں اور اسنے یہ اشعار سنائے
ترجمہ تین چیزیں ہیں جو اپنے لمعات سے دنیا کو منور کرتی ہیں۔ ایک شمس الضحی۔ دوسرا ابو اسحاق تیسرا قمر ہے۔ انکی
حرکات فاعلیہ کا کیا ذکر کیا جاوے۔ ایک شیر بیشہ ہے دوسرا باران رحمت اور تیسرا شمشیر برندہ۔

جب اسکا وزیر محمد بن عبد الملک مرگیا۔ اور لوگ تعزیت کے لیے جمع تھے تو یہ مرثیہ شاعر مذکور نے کہا ترجمہ مینے
اسوقت تجھکو کہا تھا جبکہ باد خزاں نے تیرے ہاتھ کو ہلاکر خاک آلودہ کر دیا تھا۔ کہ صبر کر دنیا میں تیرے لیئے خدا اس
سے بھی اچھا محافظ بھیجدیگا۔ جو کہ اس سے بہتر حامی دین ہوگا۔ خالق عالم ہر ایک شخص امت کو جو کہ فوت ہو چکے
ہیں تحریر میں نہیں لانا۔ مگر تیرے جیسے اچھے خصائل والے کو یا ہارون کو۔

احادیث جو معتصم سے مروی ہیں

صولی کہتے ہیں کہ ہمسے علائی نے کہا کہ ہمسے حدیث بیان کی عبد الملک بن ضحاک نے اس سے ہشام بن محمد نے
اُن سے معتصم نے اس نے ہارون الرشید سے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قوم کو
بنی فلان میں سے دیکھا کہ انکی چال مغرورانہ تھی آپ کے چہرہ مبارک سے غصے کے آثار معلوم ہونے لگے۔ پھر قرآن کی وہ
آیت جس میں شجر ملعونہ کا ذکر ہے پڑھی لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کونسا درخت
ہے تاکہ ہم اس سے بچیں آپ نے فرمایا کہ وہ درخت نباتات میں سے نہیں ہے بلکہ اس درخت سے مراد بنی امیہ
ہیں۔ جب وہ بادشاہ ہوں گے تو ظلم کرینگے اور اگر انکو امانت دیجائیگی تو وہ اُس میں خیانت کرینگے۔ پھر آپ نے
چچا حضرت عباسؓ کی پشت پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ چچا تمہاری پشت سے خدا ایک آدمی پیدا کرے گا۔ کہ جسکے ہاتھ سے
بنو امیہ ہلاک ہوں گے ہمارے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے اور علائی نے اپنی طرف سے افترا کر لیا ہے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ ابو القاسم علی بن ابراہیم نے بوسطہ اسحاق بن یحیے بن معاذ روایت کی ہے کہ میں معتصم کے

پاس موجود تہا۔ کہ اسنے مجہسے کہا۔ کہ تجہے کچہ خبر ہے۔ میں پوچہا کیا معتصم نے کہا۔ کہ میں نے ہارون الرشید سے سنا ہے اور
اسنے بواسطہ ابن عباس روایت کی (مرفوعاً) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جمعرات کے روز
پچھنے لگوائے۔ وہ بیمار ہوجائیگا اور اسی میں مرجائیگا۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ضبعی نے اسحاق سے دوسرے طرح سے اسی
حدیث کو بیان کیا ہے۔

حسب ذیل علما نے اُسکے وقت میں انتقال کیا۔

حمیدی شیخ بخاری۔ ابونعیم الفضل بن دکین۔ ابوغسان النہدی۔ قالون المقری۔ خلاد المقری۔ آدم بن ابوایاس۔ عفان۔
قعنبی۔ عبدان المروزی۔ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ابراہیم بن مہدی۔ سلیمان بن حرب۔ علی بن محمد مدائنی۔ ابوعبید القاسم
بن سلام۔ قرہ بن حبیب۔ عارم (محمد بن عیسے الطباع الحافظ۔ اصبغ بن فرج فقیہ۔ سعدویہ الواسطی۔ ابوعمر الجرمی نحوی
محمد بن سلام ہکیندی۔ سنید۔ سعید بن کثیر بن عفیر۔ یحیے بن یحیے تیمی وغیرہ۔

واثق باللہ ہارون

الواثق باللہ ہارون ابوجعفر (یا ابوالقاسم) بن معتصم بن رشید۔ ایک رومیہ ام ولد قراطیس نامی کے بطن سے ۲۰ شعبان
۱۹۶ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ ہی کے وقت ولی عہد خلافت ہوا۔ اور ۱۸ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔
۲۲۸ھ ہجری میں ایک ترکی اشناس نامی کو نائب سلطنت بنایا اور اسکے سر پر تاج مکلل بجواہر اور دو طرے جواہرات
کے لگائے میرا یہ خیال ہے کہ سب سے پہلے واثق باللہ ہی نے نائب السلطنت بنایا تہا اور ترک تو اسکے باپ کے ہی وقت
میں زیادہ بڑہ گئے تہے۔

۲۳۱ھ ہجری میں اُسنے امیر بصرہ کو حکم دیا کہ اماموں اور موذنوں کا خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان لے (یہ خبط اوسے اپنے باپ
سے میراث میں) ملا تہا۔ لیکن آخر عمر میں وہ اس سے روگرداں ہوگیا تہا۔

اسی سال واثق نے احمد بن نصر الخزاعی کو جو اہل حدیث میں سے تہے۔ اور امر و نواہی کے پابند تہے قتل کیا جنکو پہلے تو بغداد
میں قید کرکے بلا بہیجا اور ان سے خلق قرآن کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔ پہر اسنے ان سے قیامت
میں خدا کی رویت کا سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ روایت سے تو رویت ثابت ہوتی ہے اور اسکی سند میں ایک حدیث بیان کی
واثق نے کہا کہ تو جہوٹ بولتا ہے انہوں نے جواب دیا کہ تو جہوٹ بولتا ہے واثق نے کہا کہ افسوس ہے کہ خدا کو محدود اور مجسم
اور مکان کا مقید اور دیکہنے والوں کی آنکہوں میں سماجانیوالا سمجہتا ہے۔ تو قطعی کفر کررہا ہے۔ اور تو خدا کی صفات کو نہیں سمجہتا فرقہ
معتزلہ کے فقیہوں نے جو وہیں بیٹہے تہے فوراً انکے قتل کا حکم دیا خلیفہ نے وہیں تلوار منگائی اور کہا کہ جب میں اُسے مارنے کے لئے
کہڑا ہوں۔ کوئی شخص میری مدد نہ کرے کیونکہ جو قدم میں اسکے قتل کرنے کے لیئے اوٹہاؤں گا اونکا ثواب مجہے ملیگا۔ کیونکہ
یہ ایسے خدا کو مانتا ہے جسکو ہم نہیں مانتے اور نہ اس جیسی صفات کے قائل ہیں۔ احمد بن نصر طوق زنجیر پہنے ہوئے نطع
پر بٹہائے گئے۔ اور خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے انکی گردن ماردی۔ اور حکم دیا کہ انکا سر بغداد بہیجدیا جائے اور انکے جسم کو سر
رائے میں سولی دیدیا جائے۔ انکا سر اور جسم اسی حالت میں چھ برس تک لٹکا رہا۔ جب متوکل بادشاہ ہوا تو اسنے اُن کو اُتار
کر دفن کردیا۔ اُن کے کان میں ایک پرچہ لکہکر لگادیا گیا تہا کہ یہ احمد بن نصر بن مالک کا سر ہے۔ خلیفہ متوکل نے انکو خلق
قرآن اور نفی تشبیہ خدا تعالی کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ خدا تعالی نے انکو بہت جلد آتش دوزخ کی طرف بلالیا

ان کے سر کے لیئے ایک چوکیدار مقرر کردیا تہا. جو اُسکو نیزہ کے ساتھ قبلہ کی سمت میں نہ ہونے دیتا تہا.
خلیفہ متوکل نے ایک روز بیان کیا کہ میں نے انکو اس رات میں قبلہ رو سورہ یسین خوش الحانی کے ساتھ پڑہتے ہوئے دیکہا ہے یہ حکایت ایک اور طریقہ سے بھی معلوم ہوئی ہے.
اسی سال ایک ہزار چھ سو مسلمان قیدی روم سے چھڑائے گئے اور ابن ابو داؤد نے حکم دیا کہ قیدیوں میں سے جو کوئی خلق قرآن کو مان لے اُسکو دو دینار دے کر چھوڑ دیا جائے اور جو نہ مانے اُسکو بدستور قید میں رکھا جائے.
خطیب کہتے ہیں کہ احمد بن ابو داؤد ہی وہ شخص تھا کہ واثق کو تشدد کرنے اور خلق قرآن کیطرف لوگوں کو بلانے کے لیئے مائل کرتا رہتا تہا. کہتے ہیں کہ اوسنے بھی مرنے سے پہلے اس اعتقاد سے توبہ کرلی تھی.
ایک مرتبہ بہت سے قیدی مختلف شہروں کے خلیفہ واثق کے سامنے پیش کیئے گئے اور ابو داؤد بھی حاضر تہا ان میں ایک قیدی مقید باہن بھی تہا. جب وہ پیش ہوا. اُسنے ابن داؤد سے پوچھا کہ جو رائے تمہاری ہے اور جسکی طرف تم لوگوں کو بلاتے ہو اسکا علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تھا یا نہیں اور اگر تہا. تو آپ نے لوگوں کو اس مسئلہ کی طرف کیوں نہ بلایا یا کوئی قرآن شریف کے متعلق ایسا امر بہی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکا علم نہ تہا ابن ابو داؤد نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسکا علم تہا قیدی نے کہا کہ جو کام رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا وہ تم کیوں کرتے ہو جو کام آپ نے ناجائز سمجھا اوس کو تم نے کیسے جائز قرار دے لیا. کہتے ہیں یہ جواب سنکر ابو داؤد لاجواب و شرمندہ ہوگیا اور لوگ حیران رہ گئے. اور واثق ہنس پڑا. اور اپنے منہہ پر ہاتہہ رکہے ہوئے زنانہ میں چلا گیا اور لیٹ رہا. بار بار کہتا تہا کہ جس بات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناجائز قرار دیا اوسکو ہم جائز سمجہہ رہے ہیں جس معاملہ میں آپنے خاموشی اختیار کی. ہم اسمیں سختی کر رہے ہیں قیدی کو تین سو دینار دیئے اور اُسکو اپنے وطن واپس کردیا اور پھر کبھی کسی کا امتحان نہیں کیا اور ابن داؤد سے اسی روز سے سخت ناخوش ہوگیا کہتے ہیں کہ یہ قیدی ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن محمد الازدی ابو داؤد اور نسائی کے اوستاد تہے.
ابن ابو الدنیا کہتے ہیں کہ واثق گورا چٹا آدمی تہا. بلکہ اسکے رنگ میں زردی غالب تہی. اُس کی داڑہی بہت خوبصورت تھی اور اسکی آنکہوں میں نقطہ تہا.
یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ آل ابو طالب میں سے جیسی بہلائیں واثق نے کی ہیں کسی نے نہ کی ہونگی جب وہ مرا ہے تو علویوں میں ایک آدمی بہی مفلس نہ تہا.
واثق نہایت ادیب بڑا شاعر تہا. ایک خادم جو مصر سے ہدیہ میں آیا تہا اسکو بڑا محبوب تہا ایک روز واثق اسپر ناراض ہوا اُس خادم نے اور خدمتگاروں سے کہا کہ کل ہی کو امیر المومنین مجہہ سے بولنا چاہیں گے مگر میں ہرگز نہ بولوں گا واثق نے یہ سنکر کہا **ترجمہ** اے وہ شخص کہ میری تکلیف پر فخر کرتا ہے حالانکہ تو ایک غلام ہے جس کی ہمنے قدر بڑہائی ہوئی ہے. اگر محبت نہ ہوتی تو ہم قدر کے متعلق گفتگو کرتے اور اگر محبت سے کبھی افاقہ ملا تو دیکہہ ہی لیگا.
واثق نے اپنے خادم کے متعلق اشعار ذیل بھی کہے ہیں **ترجمہ** مجہے میرے جان و دل کا مالک ہے جس کے خال و خط و سیاہی چشم نے مجہے دیوانہ بنا رکہا ہے. اوسکا نازک قد بے مثال ہے. اور وہ نہایت نازنین اور صاحب کرشمہ ہے. اگر وہ ذرا بہی ابروئے خمدار کے اشارہ سے دیکہے تو کسیکا دل قابو میں نہیں رہ سکتا.
صولی کہتے ہیں کہ واثق مامون کو اپنے ادب اور فضیلت کی وجہ سے حقیر سمجہا کرتا تہا اور مامون اسکی قدر کرتا تہا. اور اپنے

بیٹے پر اُسکو فضیلت دیتا تہا واثق اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے بڑا عالم تہا اور ایسا ہی شاعر نیز خلفار میں راگ کا سب سے زیادہ عالم وہی ہوا ہے اور اسنے بہت سی باتیں اور سر پر قریب ہو کے نئی نکالی تہیں ۔ عود بجانے میں اور اشعار واخبار میں وہ سب سے بڑا اوستاد مانا جاتا تہا ۔

فضل یزیدی کا قول ہے کہ خلفار بنو عباس میں واثق سے بڑہکر کسی کو اشعار یاد نہ تہے ۔ کسی نے فضل سے پوچہا کہ کیا اوسے مامون سے بہی زیادہ اشعار یاد تہے ۔ انہوں نے کہا کہ ہاں بات یہ تہی کہ مامون علم عرب کے ساتھ علم اوائل نجوم طب اور منطق بہی جانتا تہا اور واثق صرف علم عرب ہی جانتا تہا ۔

یزید المہلبی کہتے ہیں کہ واثق بڑا پرخور آدمی تہا ۔

ابن فہم کہتے ہیں کہ واثق کے سونے کے خوان تہے جو کہ چار ٹکڑوں تہے بنائے گئے تہے جنمیں سے ہر ایک ٹکڑہ کو بیس آدمی اوٹھایا کرتے تہے اور خوان میں ہر ایک چیز سفالی ۔ کاسہ وسلورہ (یعنے کہانیکے برتن) سونے ہی کے تہے ۔ ابن ابو داؤد نے اُس سے کہا کہ ان برتنوں میں کہانا منع ہے اسلیئے اس نے حکم دیا کہ سب چیزیں توڑکر سونا بیت المال میں داخل کر دیا جائے ۔

حسین بن یحییٰ کہتے ہیں کہ واثق نے خواب میں دیکہا کہ وہ خدا سے بہشت کی آرزو کرتا ہے اتنے میں کسی شخص نے کہا کہ خدا سوا اسکے جسکا دل مرت (بیابان بے علف) جیسا ہو کسی کو ہلاک نہ کریگا ۔ صبح کو اُسنے جلیسوں سے اُسکی تعبیر پوچہی مگر کوئی نہ بتلا سکا ۔ واثق نے ابو محلم کو بلا بہیجا ۔ اور اون سے یہ خواب بیان کیا اور مرت کے معنے پوچہے انہوں نے کہا کہ مرت ایسے بیابان کو کہتے ہیں جسمیں گہاس تک نہ اُگتی ہو ۔ اور اسکا یہ مطلب ہے کہ خدا ایسے شخص کو ہلاک کریگا جسکا دل ایمان سے ایسا خالی ہو جیسا وہ بیابان جسمیں گہاس تک نہ ہو ۔ واثق نے کسی شاعر عرب کی سند مانگی ۔ ابو محلم نے ہنسکر کہا واللہ اب میں آپکو نہ چہوڑونگا جب تک کہ پوری پوری سند نہ پیش کروں چنانچہ اسنے سو شعر عرب کے سو شعر سنداً پیش کئے جسمیں مرت کا لفظ اسی معنے میں واقع ہوا تہا جنمیں سے ایک یہ شعر بنی اسد کا سنایا

ترجمہ وہ ایسا بیابان بے علف ہے کہ مرغ سنگخوار بہی اس سے خلا مانگتا ہے صبح کی تازگی میں اس بیابان میں سے عقلمند کچہہ دستیابی کی امید کرتا ہے مگر وہ ناکام رہتا ہے ۔ واثق نے انکو ایک لاکہہ دینار انعام عطا کیا ۔

حمدون بن اسماعیل کہتے ہیں کہ خلفار میں کوئی شخص واثق سے بڑہ کر حلیم اور تکلیفوں پر صبر کرنیوالا نہ تہا اور کبہی انکے برخلاف کوئی امر اس سے صادر نہیں ہوا ۔

احمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ واثق کے اوستاد ہارون بن زیاد اس کے پاس آئے ۔ واثق نے اون کی انتہا درجہ تعظیم وتکریم کی کسی نے پوچہا کہ یہ کون شخص ہیں جنکی آپ اس درجہ تکریم کرتے ہیں ۔ واثق نے کہا کہ سب سے پہلے انہی نے میری زبان ذکر خدا کے ساتہہ کہولی تہی اور رحمت خدا سے مجہے قریب کیا تہا ۔

خلیفہ ہمارا حاکم وقت اور اسکا چچا زاد بہائی ۔ ابن عباس میں بہترین خلائق ہیں اور نیز انہیں بہی جو کہ حاکم ہوئے ہیں ۔ اور دین کی کمزوری کی حالت میں اسکے حامی ہیں ۔ اور بے دینوں کو شمشیر سے قلع وقمع کرنے والے ہیں ۔ ای خالق عالم تو اس خلیفہ کی عمر کو دراز کرکے ہمارے سر پر قائم رکہ ۔ اور ایسا ہی نیکوخصائل رکہ کہ اسکی خواہشات نفسانی ہین کم نہ ہوں ۔ اسکے لئے امداد دین کے لحاظ سے جنت میں اسے عمدہ جگہ بنادے ۔ کہ جسمیں باغ بریں گرداگرد ہوں اور اچہا بدلہ اسکو دے ۔

اس کے متعلق علی بن جہم نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں ترجمہ بادشاہت الواثق باللہ کو پہونچ گئی۔ وہ ایسا سخی ہے کہ مال فراوان بھی اس کے لیے کم ہے۔ مگر اس کے لیے ہمنشینوں کی تنگی نہیں ہے۔ وہ ایسا شیر بیشۂ میدان ہے کہ اس کے خوف جنگ وقتال سے دشمن کا قافیہ تنگ ہو جاتا ہے۔ وہ ایسا مونس سیف ہے کہ آہو سبک رو بھی اس سے وحشت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اے ابن عباس یاد رکھو کہ وہ تمہارا سرتاج ہے۔

واثق نے سرمن رائے میں بتاریخ ۲۴ ذوالحجہ ۲۳۲ھ ہجری یوم چہارشنبہ انتقال کیا۔ موت کے قریب وہ یہ اشعار بار بار پڑھتا تھا ترجمہ موت میں تمام خلقت مشترک ہے؛ نہ اس سے کوئی بازاری بچنے پاتا ہے نہ بادشاہ؛ نہ فقیروں کو دنیا چھوڑنے میں افلاس مانع آتا ہے؛ اور نہ بادشاہوں کے ملک انکو فائدہ پہونچاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جان نکلنے کے بعد وہ تنہا چھوڑ دیا گیا۔ لوگ متوکل سے بیعت کرنے میں مشغول ہو گئے پیچھے ایک سوسمار آیا اور اسکی آنکھیں نکال کر کھا گیا۔!!!

صولی بروایت جعفر بن علی بن راشد کہتے ہیں کہ ایک روز صبح کے وقت ہم واثق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اُسکی خادم مہج نے اسکو صبوحی پلائی اور نرگس اور گلاب کے پھول اسکو دیئے۔ واثق نے اسپر وہ اشعار کہے جو فصاحت و بلاغت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے ترجمہ اشعار ہمکو ایک درمیانہ قد و قامت والے شخص نے نرگس اور گلاب کے پھولوں سے راحت بخشی۔ پس ہماری آنکھیں ایسی سرشار محبت ہوئیں کہ حالت سوزش دل وجد سے بھی بڑھ گئیں۔ میں نے سلطنت میں بھی اسکو شامل کیا۔ مگر یہ میرا فضل اس کی دوری کا باعث ہو گیا۔ تمام خواہشات پر پانی پھر گیا؛ اور امید ملاقات میں کوہ عظیم حائل ہو گیا۔ اگر اس کی لطیفہ سنجی کی بابت پوچھا جاوے یا اُن آنسوؤں کی نسبت جو کہ مسلسل میری رخسار تک ہجر نے پہونچائے ہیں پس اسکو تو خال چشم نے اسقدر مغرور کر دیا ہے۔ کہ وہ اپنے ایفائے وعدوں پر کوئی آمادگی ظاہر ہی نہیں کرتا۔ اور مالک کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ اپنے غلام کی جفا شعاری سے نالاں ہے۔ پھر بھی اسی سے ہی خواہان انصاف کا ہے۔ متفقہ طور پر شعرائے عرب کہتے ہیں کہ کسی خلیفہ نے اس تعداد کے شعر نہیں کہے۔

صولی بروایت عبداللہ بن معتز کہتے ہیں واثق کو دو غلاموں سے بہت محبت تھی اور وہ باری باری اس کی خدمت میں حاضر رہتے تھے واثق نے اون دونوں کے متعلق کہا ہے ترجمہ میرا دل دو شخصوں میں منقسم ہے؛ بھلا کبھی کسی نے ایک روح کو دو جسموں میں دیکھا ہے اگر ایک مجھپر عنایت کرتا ہے؛ تو دوسرا ناخوش ہوتا ہے؛ میرا دل دو مصیبتوں میں گرفتار ہے۔

جبریل کہتے ہیں کہ ایک روز واثق کی مجلس میں اخطل کا یہ شعر گایا گیا ترجمہ ایک آہو بڑہ ہے کہ جو مجھے شراب پلاتا ہے جسمیں نہ وہ بخیلی کرتا ہے نہ سوّار (جھوٹا) چھوڑتا ہے۔

واثق نے سوّار کے معنے پوچھے کوئی صحیح نہ بتلا سکا۔ ابن الاعرابی نے لسند شعراء عرب معنے بیان کیے تو انکو بیس ہزار درہم انعام دیئے

جبریل نے بروایت احمد بن حسین کہتے ہیں کہ واثق کی مجلس میں حسین بن ضحاک اور مخارق کی بحث ہو پڑی ایک ابونواس شاعر کو ترجیح دیتا تھا۔ دوسرا ابوالعتاہیہ کو۔ واثق نے کہا کہ کچھ شرط کرو چنانچہ دو سو دینار شرط مقرر ہوئی واثق نے دریافت کیا کہ کوئی عالم حاضر ہے۔ معلوم ہوا کہ ابومحلم موجود ہیں اُن سے یہ معاملہ رجوع کیا گیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ابونواس بہت بڑا شاعر ہے اور تمام اصناف سخن پر قادر ہے۔ چنانچہ اسی فیصلے پر دو سو دینار حسین بن ضحاک کو دلائے گئے۔

واثق کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔
مسدد۔ خلف بن ہشام۔ بزار مقری۔ اسمعیل بن سعید الشالنجی۔ شیخ اہل طبرستان۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی
ابو تمام الطائی شاعر۔ محمد بن زیاد بن اعرابی لغوی۔ بویطی شاگرد امام شافعی بحالت قید و تکالیف۔ علی بن مغیرہ
اثرم سلفوی۔ وغیرہ۔

المتوکل علی اللہ

المتوکل علی اللہ جعفر ابو الفضل بن معتصم بن رشید۔ ام ولد شجاع نامی کے بطن سے ۲۰۵ سنہ یا ۲۰۷ سنہ ہجری میں پیدا ہوا اور بعد از واثق باللہ کے ماہ ذوالحجہ ۲۳۲ سنہ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔
اس خلیفہ نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنا میلان احیاء سنت کی طرف ظاہر کیا۔ اور محدثین کی مدد کی اور ۲۳۴ سنہ ہجری میں تمام محدثین کو بمقام سامرہ جمع کیا اور انکو بہت سا انعام واکرام کیا۔ اور اُن کی بہت تعظیم کی اور حکم دیا کہ صفات و رویت الٰہی کے متعلق حدیثیں بیان کریں چنانچہ اسی لئے ابو بکر ابو الشیبہ کو جامع رصافہ میں اور اون کے بھائی عثمان کو جامع منصور میں مقرر کیا ان دونوں کے وعظ میں روز قریب تیس ہزار لوگوں کے جمع ہوتے تھے۔ اس فعل سے تمام لوگ اوسکے گرویدہ ہوگئے اور اُسکے حق میں دعائیں کرنے لگے اور اس کی تعریف اور تعظیم دل سے کرنے لگے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے کہا کہ خلفاء تین ہوئے۔ ایک ابو بکر صدیق رضؓ کہ جنہوں نے مرتدین کو قتل کرایا۔ دوسرے عمر بن عبد العزیز جنہوں نے ظلم دنیا سے اٹھایا تیسرے متوکل علی اللہ جسنے مردہ سنت کو پھر جلایا۔ اور گروہ جہمیہ کو نابود کرایا۔ ابوبکر بن خبازہ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے ترجمہ سنت آج کے روز سے ایسی معزز ہوئی ہے کہ پھر کبھی ذلیل نہ ہوگی؛ اور وہ ایسی مستحکم ہوگئی ہے کہ اُسکا مینارہ بلند قائم ہوگیا۔ اور جھوٹ اور مکر کا مینارہ بلندی سے گر گیا۔ دین میں بدعت نکالنے والے پشت دیکر دوزخ کی طرف ایسے بھاگے ہیں کہ پھر ادہر رخ نہ کرینگے۔ خدا نے مرض بیدینی سے خلیفہ متوکل محی السنتہ کے طفیل میں شفا بخشی۔ خلیفہ ہمارا حاکم توفنت اور اسکا چچا زاد بھائی۔ ابن عباس میں بہترین خلائق ہیں اور نیز امین بھی جو کہ حاکم ہوئے ہیں۔
اور دین کی کمزوری کی حالت میں اس کے حامی ہیں۔ اور بے دینوں کو شمشیر سے قلع و قمع کرنیوالے ہیں۔ ای خالق عالم تو اس خلیفہ کی عمر کو دراز کرکے ہمارے سر پر قائم رکھ۔ اور ایسا ہی انکو خصائل رکھ۔ کہ اس کی خواہشات ترقی دین کم نہوں۔ اس کے لئے امداد دین کے لحاظ سے جنت میں اسے عمدہ جگہ بنادے۔ کہ جسمیں باغ بریں گرداگرد ہوں اور اچھا بدلہ اسکو دے۔
اسی سال میں ابن ابی داؤد پر ایسا فالج پڑا کہ گویا وہ پتھر کا بنگیا۔ خدا نے اس کے افعال کا بدلہ یہیں لوگوں کو دکھلا دیا۔
اسی سال میں عراق میں ایسی شدید باد سموم چلی کہ کوفہ بصرہ بغداد کی تمام کھیتیاں جل گئیں اور مسافر راستوں میں مرگئے جو کہ اس سال کے امورات نادرہ سے ہے اور اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ پچاس روز یہی قیامت کا نقشہ رہا حتے کہ ہمدان میں زراعت جل گئی۔ اور مویشی مرگئے اور موصل و سنجار میں بھی یہی حالت طاری ہوگئی۔ لوگوں کو رزق کی تنگی ہوگئی۔ بازاروں میں غلہ ناپید ہوگیا۔ جس کے باعث ایک مخلوق خدا ہلاک ہوگئی۔ اور راستوں میں مسافر ہلاک ہوگئے اس کے بعد دمشق میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ ہزاروں مکان گر گئے۔ اور خلقت

انکے نیچے دب گئی۔ الطاکیہ اور جزیرہ تک یہی حال ہوا۔ اور بربادی وہلاکت و سوختگی زراعت کا اثر موصل تک پہونچ گیا۔ اس واقعہ میں پچاس ہزار آدمیوں سے کم کا نقصان نہ ہوا ہوگا۔

۲۳۵ھ ہجری میں متوکل نے تمام عیسائیوں کو گلوبند باندھنے کا حکم دیا۔

۲۳۶ھ ہجری میں متوکل نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک اور گرد و پیش کے مکانات کو ویران کرنے اور اس جگہ کو مزروعہ بنا دینے کا حکم دیا اور لوگوں کو زیارت کرنے سے منع کر دیا۔ مدتوں مزار مبارک جنگل بنا رہا اس حرکت سے لوگوں نے اسکو ناصبی اور دشمن اہلبیت رسالت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشہور کر دیا۔
مسلمانوں کو سخت رنج ہوا۔ اہل بغداد نے مسجد میں اور گھروں کی دیواروں پر اسکو گالیاں لکھکر لگائیں اور شعرا نے ہجویں لکھیں۔ منجملہ انکے ایک یہ ہے ترجمہ واللہ بنو امیہ نے نبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نواسے کو مظلوم قتل کر دیا۔ جب وہ مر گئے تو ایک اور بنی امیہ پیدا ہو گیا۔ اوسکو چونکہ رنج تہا کہ وہ قتل حسین میں شریک ہوا اس لئے اُسنے قبر کو ویران کرا دیا۔ اگر وہ اُنکے جسم پر ظلم نہ کر سکا۔ تو انکی بوسیدہ ہڈیاں ہی اکہڑوا کر جی ٹہنڈا کیا۔

۲۳۷ھ ہجری میں نائب مصر کے نام حکم بہیجا کہ ابوبکر بن محمد بن ابواللیث قاضی القضاۃ مصر کی داڑہی منڈوا کر اور گدھے پر سوار کرکے اسی شہر میں تشہیر کرائی اور حقیقت یہ ہے کہ وہ تہا بہی اسی قابل کیونکہ تمام لوگ اسکے ظلم سے تنگ آ گئے تہے اور عقیدہ جہمیہ رکھتا تہا اور نیز حکم دیا کہ ہر روز اسکو بیس کوڑے لگائے جایا کریں۔ تاکہ وہ اپنے مظالم کا بدلہ چکہے۔ اُسکی جگہ حارث بن مسکین شاگرد امام مالک کو قاضی مقرر کیا گیا۔
اسی سال عسقلان میں آگ لگی اور تین روز تک مشتعل رہی جس سے مکانات وخرمن گاہ جل گئے۔ بعدہٗ
اسی سال خلیفہ نے امام احمد بن حنبل کو بلا بہیجا۔ لیکن وہ اسکے سامنے نہ پہونچ سکے بلکہ اسکے بیٹے معتز کے پاس حاضر ہوئے۔

۲۳۸ھ میں روم نے دمیاط پر حملہ کیا۔ لوگوں کو لوٹا شہر کو آگ لگائی۔ اور چہ سو عورتیں گرفتار کر کے دریا کے راستے

۲۴۰ھ ہجری میں اہل خلاط نے ایک آواز تند آسمان سے سنی جس سے بہت سے آدمی مر گئے۔ عراق میں مرغی کے انڈے کی برابر اولے پڑے اور مغرب میں تیرہ گاؤں زمین میں دہنس گئے۔

۲۴۱ھ ہجری میں تارے بہت سے ٹوٹے۔ اور بڑی رات گئے تک آسمان میں ستارے ملخ کی طرح پہرتے ہوئے معلوم ہوتے رہے۔ اور یہ ایسا عجیب و ہولناک واقعہ تہا کہ اس سے پہلے کبہی واقعہ نہیں ہوا تہا۔

۲۴۲ھ ہجری میں تونس اور قرب وجوار شہر رے۔ خراسان نیشاپور۔ طبرستان۔ اور اصفہان میں سخت زلزلہ آیا۔ پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اکثر جگہ سے اتنی جگہ پہٹ گئی کہ جسمیں آدمی سما جائے۔ مصر کے ایک گاؤں میں آسمان سے پتھر برسے جنکا وزن دس رطل کے قریب تہا۔ یمن میں پہاڑوں نے کچہ ایسی حرکت کی کہ کہیت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔

حلب میں بماہ رمضان ایک سفید رنگ پرندے کو جو کہ مردار خوار نہ تہا لوگوں نے نہایت فصاحت سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے لوگو اللہ سے ڈرو۔ اللہ۔ اللہ چالیس مرتبہ یہ کہکر اوڑ گیا۔ دوسرے روز بہی ایسا ہی ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے اس واقعہ کی بذریعہ تحریرات مشتہر کیا۔ اور قریباً پانچ سو آدمیوں نے اُس کی شہادت خود سننے کی دی۔

اسی سال ابراہیم بن مطہر کاتب نے بہلی میں بیٹھکر سفر حج کیا جسمیں اونٹ جتے ہوئے تھے۔ یہ گاڑی دیکھکر لوگوں نے سخت تعجب کیا۔

۲۴۳ھ ہجری میں متوکل دمشق گیا اور اس شہر کو بہت ہی پسند کیا۔ اور وہیں رہنا چاہا۔ جسپر یزید بن محمد مہلبی شاعر نے یہ اشعار کہے (ترجمہ) خلیفہ نے قیام ملک شام کو بمقابلہ عراق کے پسند کرکے وہاں کے چھوڑنیکے ارادہ کرلیئے پس اگر خلیفہ ساکنان اہل عراق کے دلوں سے پوچھے تو انکے لئے ایسا صدمہ ہے جیسے زخم پر نمک چھڑکنا۔ یہ سنکر خلیفہ دو تین ماہ کے بعد پھر واپس چلا آیا۔

۲۴۴ھ ہجری میں متوکل نے یعقوب بن سکیت امام عربیہ کو قتل کرڈالا جو اس کے بیٹوں معتز اور مؤید کو پڑھایا کرتے تھے صورت واقعہ یہ ہے کہ ایک روز خلیفہ نے اپنے بیٹوں کو دیکھکر یعقوب بن سکیت سے پوچھا کہ بھلا تیرے خیال میں دونوں اچھے ہیں یا حسنؓ و حسینؓ یعقوب نے کہا کہ ان سے تو حضرت علی کا غلام قنبر لاکھ درجہ اچھا ہے۔ یہ سنکر متوکل کو غصہ آگیا اور اسنے چند ترکوں کو حکم دیا کہ ان کو لٹاکر اسوقت تک ان کے پیٹ پر کودتے رہیں کہ یہ مرجائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ انکی زبان تالو سے نکلوا ڈالی اسی صدمہ سے وہ ہلاک ہوگئے اور خون بہا انکی اولاد کے پاس بھیجدیا۔

دراصل متوکل ناصبی تھا۔

۲۴۵ھ ہجری میں تمام دنیا میں سخت زلزلے آئے شہر اور قلعے اور پل گرپڑے اور انطاکیہ میں ایک پہاڑ سمندر میں گرگیا۔ اور آسمان سے سخت ہولناک آوازیں سنائی دیں۔ اور مصر میں زلزلہ عظیم آیا۔ اور باشندگان بلبیس (نواح مصر) والوں نے آواز ہولناک آسمان سے سنیں چنانچہ اس شہر کے بہت سے آدمی ہلاک ہوگئے اور مکہ شریف کے چشموں کے پانی غائب و تباہ ہوگئے۔ متوکل نے عرفات سے پانی لانے کے لیئے ایک لاکھ دینار دیئے۔

متوکل نہایت سخی تھا۔ کہتے ہیں کہ جتنا متوکل نے شعراء کو انعام دیا ہے۔ کسی خلیفہ نے نہیں دیا۔ چنانچہ مروان بن ابوالجنوب نے کہا ہے کہ ترجمہ اپنے ہاتھ کو مجھ سے روک لے۔ اور زیادہ بخشش بندکردے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے۔ کہ اسقدر زیادتی دولت یا تو مجھے سرکش بنادیگی یا میں ظالم ہوجاؤنگا۔

یہ شعر سنکر متوکل نے کہا کہ اسوقت تک ہاتھ نہ روکوں گا۔ کہ میرا جود و سخا تجھے غرق نہ کردے۔ چنانچہ ایک قصیدے کے صلے میں اُسے ایک لاکھ بیس ہزار درہم اور پچاس کپڑے انعام دیئے۔

ایک روز متوکل دو چابک اپنے ہاتھ میں لیئے کھڑا ہوا ہلا رہا تھا۔ علی بن جہم نے آکر کچھ اشعار اُسے سنائے متوکل نے ایک درہ اسکی طرف پھینک دیا۔ علی بن جہم اُسے الٹ پلٹ کرکے دیکھنے لگا۔ متوکل نے کہا دیکھتے کیا ہو تمکو معلوم نہیں کہ یہ ایک لاکھ کی مالیت سے بھی زیادہ کا ہے۔ علی بن جہم نے کہا کہ یہ بات تو نہیں بلکہ میں کچھ اور اشعار سوچ رہا ہوں تاکہ دوسرا چابک بھی مل جائے۔ خلیفہ نے کہا اچھا سناؤ۔ چنانچہ اُسنے یہ اشعار سنائے (ترجمہ) سرہ من رائے میں ایسا امام عادل ہے۔ جسکے انصاف سے سمندر بھی لبریز ہوگئے ہیں۔ اسکی اور اسکی اولاد کی سلطنت ہیں۔ دروازہ عدل رات دن کھلا ہے۔ بس کے دبدبہ و شکوہ کی یہ حالت ہے۔ کہ بحالت امید جنت کہنا چاہیئے اور بحالت خوف دوزخ۔ اسکے دونوں ہاتھ داد و دہش کیلئے فراخی سے کشادہ ہیں۔ اگر وہ دست راست سے کوئی چیز بخشش کرتا ہے تو جب تک اسیقدر دست چپ سے نہیں دیدیتا آرام نہیں لیتا۔ چنانچہ خلیفہ نے یہ

سنکر دوسرا چابک بھی عطا کر دیا۔

بعض کا قول ہے کہ متوکل جب تخت خلافت پر بیٹھا ہے تو آٹھ ایسے آدمی موجود تھے جنکے باپ خلیفہ رہ چکے تھے۔ یعنی منصور بن مہدی۔ عباس بن ہادی۔ ابو احمد بن ہارون الرشید۔ عبداللہ بن امین۔ موسیٰ بن مامون۔ احمد بن معتصم۔ محمد بن واثق اور منتصر بن متوکل۔

مسعودی کہتے ہیں کہ کوئی شخص برا یا بھلا۔ جو متوکل تک پہونچگیا وہ مالامال ہوگیا۔ خالی رہتا ہوا نہیں سنا۔ متوکل لذات و شراب میں منہمک رہتا تہا۔ اُسکی چار ہزار کنیزکیں تہیں کہ ہر ایک سے وہ فائدہ اوٹھا چکا تہا۔

علی بن جہم کہتے ہیں۔ کہ خلیفہ متوکل کو اس امر کا بہت خیال تہا۔ کہ کنیت ام ولدہ المعتز کو ہٹا کر اور منفرد کی جاوے چنانچہ ایک دن وہ اسکے متعلق سوچ رہا تہا۔ کہ اسکی نظر صفحہ غالیہ پر پڑگئی جسپر جعفر لکھا ہوا تہا۔ پس تھوڑی دیر تامل کے بعد اسے یہ نام پسند آیا اور اشعار ذیل لکہے (ترجمہ) صفحہ غالیہ پر مشک سے جعفر لکہا ہوا جس کو دیکہکر میرا دل خوشی سے معطر ہوگیا۔ اگر میں بھی اسپر کچھ اور لکہنا چاہتا۔ تو یہ نام مجھے ایسا پسند تہا۔ کہ سالم سطر اسی نام کی لکہہ ڈالتا۔

سلمی نے کتاب المحن میں لکہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ذوالنون مصری نے احوال و مقامات اہل ولایت کو ظاہر کیا تو عبداللہ بن عبدالحکم شاگرد امام مالک نے جو اُس زمانہ میں مصر کے رئیس تہے اُن سے انکار کیا اور انکو اسلیئے زندیق کہا کہ اونہوں نے وہ علم ایجاد کیا ہے جو سلف صالح نے بھی نہ کیا تہا۔ امیر مصر نے حضرت ذوالنون مصری کو بلا بھیجا اون سے اونکا اعتقاد پوچھا۔ اور ان کے جواب سے مطمئن ہوگیا۔ پھر متوکل کو انکا حال لکہہ بھیجا۔ اوسنے اُنکے حاضری کا حکم دیا۔ اور انکے لیئے شتر سواری روانہ کیا اور اونکا کلام سنکر بہت خوش ہوا۔ اور بہت اکرام کیا۔ جب کبھی صالحین کا ذکر آتا تو متوکل کہا کرتا تہا کہ اس زمرے میں حضرت ذوالنون کو بھی ضرور شامل کرو۔ متوکل نے سب سے پہلے اپنے بیٹے منتصر کو اسکے بعد معتز اور موید کو ولیعہد بنایا تہا۔ لیکن بعد میں بوجہ اسکے کہ معتز کی ماں کو وہ بہت پیار کرتا تہا اُسکو ولیعہد اول بنایا منتصر نے ہزار چاہا کہ وہ اس ارادے سے باز آجائے۔ مگر متوکل نے ایک نہ سنی بلکہ اسکو بر سر مجلس سخت بعزت کیا۔ نفاق سے ترکوں نے متوکل سے انحراف کیا۔ اور منتصر کو اپنے ساتھ ملالیا تاکہ وہ اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ متوکل کو جب وہ آدہی رات کو اپنی مجلس لہو و لعب میں بیٹھا ہوا تہا۔ پانچ آدمیوں نے آکر معہ اُسکے وزیر فتح بن خاقان کے قتل کر دیا۔

یہ واقعہ ۵ شوال ۲۴۷ھ ہجری میں ہوا۔

کسی نے اُس سے خواب میں پوچھا کہ تیرے ساتھ خدا نے کیا کیا۔ متوکل نے کہا کہ میں نے جو تھوڑی سی بھی احیا سنت کی تہی متوکل اکثر کہا کرتا تہا کہ فتح بن خاقان مجھے ایسا عزیز ہے کہ میں اُسکے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ زندگی بھر مجھسے جدا نہ ہو ورنہ میرا عیش منغص ہو جائیگا۔ خدا کی قدرت ہے کہ دونوں ایک ساتھ ایک وقت قتل کیئے گئے۔

جب متوکل قتل ہوگیا تو بہت سے شعراء عرب نے مرثیہ کہے۔ چنانچہ یزید مہلبی کا قول ہے (ترجمہ اشعار) موت کا وقت آگیا۔ اور آنکھیں ابھی سرمست ہیں۔ خبردار ہوں کہ موت اور فنا نزدیک ہے۔ خلیفہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا ہے۔ کہ کسی کے ساتھ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اسکے روح اور جسم کی ہی حالت کسی اور کے ساتھ ہوئی ہے۔

خلیفہ کے کنیزوں میں ایک محبوبہ نام تہی۔ جو کہ بڑی۔ عالم۔ فاضل اور شاعرہ تہی۔ ایکبار خلیفہ نے اسکو کہا۔

کہ کچھ گا نا سناؤ اس نے عذر کیا۔ پھر خلیفہ نے قسم دیکر اصرار کیا چنانچہ اسنے یہ اشعار گائے۔ (ترجمہ) اے وہ زمانہ عیش جسمیں ہم مصروف ہوں۔ افسوس کہ ہم میں جعفر موجود نہیں ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ مگر میں نے اسکو گیا خشک میں خاک آلودہ دیکھا ہے۔ ہر وہ شخص جو کہ والہ وشیدائے ومریض ہے۔ پس اسنے نجات حاصل کرلی سوائے اس تیری محبوبہ کے جو کہ آرزومند ہے۔ کہ اگر موت خریدنے والی چیز ہوتی۔ تو ضرور اسکو خرید لیتی خواہ کسی قیمت پر ملتی۔ تاکہ خاک میں مل جاتی۔ موت حزین بہت اچھی ہے۔ اس تلخ زندگی کے بسر کرنے سے۔

یہ سنکر خلیفہ خفا ہوا۔ اور اسکو قید کردیا۔ اور یہ واقعہ اسکے آخری عہد کا ہے۔

متوکل کے واقعات تازہ سے ایک یہ ہے۔ کہ اسنے بحتری شاعر سے کہا۔ کہ تو میرے اور فتح بن خاقان کے متعلق کوئی اشعار کہہ۔ اس سے مجھے اسقدر محبت ہے۔ کہ چاہتا ہوں کہ ہر وقت میرے پاس موجود رہے۔ اور کبھی مجھسے جدا نہ ہووے۔ کیونکہ اس کی جدائی سے میری عیش خراب ہو جاتی ہے۔ پس اس مضمون پر خود اشعار سناؤ بحتری نے کہا (ترجمہ اشعار) اے سردار میں کس طرح خلاف وعدگی کرسکتا ہوں۔ گو تونے وفا عہد سے میرے ساتھ خلاف وعدگی کی۔ اے فتح خدا وہ دن نہ کرے کہ تو مجھسے جدا ہو۔ مجھے تیری عدم موجودگی میں کوئی عیش کا زمانہ نظر نہیں آتا۔ سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ تو مجھسے پہلے سبقت کرے۔ اور یہ بھی امر مصیبت وہ شاق نظر آتا ہے۔ کہ تو میرے بعد رہے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے۔ کہ تو دوسروں سے محبت کرنے لگیگا۔ جبکہ تو مجھسے تنہا ہو کر عیش وعشرت میں مشغول ہو جائیگا۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ متوکل نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک شکر پارہ گرا ہے اور اسپر لکھا ہے کہ جعفر المتوکل علے اللہ جب وہ تخت پر بیٹھا تو لوگوں نے اپنی اپنی جگہ اسکے خطاب پر غور کیا۔ کسی نے منتصر تجویز کیا۔ اور کسی نے کچھ اور۔ لیکن جب متوکل نے اپنا خواب بیان کیا تو سب نے اسی خطاب (متوکل علی اللہ) کو پسند کیا۔ اور یہی خطاب سرکاری کاغذات میں لکھا جانے کا حکم دیا۔

ہشام بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے متوکل کو کہتے سنا ہے کہ کاش میں محمد بن ادریس شافعی کے زمانہ میں ہوتا۔ انکی زیارت کرتا اور ان سے کچھ پڑھتا اور سیکھتا کیونکہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے سنا ہے کہ اے لوگو محمد بن ادریس مطلبی واصل رحمت حق ہوگیا ہے اور اپنے پیچھے اپنا علم نیک چھوڑ گیا ہے اسکا اتباع کرو تاکہ ہدایت پاسکو پھر متوکل نے کہا کہ خدا محمد بن ادریس پر رحمت واسعہ کرے اور ہمپر اسکے مذہب کی حفاظت آسان کرے۔ اور ہمیں اس سے نفع دے ہمارے نزدیک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متوکل شافعی مذہب تھا۔ اور پہلا ہی خلیفہ تھا۔ جس نے شافعی مذہب اختیار کیا تھا۔

احمد بن علی بصری کہتے ہیں کہ متوکل نے احمد بن معدل وغیرہ علماء کو طلب کیا۔ اور جب سب لوگ آکر بیٹھ گئے تو خود بھی آیا تمام علما سوا احمد بن معدل کے اسکی تعظیم کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ متوکل نے عبید اللہ سے پوچھا کہ کیا اس شخص نے ہماری بیعت نہیں کی۔ لوگوں نے کہا کہ بیعت تو کی ہے۔ مگر انہیں کم نظر آتا ہے۔ احمد بن معدل نے کہا کہ میری آنکھوں میں کوئی نقصان نہیں ہے لیکن میں آپ کو عذاب خدا سے بچانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے یہ امید رکھے کہ وہ اوسکی تعظیم کے لیئے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ متوکل یہ سنکر اُنکے برابر آبیٹھا۔

یزید مہلبی کہتے ہیں کہ ایک روز مجھ سے متوکل نے کہا کہ خلفاء رعایا پر محض اپنا رعب جمانے کے لیے سختی کرتے تھے۔ مگر میں اُنپر اسواسطے نرمی کرتا ہوں کہ وہ بکشادہ پیشانی میری خلافت کو قبول کرلیں۔ اور میری اطاعت کریں۔

عبد الاعلےٰ بن حماد الترمسی کہتے ہیں کہ ایک روز میں متوکل کے پاس گیا تو اوسنے مجھ سے کہا کہ کیا وجہ تین روز سے تم ہمارے پاس نہیں آئے جو چیز ہمنے تمہارے واسطے لکھی تھی۔ وہ دوسری کو دیدی مینے کہا کہ امیر المومنین خدا آپ کو جزا خیر دی اگر آپ اجازت دیں تو میں اسکے متعلق دو بیت گوش گذار کروں۔ خلیفہ نے کہا سناؤ۔ پھر مینے یہ دو بیت پڑھے۔ ترجمہ۔ جس نیکی کا آپ نے کرنے کا ارادہ کیا یہ اسکا شکر مجھپر واجب ہے۔ آپ کا نیکی کرنا مشہور و معروف ہے۔ وہ چیز اگر مجھکو نہیں پونہچی تو میں آپ کی کوئی شکایت بھی نہیں کرتا ہوں کیونکہ رزق جو مقدر ہوچکا ہے وہ ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوہی جاتا ہے۔

یہ سنکر متوکل نے مجھے ہزار دینار عطا کرنے کا حکم دیا۔

جعفر بن عبد الواحد ہاشمی کہتے ہیں کہ متوکل کی والدہ کے انتقال کے بعد میں اُسکے پاس گیا تو کہنے لگا کہ جعفر میں اکثر شعر کہکر ایسا رک جاتا ہوں کہ دوسرا نہیں سوجہتا۔ چنانچہ آج مینے یہ شعر کہا تہا۔ دوسرا نہیں بنتا۔ ترجمہ زمانہ نے جسکو ہمسے جدا کر دیا ہے اُسکو مینے یاد کیا۔ تو اپنے نفس کی تعزیت بہ تصور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا ترجمہ مینے اس سے کہا کہ موت تو ہمارا راستہ ہے۔ جو آج نہیں مرا وہ کل ضرور مریگا۔

فتح بن خاقان وزیر متوکل کہتا ہے کہ ایک روز مینے متوکل کو افسردہ خاطر و متفکر دیکھکر پوچھا کہ آپ کو کیا فکر ہے خدا کی قسم پردہ زمین پر کوئی شخص آپ سے بڑھکر عیش و نعمت میں نہیں ہے۔ متوکل نے کہا کہ فتح مجھ سے زیادہ وہ شخص عیش کرتا ہے۔ جسکے وسیع مکان ہوں صالحہ عورت اسکی بیوی ہو اسباب معیشت موجود ہوں۔ ایسے شخص کو ہماری بھی احتیاج نہیں ہے۔ نہ ہم اُسکو حقیر سمجھہ سکتے ہیں۔

ابو العینا کہتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک کنیزک فضل نامی جو شاعرہ تھی متوکل کے پاس ہدیۃً بھیجی۔ متوکل نے اُسکو پوچھا کہ تو شاعرہ ہے؟ اُسنے کہا کہ جسنے مجھے خریدا ہے اور جسنے مجھے فروخت کیا ہے اون کا تو یہی گمان ہے۔ متوکل نے کہا کہ اچھا پھر اپنا کوئی کلام سُنا اُسنے کہا کہ ترجمہ امام ہدی خلیفہ جعفر ۲۳۲ھ میں تخت پر بیٹھا بحالیکہ اوسکی عمر اوسوقت ستائیس سال کی تہی۔ مجھے امید ہے کہ امام ہدے اسّی سال ملک رانی کریگا۔ خدا اوس شخص کے مقاصد پورے نہ کرے جو میری دعا پر آمین نہ کہے۔

علی بن جہم کہتے ہیں کہ کسی نے ایک کنیزک محبوبہ نامی متوکل کو ہدیہ بہیجی۔ اوسنے طائف میں پرورش پائی تھی۔ اور وہیں ادب پڑہا تہا۔ اور شاعرہ تھی۔ متوکل پہلے تو اُسپر بڑا مہربان رہا۔ لیکن پھر اُس سے ناراض ہوگیا۔ اور حکم دیا کہ محل کی کوئی عورت اس سے کلام نہ کرے ایک روز میں اُس کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ مینے خواب میں دیکھا ہے کہ میری اور محبوبہ کی صلح ہوگئی ہے مینے کہا کہ امیر المومنین بہت ہی اچھا ہوا۔ متوکل نے کہا کہ آؤ چلو دیکھیں تو سہی وہ کس حال میں ہے۔ جب اُسکے کمرے میں پہونچے ہیں تو وہ عود پر یہ اشعار گا رہی تھی۔ ترجمہ میں محل بھر میں پھرتی ہوں۔ مگر کسی ایسے شخص کو نہیں پاتی جس سے میں اپنا شکوہ کروں اور وہ مجھسے کلام کرے۔ گویا میں نے ایسا گناہ کیا ہے کہ اسکی توبہ ہی کبھی قبول ہوگی کوئی شخص بادشاہ سے میری شفاعت کردے۔ اُسنے مجھسے خواب میں صلح کرلی ہے۔ کوئی صبح ایسی نہیں ہوئی کہ اس کے ہجر میں آکر مجھے قتل کرڈالتے۔

متوکل نے اُسے آواز دی۔ اُسنے نکل کر خلیفہ کے پیر چوم لیئے اور کہا کہ مینے رات کو خواب میں دیکھا تہا کہ آپ نے مجھسے صلح کرلی ہے۔ متوکل نے کہا واللہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا تہا۔ پھر اسکو اُسکے مرتبہ پر بحال کردیا۔ جب متوکل قتل کر

ڈالا گیا تو محبوبہ اکثر یہی اشعار پڑہا کرتی تہی۔
علی بحتری نے متوکل کی تعریف میں اور حالات مصائب جو اسکو پہونچے ہیں اور ابن ابوداؤد کی خدمت میں حسب ذیل اشعار کہے ہیں (ترجمہ) امیر المومنین متوکل کے ہم شکر گذار ہیں اور اسکے آبا واجداد کا جنہوں نے ہم پر احسان و اعزاز کیا۔ اس نے دین اسلام کو جبکہ اسمیں ہم دو مخالف فرقوں کو ہم جھگڑتے ہوئے دیکھ رہے تہے۔ از سر نو قائم کیا۔ تمام زمین کو ظالموں سے ایسا پاک کردیا گویا کہ ظلم کی بیخ و بنیاد ہی اکھاڑ دی۔ اسی سال اسپر ظلم و جبر کیا گیا۔ اس انتہا تک کہ ناقابل بیان ہے۔ پس ظالم ابوداؤد کا نام و نشان ہی باقی نہ رہا سوائے اسکے کہ اسکی ظلم کی داستان یادگار زمانہ ہے سابور بن سہل بہی اسمیں حیران ہے۔ کہ اسپر دست تعدی دراز کیا گیا ہے۔ اور اسکی خواہشات بند کی گئی ہیں۔ اس کے جلیس و دوست بوقت شب جبکہ اسکے لیئے کہانا تیار کرتے تو اسکو خلق قرآن کے مسئلہ ہی کی فکر عظیم لگی رہتی تہی۔
امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ رات کو کچہہ بد خوابی کے بعد جو میں سویا تو مینے خواب میں دیکہا کہ ایک شخص مجہے آسمان کیطرف اٹھائے لیئے جاتا ہے اور کوئی یہ شعر پڑہ رہا ہے ترجمہ ایک بادشاہ ایک بادشاہ عادل کے پاس اٹھایا جارہا ہے جو صاحب عفو ہے اور ظالم نہیں ہے۔
صبح ہی کو سر من رائے سے متوکل کے قتل کی خبر بغداد میں پہونچی۔
عمرو بن شیبان کہتے ہیں کہ جس رات کو متوکل مقتول ہوا ہے مینے خواب میں دیکہا کہ کوئی شخص یہ اشعار پڑہ رہا ہے ترجمہ اے وہ شخص جبکی آنکہیں خانہائے چشم جسمیں سورہی ہیں۔ اے عمرو بن شیبان اپنے آنسو بہا۔ کیا تو نے نہیں دیکہا کہ پلید جوانوں نے ہاشمی اور فتح بن خاقان کے ساتہ کیا کیا۔ وہ دونوں مظلوم خدا کے سامنے فریاد کرتے ہیں۔ اور نیز ایک ایک اہل سموات کے سامنے بھی۔ بد انجام انکا بھی اچھا نہ ہوگا۔ انکو بُری بات کا بُرا ہی بدلہ ملنے کی توقع رکہنی چاہیئے۔ جعفر پر روؤ اور اپنے خلیفہ کا مرثیہ کہو۔ کیونکہ انپر جن و انس رو رہے ہیں۔
اس واقعہ کے ایک مہینے کے بعد میں نے متوکل کو خواب میں دیکہا اور اُس سے پوچہا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ اسکے کہا احیاء سنت جو کیا تہا اوسکے صلے میں مجہے بخشدیا گیا مینے پوچھا کہ تمہارے قاتلوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ اُسنے کہا کہ میں اپنے بیٹے محمد کا انتظار کر رہا ہوں۔ جب وہ یہاں پہونچیگا تو میں خدا کے سامنے فریادی ہونگا۔

احادیث جو متوکل سے مروی ہیں

متوکل نے بروایت جریر بن عبداللہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسنے نرمی کو حرام کیا اُسپر بہلائی حرام ہوگی۔ طبرانی نے معجم کبیر میں بہی اس حدیث کو دوسرے طریق سے جریر سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔
ابن عساکر نے بروایت علی بن جہم بیان کیا ہے کہ ایک روز ہم متوکل کے پاس بیٹھے ہوئے تہے کہ جمال کا ذکر آیا اُس نے کہا کہ حسن شعر بھی جمال میں داخل ہے پہر کہا کہ مینے معتصم سے بروایت ابن عباسؓ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان کے لَو کے نیچے ایک مسّہ تہا اور ایسا معلوم ہوتا تہا کہ موتی جڑا ہوا ہے۔ آپ تمام آدمیوں سے زیادہ خوبصورت تہے۔ گندمی رنگ تہا۔ میانہ قد تہا۔ نہ بہت لمبا نہ بہت چھوٹا۔ عبدالمطلب کے کان کی لَو کے نیچے بھی مسّہ تہا۔ اور ہاشم کے بھی۔
علی بن جہم کہتے ہیں کہ متوکل کے کان کے نیچے بھی مسہ تہا۔

متوکل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معتصم۔ مامون۔ ہارون الرشید۔ مہدی۔ منصور۔ اسکے باپ محمد اور دادا علی اور انکے والد عبداللہ بن عباس کے کان کے نیچے بھی مسّہ تہا۔ ہمارے خیال میں یہ حدیث تین وجوہات سے مسلسل ہے۔ ذکر مسہ۔ وذکر باپ دادا۔ اور خلفار سے اور اسکے اسنادمیں چھ خلفار کا ذکر ہے۔

متوکل کے وقت میں حسب ذیل علمار نے انتقال کیا۔

ابو ثور۔ امام احمد بن حنبل۔ ابراہیم بن منذر حزامی۔ اسحاق بن راہویہ۔ اسحاق الندیم۔ روح مقری۔ زہیر بن حرب سحنون۔ سلیمان الشاذکونی۔ ابو مسعود العسکری۔ ابو جعفر نفیلی۔ ابو بکر بن ابی شیبہ اور اسکا بھائی۔ دیک الجن شاعر عبد الملک بن حبیب امام مالکیہ۔ عبد العزیز بن یحییٰ الغول شاگرد امام شافعی۔ عبید اللہ بن عمر قواریری۔ علی بن المدینی محمد بن عبد اللہ بن نمیر یحییٰ بن معین یحییٰ بن بکیر۔ یحییٰ بن یحییٰ۔ یوسف الازرق المقری۔ بشر بن الولید الکندی المالکی۔ ابن ابو داؤد معتزلہ (خدا اسپر رحم نہ کرے) ابو بکر ہذلی العلاف (شیخ معتزلہ سرگروہ معتزلہ) جعفر بن حرب جو کہ مکابر المعتزلہ تہا۔ ابن کلاب المتکلم۔ قاضی یحییٰ بن اکثم۔ حارث المحاسبی۔ حرملہ شاگرد امام شافعی۔ ابن سکیت احمد بن منیع۔ ذوالنون مصری زاہد مشہور۔ ابو تراب النخشبی۔ ابو عمر الدوری المقری۔ دعبل شاعر۔ ابو عثمان المازنی نحوی ودیگر علمار۔

المنتصر باللہ محمد ابو جعفر

المنتصر باللہ محمد ابو جعفر (ابو عبد اللہ) بن متوکل بن معتصم بن ہارون الرشید ام ولد او حبشیہ نامی کے بطن سے تہا۔ گندم گون۔ فراخ چشم۔ میانہ قد جسیم۔ مہیب۔ عقلمند شخص تہا۔ نیکی کی طرف راغب تہا۔ اور ظلم اٹھا دینے پر مائل۔ علویوں پر احسان کرتا تہا۔ نیز جو خوف آل ابی طالب سے زیارت قبر امام حسین کے متعلق طاری ہوگیا تہا۔ اسکو رفع کر دیا۔ اور زیارت قبر امام حسین کی اجازت دیدی تھی۔ امام حسین کی اولاد کو باغ فدک عطا کر دیا۔ یزید مہلبی نے اسکے متعلق حسب ذیل اشعار کہے۔ ترجمہ آل ابی طالب پر بعد ایک زمانہ ظلم کیا جو کہ مدت کا قائم رہا۔ بعدہ اسکا معاوضہ آل ہاشم نے کر دیا جنکو ہمنے بعد عداوت کے بھائی سمجھی پایا اپنے باپ کے قتل کے بعد شوال ۲۴۷ھ ہجری میں تخت پر بیٹھا۔ اور بھائیوں معتز اور موید کو ولیعہدی سے معزول کر دیا جن دونوں کو کہ متوکل نے اسکے بعد ولیعہد کیا تہا۔ رعیت میں عدل و انصاف پھیلایا۔ اور لوگ باوجود اسکی ہیبت کے اسکی طرف مائل ہوگئے کیونکہ سخی اور حلیم الطبع تہا۔

اسکا قول ہے کہ بہ نسبت سزا دینے کے لذت عفو زیادہ شیرین ہے صاحب قدرت آدمی کے لئے انتقام لینا سخت شرمناک فعل ہے۔ تخت خلافت پر بیٹھکر ترکوں کو برا کہنے لگا۔ اور ان کو قتل خلفار کا مجرم بتلایا۔ ان کو متہم کرکے سزائیں دیں کہ وہ اس سے عاجز آ گئے کیونکہ وہ نہ صرف مہیب اور شجاع ہی تہا۔ بلکہ عقلمند بھی تہا۔ اس بنا پر ترکوں نے اسکے طبیب ابن طیفور کو تیس ہزار دینار رشوت دیکر بیماری کی حالت میں مسموم نشتر سے فصد کھلوادی کہتے ہیں کہ ابن طیفور بھول گیا تہا۔ لیکن پھر اپنے غلام کو اشارہ کیا اسنے زہرناک نشتر سے اسکی فصد کہول دی۔ اور وہ مرگیا۔ بعضوں کا قول ہے کہ اسکو امرود میں زہر دیا گیا۔ خوانیق میں مرا۔ مرتے وقت وہ یہ کہتا تہا کہ اے میری ماں مجھسے دین دنیا دونو جاتے رہے ہیں اپنی باپ کی موت کا باعث ہوا اور میں بھی

اسکے جلدی ہی پیچھے جاتا ہوں۔
چھ مہینے سے ہی کم خلافت کرکے پانچویں ربیع الآخر ۲۴۸ سنہ ہجری میں چھبیس برس یا کم زیادہ کی عمر میں انتقال کیا۔
کہتے ہیں کہ ایک روز اپنے باپ کے خزانہ سے کچھ فرش نکلوائے اور اُسکو ایک مکان میں بچھوایا۔ ایک فرش کے وسط میں ایک دائرہ بنا ہوا تھا۔ اور اسمیں ایک شاہ ایران کی تصویر جسکے سر پر تاج بنا ہوا تھا۔ اور اسکے کنارہ پر فارسی میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ ایک فارسی خوان کو بلوایا وہ پڑھکر چین بہ ابرو ہوکر چپ ہوگیا منتصر نے پوچھا کہ کیا لکھا ہے اُس نے کہا کہ اسکے کچھ معنے نہیں بنتے۔ لیکن خلیفہ کے اصرار پر اُسنے تبلایا کہ یہ لکھا ہے کہ میں شیرویہ بن کسرےٰ بن ہرمز ہوں میں نے اپنے باپ کو قتل کیا لیکن مجھے چھ مہینے سے زیادہ سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا۔ یہ سنکر منتصر کا رنگ فق ہوگیا۔ اور اُس فرش کو جلا دینے کا حکم دیا حالانکہ وہ سونے سے جڑا ہوا تھا۔
ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے کہ خلفائے مشہورہ نادرہ سے المنتصر تہا۔ اور پانچ خلیفہ زیادہ مشہور ہوئے ہیں منتصر۔ اسکا باپ۔ بہائی معتز ومعتمد۔ ہمارے خیال میں مستعصم ہی نامور خلیفہ تہا۔ جو کہ تاتاریوں کی ہاتھوں قتل ہوا تہا۔ جسکا باپ آٹھواں خلیفہ تہا۔
ثعالبی کہتے ہیں۔ کہ بدنام سلاطین سے خاندان کسرےٰ میں ایک شخص یعنی شیرویہ تہا جس نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ اور اُسکے بعد چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ اسیطرح بدنام خلفاء سے خاندان عباسیہ میں ایک شخص یعنی منتصر تہا جس نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ اور وہ بھی چھ مہینے سے زیادہ نہ جیا۔

المستعین باللہ

المستعین باللہ ابو العباس احمد بن معتصم بن ہارون الرشید متوکل کا بہائی ۲۲۱ سنہ ہجری میں ایک ام ولد مخارق نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔ خوب صورت گورے رنگ کا آدمی تہا۔ چیچک کے داغ منہ پر تھے اور تو تلا تہا جب منتصر مرگیا تو ارکان سلطنت نے جمع ہوکر مشورہ کیا کہ اولاد متوکل میں سے کسی کو خلیفہ بنانا چاہیئے۔ کیونکہ ہم میں سے اور کوئی باقی نہیں رہا۔ لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ احمد بن معتصم میں کیا خرابی ہے۔ وہ ہمارے استاد کا بیٹا ہے۔ آخر اسی پر فیصلہ ہوا۔ اور اٹھائیس برس کی عمر میں تخت خلافت پر بٹھایا گیا۔ اور ۲۵۱ سنہ ہجری تک بادشاہ رہا۔ لیکن جب وصیف اور بغا کو قتل کرایا۔ اور اُن لوگوں کو معزول کردیا۔ جو متوکل کے قتل میں شریک تھے۔ تو ترک اس سے بگڑ گئے مستعین کی وصیف اور بغا کے ساتھ کوئی عداوت نہ تہی۔ چنانچہ اسکے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے (ترجمہ) خلیفہ معاملات وصیف وبغا کے باعث ایک پنجرے میں بندشدہ کی حالت میں ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے انکو کچھ نہیں کہا اور ایسا ہی بغا کہتا ہے۔ جب ترکوں کی مخالفت بڑہ گئی تو وہ ان کے خوف سے سامرے سے بغداد میں چلا آیا تو ترکوں نے اس سے معذرت چاہی اور بہ منت اسکو پھر واپس بلانا چاہا اور جب خلیفہ نے واپس آنے سے انکار کیا تو اسکو قید کرنے کا قصد کیا۔ اور معتز باللہ کو برانگیختہ کرکے اس سے بیعت کرلی اور مستعین کو اپنے نزدیک معزول کردیا معتز ایک فوج کثیر لیکر مستعین سے لڑنے کے لیے چلا اور اہل بغداد نے مستعین کے ساتھ ہوکر اسکا مقابلہ کیا ان دونوں کی آپسمیں سخت لڑائیاں ہوئیں اور کئی مہینے جنگ جاری رہی۔ بہت سے لوگ قتل ہوئے۔ بہت سے بلامیں گرفتار ہوئے۔ مستعین کا فریق آخر تنگ ہوگیا

اور انہوں نے شرط خلع مستعین پر صلح کرلی۔ قاضی اسمٰعیل وغیرہ نے مستعین کے خلع کے معاملہ میں سخت موکد شرطیں لگائیں۔ آخر مستعین ۲۵۲ھ ہجری میں خلافت سے کنارہ کش ہوگیا اور واسطکی طرف چلاگیا اور وہاں نو برس تک ایک امیر کی حراست میں قید رہا پھر سامرا واپس چلاآیا۔ معتز نے احمد بن طولون کو لکھاکہ مستعین کی طرف جاکر اسکو قتل کرڈالے اُسنے کہاکہ میں اولاد خلفا کو کبھی قتل نہ کرونگا آخر سعید حاجب نے اسے تیسری شوال ۲۵۲ھ کو قتل کرڈالا۔ اسوقت مستعین کی عمر اکتیس برس کی تھی۔

مستعین نہایت نیک اور فاضل ادیب اور فصیح بلیغ شخص تھا۔ اسی نے کمی تین بالشت جوڑی آستین نکالی تھیں اور پہلے جولمبی ٹوپی پہنی جاتی تھی اُسکو چھوٹا کردیا تھا۔

اسکے وقت میں حسب ذیل علما نے وفات پائی۔

عبد بن حمید۔ ابوالطاہر بن سرح۔ حارث بن مسکین نبرالمقری۔ ابوحاتم سجستانی۔ جاحظ وغیرہ۔

المعتز باللہ محمد

المعتز باللہ محمد (زبیر) ابو عبداللہ بن متوکل بن معتصم بن ہارون الرشید ۲۳۲ھ ہجری میں ایک رومیہ ام ولد فتیحہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور خلع مستعین پر ۲۵۲ھ ہجری میں بعمر اُنیس سال تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس سے پہلے اس سے چھوٹی عمر کا کوئی آدمی تخت پر نہیں بیٹھا تہا۔ نہایت حسین آدمی تہا معتز کے اوستادوں میں سے علی بن حرب کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی خلیفہ خوبصورت نہیں تھا۔

یہ پہلا خلیفہ تھا جسے گہوڑوں کو سونے کا زیور پہنایا ورنہ پہلے خلفا اپنے گھوڑوں کو تہوڑا سا چاندی کا زیور پہنایا کرتے تھے

جس سال وہ تخت نشین ہوا ہے اُسی سال اشناس مرگیا جسکو واثق نے نائب سلطنت بنایا تہا اس شخص نے پچاس ہزار دینار چھوڑے تھے جو ضبط کرلیئے اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کو خلعت شاہانہ نیابت سلطنت عطا کیا۔ اور اُسکو دو تلواریں باندہیں۔ پھر اُسکو معزول کیا اور اپنے بہائی یعنی برادر معتز ابواحمد کو نائب سلطنت بنایا اور اُسکے سر پر سونے کا تاج رکھا۔ اور جواہرات کا طرہ لگایا اور شاھین جواہر دار لگائیں۔ اور دو تلواریں باندہیں پھر اُسکو بھی اسی سال معزول کرکے واسط بہیجدیا۔ اور بغش شرابی کو نائب بنایا اور اُسکو تاج شاہی پہنایا جس نے بعد ایک سال کے بغاوت کی مگر قتل کیاگیا۔ اور اسکا سر معتز کے پاس بہیجاگیا۔

اسی سال ماہ رجب میں معتز نے اپنے بہائی موید کو ولیعہدی سے معزول کیا مارا اور قید کردیا۔ وہ چند روز کے بعد مرگیا۔ معتز ڈرا کہ کہیں لوگ اسپر بہائی کے قتل یا قتل کرانے کا الزام نہ لگائیں اسلیئے قاضیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے شہادتیں پیش کیں لہذا کچھ اثر نہ ہوا۔

معتز ترکوں کے مقابلہ میں بہت ضعیف تہا۔ ان لوگوں نے جمع ہوکر امیرالمومنین سے کہاکہ ہمیں کچھ دلوایئے کہ ہم صالح بن وصیف کو قتل کرڈالیں (معتز اس سے بہت ہی ڈرا کرتا تھا) خلیفہ نے اپنی والدہ سے کچھ مال ترکوں کے دینے کے واسطے طلب کیا۔ لکن اُسنے انکار کردیا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ خزانہ خالی تہا۔ ترک فوراً اُسکے خلع پر آمادہ ہوگئے اور صالح بن وصیف اور محمد بن بغا کو اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ اور ہتھیار لگاکر دارالخلافہ میں چلے آئے اور معتز کو بلا بہیجا معتز نے کہدیا کہ میں نے دوا پی ہے۔ اور کمزور ہورہا ہوں اسلیئے باہر نہیں آسکتا۔ ترکوں نے اُسپر ہجوم کیا اور اُسکی ٹانگ

پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے اور خوب زدوکوب گرز سے کیا۔ گرمی کے دن تھے اسکو دھوپ میں کھڑا کر دیا اور اسکو طمانچے مار مار کے کہا کہ خلع کر۔ پھر قاضی ابن ابوشوارب کو بلائے بمعہ دیگر گواہان اور اُس سے خلع کرالیا۔ پھر وہ بغداد سے دارلخلافہ میں پہونچے۔ اور محمد بن واثق کو جو کہ سامرہ میں تہا اپنے ساتھ لے آئے جسکو معتز نے بغداد میں بہیجا ہوا تہا معتز نے خلافت اسکے سپرد کردی۔ اور خود اس سے بیعت کرلی۔

اس واقعہ کے پانچ روز کے بعد لوگ اوسے حمام میں لیگئے غسل کرنے کے بعد پیاس لگی تو پانی نہ دیا اور یہ پہلے شخص ہے جو کہ پیاسا مارا گیا ہے پھر وہاں سے نکلکر اُسکو برف کا پانی پلایا۔ جسکے پیتے ہی وہ مرگیا۔ یہ واقعہ ۸ شعبان ۲۵۵ھ ہجری میں ہوا معتز کی ماں قبیحہ پہلے تو چھپ گئی۔ لیکن پھر رمضان میں آکر صالح بن وصیف کو بہت سامال عطا کیا یعنی ایک کروڑ تین لاکھ دینار اور ایک صندوق جامہ دانی جس میں بیش قیمت زمرد تھے اور دوسری صندوق جسمیں بڑے بڑے موتی تہے۔ اور ایک اور صندوق جسمیں یاقوت احمر تہے اور ایک صندوق کا اندازہ قیمت دو ہزار دینار کیا گیا تہا۔ ابن وصیف نے یہ چیزیں دیکھکر کہا کہ اس کمبخت عورت نے پچاس ہزار دینار کے بدلہ میں اپنے بیٹے کو قتل کرا ڈالا حالانکہ اسکے قبضہ میں اتنا مال کثیر موجود تھا۔ ابن وصیف نے جو کچھ اسے دیا گیا تہا سب لے لیا۔ اور معتز کی ماں کو مکہ شریف میں بہیجدیا وہ معتمد کے خلیفہ ہونے تک وہیں رہی پھر سامرہ میں چلی آئی اور ۲۶۴ھ ہجری مقدس میں مرگئی۔

معتز کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔

سری سقطی۔ ہارون بن سعید الایلی۔ دارمی مصنف مسند۔ عتبی مصنف مسائل العتبیہ مذہب امام مالک میں و دیگر حضرات۔

المہتدی باللہ

المہتدی باللہ (خلیفۃ الصالح) محمد ابو محمد ابو اسحاق ابوعبداللہ بن واثق بن معتصم بن ہارون الرشید ایک ام ولد وردہ نامی کے بطن سے اپنے دادا کی خلافت کے زمانہ میں ۲۱۰ھ ہجری میں یا کچھ زیادہ کے بعد پیدا ہوا اور انتیس رجب ۲۵۵ھ ہجری میں اس سے لوگوں نے بیعت کی سب سے پہلا بیعت کرنے والا معتز تہا جسنے اُسے خلافت سپرد کردی اور اوسکے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر ترک قاضی کو لے آئے اور کچھ گواہ گذران دیئے کہ معتز خلافت سے عاجز ہے اور جب اُسنے اسکا اعتراف کرلیا تو مہتدی نے اپنا ہاتھ بیعت کے واسطے بڑھایا اور سب سے پہلے معتز نے بیعت کی پھر مہتدی صدر مجلس میں بیٹھا۔

مہتدی گندم گون دبلا پتلا۔ خوبصورت عابد زاہد اور عادل شخص تہا۔ احکام خدا کے اجرا میں سخت تہا۔ شجاع آدمی تہا لیکن اُسکو کوئی مددگار نہ ملا۔

خطیب کہتے ہیں کہ خلیفہ ہونے کے وقت سے لیکر قتل ہونے تک روزہ رکھتا رہا۔

ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ میں رمضان میں شام کے وقت مہتدی کے پاس بیٹھا تھا جب میں چلنے لگا تو مہتدی نے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر ہمنے روزہ افطار کیا۔ اور نماز پڑہی۔ مہتدی نے کہا مانگا تو ایک بید کی ٹھلیا میں کھانا آیا۔ اسمیں پتلی پتلی روٹیاں تہیں اور ایک برتن میں تھوڑا سا نمک دوسرے میں سرکہ اور تیسرے میں زیتون کا تیل تہا۔ مجہسے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے کھانا شروع کیا اور دل میں سمجھا کہ کھانا ابہی اور آتا ہوگا۔ مہتدی نے میری

طرف دیکھکر پوچھا کہ کیا تمہیں روزہ نہ تہا۔ مینے کہا کہ تہا۔ پھر پوچھا کہ کیا کل روزہ نہ رکھو گے مینے کہا کہ کیوں نہ رکھونگا یہ تو رمضان کا مہینہ ہے۔ کہا کہ پھر اچھی طرح کھاؤ اور پیا مید نہ رکھو کہ اور کھانا آئیگا۔ کیونکہ اسکے سوا اور کھانا ہمارے یہاں نہیں ہے مجھے سخت تعجب ہوا اور مینے پوچھا کہ امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے۔ خدانے آپ کو تمام نعمتیں عطا کی ہوئی ہیں۔ مہتدی نے کہا کہ بات یوں ہی ہے۔ مگر مینے غور کیا تو بنو امیہ میں عمر بن عبد العزیز کو پایا کہ وہ کم کھاتے اور فکر رعایا کی وجہ سے کیسے لاغر ہوگئے تہے۔ یہ بات آخر تمہیں بھی معلوم ہوئی ہی ہوگی۔ پھر مینے اپنے خاندان پر نگاہ ڈالی تو مجھے بڑی ہی غیرت آئی کہ ہملوگ بنی ہاشم کہلا کر اُن جیسے بھی نہ ہوں۔ اسلیئے مینے یہ کچھ کرنا چاہا جو تم دیکھتے ہو۔

جعفر بن عبد الواحد کہتے ہیں کہ مہتدی کے سامنے مینے کچھ تذکرہ کیا۔ اور اثنا کلام میں کہا کہ امام احمد بن حنبل بھی یہی کہتے تہے۔ اور اس معاملہ وہ اپنے بزرگوں کے خلاف تہے مہتدی نے کہا کہ خدا امام احمد بن حنبل پر رحم کرے واللہ اگر یہ مجھے جائز ہوتا کہ میں اپنے باپ سے قطع تعلق کروں تو قطع کر لیتا۔ پھر مجھسے کہا کہ حق بات کہا کرو میری نگاہ میں حق کہنے والے کی قدر و منزلت بڑھتی ہے۔

نفطویہ کہتے ہیں کہ بعض ہاشمیوں نے بیان کیا کہ مہتدی کے پاس ایک جامہ دانی (صندوق) تھی کہ جسمیں ایک کرتا صوف کا اور ایک جوڑا کپڑا رہتا تہا۔ مہتدی رات کے وقت اون ہی کو پہنکر نماز پڑہا کرتا تہا۔

اُسنے لہو و لعب کو منع کر دیا تہا اور گانے بجانے کو حرام ٹھیرایا تہا اور عاملان سلطانی کو ظلم کرنے سے سخت ممانعت کر دی تہی۔ دفتر کے معاملات میں سختی کو کام میں لاتا تہا۔ خود اجلاس کیا کرتا تہا۔ اور منشیوں کو سامنے بٹھا کر حساب کتاب کیا کرتا تہا۔ روسا کی ایک جماعت کو مروایا۔ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو تعطیل دیتا تہا جعفر بن محمود کو دار الخلافہ (سر من رائے) بغداد بھیجدیا تہا۔ اور چونکہ اوسکی نسبت خبر پہونچی تہی کہ وہ رافضی ہے لہذا اوس سے سخت نفرت رکہتا تہا۔ موسٰے بن بغانے ایک فوج لیکر رے سے سامرہ کی طرف صالح بن وصیف کے قتل کرنے کے لئے چڑہائی کی تاکہ معتز کے خون کا بدلہ لے اور اُسکی ماں کے اموال کا مواخذہ ہوجائے یہ سنکر عوام الناس نے صالح بن وصیف پر آہ زاری کی کہ اے فرعونیئے تیرے لیئے بھی ایک موسیٰ آپہونچا۔

موسیٰ بن بغانے مہتدی سے باریابی کا اذن مانگا۔ خلیفہ اوسوقت دار العدل میں بیٹھا ہوا تہا۔ اسنے انکار کر دیا اسپر موسٰے بن بغانے مع اپنے ہمراہیوں کے اسپر زرغہ کیا۔ اور اُسکو اٹھا کر ایک ٹٹو کمزور پر سوار کر دیا اور دار ناجود میں لیگئے مہتدی نے کہا کہ موسٰے ذرا خدا سے ڈر آخر تیری کیا نیت ہے۔ موسٰے نے کہا کہ میری نیت بخیر ہے۔ آپ یہ حلف کیجئے کہ آپ صالح کی طرفداری نہ کریں گے۔ جب مہتدی نے حلف اُٹھا لیا تو موسٰے نے اس سے بعیت کی پہر اوسنے صالح کی تلاش شروع کی تاکہ اسکے افعال کی سزا اوسے چکہائی جاوے۔ لیکن وہ (صالح) چھپ گیا۔ اور مہتدی نے صلح کی کوشش کی۔ اسپر خلیفہ پر یہ اتہام لگایا گیا۔ کہ اسے معلوم ہے کہ صالح کہاں جاکر چھپا ہے اس میں بات بڑھ گئی اور امیر المومنین کو خلع کر دینے کے متعلق گفتگو شروع ہوگئی۔ مہتدی تلوار لگا کر نکل آیا اور کہا کہ مجھے تمہارا ارادہ معلوم ہوگیا ہے۔ مجھے تم مستعین اور معتز کی طرح نہ سمجھنا۔ واللہ میں اس وقت مسلح ہوکر نکلا ہوں اور اپنی جان سے مایوس ہوکر وصیتیں بھی کر آیا ہوں۔

تلوار کا قبضہ جب تک میرے ہاتھ میں ہے میں بہت سوں کی جان لیکر مرونگا۔ آخر دین اور حیا بھی کوئی چیز ہے۔ خلفا کی دشمنی اور خدا کے خلاف جرأت کرنی سخت باعث زوال و وبال ہے۔ پھر کہا کہ مجھے صالح کا ہرگز کوئی علم

نہیں ہے۔ یہ سنکر ان لوگوں کی شورش بھی رفع ہوئی اور راضی ہوکر خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے۔
موسیٰ نے منادی کرادی کہ جو شخص صالح کو حاضر کریگا۔ وہ دس ہزار دینار انعام پائیگا۔ لیکن باوجود تلاش و طمع انعام بھی اُسپر قابو نہ پاسکے اتفاق سے گرمیوں کے دنوں میں بعض نوکر ایک کوچہ میں سے گذرے وہاں ایک مکان کا دروازہ کھلا دیکھا چنانچہ انمیں سے ایک آدمی چپکے چپکے دہلیز میں گیا اور وہاں صالح کو سوتا ہوا دیکھ کر پہچان لیا۔ اسوقت اسکے پاس اور کوئی آدمی نہ تہا۔ پس انہوں نے واپس آکر موسے کو اطلاع دیدی اسنے چند آدمی بھیجے جنہوں نے جاکر اُسے قتل کردیا اور اُسکا سر کاٹ کر شہر میں تشہیر کیا۔ مہتدی کو یہ واقعہ سخت ناگوار ہوا اور اس امر کو اس نے دل میں رکھا۔ جب موسے ایک اور کی تلاش میں معہ باکیال سن کی طرف گیا۔ تو مہتدی نے باکیال کو لکھا کہ موسے کو اور مفلح کو جو کہ معظم امرائے ترک تہا قتل کیا جاوے۔ یا اسے گرفتار کرلیا جائے حالانکہ وہ تمام ترکوں کا سردار تہا۔ باکیال نے یہ خط موسے کو دکھلایا۔ اور کہنے لگا کہ میں اس تحریر سے خوش نہیں ہوں کیونکہ یہ حال پھر ہم پر ایسے ہی ہوگا۔ پس سب نے مہتدی کے قتل کا قصد کرلیا اور وہیں سے لوٹ پڑا مہتدی کی طرف اہل مغاربہ۔ فراغنہ۔ اسروسنہ تہے جنہوں نے موسے کا خوب مقابلہ کیا۔ اور ایک دن ہی چار ہزار ترک قتل کردیئے۔ گئے کئی روز کی لڑائی کے بعد خلیفہ کی فوج نے شکست کھائی اور خلیفہ گرفتار ہوگیا۔ دشمنوں نے اسکے خصیتین دباکر اُسکو مار ڈالا۔

یہ واقعہ رجب ۲۵۶ھ ہجری میں ہوا اس حساب سے مہتدی پندرہ روز کم ایک سال سلطنت کرسکا جب ترکوں نے مہتدی پر نرغہ کیا تو عوام الناس نے مسجدوں اور گہروں کی دیواروں پر اشتہار لگائے کہ ای مسلمانوں اپنے خلیفہ عادل مثل عمر بن عبدالعزیز کے واسطے دعا کرو کہ خدا تعالے اسکو دشمن پر نصرت عطا فرماوے۔

المعتمد علی اللہ ابوالعباس

المعتمد علی اللہ ابوالعباس (ابوجعفر) احمد بن المتوکل بن معتصم بن رشید ۲۲۹ھ ہجری میں ایک رومیہ فتیان نامی کے بطن سے پیدا ہوا مہتدی کے قتل کے وقت وہ جوسق میں قید تہا۔ اوسے نکال کر تخت خلافت پر بٹھادیا معتمد نے اپنے بہائی موفق طلحہ کو مشرق کا عامل بنایا اور اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد بناکر مصر و مغرب کا حاکم بنادیا اور اوسکو مفوض الی اللہ کا خطاب دیا۔ اور خود لہو و لعب اور عیش و عشرت میں مشغول ہوکر رعایا کی خبر گیری چھوڑدی اس سے لوگ سخت ناخوش ہوئے اور اُسکے بہائی طلحہ کی طرف مائل ہوگئے۔

معتمد کی دوران سلطنت میں زنگیوں نے بصرہ و قرب و جوار میں آفت برپا کردی اور تمام شہروں کو تباہ کردیا قتل عام کیا آگ لگادی اور سخت سیاہ کاریاں کیں۔ خلیفہ کے لشکر کے ساتھ چند بار سخت جدال و قتال ہوا اور اکثر موقعوں پر طلحہ نے انکا مقابلہ کیا۔

زنگیوں کی شورش فرو ہوئے پر عراق میں وبا پھیلی جو بربادی میں جنگ سی کچھ کم نہ تہی۔ اسمیں بے تعداد آدمی مرے۔ وبا کے بعد بہت سے زلزلے آئے۔ اور مکانات گر گئے۔ چنانچہ ہزاروں آدمی دیواروں کے نیچے آکر اور دیواروں کے گرنے کی آواز ہولناک سے مر گئے۔ اودہر زنگیوں کے ساتھ ۲۵۶ھ ہجری سے لیکر ۲۷۰ھ ہجری تک برابر جنگ جاری رہا جسمیں بقول صولی کے ایک کروڑ پچاس ہزار آدمی کام آئے۔ اور بصرہ میں صرف ایک روز کے میدان کارزار میں

تیس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ آخر اس سال میں زنگیوں کا سردار قتل ہوا اور اسکا سر نیزہ پر چڑھا کر بغداد میں پہونچایا گیا۔ اور ایک بلند جگہ پر لٹکایا گیا۔ تب کہیں جاکر امن ہوا اور ان شہروں پر از سر نو قبضہ ہوگیا جو زنگیوں نے چھین لیئے ہوئے تھے مثل واسط و رامہرمز وغیرہ کے۔ زنگیوں کے اس سردار کا نام بہبود تہا۔ اور اُسنے دعوے رسالت کیا تہا۔ اور کہتا تہا کہ میں عالم الغیب ہوں۔ اپنے شہر میں منبر پر کھڑا ہوکر حضرت عثمانؓ۔ علیؓ۔ معاویہؓ۔ طلحہؓ۔ زبیر۔ عائیشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین کو گالیاں دیا کرتا تہا۔ اس کے لشکر میں علویہ عورتیں دو یا تین درہم کو فروخت ہوا کرتی تہیں۔ چنانچہ ہر ایک زنگی نے دس دس علویہ عورتوں کو اپنی کنیزک بنا رکھا تہا۔ جنسے خدمت وغیرہ کام لیا کرتے تہے۔ اس خبیث ملعون کے قتل پر لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ اور موفق کو دعائیں دیں۔ شعراء نے مدحیہ قصائد لکھے۔

سنہ ۲۶۰ ہجری میں حجاز وعراق میں سخت قحط پڑا یہاں تک کہ ایک بوری گیہوں کی قیمت ڈیڑھ سو دینار ہوگئی۔

اسی سال اہل روم نے شہر لولوہ پر قبضہ کرلیا۔

سنہ ۲۶۱ ہجری میں معتمد نے اپنے بعد اپنے بیٹے مفوض الی اللہ جعفر کو ولیعہد بنایا اور اسکے بعد اپنے بہائی موفق طلحہ کو ولیعہد کیا۔ مقدم الذکر حاکم ممالک مغرب وشام۔ جزیرہ و آرمینیہ بنایا۔ اور مؤخر الذکر کو حاکم ممالک مشرق۔ دمشق وعراق۔ بغداد۔ حجاز یمن۔ فارس۔ اصفہان۔ رے۔ خراسان۔ طبرستان۔ سجستان۔ اور سندھ کا۔ اور دونوں کے واسطے دو دو سپید و سیاہ جہنڈے بنوائے۔ اور یہ شرط کی کہ اگر کوئی نیا حادثہ ہو تو بصورت بالغ نہ ہونے مفوض الی اللہ جعفر کے موفق کی رائے کے موافق عمل ہوگا۔ اس قرارداد سے ایک دستاویز لکھکر قاضی القضات ابن ابو شوارب کی معرفت کعبہ شریف میں لٹکادی گئی۔

سنہ ۲۶۶ ہجری میں افواج روم نے بعد از کشت وخون دیار بکر پر قبضہ کرلیا۔ اور اہل جزیرہ وموصل وہاں سے نکل بھاگے۔

اسی سال میں اہل عرب پردہ کعبہ کو لوٹ لے گئے۔

سنہ ۲۶۷ ہجری میں احمد بن الخجانی نے خراسان۔ کرمان وسجستان پر قابض ہوکر عراق پر قابض ہونے کا ارادہ کیا اور سکوں پر ایکطرف اپنا اور دوسری طرف معتمد کا نام مسکوک کرایا۔ جو کہ ایک واقعہ نادرہ تہا۔ لیکن آخر سنہ میں اُس کے غلاموں نے اُسے قتل کردیا اور خدا نے اسکے شر سے محفوظ رکھا۔

چونکہ موفق نے معتمد پر سنہ ۲۶۴ ہجری میں فوجکشی کی تہی اسی لیئے وہ اس سے ناراض رہتا تہا۔ یہ بدگمانی بڑہتی گئی۔ یہانتک کہ سنہ ۲۶۹ ہجری میں ابن طولون نائب الحکومت مصر اور معتمد کے آپسمیں خط وکتابت ہوکر ایک رائے قرار پاگئی تہی اسلئے ابن طولون ایک فوج لیکر دمشق کی طرف بڑہا۔ اور معتمد بلا کسی خیال کے سامرا سے دمشق کے ارادے سے چلا۔ موفق نے یہ موقعہ دیکہکر اسحاق بن کنداج کو اپنی طرف سے روانہ کردیا کہ کسی ترکیب سے معتمد کو واپس کردے ابن کنداج نے مقام نعدیہ میں سے روانہ ہوکر کہا کہ آپکا بہائی دشمن ہو رہا ہے۔ اور آپ اپنے دار السلطنت سے نکل پڑے ہیں۔ اگر یہ امر آپکے دشمن پر ظاہر ہوجاسے تو یقیناً وہ آپ کے آبا واجداد کے ملک پر قابض ہوجائے گا۔ اور آپ اسکا کچہہ نکر سکیں گے۔ پھر کچہہ لوگ اسکی نقل وحرکت پر خبر رکہنے کے لیئے مقرر کردیئے۔ اور معتمد سے کہلا بہیجا کہ یہ مقام ٹھیرنے کے قابل نہیں ہے آپ فوراً واپس چلے جائیے۔ معتمد خائف ہوا اور ابن کنداج سے یہ قسم لیکر کہ نہ وہ اسپر سختی کرے گا نہ اُسکو دشمن کے حوالہ کرے گا۔ تو وہاں سے سامرا کیطرف واپس چلا۔ راستہ میں ساعد بن مخلد موفق کا کاتب اس سے ملاقی ہوا۔ ابن کنداج نے معتمد کو اوسکے سپرد کردیا اور خود الگ ہوگیا۔ صاعد نے اسکو احمد بن خصیب کے

مکان میں اُتار دیا اور دار الخلافہ نہ جانے دیا۔ اور پانچسو آدمی اس کے محافظ مقرر کئے تاکہ وہ دار الخلافہ نہ جانے پائے۔
موفق کو جب یہ خبر پہونچی تو وہ ان دونوں کی کارگذاری سے بہت خوش ہوا۔ اور دونوں کو انعام وخلعت وجاگیر عطا کی اور اسحاق کو ذوالسندین اور صاعد کو ذوالوزارتین کا خطاب اپنی طرف سے عطا کیا۔
اس واقعہ کے بعد صاعد برابر معتمد کے ساتھ رہا۔ لیکن معتمد بالکل اُسکے قبضہ میں تھا۔ اور برائے نام بادشاہ تھا حتی کہ اُسکو عزل ونصب پر بھی اختیار نہ تھا۔
معتمد نے اسکے متعلق اشعار ذیل کہے ہیں۔ ترجمہ میری حالت کی طرح ہی کوئی عجیب زمانہ ہے۔ کہ ہر ایک میری چیز میرے لیئے منع کی گئی ہے حالانکہ تمام دنیا کے لوگ میرے نام پر بھروسہ کرتے ہیں۔ مگر میرا دست قدرت کسی ایک شئے پر بھی نہیں ہے۔ اسکی طرف تمام مال لیجایا جاتا ہے۔ مگر جب حاضر ہوسکتا ہے تو اسکے لیئے اسکا خروج کرنا منع کردیا جاتا ہے
معتمد پہلا ہی خلیفہ ہے جو مقہور ہوا اور شاہ سطرنج بنا۔ اور کوئی شخص بادشاہ پر تغینات نہوا۔
چند روز بعد معتمد واسط کی طرف گیا۔ جب ابن طولون کو اسکی خبر پہونچی تو اوس نے قاضیوں اور اعیان سلطنت کو جمع کرکے کہا کہ موفق نے امیر المومنین کو قید کر رکھا ہے۔ اسکو ولیعہدی سے معزول کردیا جائے۔ سب لوگوں نے انکے خلع کا حکم دیدیا۔ مگر قاضی بکار بن قتیبہ نے اسکی تائید نہ کی اور ابن طولون سے کہا کہ تمنے پہلے میرے سامنے معتمد کا فرمان جسکے ذریعے سے وہ ولیعہد بنایا گیا تھا پیش کیا تھا۔ اب بھی تاوقتیکہ معتمد ہی کی طرف سے اوسکی معزولی کا فرمان نہ پیش کرو میں یہ حکم نہیں دیسکتا۔ ابن طولون نے کہا کہ معتمد اسوقت قید ہے اور بالکل موفق کے ہاتھوں میں ہے اسلیئے وہ ایسا فرمان لکھہ نہیں سکتا۔ قاضی بکار نے کہا کہ ہر حال میں کوئی حکم نہیں دیسکتا۔ ابن طولون کو بہت ہی غصہ آیا۔ اور اُسنے قاضی بکار سے کہا کہ دنیا میں جو یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ قاضی بکار عدیم المثل قاضی ہیں۔ اسلیئے تمکو غرہ ہوگیا ہے اور مزاج بگڑ گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم سٹھیا ہو گئے ہو۔ اور بوڑھاپے نے تمہاری عقل ضائع کردی ہے۔ پھر اوسنے انکو قید کردیا اور دو برس پیشتر جو عطیات بقدر دس ہزار دینار کے انکو ملی تہیں وہ واپس طلب کیں کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں قاضی بکار نے مہریں لگا کر رکھی ہوئی تہیں۔ فوراً واپس دیدیں۔
موفق کو جب اس واقعہ کی خبر پہونچی تو اُسنے حکم دیا کہ ابن طولون برسر منبر لعنت کی جائے۔
شعبان ۲۷۱ھ ہجری میں معتمد سامرا واپس آیا۔ اور وہاں سے بغداد گیا۔ اسموقعہ پر محمد بن طاہر ایک لشکر لیئے ہوئے اسکے ساتھ تہا۔ اور خود محمد شمشیر برہنہ معتمد کے سامنے رہتا تہا۔ ظاہر ایسا کیا جاتا ہے کہ خلیفہ آزاد ہے۔ اور اُسی شان سے دار الخلافہ میں داخل ہوا کہ گویا وہ موفق کی حالا کشید ندیں گرفتار نہیں ہے۔ ابن طولون نے اسی سال میں انتقال کیا اور موفق نے اپنے بیٹے ابو العباس کو اُسکی جگہ حاکم مصر وغیرہ بنایا اور اپنی فوج اسکے ساتھ کرکے اسکو وہاں بھیجدیا۔ اودہر خمارویہ بن احمد بن طولون اپنے باپ کی جگہ مسلط ہوچکا تہا۔ اسپر ابو العباس بن موفق خمارویہ بن احمد بن طولون کے درمیان میں وہ سخت جنگ ہوئی کہ خون کے دریا بہہ گئے لیکن اسمیں مصریوں کی فتح ہوئی۔
اسی سال بغداد میں دریا دجلہ کا بند ٹوٹ گیا اور پانی محلہ کرخ تک پہونچگیا۔ جس سے سات ہزار مکانات گرگئے۔
اسی سال اہل روم نے ایک لاکھ فوج سے طرسوس پر حملہ کیا۔ مگر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور بے انتہا مال غنیمت ہاتھ آیا یہ فتح عدیم المثل سمجھی جاتی ہے۔
اسی سال عبید اللہ بن عبید خلفا مصر اور رافضیان یمن کے مورث نے دعوئے مہدیت کیا اور ۲۷۸ھ ہجری تک

اسی طرح مدعی رہا۔ پھر اسی سال اسنے حج کیا قبیلہ بنو کنانہ نے اُسکا حال دیکھکر اوسپر سخت تعجب کیا اور اسکے ساتھ مصر تک بھگئے اور اسکے قوت اور طاعت کا حال دیکھتے رہے۔ اور ملک مغرب میں بھی اسی کے ساتھ چلے گئے۔ بس یہیں سے مہدی کو ترقی ہونی شروع ہوگئی۔

صولی کہتے ہیں کہ ۲۷۱؁ھ ہجری میں ہارون بن ابراہیم ہاشمی نے اپنے نام کے پیسے بغداد میں چلائے۔ اور لوگوں نے بمجبوری اونکا چلن منظور کرلیا۔ لیکن پھر چھوڑ دیئے۔ ۲۷۵؁ھ ہجری میں دریائے نیل کا پانی ایسا سوکھا کہ کہیں تری کا نام بھی نہ رہا۔ جس سے مصر میں سخت قحط پڑ گیا۔

اسی سال موفق نے انتقال کیا۔ اور معتمد کا پیچھا چھوٹ گیا۔

اسی سال کوفہ میں قرامطہ کا شیوع ہوا۔ یہ لوگ فی الاصل ملحد تھے۔ انہوں نے غسل جنابت کو ناجائز قرار دیا۔ اور شراب کو جائز۔ اپنی اذانوں میں اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَنَفِیَّۃِ رَسُوْلُ اللہِ ازاد کر دیا۔ اور روزے سال بھر میں صرف دو ایک نیروز دوسرا مہرجان کا فرض کئے اور بیت المقدس کا حج اور اسی کو اپنا کعبہ قرار دیا ان خیالات کو ہر کس و ناکس پر پیش کیا اور لوگوں کو سخت تکلیفیں دیں۔

۲۷۹؁ھ ہجری میں ابو العباس بن موفق کے متمکن ہونے سے معتمد کو اور بھی ضعف پہونچا کیونکہ فوج وغیرہ تمام ابو العباس کے ہاتھ میں تھی لاچار معتمد نے ایک مجلس عام میں اپنے بیٹے مفوض کو ولیعہدی سے معزول کرکے ابو العباس کو ولیعہد بنایا اور خود لوگوں سے بیعت لے دی۔ اور اسکا لقب معتضد مقرر کیا۔

اسی سال معتضد نے حکم دیا کہ کوئی منجم یا افسانہ گو راستہ میں نہ بیٹھے اور کتب فروشوں سے فلسفہ اور مناظرہ کی کتابیں فروخت

اس واقعہ کے دو ماہ بعد دفعۃً شب دوشنبہ ۱۹ رجب ۲۷۹؁ھ ہجری کو ۲۳ برس سلطنت کرکے معتمد نے داعی اجل لبیک کہا اور اس دنیا کے ناگوار صدمات اور معتضد کی قید سے رہائی پائی۔ بعض تو کہتے ہیں کہ اُسکو زہر دیا گیا اور بعض کا قول ہے کہ اسکا رات کو گلا گھونٹ دیا گیا۔

معتمد کی زندگی موفق اور معتضد کی وجہ سے سخت تلخ گزری۔

حسب ذیل علماء نے معتمد کے زمانہ میں وفات پائی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ۔ ابو داؤد رح۔ ترمذی رح۔ ابن ماجہ رح صاحبان صحاح ستہ۔ ربیع الجیزی ربیع المرادی مزنی۔ یونس بن عبد الاعلی۔ زبیر بن بکار۔ ابو الفضل ریاشی۔ محمد بن یحییٰ ذہلی۔ حجاج بن شاعر۔ عجلی الحافظ قاضی القضات ابن ابی شوارب۔ سوسی المقری۔ عمر بن شیبہ۔ ابو زرعہ رازی۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم۔ قاضی بکار داؤد الظاہری۔ ابن دارۃ۔ بقی بن مخلد۔ ابن قتیبہ۔ ابو حاتم رازی وغیرہ۔

نوٹ۔ عبد اللہ بن معتز نے معتمد کے متعلق حسب ذیل اشعار کہے ہیں ترجمہ اے وہ شخص جس سے شب وروز دوڑکر بھلگتے ہیں اور جسکی ذات کے ساتھ زمام عہد وابستہ ہے۔ تونے سلطنت کی باگ کو نہایت تشدد و مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔ جو کہ تیرے ہاتھوں میں قائم ہے۔ پس تو دنیا اور اسکے باشندگان پر ایسے انصاف سے حکومت کر۔ کہ تجھکو اپنے تیر کو کمان کی زہ میں رکھنے کی ضرورت نہ ہو۔

معتمد نے بوقت وفات حسب ذیل شعر کہے ترجمہ آج مجھپر ایسا واقعہ پیش آیا ہے جسکا دفعیہ ناممکن ہے۔ اور نہ ہی اسکی تکالیف و شدائد سے چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ حکومت مجھسے جارہی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ کیا اسکا انجام ہوگا

اب جبکہ مجھے کسی چیز کی خواہش ہووے تو وہ مجھسے ہٹائی گئی اور کہا گیا کہ یہ ہی مرض ہے۔
صولی کہتے ہیں کہ خلیفہ کی ایک کتاب تھی جنمیں کہ وہ اپنے شعر سونے کے پانی سے لکھا کرتا تھا۔
ابو سعید حسن بن سعید نیشاپوری نے حسب ذیل مرثیہ کہا ہے: ترجمہ: خدانیں ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ جنمیں کہ اشک حسرت ہر ایک کے جاری ہے تھے۔ وقت اجل قریب آگیا۔ اور امام الہدایت معتمد نے اس جہان سے کوچ کیا۔ ہمارے لیئے سوائے رنج و غم و مصائب زمانہ اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔

المعتضد باللہ

معتضد باللہ احمد۔ ابو العباس بن ولیعہد موفق طلحہ بن متوکل بن معتصم بن ہارون الرشید ذیقعدہ ۲۴۲ھ ہجری میں وبقول صولی ربیع الاول ۲۴۳ھ ہجری میں ایک ام ولد صواب (یا خرز) یا فرونامی سے پیدا ہوا۔ اور اپنے چچا معتمد کے بعد رجب ۲۷۹ھ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ خاندان بنو عباس میں ایک خوبصورت۔ شجاع بہیب۔ صاحب جبروت عقیل۔ احکام الہی کی تعمیل میں سخت گیر شخص تھا۔ شیر پر تنہا حملہ کیا کرتا تھا جب غصہ آجاتا تھا۔ تو کسی پر رحم کرنا نہ جانتا تھا۔ اور مجرم کو اکثر زندہ گڑوا دیا کرتا تھا۔ اور اوپر سے پتھر رکھا دیا کرتا تھا اور بڑا سیاست والہ تھا۔
عبد اللہ بن حمدون کہتے ہیں کہ ایک روز معتضد شکار کے واسطے باہر نکلا میں اُسکے ساتھ تھا۔ جب وہ ایک کھیت کے پاس سے گذرا تو رکھوالے نے فریادیوں کی طرح سے اُسے پکارا۔ معتضد نے اُسے بلوا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ تین غلام آکر کھیت خراب کر گئے تھے۔ معتضد نے انکو پکڑ بلایا۔ اور دوسرے روز اُسی کھیت کے کنارے پر انکی گردنیں مار دی گئیں۔
اس واقعہ کے کئی روز بعد خلیفہ نے مجھسے دریافت کیا۔ کہ آخر کیا وجہ ہے کہ لوگ پوری طرح مجھسے خوش نہیں ہیں میں نے کہا کہ محض اسلیئے کہ آپ خونریز ہیں معتضد نے کہا کہ واللہ جب سے میں تخت پر بیٹھا ہوں کبھی میں نے خون ناحق نہیں کیا۔ مینے کہا کہ کیا آپنے احمد بن طیب کو قتل نہیں کرایا۔ معتضد نے کہا کہ وہ مجھے ملحد بنانا چاہتا تھا۔ ایسے شخص کو کیوں نہ قتل کیا جاتا۔ مینے کہا کہ اچھا ان تین غلاموں کو تو کھیت کے اوپر بے گناہ قتل کرایا۔ معتضد نے کہا کہ واللہ میں نے تحقیقات کرکے اُنہیں سزا قتل دی ہے۔ مجھے ثابت ہو گیا تھا کہ وہ چور ہیں۔
قاضی اسمعیل کہتے ہیں کہ ایک روز میں معتضد کے پاس گیا تو دیکھا کہ اُسکے پیچھے کئی رومی مرد نہایت خوبصورت کھڑے ہوئے تھے۔ میں انکو بغور دیکھکر خاموش ہو رہا۔ جب میں چلنے لگا تو مجھے معتضد نے کہا کہ آپ مجھسے بدگمان نہ ہوں۔ خدا کی قسم مینے کبھی حرام پر اپنا ازار بند نہیں کھولا۔
قاضی اسمعیل ہی کہتے ہیں کہ ایک روز میں معتضد کے پاس گیا تو اسنے ایک کاغذ میری طرف پھینکدیا۔ مینے دیکھا کہ اسمیں علماء کی اس قسم کی لغزشوں کو کسی نے جمع کرکے دکھلایا تھا جنمیں انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ہونے کا فتوے دیا تھا۔ مینے کہا۔ کہ اسکا لکھنے والا زندیق ہے۔ معتضد نے پوچھا کہ زندیق ہے۔ یا جھوٹا۔ میں نے کہا کہ جس شخص نے شراب کو حلال کیا اسنے متعہ کو مباح نہیں کیا اور جسنے متعہ کو مباح کیا ہے اس نے راگ کو مباح نہیں کیا کون ایسا عالم ہوگا کہ جس سے لغزش نہ ہوئی ہو۔ اور جو شخص عالموں کی لغزش کو ٹٹولتا ہے اسکا دین قائم نہیں رہ سکتا۔ معتضد نے حکم دیا کہ وہ کاغذ فوراً جلا دیا جائے۔

معتضد نہایت زکی و مرد میدان رعب وداب والا تہا۔ اور ہر کام نہایت دانائی سے کرتا تہا۔ جو لڑائی کی اس میں فتحیاب ہوا۔ معاملات بڑی خوب صورتی سے سمجہاتا تہا۔ جبتک بادشاہ رہا نہایت نیک نام رہا۔ لوگ اس سے سخت ڈرتے تہے۔ اور کسی کو فتنہ پردازی کی جرأت نہ ہوتی تہی بلکہ بہت سے فساد اُسکے رعب سے دب گئے۔ اُسکا زمانہ نہایت پرامن گذرا۔ خراج میں اُسنے کمی کردی۔ اور عدل پہیلایا۔ اور رعیت پر سے ظلم اوٹہا دیا۔ اور چونکہ اسنے عمارت خلافت عباسیہ کو گرنے سے بچالیا تہا۔ بلکہ ازسرنو مضبوط کردیا تہا۔ لوگ اسکو سفاح ثانی کہتے تہے۔ دراصل خلافت عباسیہ قتل متوکل کے زمانہ سے ہی معرض خطر میں ہوگئی تہی اور روز بروز اسمیں ضعف آتا جاتا تہا۔ معتضد کی وجہ سے یہ خطرہ کم ہوگیا تہا۔

ابن رومی نے اس مضمون کو ان اشعار میں ادا کیا ہے۔ ترجمہ بنو عباس تمہیں مبارک ہو کہ تمہارا بادشاہ ؍ امام الہدٰی اور صاحب سخا احمد ہے جسطرح ابو العباس سے تمہارا ملک شروع ہوا۔ اسی طرح ابو العباس نے اسکی تجدید کردی۔ امام جو کہ کل حاکم تہا۔ آج اسکی طرح عامل ہوگیا۔ اور افسوس ناک گذشتہ ایام پر رہو رہا ہے؛ اور برائے آئندہ اس جبا کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

ابن المعتز کہتا ہے ترجمہ کیا تو نہیں دیکہتا کہ بنی ہاشم کا ملک ؍ بعد ذلت کے عزیز نے بچالیا۔ اگر تو طلبگار ملک ہے تو معتضد جیسا ہو جا تاکہ ملک تجہپر واجب ہوجائے ورنہ ممکن نہیں۔

تخت خلافت پر بیٹہتے ہی اس نے کتب فروشوں کو فلسفہ اور اسی قسم کی کتابیں فروخت کرنے سے منع کردیا اور منجموں اور قصہ گویوں کو راستہ میں بیٹہنے سے منع کردیا عید الضحے کی نماز لوگوں کو پڑہائی اور پہلی رکعت میں چھ تکبیریں کہیں اور دوسری میں صرف ایک اور خود کوئی خطبہ نہیں پڑہا۔

۲۸۰ھ ہجری میں داعی مہدی قیروان آیا اور اپنے خیالات لوگوں پر ظاہر کئے جسپر اسکا حاکم افریقہ سے جدال قتال ہوا لیکن اسکے گروہ کی ترقی ہونے لگی۔

اسی سال دیبل سے اطلاع آئی کہ ماہ شوال میں چاند گہن ہوا۔ اور صبح سے عصر کے وقت تک سخت اندہیرا رہا۔ اس کے بعد کالی آندہی آئی جسنے تین روز متواتر اندہیرا رکہا۔ اوسکے فرو ہونے پر ایسا زلزلہ آیا کہ ہزاروں گھر گرگئے یہانتک کہ قریب ڈیڑہ لاکہ آدمیوں کے مکانات کے نیچے سے نکالے گئے۔

۲۸۱ھ ہجری میں روم کا شہر کوریا فتح ہوا۔ اسی سال رے اور طبرستان میں پانی کی وہ کمی ہوئی کہ تین رطل پانی ایک درم میں ملنے لگا لوگوں نے قحط کے مارے مردار چیزیں کہائیں۔

اسی سال معتضد نے مکہ شریف میں دار الندوہ گراکر مسجد حرام کے پاس ایک مسجد بنادی۔

۲۸۲ھ ہجری میں معتضد نے نوروز کے دن عید منانے آگ جلانے اور آگ پر پانی چھڑکنے سے منع کیا کیونکہ یہ مجوسیوں کا فعل تہا۔

اسی سال معتضد کا قطر الندی بنت خمارویہ بن احمد بن طولون سے عقد ہوا اور وہ اپنے ساتھ چار ہزار ازاربند جوہر دار اور دس صندوق جواہرات کے بہرے ہوئے جہیز میں لائی۔

۲۸۳ھ ہجری میں معتضد نے احکام جاری کئے کہ ذوی الارحام کو بہی میراث دی جائے اور دفتر میراث کو ازسرنو قائم کیا۔ اس فعل سے لوگوں نے معتضد کو بڑی دعائیں دیں اور اُسپر بہت ہی گرویدہ ہوگئے۔

۲۸۰ھ ہجری میں مصر میں ایک عجیب قسم کی سرخی ظاہر ہوئی کہ ہر شخص کا چہرہ اور مکانوں کی دیواریں سرخ معلوم ہوتی تھیں لوگوں نے اسکے زائل ہونے کے لئے بڑی خشوع و خضوع سے دعائیں مانگیں۔ یہ سرخی عصر کے وقت سے رات تک رہی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال معتضد نے ارادہ کیا کہ امیر معاویہ پر بر سر منبر لعنت کی جاوے۔ عبیداللہ اوسکے وزیر نے بہت منع کیا کہ اس فعل سے لوگوں میں شورش پیدا ہوجائے گی مگر معتضد نے نہ سُنا اور احکام جاری کردئے جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بڑے مناقب درج کئے تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سخت معائب قاضی یوسف نے کہا کہ امیر المؤمنین اس سے سخت شورش پیدا ہوجائے گی اور فتنے اٹھیں گے معتضد نے کہا کہ اس کا علاج تلوار ہے۔ قاضی یوسف نے کہا کہ علویوں کا کیا علاج کیجئے گا جو تمام اکناف و اطراف ملک میں پھیلے ہوئے ہیں جب وہ اپنے مناقب سنیں گے اور حقوق کو یاد کریں گے تو آپ کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے اور لوگ فضائل اہلبیت پر خیال کر کے ان کا ساتھ دیں گے یہ سنکر معتضد اس ارادہ سے باز رہا۔

۲۸۵ھ ہجری میں بصرہ میں ایک آندھی آئی جس کا رنگ پہلے زرد تھا۔ پھر سبز ہوا اور پھر کالی ہوگئی اور کئی روز تک اسی طرح رنگ بدلتی رہی آخر میں ایک جادر گری جس کا وزن ڈیڑہ سو درم تھا اور اس کے بعد یہ آندھی بند ہوگئی۔ قریباً پانچ سو درخت گر گئے اور آسمان سے سفید و سیاہ پتھر برسے۔

۲۸۶ھ ہجری میں ابو سعید القرمطی نے بحرین میں خروج کیا جس کی شوکت بڑھ گئی اور یہ وہی ابو طاہر سلیمان تھا جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ حجر اسود کو گرایا۔ اور اُس کے اور افواج شاہی کے درمیان میں جدال اور قتال ہوا لشکر شاہی نے دو دفعہ شکست کھائی اور وہ بصرہ اور اس کے نواح پر قابض ہوگیا۔

خطیب اور ابن عساکر نے ابوالحسین خصیبی سے روایت کی ہے کہ معتضد نے ایک مرتبہ قاضی ابوحازم سے کہلا بھیجا کہ فلاں شخص کے پاس میرا مال ہے مجھے خبر ملی ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس پر دعویٰ کیا اور آپ نے ان کو اس سے مال دلوا دیا اور مجھے محروم رکھا۔ اب آپ اسی مقدمہ میں مجھے بھی مدعی سمجھئے اور میرے دعوی پر غور کر کے میرا حصہ بھی مجھے دلوا دیجئے قاضی ابی حازم نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین سے کہدیا کہ آپ کو یاد ہوگا جب آپ نے مجھے قاضی بنایا ہے تو یہ الفاظ فرمائے تھے کہ آپ نے امر عدالت اپنی گردن سے نکالکر میری گردن میں ڈالدیا ہے اس لئے مجھے یہ کب جائز ہے کہ کسی مدعی کا دعوے بلا شہادت کے مان لوں۔ آپ گواہ پیش کیجئے۔ خلیفہ نے کہلا بھیجا کہ فلان اور فلان دو معزز آدمی میرے گواہ ہیں۔ قاضی ابوحازم نے کہلا بھیجا کہ وہ دونوں گواہ میرے پاس شہادت دیویں اور میں ان سے اپنی مرضی کے مطابق سوال کروں گا۔ اگر وہ سچے ہوئے تو ان کی شہادت قبول کیجاوے گی ورنہ جو کچھ میرے پاس ثابت ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جاوے گا معتضد کے گواہوں نے ڈر کے مارے قاضی ابوحازم کے سامنے بطور گواہ پیش ہونے سے انکار کر دیا اور خلیفہ کو کچھ نہ ملا۔

ابن حمدون قدیم کہتے ہیں کہ معتضد نے قصد کیا کہ ساٹھ ہزار دینار لگا کر بحیرہ میں عمارت بنائے اور اپنی کنیزکوں بالخصوص اپنی محبوبہ دریرہ کو لیکر وہاں جا رہے ابن بسام شاعر نے اس پر کہا کہ ترجمہ لوگوں نے بحیرہ کو چھوڑ دیا ہے اور بحیرہ میں خلوت گزینی کی۔ لوگ بیٹھکر طبل بجاتے ہیں۔ بوجہ تاریکی دریرہ کے۔

معتضد نے بھی یہ اشعار سنے مگر سنی ان سنی کر گیا۔ پھر ان عمارات کو گرا دینے کا حکم دیدیا چند روز بعد دریرہ بھی مر گئی معتضد اس کی محبت پہت ہی رویا اس کے ایک مرثیہ میں کہتا ہے ترجمہ اے دوست تیرے سوا میرا اور کوئی دوست نہیں۔ گو تیری

آنکھوں سے دور ہے۔ مگر میرے دل کے نزدیک ہے۔ تیرے بعد مجھے کسی عیش میں لطف نہ آیا۔ گو تو میرے سینہ سے جدا ہو گیا ہے مگر اب تک دل میں تو ہی ہے۔

معتضد ربیع الثانی ۲۸۹ہجری میں سخت بیمار ہوا۔ اصل یہ ہے کہ کثرت جماع سے اُسکی مزاج میں بڑا ہی تغیر آگیا تھا۔ بہت سی مرضوں نے اس کو آدبایا تھا۔ نزع کی حالت میں ایک طبیب اس کی نبض دیکھ رہا تھا کہ معتضد نے اس کو ایک لات ماری ادھر طبیب گرتے ہی مرگیا۔ ادھر معتضد کی جان نکل گئی۔

معتضد نہایت اچھے اشعار کہتا تھا جو اکثر مشہور ہیں شاعروں نے اسکو بڑے معرکۃ الآرا مرثیے لکھے ہیں۔

اور حقیقت میں وہ بڑا قابل قدر شخص تھا

اس نے چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑی تھیں

معتضد کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا

ابن المواز المالکی۔ ابن ابو الدنیا۔ اسمعیل قاضی۔ حارث بن ابو اسامہ۔ ابو العیناء۔ مبرد۔ ابو سعید الخراز شیخ الصوفیہ۔ بحتری شاعر و دیگر حضرات

المکتفی باللہ

المکتفی باللہ ابو محمد علی بن معتضد غرہ ربیع الثانی ۲۶۴ہجری میں ایک ترکیہ ام ولد جیجک نامی کے بطن سے پیدا ہوا حسن میں ضرب المثل تھا چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ترجمہ میں نے اسکی صورت و سیرت پر قیاس کیا حسن اور حیا یت ایک جگہ جمع نہیں ہوئی واسطے اس سے کبھی بات نہ کرونگا خواہ حسن میں آفتاب ہو یا مہتاب ہو یا مکتفی

صولی کہتے ہیں کہ خلفا میں سوا مکتفی باللہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور کسیکا نام علی نہیں ہوا اور سوا ہادی اور مکتفی اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کی کنیت ابو محمد نہیں ہوئی ہے

معتضد ہی اُسے اپنا ولیعہد بنا چکا تھا۔ باپ کی بیماری میں ہی اس سے لوگوں نے بروز جمعہ بعد نماز عصر بتاریخ ۱۱۔ ربیع الآخر ۲۸۹ہجری میں اس سے بیعت کرلی

جس وقت معتضد مرا ہے تو مکتفی رقہ میں تھا اس کی غیبت میں وزیر ابو الحسن قاسم بن عبید اللہ نے اس کیطرف سے بیعت لی اور مکتفی کو لکھ بھیجا وہ ۷۔ جمادی الاول کو بغداد میں پہونچا اور دجلہ سے کشتی میں بیٹھکر گزرا۔ اہل بغداد نے اُس روز بڑی خوشی منائی۔ قاضی ابو عمر پل پر سے گر پڑے تھے۔ لیکن صحیح و سالم اٹھا لیے گئے۔ جب مکتفی دار الخلافہ میں داخل ہوا تو شعرا نے قصائد کہے۔ قاسم وزیر کو سات خلعت بارگاہ خلافت سے عطا ہوئے

مکتفی نے تخت پر بیٹھتے ہی جن مکانات کو اس کے باپ نے لوگوں سے لیکر لعنت خانے بنائے تھے۔ گروا دئے۔ اور انکی جگہ مسجدیں بنادیں اور وہ باغات و مکانات جو معتضد نے قصر بنوانے کے لیے لوگوں سے لیے تھے ان کے مالکوں کو واپس دلوا دیئے عدل و انصاف و خوش خلقی برگزیدہ ہی لوگ اس کے گرویدہ ہوگئے اور دعائیں دینے لگے

اسی سال بغداد میں کئی روز تک سخت زلزلے آئے اور بصرہ میں سخت آندھی آئی کہ ہزاروں درخت گر گئے جس کی مثال سنی نہیں گئی۔

اسی سال یحییٰ بن زکرویہ قرمطی نے خروج کیا لشکر خلیفہ سے جدال و قتال ہوا۔ آخر ۲۹۰ہجری میں مارا گیا۔ پھر اُس کے بھائی حسین

نے اس کی جگہ فتنہ و فساد اٹھایا اور امیر المومنین مہدی اپنا خطاب مقرر کیا۔ اس شخص کے چہرہ پر ایک داغ تھا ظاہر کیا کہ اس کے آنے کی پیشینگوئی میں اسی داغ کا مذکور ہے اس کے چچیرے بھائی عیسے بن مہرویہ نے اپنا لقب مدثر مقرر کیا اور یہ ظاہر کیا کہ سورہ مدثر میں اسی کا نام مذکور ہے۔ اپنے غلام کا نام المطوق بالنور رکھا۔ ان تینوں نے ملک شام میں سخت دھما چوکڑی مچائی اور منبر پر چڑھکر لوگوں کو اپنی طرف شامل ہونے کی دعوت دی۔ لیکن ۲۹۱ھ ہجری میں قتل کیے گئے

۲۹۱ھ ہجری میں نواحی روم میں سے انطالیہ (بالام) فتح ہوا۔ اور بے انتہا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

۲۹۴ھ ہجری میں دجلہ اس قدر چڑھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ چڑھا تھا اور بغداد کا اکثر حصہ منہدم ہوگیا۔ اور اسکی طغیانی ایک سو گز تک پہونچ گئی۔

صولی نے مکتفی کی مدح لکھی ہے چند اشعار یہ ہیں ترجمہ مکتفی خلیفہ ہے کفایت کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے کسی کو کوئی ڈر معلوم نہیں ہوتا آل عباس تم انسانوں کے سردار ہو۔ خدا نے حکم دیا ہے کہ تم انسانوں پر حاکم رہو۔ تمھارے میں ہی سے حاکم ہوں گے جو کہ نیک اور برگزیدہ ہیں۔ جس نے تمھاری اطاعت کی وہ مومن ہے۔ اور جس نے تمھاری نافرمانی کی وہ کافر۔ خدا نے تمھیں سے ایسے حاکم عمدہ خصائل کے پیدا کیے ہیں

مکتفی نے اپنی بیماری میں کہا کہ مجھے اُن سات سو دیناروں کا بڑا ہی خطرہ لگا ہوا ہے جو میں اپنے خرچ میں لے آیا ہوں حالانکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور مجھے اذن کی چنداں احتیاج بھی نہ تھی۔ اگر فرداقیامت میں مجھ سے اذن کی پرسش ہوئی تو میرے ساتھ بری گذرے گی۔ میں اپنی اس غلطی پر خدا تعالی سے مغفرت مانگتا ہوں۔ مکتفی نے جوانی ہی میں شب یکشنبہ کو بتاریخ ۱۱ ذیقعدہ ۲۹۵ھ ہجری ہی میں انتقال کیا۔ اور آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں اپنے پیچھے چھوڑیں

مکتفی کے وقت میں حسب ذیل علماء نے رحلت کی۔

عبد اللہ بن احمد بن حنبل ۔ ثعلب امام العربیہ ۔ قنبل المقری ۔ ابو عبد اللہ کوسنجی فقیہ ۔ بزار صاحب مسند۔ ابو مسلم الکجی۔ قاضی ابو حازم صالح حوزہ۔ محمد بن نصر المروزی۔ امام ابو حسین نوری شیخ صوفیہ۔ ابو جعفر ترمذی شیخ شافعیہ عراق و دیگر صاحبان

میں نے تاریخ نیشاپور مصنفہ عبد الغافر میں بروایت ابن ابو الدنیا دیکھا ہے کہ جب مکتفی خلیفہ ہوا تو میں نے یہ دو اشعار لکھکر بھیجے ترجمہ اہل مروت کے نزدیک اُستاد کا حق باپ کے برابر ہوتا ہے سب سے بہتر آدمی وہ ہیں جو اسکی رعایت کریں۔ اور اہل بیت نبوت اس کی بہت ہی رعایت رکھتے ہیں۔

یہ اشعار پڑھ کر مکتفی نے دس ہزار درہم میرے پاس بھیجدیے اس قصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی الدنیا مکتفی کے زمانہ تک زندہ تھے

المقتدر باللہ

المقتدر باللہ ابو الفضل جعفر بن معتضد رمضان ۲۸۲ھ ہجری میں ایک رومیہ (بقول بعض ترکیہ) اغرب نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور بعض نے شغب نام لکھا ہے۔

مکتفی سے شدت مرض میں اس کے جانشین کی نسبت سوال کیا گیا۔ اور جب اسکو یقین دلایا گیا کہ مقتدر بالغ ہو گیا ہے۔ تو مکتفی نے اسکو ولی عہد مقرر کر لیا اور تیرہ برس کی عمر میں وہ تخت خلافت پر متمکن ہو گیا اس سے پہلے ایسا کم عمر کوئی تخت پر نہیں بیٹھا تھا وزیر عباس بن حسن نے اُسکو بچہ سمجھکر اس کے خلع کرنے کی تدبیر کی اور لوگوں نے عبد اللہ بن معتز کو خلیفہ بنانے کی رائے دی عبد اللہ ابن معتز سے دریافت کیا گیا تو اُس نے اس شرط سے خلافت منظور کر لی کہ خونریزی نہ ہو۔ مقتدر کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے

مال کثیر عبداللہ بن معتز کے نذر کر کے اس کو راضی کر لیا اور خلافت سے انکار کرا دیا۔ لیکن لوگ اس پر راضی نہ ہوئے۔ اور ۲۰ ربیع الاول ۲۹۶ھ ہجری کو جب مقتدر گیند کھیلتا پھرتا تھا۔ اس پر چڑھ دوڑے۔ مقتدر یہ حالت دیکھ کر گھر میں بھاگ گیا اور دروازہ بند کر لیے۔ اس جھگڑے میں وزیر کی جان جاتی رہی۔ لوگوں نے ابن معتز کو بلا لیا۔ اور بہوسا قاضیوں اور اعیان سلطنت نے مقتدر کے خلع کا حکم دیدیا۔ لوگوں نے ابن معتز سے بیعت کر لی اور الغالب باللہ اسکا لقب مقرر کیا اور محمد بن داود ابن جراح کو اسکا وزیر ابو المثنے احمد بن یعقوب کو نئے خلیفہ کا قاضی بنایا اور الغالب باللہ کے نام سے فرامین جاری ہونے شروع ہو گئے۔

معافی بن زکریا حریری کہتے ہیں کہ مقتدر کے خلع کرانے اور ابن المعتز سے بیعت کر لینے کے بعد لوگ حریر الطبری کے پاس آئے اور اس خبر کو بیان کیا تو انہوں نے پوچھا کہ وزیر اور قاضی کون مقرر ہوا ہے کہا محمد بن داود اور ابو المثنے کا نام سنکر شیخ نے کہا کہ یہ بیل منڈھے چڑھتی نہیں معلوم ہوتی۔ یہ حالت کچھ مدت قائم نہ رہے گی انہوں نے پوچھا کہ کیوں۔ شیخ محمد حریری نے کہا کہ جن جن لوگوں کا آپ نے نام لیا ہے وہ عالی رتبہ ہیں اور موجودہ حالت میں مدبر اور مرنجی خیالات کے اشخاص کی ضرورت تھی جو کہ اس قسم کی قابلیت ان لوگوں میں نہیں پائی جاتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا

ابن معتز نے مقتدر کو کہلا بھیجا کہ تم فوراً محمد بن طاہر کے مکان میں چلے آؤ تاکہ میں آجاؤں مقتدر نے یہ بات مان لی اور کہنے لگا کہ اے قوم بیٹے تمہارے خیالات کی تائید کی ہے اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں جنگ ہو کر جانیں فنا ہوں پس اس نے ہتھیار لگا لیے آپ تھوڑے آدمیوں کو لیکر محمد بن طاہر کے مکان کی طرف چلا راستے میں مقتدر کے آدمیوں نے پہلے ہی وفاداری کا ثبوت دینے کا قصد کر لیا تھا جب ابن المعتز وغیرہ نے ان کو بمعہ دیگر ہمراہیوں کے آتے ہوئے دیکھا تو کچھ خدا نے ایسا رعب ان کے دلوں میں ڈالدیا۔ کہ وہ لوگ بغیر جنگ و جدال کے بمعہ ابن المعتز۔ وزیر۔ قاضی کے بھاگ گئے اور بغداد میں قتل و غارت ہوئی۔ مقتدر نے ابن معتز اور انکے فقہا اور امراء کو جنہوں نے اس کے خلع کا حکم دیا تھا گرفتار کر کے یونس داروغہ کے سپرد کر دیا سوا ابن معتز اور چار اور آدمیوں کے رجن میں قاضی ابو عمرو بھی تھے کہ سب کو وہیں قتل کر دیا۔ چند روز کے بعد ابن معتز کی لاش ہی قید خانے میں سے نکلی

اب جا کر مقتدر کا تسلط بیٹھا اور ابو الحسن علی بن محمد فرات عہدہ وزارت پر سرافراز ہوا جس نے عدل و انصاف کیا اور مقتدر کو بھی عدل کی ترغیب دی اور تمام کاروبار سلطنت بباعث صغر سنی خود وزیر کے سپرد کر کے خود لہو و لعب میں مصروف ہو گیا۔ اور خزانے کا خوب ہی خون کیا اسی سال مقتدر نے حکم دیا کہ یہود و نصاریٰ سے خدمت لیجائے۔ مگر ان کو بجائے زین کے صرف پالان پر سوار ہونے کی اجازت دی۔ اسی سال ملک مغرب پر مہدی کا غلبہ ہو گیا۔ امامت اس کے قبضہ میں آگئی۔ اور اس نے خلافت کا دعوی کیا۔ رعایا پر چونکہ عدل و احسان کیا تھا اس لیے لوگ دور دور سے بھاگ کر اس کی طرف جانے لگے اور ملک بڑھنے لگا زیادۃ اللہ بن اغلب امیر افریقہ تاب مقاومت نہ لا سکا اور بھاگ گیا ملک مغرب کی حکومت بنو عباس سے نکلکر مہدی کے قبضہ میں آگئی اور مہدی کی سلطنت کی بنا پڑ گئی۔

مورخین زوال مملکت بنو عباس اسی تاریخ سے سمجھتے ہیں۔

اس حساب سے سلطنت بنو عباس ایک سو ساٹھ سے کچھ اوپر برس رہی اور اس کے بعد اس میں زوال شروع ہو گیا ذہبی کہتے ہیں کہ مقتدر کے وقت میں اسکی کم سنی کی وجہ سے نظام سلطنت میں سخت خلل واقع ہوا۔

سنہ ۳۰۰ ہجری میں بمقام دینور ایک پہاڑ زمین میں دھنس گیا۔ اور اس کے نیچے سے پانی نکلنے لگا جس سے بہت سے قریہ ڈوب گئے
اسی سال ایک مادہ خچر نے بچھیرا دیا۔ خدا قادر ہے وہ جو کچھ چاہے کرے
سنہ ۳۰۱ ہجری میں علی بن عیسے وزیر سلطنت بنایا گیا۔ اس نے نہایت ایمانداری اور عدل و انصاف سے کام کرنا شروع کیا شراب فروشی و شراب نوشی کے خلاف سخت احکام جاری کیے اور پانچ لاکھ دینار خراج ایک سال میں رعایا کو معاف کر دیا
اسی سال قاضی ابوعمرو پھر قاضی بنائے گئے اور مقتدر سب سے پہلے مرتبہ اپنے مکان سے شماسیہ کو سوار ہو کر گیا اور عوام میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔
اسی سال حسین حلاج معروف بہ منصور اونٹ پر سوار ہو کر بغداد میں آئے۔ اور انکے انا الحق کہنے کا چرچہ تمام بغداد میں پھیلا ان کا قول تھا کہ انسان میں خدا حلول کر سکتا ہے۔
جب تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ نہ ان کو علم قرآن تھا نہ علم حدیث و فقہ اپنے عقائد کی وجہ سے قید کر لیئے گیئے اور آخر سنہ ۳۰۹ ہجری میں قاضی ابوعمرو و دیگر علماء و فقہا نے فتوی دیدیا کہ ان کا خون مباح ہے لہذا سولی پر چڑھا دیے گئے۔ اور عوام الناس میں منادی کرا دی گئی کہ حسین حلاج قرامطی ہے اسکی سزا یافتگی کے وقت ہر شخص میدان میں موجود رہے۔
اسی سال سنہ ۳۰۱ ہجری میں مہدی فاطمی چالیس ہزار سوار لیکر مصر پر چڑھ دوڑا لیکن راستہ میں دریائے نیل حائل تھا اسلیے اسکندریہ کیطرف واپس چلا آیا اور وہاں قتل و غارت برپا کیا اس کے مقابلے کے لیے فوج شاہی جانب برقہ روانہ کی گئی جن میں جنگ جاری رہی اور فاطمی خود اسکندریہ اور الفیوم پر اسی سال قابض ہو گیا
سنہ ۳۰۲ ہجری میں مقتدر نے اپنے پانچ لڑکوں کی ختنہ کیں جس پر چھ لاکھ دینار خرچ کیے اپنے لڑکوں کے ساتھ بہت سے یتیموں کے بھی ختنے کرائے اور ان پر احسانات کیے
اسی سال سب سے پہلے مرتبہ مقتدر نے جامع مسجد مصر میں نماز عید اور اس سے پہلے اس میں عید کی نماز نہیں پڑھی گئی تھی) پڑھائی علی بن ابی شیخہ نے کاغذ میں دیکھ کر خطبہ پڑھا اور اس میں ایسی غلطی کی کہ لوگ ہنس پڑے یعنے اس آیت میں کہ اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کی جگہ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُشْرِکُوْنَ پڑھ گیا جس کے معنے یہ ہوئے کہ خدا سے ڈرو کہ جتنا ڈرنے کا حق ہے اور جب مرو تو بجائے مسلمان کے کہہ گیا مشرک مرو
اسی سال دیلم مجوسی حسن بن علی علوی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور وہ دونوں قید تھے
سنہ ۳۰۴ ہجری میں بغداد میں ایک جانور زبزب نامی ظاہر ہوا جو شیر خوار بچوں کو اٹھا کر اور عورتوں کی چھاتیاں کاٹ کر لیجاتا تھا جس کی نسبت لوگ بیان کرتے تھے کہ یہ چاندرات کے وقت چھت پر نمودار ہوتا ہے لوگ اس سے سخت حفاظت کرتے تھے اور طشت اور سینیاں بجا بجا کر اس کو ڈراتے تھے اور بچوں کو ٹوکروں کے اندر سلاتے تھے
سنہ ۳۰۵ ہجری میں بادشاہ روم نے کچھ تحفے و تحائف لیکر اپنے آدمیوں کو مقتدر کے پاس بھیجا۔ اور اس سے عقد دوستی باندھنا چاہا چنانچہ مقتدر نے ان لوگوں کی خاطر سے بڑی تیاریاں کیں اور پہلے ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوج کو باب شماسیہ سے دار الخلافہ تک مسلح کر کے کھڑا کیا ان کے بعد سات ہزار خدمتگاروں کو۔ پھر سات سو حاجبوں کو۔ اور دار الخلافہ کی دیواروں پر زینت کے لیے اڑتیس ہزار پردہ ہائے دیباج ڈلوائے اور بائیس ہزار قسم کے فرش بچھوائے اور اپنے سامنے ایک سو درندگان شکاری زنجیروں میں بندھے کھڑے کرائے

اسی سال بادشاہ عمان نے تحائف بھیجے جنمیں ایک سیاہ رنگ کا پردہ بھی تھا جو طوطیوں سے زیادہ صاف وفصیح فارسی اور ہندی بولتا تھا۔ ۳۰۰ ہجری میں مقتدر کی ماں نے مارستان کو اپنے قبضے میں کرلیا اور اس کی آمدنی جو سات ہزار دینار سالانہ تھی۔ اپنے تصرف میں لے آئی

اسی سال بوجہ غفلت ولاپرواہی مقتدر کے تمام نظم ونسق سلطنت حرم شاہی کے ہاتھ میں آگیا۔ یہانتک کہ مقتدر کی ماں ہر جمعہ کے روز اجلاس کرتی اور قاضیوں اور اعیان سلطنت کی حاضری میں فرامین وتوقیعات جاری کرتی اور اپنے دستخط کیا کرتی۔ اس خدمت کے عوض میں سلطنت سے تنخواہ لیتی تھی

اسی سال القائم محمد بن مہدی فاطمی مصر اور اکثر حصہ صعید پر قابض ہوگیا

۳۰۸ ہجری میں بغداد میں سخت گرانی غلہ ہوئی یہانتک غربا بھوکے مرنے لگے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ حامد بن عباس سواد بغداد کا حاکم تھا اور اُس نے وہاں سخت ظلم کر رکھا تھا اور لوٹ مچا رکھی تھی۔ رعایا مجبور ہوکر بھاگ گئی اور کئی روز تک لڑائی جاری رہی ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد میں غلہ نہ پہونچا۔ اور فساد برپا ہوگیا باغیوں نے قیدخانے توڑ ڈالے اور قیدیوں نے نکلکر اس بارود میں اور بھی آگ کا کام دیا لوٹ مار ہونے لگی وزیر سلطنت قتل کر ڈالا گیا۔ اور دولت عباسیہ کا حال اور بھی ابدتر ہوگیا۔

اسی سال القائم کی افواج نے جزیرہ میں قنطاط پر قبضہ کرلیا۔ اہل قصر کے باشندوں کو اس واقعہ سے بڑا قلق ہوا اور وہ ہتیار لیکر کھڑے ہوگئے اور جدال وقتال ہونے لگا جو مدتوں باقی رہا ان واقعات کی تفصیل نہبت طول ہے اسلیے اسی پر اکتفا کیا گیا

۳۰۹ ہجری میں جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے حسین حلاج کو بموجب فتوے قاضی ابوعمرو علماء وفقہا کے سولی دی گئی۔ کیونکہ اُس نے خون کو حلال قرار دیا تھا۔ اس شخص کے حالات میں لوگوں نے مستقل تصانیف کی ہیں جو شخص مفصل حالات دیکھنا چاہے ان کو ملاحظہ کرے

۳۱۱ ہجری میں مقتدر نے حکم جاری کیا کہ بموجب فرمان معتضد کے ذوی الارحام کو وراثت میں ضرور حصہ دیا جائے

۳۱۲ ہجری میں والی خراسان نے فرغانہ فتح کرلیا

۳۱۴ ہجری میں اہل روم ملطیہ پر بزور شمشیر قابض ہوگئے

اسی سال موصل میں دجلہ کا پانی ایسا جم گیا کہ جانور اس پر سے عبور کر گئے اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا

۳۱۵ ہجری میں اہل روم دمیاط پر قابض ہوگئے اور شہر کا مال اسباب لوٹ لیا اور ساکنوں کو پکڑ کر لے گئے جامع مسجد میں ناقوس بجوایا

اسی سال دیلم نے رے اور جبال پر حملہ کیا سیکڑوں جوان اور بچے ذبح کر ڈالے گئے

۳۱۶ ہجری میں قرمطی نے ایک مکان بنایا جس کا نام اس نے دار الہجرت رکھا چنانچہ ان دو سالوں میں اسکا فساد بہت بڑھ گیا اور بہت سے شہر اس کے قبضہ میں آگئے اس کے مرید بہت بڑھ گئے مسلمانوں کو اس نے ایسی اذیتیں پہونچائیں کہ دلوں میں اسکی ہیبت بیٹھ گئی بارگاہ خلافت سے کئی مرتبہ فوجیں گئیں اور شکستیں کھا کھا کر واپس آگئیں یہانتک نوبت پہونچی کہ حج بھی بخوف قرامطہ بند ہوگیا اور اہل مکہ شریف شہر چھوڑ چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔

اسی سال اہل روم خلاط پر قابض ہو گئے اور وہاں کی جامع مسجد سے منبر نکالکر اسکی جگہہ صلیب قائم کر دی
۳۱۷ھ ہجری میں مونس خادم الملقب بہ مظفر کو معلوم ہوا کہ مقتدر بجائے اسکے ہارون بن غریب کو عرض بیگی بنایا چاہتا ہے
اسلیے وہ شب چار دہم ماہ محرم کو تمام فوج اور امراء کو لیکر دار الخلافہ پر چڑہ دوڑا مقتدر کے خواص ڈر کر بھاگ گئے۔ مقتدر بھی
اپنی والدہ خالہ اور حرم کو معہ چھہ لاکھہ دینار کے لیکر عشا کے وقت نکل گیا لوگوں نے مونس کی اشتعالک سے اسے خلافت
سے معزول کر دیا اور محمد بن معتضد کو القاہر باللہ کا خطاب دیکر خلیفہ بنا دیا۔ مونس اور دیگر امرا نے اس کی بیعت کر لی اور قلمدان
وزارت علی بن مقلہ کے سپرد کر دیا یہ واقعہ روز شنبہ کو ہوا یکشنبہ کے روز قاہر باللہ نے اجلاس کیا۔ دفتر وزارت سے اس کی خبر
تمام ممالک محروسہ میں کر دی گئی۔ دوشنبہ کے روز فوج نے آکر انعام بیعت وغیرہ کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس وقت مونس
موجود نہ تھا لہذا اہل فوج نے شور وشغب ڈالدیا اور حاجب کو قتل کر ڈالا۔ پھر مقتدر کی تلاش میں مونس کے گھر گئے اور
اسکو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر قصر خلافت میں لے آئے تاکہ اس کو پھر قصر خلافت پر بٹھاویں۔ پھر القاہر باللہ کو پکڑلائے
یہ روتا اور دل میں اللہ اللہ کرتا مقتدر کے سامنے پیش کیا گیا مقتدر نے اس سے کہا کہ بھائی تم ڈرو نہیں تمھارا کوئی
قصور نہیں ہے نہ تمنے کبھی میری گستاخی کی ہے
اس اثنا میں لوگوں کو بھی کچھ سکون ہوا۔ پہلا وزیر پھر بحال کر دیا گیا اور از سر نو ممالک محروسہ میں اسکی اطلاع دی
گئی کہ مقتدر بدستور خلیفہ ہے مقتدر نے تمام افواج کو انعام واکرام تقسیم کیا اور تمام کو خوش کر دیا
اسی سال میں مقتدر نے حاجیوں کے قافلے کے ساتھ معہ منصور دیلمی کے حج کیا اور مکہ شریف میں ۸ ذی الحجہ کو بخیریت
پہونچگیا۔ اسی روز ابوطاہر قرامطی بھی وہاں پہونچگیا اور حاجیوں کو مسجد الحرام میں قتل کیا۔ انکی لاشیں چاہ زمزم میں پھینکوادیں
حجر اسود کو گرز مار کر توڑ ڈالا۔ اور دیوار کعبہ سے جدا کر دیا۔ پھر ابوطاہر گیارہ روز وہاں رہا۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اور
حجر اسود اپنے ساتھ لے گیا چنانچہ بیس برس سے زیادہ حجر اسود ان ہی کے قبضہ میں رہا۔ حالانکہ پچاس ہزار دینار اس کے
بدلے میں پیش کئے گئے لیکن اُنہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ آخر زمانہ خلافت مطیع میں انسے واپس لے لیا گیا
کہتے ہیں کہ جب قرامطہ حجر اسود لیجانے لگے۔ تو مکہ سے لیکر ہجر تک چالیس اونٹ اسکے نیچے مر گئے اور جب واپس
لائے تو ایک اونٹ نے مکہ شریف تک پہونچا دیا
محمد بن ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں بوقت جنگ وفساد قرامطہ مکہ شریف ہی میں موجود تھا۔ ایک شخص کو میزاب
کعبہ کو اکھاڑنے کے لئے چھت پر چڑہا یا مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور مینے کہا کہ الٰہی یہ ظلم مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ فوراً ہی
اس شخص کا پیر پھسلا سر کے بل گرا اور گرتے ہی مر گیا
قرمطی دروازہ کعبہ پر چڑہا اور باآواز بلند یہ شعر پڑہا ترجمہ میں خدا کے ساتھ ہوں اور قسم ہے خدا کی کہ میں ہی ہر چیز کو پیدا
کرتا اور فنا کرتا ہوں
ابوطاہر قرمطی اس واقعہ کے بعد زیادہ زندہ نہ رہا اور چیچک کے مرض سے فی النار ہو گیا
اسی سال بغداد میں بوجہ اس آیت کے کہ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا قریب ہے کہ پہونچا دے تیرا خدا
تجھے مقام محمود میں مسلمانوں کا آپس میں سخت فساد ہو پڑا حنبلی کہتے تھے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ خدا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش مجید پر بٹھائے گا اور ان کا فریق مخالف کہتا تھا کہ نہیں اس سے شفاعت مقصود ہے اس
فساد میں ایک جماعت کثیر قتل ہو گئی۔

۳۱۵ھ ہجری میں قرمطی کوفہ آگیا۔ اہل بغداد کو خوف پیدا ہوا کہیں وہ بغداد پر بھی نہ چڑھ آئے لوگوں نے بڑی الحاح سے دعائیں مانگیں اور قرآن شریف بلند کیے اور مقتدر کو گالیاں دیں

اسی سال دیلم دینور پر حملہ آور ہوا۔ اور وہاں لوگوں کو قید و قتل کرگیا۔

۳۲۰ھ ہجری میں مونس نے ایک بڑی فوج بربری کے ساتھ مقتدر کو آگھیرا مقتدر بھی بذات خاص فوج لیکر مقابلے کیلیے نکلا۔ ایک بربری نے مقتدر پر تیر چلایا جس کے صدمہ سے مقتدر گھوڑے سے نیچے گرگیا۔ اسی بربری نے اسکو تلوار سے ذبح کرڈالا اور اسکا سر نیزہ پر چڑھایا۔ کپڑے اتار لیے اور جسم کو وہیں ننگا کرکے پھینک گئے لوگوں نے اسکا ستر عورت خس و خاشاک سے چھپا دیا اور وہیں گڑھا کھود کر دفن کردیا یہ واقعہ روز چہارشنبہ تاریخ ۲۷ شوال ۳۲۰ھ ہجری کو ہوا

کہتے ہیں کہ اس روز اس کے وزیر نے اسکا زائچہ دیکھا تھا مقتدر نے قتل سے تھوڑے دیر پہلے وزیر سے پوچھا کیا وقت ہوگا اسکی زبان سے نکلا کہ زوال کا وقت ہے مقتدر نے اس سے شگون لیا۔ اور واپس پھرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن موت کب مہلت دیتی ہے۔ مونس کی فوج آگئی اور اسکو ذبح کرڈالا

جس بربری نے مقتدر کو قتل کیا تھا لوگ اسکے پیچھے ہوگئے۔ اس نے القاہر بابہ کو نکالنے کیلیے دار الخلافہ کا رخ کیا راستہ میں اسکو ایک خارکش ملا اس نے اسکو رحم کرکے ایک قصائی کی دکان تک پہونچا دیا۔ وہاں اُن کانٹوں سے جو قصائی گوشت لٹکانے کے لیے لگائے رکھتے ہیں چوٹ لگی اس صدمہ سے اسکا آسن اکھڑ گیا۔ گھوڑا بھاگ گیا اور یہ زمین پر گرگیا لوگوں نے اسکو وہیں پکڑ کر زندہ جلا دیا

مقتدر تیز عقل صحیح الرائے تھا۔ لیکن شہوات و شراب میں مبتلا تھا سخت فضول خرچ تھا عورتیں اسپر حاوی تھیں چنانچہ انکو تمام شاہی جواہرات عطا کردیے تھے ایک کو وہ دُر یتیم جسکا وزن تین مثقال تھا اور اپنا ثانی نہ رکھتا تھا دے ڈالا تھا اور دوسری زیدان القہرمانیہ کو جواہرات کی تسبیح دیدی تھی جو اپنی خوبی و لطافت و قیمت میں بے نظیر تھی غرض بے انتہا مال ضائع کردیا تھا۔ سوائے اسکے غلامان رومی و صقالبی و حبشی کے جنکی خدمت گیارہ ہزار خواجہ سرائے رہتے تھے بارہ اولاد ذکور اپنے پیچھے چھوڑی تھیں جن میں سے راضی متقی اور مطیع تین کس خلیفہ ہوئے ایسا ہی متوکل و رشید کی اولاد خلیفہ ہوئی عبدالملک کے البتہ چار بیٹے خلیفہ ہوئے اس کی نظیر صرف بادشاہوں میں ملتی ہے یہ قول ذہبی کا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میرے زمانے تک اولاد متوکل میں سے دس آدمی خلیفہ ہوئے یعنے مستعین۔ عباس معتضد داود مستکفی۔ سلیمان۔ القائم۔ حمزہ۔ مستنجد۔ یوسف۔ اور اسکی نظیر نہیں ملتی۔

لطائف معارف ثعالبی نے لکھا ہے کہ سوا متوکل و مقتدر کے کوئی شخص جعفر نامی خلیفہ نہیں ہوا۔ اور دونو مقتول ہوئے متوکل شب چہارشنبہ کو اور مقتدر روز چہارشنبہ کو

مقتدر کی خوبیوں کی ایک یہ حکایت بروایت شاہین زبان زد ہے کہ اس کے وزیر علی بن عیسی نے ابو محمد بن صاعد اور ابوبکر بن ابوداود سجستانی کی آپس میں صلح کرانی چاہی اور ابوبکر سے کہا کہ ابو محمد تم سے عمر میں بڑے ہیں تم اُٹھکر انسے معافی مانگو اُس نے کہا کہ مجھ سے یہ کبھی نہ ہوگا۔ وزیر نے کہا کہ تم سٹھیا گئے ہو۔ وہ کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ بوڑھا ضعیف حقارت سے کہنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گناہ بتایا ہے شاید تم مجھے اس لیے ذلیل کرنا چاہتے ہو کہ مجھے تمھاری معرفت تنخواہ ملتی ہے واللہ میں محض تنخواہ کے لیے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرونگا اور تمھاری معرفت کبھی تنخواہ نہ لونگا مقتدر کو یہ خبر پہونچی تو اس روز سے ابوبکر بن ابوداود کی تنخواہ وہ خود شمار کرکے اپنے غلاموں کے ہاتھ

بالا بالا ایک خوان میں لگاکر بھجوادیا کرتا تھا

مقتدر کے زمانہ میں حسب ذیل علمار نے وفات پائی

محمد بن ابوداؤد ظاہری۔ یوسف بن یعقوب القاضی۔ ابن شریح شیخ شافعیہ۔ جنید شیخ صوفیہ۔ ابوالعثمان الحیری الزاہد۔ ابوبکر برقیبی۔ جعفر القریابی۔ ابن بسام الشاعر۔ نسائی صاحب سنن۔ حسن بن سفیان صاحب سنن۔ جبائی شیخ المعتزلہ۔ یموب بن الموزع النحوی۔ ابن جلار شیخ صوفیہ۔ ابو یعلے الموصلی صاحب المسند اشنانی المقری۔ ابن سیف جیدہ قاری مصر۔ ابوبکر اویانی صاحب مسند۔ ابن المنذر الامام۔ ابن جریر الطبری زجاج نحوی۔ ابن خزیمہ۔ ابن زکریا طبیب۔ اخفش الصغیر۔ بنان الجمال۔ ابوبکر بن ابوداود سجستانی۔ ابن سراج نحوی۔ ابوعوانہ صاحب صحیح۔ ابوالقاسم بغوی صاحب مسند۔ ابوعبید بن حربویہ۔ کبی شیخ المعتزلہ۔ ابوعمرو القاضی قدامہ کاتب و دیگر حضرات

القاہر باللہ ابومنصور

القاہر باللہ ابومنصور محمد بن معتضد بن طلحہ بن متوکل۔ ایک ام ولد فتنہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا جب مقتدر مقتول ہوا تو القاہر اور محمد بن مکتفی کو اُس کے سامنے پیش کیا گیا۔ لوگوں نے ابن مکتفی سے کہا کہ تم کو ولی عہد بنایا جائے مگر اس نے کہا کہ میرا چچا القاہر باللہ زیادہ مستحق خلافت ہے۔ پھر قاہر نے خلافت منظور کر لی۔ اور لوگوں نے فوراً بیعت کر لی اور اسکا لقب القاہر باللہ قرار پایا۔ جب کہ ۳۲۰ھ ہجری میں لقب قرار پایا تھا۔ القاہر باللہ نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مقتدر کے اہل وعیال پر تاوان لگایا اور ان کو عذاب دیا حتے کہ مقتدر کی ماں کو اسقدر مارا کہ پٹتے پٹتے مرگئی

۳۲۱ھ ہجری میں مونس اور ابن مقلہ وغیرہ کے اغوا سے فوج بگڑ گئی اور قاہر کو تخت سے اتار کر ابن مکتفی کو خلیفہ بنانا چاہا مگر قاہر نے ایک حیلہ سے اس عذر کو روکا اور سرکردگان کو قتل کر ڈالا۔ ابن مکتفی کو دیوار میں چنوا دیا ابن مقلہ کہیں چھپ گیا۔ اس کے گھر کو آگ لگا دی گئی دیگر مخالفین کے گھر لٹوا دیے گئے اس طرف سے اطمینان کر کے قاہر نے فوج کو انعام واکرام دیکر نہ صرف امن ہی قائم کر لیا بلکہ اپنا رعب وعظمت لوگوں کے دلوں میں بٹھالی اور اپنے لقب میں المنتقم من اعداء دین اللہ ایزاد کرا دیا اور سکوں پر بھی یہی لقب سکوک کرایا

اسی سال گانے والی کنیزکوں کو رکھنے سے منع کر دیا۔ گویوں کو گرفتار کر لیا۔ مخنثوں کو شہر بدر کر دیا آلات لہو کو توڑ واڈالا۔ گانے والی چھوکریوں بیچ ڈالنے کا حکم دیدیا۔ کیونکہ وہ منہیات میں پھنسانے والی ہیں شراب کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا۔ باوجود ان سب باتوں کے خود اس قدر شراب پیتا تھا کہ نشہ نہ اترنے دیتا تھا۔ اور گانا سننے سے کبھی بس نہ کرتا تھا

۳۲۲ھ ہجری میں دیلم جو اصحاب مرداویج میں سے تھے اصفہان پر حملہ کیا اس کے مددگاروں میں علی بن بویہ بھی تھا بہت سامال جمع کر کے اپنے مخدوم سے علیحدہ ہو گیا۔ پھر اس نے معہ محمد بن یاقوت کے نائب خلیفہ مظفر محمد کو شکست دیدی اور ابن بویہ فارس پر مسلط ہو گیا کہتے ہیں کہ ابن بویہ مفلس قلاش تھا۔ اور مچھلیاں پکڑ کر اپنا گذارہ کیا کرتا تھا۔ ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ میں پیشاب کرنے بیٹھا ہوں میرے پیشاب گاہ سے

آگ کا ایک شعلہ نکلا جس نے پھیل کر دنیا کو روشن کر دیا۔ اس خواب کی اس نے یہ تعبیر کی کہ میری اولاد بادشاہ ہو گی اور جہاں تک اس شعلہ کی روشنی گئی تھی وہاں تک ان کے زیر نگین ہو گا۔ ایک زمانہ گذرنے کے بعد وہ شدہ شدہ مرادا ویج بن زیاد الدیلمی کا ندیم و مددگار ہو گیا۔ دیلمی نے اسے کرخ سے مال لانے کے لیئے بھیجا وہاں سے وہ پانچ لاکھ درہم لیکر آیا اور واپسی میں ہمدان پر قبضہ کرنا چاہا مگر وہاں کے لوگوں نے شہر کا دروازہ بند کر لیا۔ ابن بویہ نے وہیں جنگ چھیڑ دی اور شہر کو فتح کر لیا۔ وہاں سے شیراز گیا۔ لیکن جو کچھ مال اسکے پاس تھا وہ کم ہو گیا۔ ایک مکان میں جب چت لیٹا۔ اتفاقاً چھت میں سے ایک سانپ گرا۔ ابن بویہ نے حکم دیا کہ چھت گرا دی جائے جب چھت گرائی تو اس میں سے سونے کے بھرے ہوئے صندوق برآمد ہوئے یہ تمام مال اس نے اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا ایک درزی کو کچھ سینے کے لیے بلایا درزی اتفاقاً بہرہ تھا اس کو خیال پیدا ہو گیا کہ اس کی کسی نے چغلی کھائی ہے اس نے ابن بویہ سے کانپتے ہوئے کہا کہ واللہ میرے پاس سوائے بارہ صندوقوں کے اور کچھ بھی نہیں ہے نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ان صندوقوں میں کیا بھرا ہوا ہے۔ ابن بویہ نے فوراً وہ صندوق منگوا لیے۔ دیکھا تو ان میں مال کثیر جمع تھا۔ ایک روز چلا جاتا تھا کہ اس کے گھوڑے کے پیر زمین میں دھنس گئے پس وہاں سے وہیں کھدوا کر دیکھا تو بڑا خزانہ برآمد ہوا۔ غرض اس طرح مال جمع ہوتے ہوتے وہ شہروں پر متصرف ہو گیا اور خراسان و فارس خلافت عباسیہ سے علیحدہ ہو گئی۔

اسی سال قاہر نے اسحاق بن اسمٰعیل نوبختی کو ایک کنوئیں میں سر کے بل گروا کر اوپر سے کنواں پٹوا دیا اس کا قصور صرف یہ تھا کہ قبل از خلافت قاہر اس نے ایک کنیزک کو اس سے زیادہ قیمت پر خرید لیا تھا

اسی سال میں ابن مقلہ نے جو کہیں چھپا ہوا تھا افواج شاہی کو یہ یقین دلا کر ورغلا دیا کہ قاہر نے تمہارے لیے تہ خانے تیار کیے ہیں اور تم سب کو کسی روز ان میں قید کر دے گا تمام فوج نے بالاتفاق غدر کر دیا۔ اور تلواریں لیکر اس پر چڑھ آے قاہر بھاگ گیا لیکن ۶ جمادی الآخر ۳۲۲ھ ہجری میں بلوائیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اسی روز لوگوں نے ابو العباس محمد بن مقتدر سے بیعت کر لی اور اسکو الراضی باللہ کا خطاب دیکر تخت خلافت پر بٹھا دیا پھر وزیر و قاضی قضات نے ابوالحسین بن قاضی ابو عمر و حسن بن عبداللہ بن ابو شوارب اور ابو طالب بن بہلول کو قاہر کے پاس بھیجا۔ اور پوچھا کہ اب کیا کہتے ہو اس نے کہا کہ میں ابو منصور محمد بن معتضد ہوں تم سب لوگ میری بیعت کر چکے ہو اس لیے تم پر اور سب لوگوں پر میری اطاعت فرض ہے میں بخوشی رضامند نہیں ہوتا ہوں اور نہ چھوڑتا ہوں جب وزیر سے یہ گفتگو بیان کی گئی تو اس نے قاہر کو خلع کر دینے ہی کی رائے دی قاضی ابوالحسین کہتے ہیں کہ میں راضی کے پاس گیا اور جو کچھ ہوا تھا اسکا اس سے اعادہ کیا اور کہا کہ میرے نزدیک اسکی امامت فرض ہے راضی نے کہا کہ اچھا اب تم جاؤ اور مجھے اس پر غور کرنے دو جب وہ چلا گیا تو قاہر کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دی گئیں جس سے اسکی آنکھیں نکل پڑیں

محمود اصفہانی کہتے ہیں کہ خلع قاہر کا سبب اسکی بدطینتی اور خونریزی تھا جب اس نے خلع کرنے سے انکار کیا تو اس کی آنکھیں نکال ڈالی گئیں۔

صولی کہتے ہیں کہ قاہر باللہ بے وقوف اور جلد باز سخت خونریز بدطینت متلون۔ دائم الخمر تھا۔ اگر اسکا حاجب نیک نیت نہ ہوتا تو شک نہ تھا کہ جسکو دیکھتا قتل کر دیتا۔ جب نیزہ ہاتھ میں لیتا تو بغیر کسی کو قتل کیے ہاتھ سے نہ رکھتا

علی بن خراسانی کہتے ہیں کہ ایک روز قاہر نیزہ ہاتھ میں لیے ہوئے میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہر ایک خلیفہ بنو عباس کے عادات و خصائل مجھ سے بیان کرو میں نے کہا کہ سفاح خونریزی میں جلدی کیا کرتا تھا اور اسکے عمال بھی اسی کے قدم

بقدم چلتے تھے بہادر شخص تھا۔ اور مال جمع کرنے والا۔ اس نے پوچھا کہ منصور کیسا تھا میں نے کہا کہ منصور نے سب سے پہلے آل عباس اور آل ابوطالب کے آپس میں تفرقہ ڈالا۔ حالانکہ وہ قبل اس کے باہم متفق تھے۔ سب سے پہلے اسی نے منجمین کو مقرب بنایا۔ سریانی اور عجمی کتابیں مثلاً کلیلہ دمنہ۔ اقلیدس اور کتب یونانی سب سے پہلے اسی کے واسطے ترجمہ کی گئیں لوگوں کو ان کتابوں سے شوق پیدا ہوگیا اور اپنے علوم سے غفلت کرنے لگے۔ محمد بن اسحاق نے بحالت دیکھ مغازی و سیر کو تصنیف کیا۔ منصور ہی نے سب سے پہلے حکام کو ملک عرب پر مقرر کیا۔ اس نے پھر پوچھا کہ مہدی کیسا تھا میں نے کہا کہ مہدی نہایت سخی عادل منصف تھا جو کچھ اس کے باپ نے بجبر لوگوں سے چھینا تھا۔ ان کو واپس دیا زندیقوں کو قتل کرایا۔ اور مسجد الحرام مسجد مدینہ اور مسجد اقصیٰ کو بنوایا۔ اس نے پھر ہادی کی نسبت پوچھا میں نے کہا کہ ہادی جبار اور متکبر تھا اور اسکے عامل بھی اسی کی پیروی کرتے تھے۔ اس نے پھر رشید کی نسبت پوچھا میں نے کہا کہ رشید نے غزا و حج کیا۔ اور مدینہ کے رستہ میں مکانات اور حوضیں بنوائیں۔ اذنہ۔ طرسوس۔ مصیصہ و مرعش وغیرہ کی سرحدیں بنائیں اور عام لوگوں پر بہت احسانات کئے اسی کے زمانہ میں خاندان برمکی نے عروج پایا جنکے اکرام و احسان مشہور چلے آتے ہیں خلفائے بنی عباس میں سب سے پہلے اسی نے چوگان کھیلا۔ نشانہ بازیاں کیں۔ اور شطرنج کھیلی پھر اس نے امین کی نسبت پوچھا میں نے کہا کہ امین سخی تھا۔ مگر لذات میں مشتغل ہوگیا اور فساد پڑ گئے۔ پھر مامون کی نسبت پوچھا میں نے کہا کہ مامون نجوم و فلسفہ سے مغلوب ہوگیا تھا نہایت حلیم و سخی شخص تھا۔ پھر اس نے معتصم کا حال پوچھا میں نے کہا کہ معتصم بھی اسی کے طریقہ پر چلا۔ مگر اسکو شہسواری اور بادشاہان عجم کا تشبہ کا شوق پیدا ہوگیا۔ غزوات و فتوحات اس نے بھی خوب کیے پھر اس نے واثق کی نسبت پوچھا میں نے کہا کہ واثق اپنے باپ کے طریق پر چلا۔ پھر اس نے متوکل کی نسبت پوچھا میں نے کہا کہ متوکل مامون معتصم اور واثق کے بالکل برعکس چلا حتے کہ ان کے اعتقادات کا بھی اس نے اختلاف کیا مناظرات وغیرہ کو منع کر دیا اور اس کے مرتکب کے لیے سزائیں مقرر کیں قراءت و سماعت حدیث کا حکم دیا۔ اور خلق قرآن کے مسئلہ کی مخالفت کی لوگ اس سے عام طور پر خوش رہے۔

غرض اسیطرح وہ اور خلفا کا حال پوچھتا جاتا تھا اور میں بیان کرتا جاتا تھا۔ پھر کہنے لگا کہ تمنے ان کا حال مجھ سے اس خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا کہ گویا ان کو میرے سامنے لا بٹھایا اتنا کہہ کر چلا گیا

مسعودی کہتے ہیں کہ قاہر نے مونس اور اس کے دوستوں سے بہت سا مال زبردستی چھینا تھا جب وہ خلافت سے معزول ہوا۔ اور اسکی آنکھیں نکلوا ڈالی گئیں تو سب لوگوں نے اس سے اپنے اپنے مال کا مطالبہ کیا اور اسکو انواع و اقسام کے عذاب دیے مگر قاہر نے کسیطرح اقرار نہ کیا۔ آخر الراضی باللہ نے اسے بلوا کر کہا کہ دیکھو لوگوں کے مطالبہ تمہارے اوپر بہت ہیں میں خود ان کو ادا کر دیتا مگر میرے پاس کچھ نہیں ہے اور چونکہ تمہارے پاس ہے وہ تمہارے کسی کام کا نہیں بہتر ہے کہ اقرار کرلو مال بتلا دو کہ کہاں رکھا ہے تاکہ ان لوگوں کو ادا کر دیا جائے قاہر نے کہا کہ میں نے اپنا تمام مال باغ میں دفن کیا ہوا ہے (قاہر نے دور دور سے پودے منگا کر بڑے شوق سے ایک باغ لگایا تھا اور اس میں بارہ دریاں وغیرہ بنوائی تھیں) اسی میں سے کھدوا کر نکلوا لو۔ راضی باللہ خود اس باغ و قصر کا بڑا شوقین بلکہ عاشق تھا۔ اسے گوارہ نہ تھا کہ باغ کی قدر اسی مٹی کھودی جائے قاہر سے کہا کہ کوئی خاص جگہہ بتلاؤ تو وہاں سے کھود کر دیکھ لیا جائے۔ قاہر نے کہا کہ میری آنکھیں تو ہیں نہیں کہ جا کر خاص جگہہ بتلا دوں۔ مختلف مقامات سے کھدوا کر دیکھ لو راضی نے مجبوراً تمام باغ کھدوا ڈالا حتے کہ قصر کی بنیادیں بھی دیکھ ڈالیں۔ اور درخت تک اکھڑوا دیے گئے مگر مال

کا کہیں نشان نہ ملا پھر قاہر سے کہا کہ اب تبلاؤ کہ آخر تمنے کہاں رکھا ہے قاہر نے کہا کیسا مال ہے میرے پاس مال کہاں سے آیا۔ بات صرف اتنی تھی کہ مجھ سے یہ نہ دیکھا گیا کہ تو اس باغ میں عیش و عشرت کرے اس لیے تجھے رنج پہونچانے کے لئے میں نے یہ بہانہ کیا تھا۔ راضی شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا اور اسکو قید کر دیا ۳۳۳ ہجری تک قید رکھکر آخر رہا کر دیا زمانہ خلافت مستکفی میں ایک روز وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے جامع مسجد منصور میں نمازیوں سے باواز بلند کہہ رہا تھا کہ برائے خدا مجھے کچھ دو تم جانتے ہی ہو کہ میں کون ہوں۔ دراصل اسکو اس سوال کی حاجت نہ تھی یہ حرکت صرف اسواسطے تھی کہ لوگ خلیفہ وقت کو لعنت ملامت کریں اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکو گھر سے نکلنے سے روک دیا۔ اسی حالت میں جمادی الاول ۳۳۹ھ ہجری میں بعمر ۵۲ سال مر گیا

عبدالصمد۔ ابوالقاسم۔ ابوالفضل۔ عبدالعزیز چار بیٹے اپنے پیچھے چھوڑے

اس کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔

طحاوی شیخ الحنفیہ۔ ابن درید۔ ابوہاشم بن جبائی وغیرہ

الراضی باللہ ابوالعباس

الراضی باللہ ابوالعباس محمد بن مقتدر بن معتضد بن طلحہ بن متوکل ۲۹۷ھ ہجری میں ایک رومیہ ام ولد موسومہ ظلوم کے بطن سے پیدا ہوا اور بعد از خلع القاہر باللہ تخت خلافت پر بیٹھا تخت پر بیٹھتے ہی ابو مقلہ کو حکم دیا کہ القاہر باللہ کے معائب ایک جگہ لکھکر لوگوں کو سنائے

اسی سال یعنے ۳۲۳ھ ہجری میں مرداویج مقدم دیلم اصفہان میں مر گیا اس کی حکومت خوب پھیل گئی تھی اور لوگوں میں چرچا ہونے لگا تھا۔ کہ وہ بغداد پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے جو مجوس کا ساتھی ہے وہ کہا کرتا تھا کہ میں اہل عرب کی سلطنت تباہ کر کے سلطنت اہل عجم پھر از سر نو قائم کر دونگا

اسی سال علی بن بویہ نے راضی سے کہلا بھیجا کہ جن شہروں پر میں قابض ہو چکا ہوں وہ مجھے بالعوض ایک کروڑ اسی لاکھ درہم سالانہ کی جاگیر میں دیدی جائیں چنانچہ اس کو ایک پرچم اور خلعت بھیجدیا گیا۔ تب سے ابن بویہ نے حصول مال میں سختی نہیں کی

اسی سال مہدی والی مغرب پچیس برس سلطنت کر کے مر گیا۔ یہی شخص خلفاء مصر کا جنکو عام جہال فاطمیین کہتے ہیں مورث اعلے تھا حالانکہ دراصل مہدی کا یہ دعوی کہ میں علوی ہوں بالکل جھوٹا تھا۔ کیونکہ یہ پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ مہدی کا دادا مجوسی تھا چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ عبیداللہ الملقب بہ مہدی مجوسی مغرب میں پہونچا اور علوی ہونے کا دعوے کیا۔ لیکن علماء نسب میں سے کسی نے اس کے دعوی کو نہیں مانا۔ دراصل وہ خبیث باطن تھا اسلام کو مٹا دینا اور علماء و فقہاء اسلام کو غارت کر دینا چاہتا تھا تاکہ خلقت کا اغوا کرنا آسان ہو جاوے اسکی اولاد بھی اسی کے قدم بقدم چلی اور شراب و زنا کو جائز کر دیا اور رفض کو پھیلا دیا۔

عبیداللہ مہدی کے مرنے کے بعد اسکا بیٹا ابوالقاسم محمد الملقب بہ القائم بامر اللہ بادشاہ ہوا

اسی سال محمد بن علی الشلمغانی المعروف بہ ابن ابی الغراقر ظاہر ہوا اور یہ مشہور ہوا کہ اس نے خدائی کا دعوی کیا ہے اور بہت سے مردوں کو زندہ کر دیا ہے۔ لیکن اسکو قتل کیا گیا۔ اور اسکی لاش کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اور اس کے

ساتھ ہی بہت سے ساتھیوں کو بھی قتل کیا گیا
اسی سال میں ابوجعفر شجری حاجب نے انتقال کیا کہتے ہیں کہ اس کی عمر ایک سو چالیس سال کی تھی اور اسکے حواس قائم تھے اسی سال بغداد والوں کا حج ۳۲۲ھ ہجری تک بند رہا
۳۲۲ھ ہجری میں راضی باللہ کو کسیقدر اطمینان ہوا اور ابوالفضل اور ابوجعفر اسکے دونوں بیٹوں نے ملک مشرق و مغرب پر قبضہ کیا۔
اسی سال میں ابن شنبوذ کا مشہور واقعہ گذرا قرات شاذ سے توبہ کرائی گئی اور وزیر ابی علی بن مقلہ نے اس سے محضر پر دستخط کرائے
اسی سال ماہ جمادی الاول میں بغداد میں آندھی آئی جس سے عصر سے مغرب تک اندھیرا رہا
اسی سال ذیقعد میں تمام رات تارے ٹوٹتے رہے جو کہ اس کثرت سے ٹوٹے جنکی مثال دیکھی نہیں گئی۔
۳۲۴ھ ہجری میں امیر محمد بن رائق واسط اور اسکے قرب وجوار پر قابض اور حاکم ہوگیا اور وزارت اور دفتر وغیرہ پر ایسا حاوی ہوا کہ مال و دولت اسکو پہونچنے لگی۔ بیت المال ایک حرف غلط ہو گیا۔ اور راضی شاہ شطرنج بنگیا یعنے برائے نام صرف خلیفہ رہ گیا۔
۳۲۵ھ ہجری میں امور سلطنت میں سخت خلل واقعہ ہوا۔ اور شہروں پر یا تو باغی قابض تھے اور یا عامل کہیں سے خراج نہ آیا اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ راضی کے قبضہ میں اگر کچھ تھا تو بغداد اور سواد بغداد اور اسکا نظم ونسق بھی ابن رائق کے ہاتھ میں تھا جب اس زمانہ میں خلافت کو ضعف پہونچ گیا۔ اور ارکان دولت عباسیہ کمزور ہوگئے تو قرامطہ اور مبتدعہ ملکوں پر قابض ہوگئے اسوقت اسپین کے بادشاہ امیر عبدالرحمن بن محمد الاموی المروانی کو بھی موقعہ ملگیا اور اس نے کہا موجودہ وقت میں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق میں ہی ہوں۔ لہذا اپنا لقب امیر المومنین الناصر لدین اللہ مقرر کیا۔ یہ شخص اسپین کے اکثر حصہ پر قابض تھا اور بڑا صاحب ہیبت جہاد کرنے والا اور خوش سیرت آدمی تھا اس نے بہت سے متغلبین کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں اور ستر قلعے فتح کیے
عجب زمانہ تھا کہ دنیا میں تین شخصوں نے امیر المومنین کے لقب سے اپنے آپ کو ملقب کر رکھا تھا۔ ابوالعباس راضی نے بغداد میں عبدالرحمن نے اندلس میں اور مہدی نے قیروان میں
۳۲۶ھ ہجری میں بجکم نے ابن رائق پر خروج کیا۔ اور ابن رائق چھپ گیا۔ بجکم بغداد میں داخل ہوا راضی نے اس کا بڑا اکرام کیا اور اسکو امیر الامراء کا خطاب دیکر بغداد اور خراسان کا امیر کر دیا
۳۲۷ھ ہجری میں ابوعلی عمر بن یحیے العلوی نے جو قرمطی کا دوست تھا۔ قرمطی کو لکھا کہ ہر حاجی سے فی شتر پانچ دینار محصول لیکر حج کی اجازت دیدے۔ چنانچہ قرامطی نے اسکو مان لیا۔ اور لوگوں کو اطمینان سے حج کرنا نصیب ہوا یہ پہلا ہی موقعہ تھا کہ حاجیوں کو حج کرنیکا ٹیکس ادا کرنا پڑا
۳۲۸ھ ہجری میں دجلہ کا پانی انیس گز سے زیادہ چڑھ آیا اور بغداد میں آدمی اور مویشی غرق ہوگئے اور بہت سے مکانات گر پڑے اور سخت طوفان آیا
۳۲۹ھ ہجری میں راضی بیمار ہوا اور ماہ ربیع الآخر میں بعمر اکتیس سال اور چھ ماہ انتقال کیا
راضی عقیل سخی ادیب۔ شاعر۔ فصیح آدمی تھا علماء کی خدمت کرتا تھا اور اچھے شعر کہتا تھا بغوی وغیرہ سے حدیث سنی تھی۔

خطیب کہتے ہیں کہ راضی میں بہت سے فضائل تھے منجملہ انکے یہ کہ وہ آخری خلیفہ تھا جس نے شعر کہے ۔ آخری خلیفہ تھا جس نے فوج کی تنخواہ اور خزانہ کے قواعد بنائے تھے ۔ آخری خلیفہ تھا جس نے جمعہ کو خطبہ پڑھا تھا آخری خلیفہ تھا جو ندماء کے ساتھ بیٹھا ۔ اور آخری خلیفہ تھا جس نے خلفاء متقدمین کی رسم کے موافق انعام تقسیم کیے اور انعام جاری کیے آخری خلیفہ تھا جو قدماء کے قدم بقدم چلا اس کے اشعار میں سے چند اشعار یہ ہیں ترجمہ ہر صفائی کا انجام کدورت ہے ۔ اور ہر امر میں کھٹکا لگا ہوا ہے ۔ شباب رجوع کرتا ہے ۔ یا موت کیطرف یا بڑھاپے کیطرف ۔ سب سے بہتر واعظ بڑھاپا ہے ۔ جو انسان کو ڈراتا ہے ۔ اے وہ شخص جو فریبوں میں سرگردان ہے ۔ وہ لوگ کہاں گئے جو ہم سے پہلے تھے ۔ اے معظم انسان الٰہی تو میری خطائیں بخشدے ۔ تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ۔ ابو الحسن بن زرقویہ کہتے ہیں کہ اسمٰعیل خطبی شب عید کو راضی کے پاس گئے ۔ خلیفہ نے ان سے پوچھا کل میں عید کی نماز پڑھانے کے بعد کیا دعا مانگوں انہوں نے کہا کہ تم قرآن شریف کی یہ آیت بطور دعا کے پڑھنا رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ تا آخر آیت

راضی نے کہا کہ ہاں بس یہ دعا میرے لیے کافی ہے پھر چار سو دینار ایک غلام کو دیکر میرے ساتھ کر دیا

حسب ذیل علماء نے راضی کے وقت انتقال کیا

نفطویہ ۔ ابن مجاہد مقری ۔ ابن کاس حنفی ۔ ابن ابو حاتم ۔ بیرمان ۔ ابن عبد ربہ صاحب العقد ۔ اصطخری ۔ شیخ الشافعیہ ۔ ابن شنبوذ ۔ ابوبکر انباری وو دیگر حضرات

المتقی للہ ابو اسحاق

المتقی للہ ابو اسحاق ابراہیم بن مقتدر بن معتضد بن موفق طلحہ بن متوکل مسمات خلوب یا زہرہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا بعد میں اپنے بھائی راضی کے بعمر چوبیس سال تخت خلافت پر بیٹھا

بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور عبادت کرنے والا تھا ۔ نبیذ اس نے کبھی نہیں پی ۔ اپنی کنیزوں سے کبھی فائدہ نہیں حاصل کیا کہا کرتا تھا ۔ کہ سوائے قرآن شریف کے مجھے کسی مصاحب کی ضرورت نہیں ہے کسی بات میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا ۔ اور نہ کبھی کسی کا نقصان کیا ۔ اور چونکہ معاملہ سلطنت پہلے ہی بگڑ چکا تھا اس لیے برائے نام متقی خلیفہ تھا ۔ اور تمام نظم و نسق سلطنت عبد اللہ احمد بن علی کوفی کاتب بجکم کے ہاتھ میں تھا اور وہی سیاہ سفید کا مالک تھا ۔ اسکی تخت نشینی کے پہلے ہی گنبد خضرا مدینہ منصور میں عدو باران میں گر پڑا ۔ یہ گنبد تاج بغداد سمجھا جاتا تھا اور چونکہ منصور نے اسکو بنایا تھا اس لیے بنو عباس کا تبرک سمجھا جاتا تھا ۔ اسی گز اونچا تھا اسکے نیچے جو ایوان تھا وہ بیس گز مربع تھا ۔ کہتے ہیں کہ اس کے اندر ایک سوار کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جس طرف سے کوئی دشمن آنے والا ہوتا تھا اسی طرف اسکا منہ پھر جایا کرتا تھا

اسی سال بجکم ترکی قتل کیا گیا ۔ اسکی جگہ کورتگین دیلمی امیر الامراء بنایا گیا ۔ متقی نے بجکم کا تمام مال جو بغداد میں تھا ضبط کر لیا جس کی مالیت ایک کروڑ دینار سے بھی زیادہ تھی

اسی سال ابن رائق نے حملہ کیا کورتگین اسکے مقابلہ کے لیے نکلا مگر شکست کھا کر کہیں چھپ رہا اور ابن رائق اسکی جگہ امیر الامراء ہو گیا سنہ ۳۳۰ ہجری میں بغداد میں گرانی کی یہ حالت ہوئی کہ گیہوں کی ایک بوری تین سو سولہ دینار میں بکی

لوگوں نے مردار چیزیں کھائیں ایسا سخت قحط تھا کہ بغداد میں اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں پڑا تھا لوگوں نے مردہ اشیا تک کھائیں

اسی سال ابوالحسین علی بن محمد بریدی نے خروج کیا۔ خلیفہ اور ابن رائق دونوں اسکے مقابلے کے لیے نکلے۔ دونوں نے شکست کھائی اور موصل کیطرف بھاگ گئے۔ بغداد اور دارالخلافہ میں خوب لوٹ مار ہوئی ادھر خلیفہ جب تکریت پہونچے تو وہاں سیف الدولہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدان اس سے ملاقی ہوا۔ خلیفہ نے اسے ناصر الدولہ کا خطاب دیا اور اسکے بھائی حسن کو سیف الدولہ پھر انکو اپنے ہمراہ لیکر بغداد میں آیا۔ یزیدی یہ خبر سنکر واسط کیطرف بھاگ گیا۔

ذیقعدہ میں خبر پہونچی کہ بریدی نے پھر بغداد کیطرف رخ کیا ہے۔ لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور بغزیرین شہر بھاگ گئے خلیفہ ناصر الدولہ کو ساتھ لیکر نکلا اور سیف الدولہ نے بڑھکر بریدی سے بمقام مدائن مقابلہ کیا چنانچہ جنگ عظیم ہوا۔ اور اسکو شکست دیکر پھر واسطہ کیطرف بھگا دیا۔ پھر سیف الدولہ اسکے تعاقب میں واسط گیا۔ اور اُس کو وہاں سے بھی نکالدیا۔ بریدی نے آخر بصرہ میں جاکر دم لیا

۳۳۱ھ ہجری میں اہل روم نے ارزن میافارقین اور نصیبین پر حملہ کیا۔ اور وہاں کے باشندوں کو قتل وقید کیا۔ وہاں کے گرجا گھر میں ایک رومال تھا جسکی نسبت عیسائیوں کا گمان تھا کہ حضرت عیسے علیہ السلام نے اپنا روی مبارک اس سے پونچھا تھا اور آپ کی صورت اس میں منقش ہوگئی تھی۔ عیسائیوں نے اس رومال کو منگوایا مگر وہ اس شرط سے دیا گیا کہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے چنانچہ سب قیدی فوراً چھوڑ دیے گئے۔ اور رومال عیسائیوں کے قبضہ میں آگیا۔

اسی سال امراء واسط میں سیف الدولہ پر چڑھ دوڑے وہ بغداد کے ارادے سے بریدی کیطرف چلا گیا ناصر الدولہ اپنے بھائی کو بھاگنے سے خوف زدہ ہوکر موصل پہونچا واسط سے توزون نے بغداد کا قصد کیا سیف الدولہ اسکے خوف سے موصل چلا گیا۔ توزون بماہ رمضان بغداد میں داخل ہوا متقی نے اسکی بڑی آؤ بھگت کی اور امیر الامراء کر دیا چند روز بعد خلیفہ اور توزون کی بگڑ گئی توزون نے ابوجعفر بن شیرزاد کو واسطی بغداد روانہ کیا اُس نے آکر بغداد کو اپنے تحت تصرف میں کرلیا متقی نے ابن حمدان کو اپنی مدد کے لیے بلا بھیجا وہ ایک لشکر کثیر لیکر پہونچا اور ابوجعفر بن شیرزاد کہیں چھپ رہا متقی اپنے اہل وعیال کو لیکر تکریت چلا گیا۔ اور ناصر الدولہ عربوں اور کردوں کا ایک لشکر عظیم لیکر توزون سے مقابلہ کرنے کے لیے چلا بمقام عکبرا پر دونوں کی جنگ ہوئی مگر ابن حمدان نے شکست کھائی اور اہل ہمدان اور متقی دونوں موصل کیطرف بھاگ گئے پھر دوسری دفعہ مقابلہ ہوا اس میں بھی ہمدان اور خلیفہ کو شکست ہوئی اور دونوں نصیبین کیطرف بھاگ گئے خلیفہ نے اب کوئی چارہ نہ دیکھا تو اخشید والی مصر کو اپنی مدد کے لیے بلا بھیجا۔ لیکن اس حرکت سے بنو حمدان کے ساتھ متقی کی بگڑ گئی لاچار خلیفہ نے توزون کو صلح کے واسطے لکھا۔ اس نے مان لیا عہود و پیمان و حلف ہوگئے۔

یہاں یہ ہو رہا تھا۔ ادھر سے اخشید خلیفہ کا بلایا ہوا چلا آرہا تھا۔ رستے میں اسے خلیفہ کے صلح کرنے کی خبر معلوم ہوگئی۔ آخر اخشید اور خلیفہ کی رقہ میں ملاقات ہوئی اخشید نے متقی سے عرض کیا کہ امیر المومنین میں آپ کا غلام اور غلام کا بیٹا ہوں ترکوں کی شرارت اور غدر آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔ بہتر ہو کہ آپ میرے ساتھ چلے چلیے۔ اور مصر کو حکومت بخشیے۔ اور اس سے بیٹھ جائیے۔ لیکن متقی نے اسکی نہ سنی اخشید پھر اپنے ملک کو واپس چلا گیا

۴ محرم ۳۳۳ھ ہجری کو متقی رقہ سے بغداد کیطرف روانہ ہوا۔ توزون اسکے استقبال کے لیے نکلا اور انبار اور ہیت کے درمیان دونوں کی ملاقات ہوئی توزون ایک خبیث تھا وہ خلیفہ کو دیکھکر گھوڑے سے اتر کھڑا ہوا زمین چوم کر خلیفہ کی رکاب پکڑے ساتھ ساتھ ہولیا باوجودیکہ متقی نے بار بار سوار ہونے کے لیے کہا مگر اس نے نہ مانا اور اسی ہیئت سے ان خیموں

تک گیا جو اس نے خلیفہ کے واسطے غضب کر رکھے تھے۔

متقی جب آرام و اطمینان سے ٹھہر گیا تو خلیفہ اور علی بن مقلہ اور اسکے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر خلیفہ کی آنکھیں نکلوا ڈالیں پھر اسکو بحالت نابینائی بغداد داخل کیا۔ اور مہر چادر اور چھڑی اس سے لے لی۔ توزون نے عبداللہ مکتفی کو بلا بھیجا اور اسکو مستکفی باللہ کا خطاب دیکر اس سے بیعت کر لی بیچارے متقی نے بھی چار و ناچار اپنی معزولی کو تسلیم کر کے مستکفی سے بیعت کر لی

یہ واقعہ ۲۰ محرم اور بقول بعض صفر ۳۳۳ھ ہجری میں ہوا جب قاہر کو متقی کی آنکھیں نکلوا ڈالنے کی اطلاع ہوئی تو بہت ہی خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ہم دونوں اندھے ہو گئے اب تیسرے کی کسر ہے کمبخت ایسا منحوس تھا کہ چند روز ہی کے بعد مستکفی بھی ان ہی میں آ شامل ہوا

قاہر نے سرخوشی میں یہ اشعار بھی کہے ترجمہ میں اور ابراہیم دونوں بوڑھے اور اندھے ہو گئے۔ بوڑھے گوشے میں بیٹھیں تو کیا کریں۔ بوڑھوں کے لئے حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کرے کہ توزون کی امارت ہمیشہ قائم رہے۔ اور ہم سلامتی ہمیشہ اسکی اطاعت کرتے رہے توزون پر اس واقعہ کی دہشت رہتے دم تک نہیں گئی

بیچارہ متقی جزیرہ مقابلہ سندیہ میں قید کر دیا گیا۔ اور پچیس برس اسی مصیبت میں گرفتار رہا آخر شعبان ۳۵۷ھ ہجری میں قید ہستی سے رہائی پا کر اسکا چھٹکارا ہوا

کہتے ہیں کہ متقی کے زمانہ میں ۳۳۲ھ ہجری میں حمدی لص جسکا حامی ابن شیر زاد تھا جب بغداد پر کمیٹی ہی پر قبضہ کر لیا تو اسکو باشندگان شہر نے پچیس ہزار دینار دیئے اور وہ مشعل و شمع جلا کر لوگوں کے گھروں سے زر و مال لوٹتا رہا دیلمی نے اہل بغداد کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہوا تھا پس اس سے وسط کے لیا گیا

متقی کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا

ابو یعقوب النہرجوری۔ خلیفہ جنید بغدادی۔ قاضی ابو عبداللہ المحاملی۔ ابو بکر الفرغانی صوفی۔ حافظ ابو العباس بن عقدہ۔ ابن ولاد النحوی وغیرہ۔

المستکفی باللہ

المستکفی باللہ ابو القاسم عبداللہ بن مکتفی۔ بن معتضد ایک ام ولد موسومہ املح الناس کے بطن سے تھا۔ بعد خلع متقی صفر ۳۳۳ھ ہجری میں بعمر اکتالیس سال تخت خلافت پر بیٹھا۔

توزون اسی کے زمانہ میں مر گیا۔ ابو جعفر بن شیر زاد کو سلطنت کی ہوس پیدا ہوئی اور لشکر سے اپنے لیئے عہد لیا خلیفہ نے اسکو خلعت عطا کیا۔ چند روز بعد ابن بویہ بغداد پہونچا اور ابن شیر زاد کہیں جا چھپا۔ خلیفہ نے ابن بویہ کو خلعت و خطاب معز الدولہ عطا کیا اور اسکے بھائی علی کو عماد الدولہ کا خطاب دیا اور تیسرے بھائی حسن کو رکن الدولہ کا یہاں تک کہ یہ خطابات سکوں پر مسکوک کرائے گئے مستکفی نے اس ضمن میں امام الحق کا خطاب اختیار کیا اور اسی خطاب کے ساتھ مسکوک ہوئے۔

معز الدولہ چندے روز میں بہت ہی حاوی ہو گیا۔ اور مستکفی کو پانچ ہزار درہم روزانہ تنخواہ مقرر کر کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا اہل دیلم میں سے سب سے پہلا نائب السلطنت عراق وہی ہوا ہے اسی نے سب سے پہلے بغداد میں تسلط کیا اور محصل خراج مقرر کیے کشتی گیری اور پیراکی کا شوق لوگوں میں پیدا کیا اور پیراکوں کو انعامات دیئے حتی کہ یہاں تک نوبت پہنچی

کہ نوجوانان بغداد نے اس فن میں وہ کمال حاصل کیا کہ ایک انگیٹھی پر دیگچی رکھے ہوئے تیرتے جاتے تھے اور گوشت بھونتے جاتے تھے
چند روز بعد معزالدولہ مستکفی سے کچھ بدگمان ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز جمادی الآخر سنہ ۳۳۴ ہجری میں جب
وہ دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور اعیان خلافت اپنے اپنے رتبوں پر کھڑے تھے دو دیلمی خلیفہ کی طرف بڑھے خلیفہ یہ سمجھکر
کہ وہ دست بوسی کرنا چاہتے ہیں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا دونوں نے اسکا ہاتھ پکڑکر زمین پر گرا لیا اور اسی کے عمامے سے اسی
باندھ لیا۔ دیلمیوں نے دارالخلافہ پر ہجوم کیا اور حرم خلافت کو لوٹ کر بالکل صاف کر دیا معزالدولہ اپنے مکان پر
چلا گیا مستکفی کو پیدل اس کے پاس پہونچایا اور اسکی آنکھیں نکال ڈالی گئیں اور معزول کر دیا گیا اس کی خلافت
ایک سال چار ماہ رہی۔ اور فضل بن مقتدر سے لوگوں نے بیعت کر لی مستکفی نے بھی طوعاً و کرہاً خلافت کا چارج اسے
دے دیا۔ اور پھر قید کر دیا گیا اور سنہ ۳۳۸ ہجری میں جیلخانہ ہی اسکا بستر مرگ بنگیا۔ اسکی عمر ۴۶ برس ہوئی
مشہور تھا کہ مستکفی شیعہ ہے۔

المطیع للہ

المطیع للہ ابوالقاسم الفضل بن المقتدر بن معتضد ایک ام ولد موسومہ مشغلہ کے بطن سے سنہ ۳۰۱ ہجری میں پیدا ہوا اور
بعد از خلع مستکفی جمادی الآخر سنہ ۳۳۴ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اور معزالدولہ نے سو دینار روزانہ اسکی تنخواہ مقرر کر دی
اسی سال بغداد میں پھر ایسا قحط پڑا کہ لوگوں نے مردار کھائے اور بہت سے آدمی سڑکوں پر مر گئے۔ کتوں کو
کاٹ کاٹ کر کھا گئے۔ باغ درختوں روٹیوں کے عوض میں بیچڈالے۔ حتے کہ قحط زدگان نے بچوں تک کو بھون کھایا
معزالدولہ کے واسطے ایک بوری آٹے کی بیس ہزار درہم میں خریدی گئی جس میں ۷ قنطار وزن دشتی تھا
اسی سال معزالدولہ اور ناصرالدولہ کے درمیان لڑائی ہوئی معزالدولہ میدان جنگ میں نکلا تو مطیع بطور ایک قیدی کے اسکے ساتھ تھا
اسی سال اخشید والی مصر مر گیا۔ اس شخص کا نام محمد بن طغج الفرغانی تھا۔ دراصل اخشید کے معنے شہنشاہ کے ہیں یہ تمام بادشاہان
فرغان کا لقب ہے۔ جیسا کہ بادشاہان طبرستان کا اصبہبد۔ جرجان کا وصول۔ ترکوں کا خاقان۔ اشروسند کا افشین
سمرقند کا سامان لقب ہوتا ہے۔ اخشید نہایت شجاع اور بہادر اور مہیب شخص تھا۔ قاہر کے زمانہ سے پہلے وہ مصر کا
حاکم بنایا گیا تھا۔ اور اُس کے آٹھ ہزار غلام تھے ملک کافور کا استاد بھی وہی تھا
اسی سال میں القائم عبیدی والی مغرب بھی مر گیا اور اسکا بیٹا اور ولی عہد منصور بابنہ اسمعیل اسکی جگہہ تخت پر بیٹھا
قائم متوفی اپنے باپ سے بھی زیادہ زندیق اور ملعون تھا انبیا علیہم السلام کو اسی نے گالیاں دلوائی ہیں اور باہمی بڑی
بھاری عداوت ڈلوائی۔ ہزاروں علما کو اسی نے قتل کروایا
سنہ ۳۳۵ ہجری میں معزالدولہ نے مطیع سے از سر نو قول و قرار و قسم لیکر اس پر سے پہرہ اٹھا لیا اسکو دارالخلافہ میں آنے
کی اجازت دے دی
سنہ ۳۳۸ ہجری میں معزالدولہ نے درخواست کی کہ اسکے بھائی علی بن بویہ الملقب بہ عمادالدولہ کو کاروبار سلطنت میں اسکے
ساتھ شامل کر دیا جائے اور اسکے مرنے کے بعد عمادالدولہ اس کی جگہ مقرر کیا جائے مطیع نے اسکو منظور کر لیا۔ لیکن عماد
الدولہ کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ اسی سال مر گیا۔ مطیع نے اسکے بھائی رکن الدولہ ولد عضدالدولہ کو اسکا قائم مقام مقرر کیا
سنہ ۳۳۹ ہجری میں حجر اسود پھر اپنی جگہہ پر کعبہ شریف میں نصب کیا گیا اور اسکے گرد ایک چاندی کا حلقہ

لگا دیا گیا جس کا وزن تین ہزار سات سو ستر و نصف درہم تھا

محمد بن نافع الخزاعی کہتے ہیں جب حجر اسود رکھا گیا۔ تو میں نے اسے بغور دیکھا تھا ایک سیاہ ٹکڑا سرے پر تو تھی باقی تمام سفید تھا اسکا طول بقدر ایک گز کے تھا۔

۳۴۱ھ ہجری میں ایک قوم ظاہر ہوئی جو تناسخ کی قائل تھی چنانچہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھ میں حضرت علی کی روح حلول کر آئی ہے اس کی بیوی کا دعوے تھا کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح اس میں منتقل ہوگئی ہے ایک شخص کہتا تھا کہ مجھ میں جبریل کی روح ہے لوگوں نے ان سب کو مارا پیٹا۔ لیکن بعد میں بوجہ اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت سے نسبت کرتے تھے اسلیے لوگ انکا ادب کرنے لگے۔ معز الدولہ چونکہ اہل بیت کا عقیدت مند تھا اس نے بھی ان لوگوں سے کچھ تعرض نہ کیا حقیقت یہ ہے کہ معز الدولہ سے ایسے افعال سخت ملعونانہ طور پر سرزد ہوئے تھے

اسی سال منصور عبیدی شاہ مغرب شہر منصوریہ میں (جسکو اسی نے آباد کیا تھا) مر گیا اور اسکی جگہ اسکا بیٹا اور ولی عہد سعد بادشاہ ہوا جس کا لقب المعز لدین اللہ تھا اسی نے شہر قاہرہ آباد کیا منصور نیک طینت شخص تھا اور اپنے باپ کے وقت میں جو کچھ مظالم ہوئے تھے انکی تلافی کردی لوگ اسکو بہت ہی دوست رکھتے تھے اسکا بیٹا بھی نیک آدمی تھا اور باپ کے طریقہ پر چلا اور ملک بالکل اسکے قبضہ میں آگیا۔

۳۴۲ھ ہجری میں بادشاہ خراسان نے اپنے ملک میں سب سے پہلے مرتبہ مطیع کا خطبہ پڑھوایا۔ اس سے پیشتر اسکے نام کا کبھی خطبہ پڑھا نہیں گیا تھا مطیع نے یہ سنکر اسکو خلعت و پرچم عطا کیا۔

۳۴۴ھ ہجری میں مصر میں تین گھنٹے برابر سخت زلزلہ رہا جس سے ہزاروں مکانات گر گئے لوگوں نے بڑے خشوع و خضوع سے جناب احدیت سے دعائیں مانگیں۔

۳۴۵ھ ہجری میں سمندر اسی گز اتر گیا۔ یہانتک کہ پہاڑ نظر آنے لگے اور ایسی چیزیں نظر پڑیں جو کبھی نہ دیکھی تھیں۔ بہت سے نئے چھوٹے جزیرے بن گئے۔ رے اور اس کے نواح میں زلزلے عظیم آئے۔ شہر طالقان زمین میں دب گیا کل تیس آدمیوں کے قریب بچے باقی سب ہلاک ہوگئے۔ رے کے مضافات میں بھی کوئی ڈیڑہ سو گاؤں خسف ہوگئے۔ شہر حلوان کا اکثر حصہ زمین میں ہی دھنس گیا۔ زمین میں سے مردوں کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں۔ رے میں تو ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ایک گاؤں ہوا میں معلق لٹک گیا۔ اور پھر گر گیا۔ زمین میں سے پانی نکل آیا۔ بعض جگہ زمین میں بڑے بڑے شگاف ہوگئے۔ اور ان میں سے سخت بدبودار پانی نکلا۔ اور بعض جگہ سے دھواں ایسا ہی ابن جوزی نے بیان کیا ہے

۳۴۶ھ ہجری میں قم و حلوان دیگر پہاڑی مقامات میں پھر زلزلہ آیا۔ اور بہت سی خلق اللہ تلف ہوگئی۔ پھر ٹڈی آئی جو کہ تمام غلوں اور درختوں کو صاف کر گئی

۳۵۰ھ ہجری میں معز الدولہ نے ایک بہت بڑا مکان بغداد میں بنوایا جسکی بنیادیں چھتیس گز نیچے کھدوائی گئی تھیں

اسی سال میں ابو العباس عبداللہ بن حسن بن ابو الشوارب قاضی بنائے گئے اور معز الدولہ کے مکان سے جب خلعت لیکر نکلے تو اُن کے سامنے باجا اور بگل بجتا جاتا تھا۔ اور ایک فوج انکی اردلی میں تھی۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ دو لاکھ درہم سالانہ معز الدولہ کے خزانہ میں داخل کیا کریں گے۔ اور اقرار نامہ لکھدیا تھا۔ مطیع نے انکو قاضی بنانے اور یہ اقرار نامہ لکھنے سے منع کیا تھا مگر اس کی نہ چلی تو وہ صرف یہ کر سکا کہ ابو العباس کو اپنے سامنے کبھی نہ آنے دیا۔

اسی سال اہل روم نے جزیرہ اقریطش پر قبضہ کر لیا یہ جزیرہ ۲۳۰ ہجری کے قریب سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلا آتا تھا

اسی سال الناصرلدین اللہ بادشاہ اسپین نے انتقال کیا اور اس کے بعد اسکا بیٹا حاکم تخت نشین ہوا

سنہ ۳۵۱ ہجری میں شیعوں نے مساجد بغداد کے دروازوں پر لکھدیا کہ (نقل کفر کفر نباشد) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر لعنت ہو۔ اس شخص پر لعنت ہو جس نے فاطمہ کا حق باغ فدک نہ دیکر غصب کیا۔ اس پر لعنت ہو جس نے امام حسن کو ان کے نانے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ دفن ہونے دیا۔ اس پر لعنت ہو جس نے ابوذر کو نکالدیا۔ پھر یہ سبھی لکھا ہوا ایک ہی شب میں ہٹا دیا گیا پھر بجائے اس کے معزالدولہ کے حکم اور وزیر مہلبی کے اشارے سے حضرت امیر معاویہ پر صاف صاف لعنت کا اندراج کیا گیا اور پھر یہ کہ "اہل بیت پر جن لوگوں نے ظلم کیا انپر خدا لعنت کرے" لکھکر مساجد کے دروازوں پر لکھوا دیا گیا۔

سنہ ۳۵۲ ہجری میں عاشورا کے دن معزالدولہ نے بازار بند کرا دیئے اور نان بائیوں اور باورچیوں کو کھانا پکانے سے روک دیا عورتیں منہ کے بال کھولے ہوئے اور اپنے منہ پر طمانچے مارتی ہوئی شوارع عام پر نکلیں۔ اور ہر جگہ ماتم حسین کا کیا گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ بغداد میں ایسا کیا گیا اس کے بعد یہ بدعت بغداد میں کئی برس جاری رہی

اسی سال ۱۲ ذیحجہ کو عید غدیرخم بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اور باجے بجائے گئے

اسی سال کسی بطریق نے ملک آرمینیہ سے ناصرالدولہ ابن حمدان کے دو لڑکے بھیجے جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے اُن کی عمر پچیس برس کی تھی۔ دونوں کی کمر تو ایک ہی تھی۔ لیکن پیٹ ناف معدے دو دو تھے دونوں کی بھوک اور پیاس بول و براز کا وقت الگ الگ تھا۔ دونوں کے دو دو ہاتھ اور ران اور پیر اور اجلیل تھے۔ ان میں سے ایک عورت کا طلبگار رہتا دوسرا مردوں کو پسند کرتا تھا۔ ان میں سے ایک مرگیا اور دوسرا کئے روز زندہ رہا جب اس میں سے سڑنے کی بدبو آنے لگی تو ناصرالدولہ نے اطبا کو جمع کرکے چاہا کہ مردہ زندہ سے جدا کر دیا جائے مگر نہ ہو سکا پھر بدبو کے مارے وہ دوسرا بھی بیمار ہو گیا اور مر گیا۔

سنہ ۳۵۳ ہجری میں سیف الدولہ کے واسطے ایک بہت بڑا خیمہ بنایا گیا جسکی چوبیں پچاس گز لمبی تھیں

سنہ ۳۵۵ ہجری میں معزالدولہ کی بہن مرگئی۔ خلیفہ مطیع اسکی تعزیت اور جنازہ کے ساتھ شریک ہونے کے لیئے معزالدولہ کے مکان پر گیا پھر اسکے پاس آکر کئی مرتبہ زمین خدمت چومی اور جنازہ کے ساتھ شریک ہونے کے لیئے خلیفہ کو تکلیف نہیں دی اس لیے وہ اپنے مکان پر پھر واپس چلا آیا۔

اسی سال یعقوب بادشاہ روم نے شہر قیساریہ قریب بلاد المسلمین کے آباد کیا۔

سنہ ۳۵۶ ہجری میں معزالدولہ مرگیا۔ اس کی جگہ اسکا بیٹا بختیار مقرر کیا گیا جس کو عزالدولہ کا لقب دیا گیا

سنہ ۳۵۸ ہجری میں قرامطی دمشق پر قابض ہو گئے۔ اور کسی شخص کو دمشق سے یا مصر و شام سے حج کے واسطے نہ جانے دیا۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کرنا چاہا لیکن بنو عبید اس سے پہلے وہاں پہونچ گئے اور قابض ہو بیٹھے تھے۔ اس سے شیعوں کی سلطنت اقلیم مغرب و مصر و عراق پر قائم ہو گئی۔ کافور اخشیدی والی مصر کے مرنے کے بعد مصر میں سخت بدانتظامی پھیل گئی۔ لشکر کو تنخواہیں نہ ملیں۔ لہٰذا لوگوں نے المعز کو مبورشکر بلا بھیجا تاکہ مملکت مصر کی اسکے سپرد کر دیں چنانچہ اس نے اپنے غلام جوہر القائد کی سرکردگی میں ایک لاکھ سوار بھیجے جنھوں نے جاکر وہاں قبضہ کر لیا اور ملک مصر اسکے سپرد کر دیا گیا قاہرہ میں دارالامارۃ بنادیا گیا جو اسوقت قصرین کے نام سے مشہور ہے بنو عباس کا نام مصر میں خطبوں میں سے نکالدیا گیا سیاہ کپڑوں کا پہننا موقوف کر دیا گیا۔ اور خطیبوں کو سفید کپڑے پہننے کا حکم ہوا اور حکم دیا گیا کہ خطبوں میں یہ الفاظ

پڑھے جائیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی وَعَلٰی فَاطِمَۃَ الْبَتُولِ وَعَلٰی الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سِبْطِ رَسُوْلِ وَصَلِّ عَلٰی الْاَئِمَّۃِ اٰبَآءِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُعِزِّ بِاللّٰہِ یہ تمام واقعات ماہ شعبان ۳۵۸ھ ہجری میں تمام ہوئے

ربیع الآخر ۳۵۹ھ ہجری میں اذانوں میں حی علے خیر العمل ایزاد کیا گیا اور بنا جامع ازہر شروع ہوئی جو رمضان ۳۶۱ھ ہجری میں تکمیل ہوگئی

اسی سال میں عراق میں ایک بڑا تارا ٹوٹا جسکی روشنی آفتاب جیسی تھی۔ اور بعد میں بادل کے گرجنے کی سی آواز سنائی دی

۳۶۰ھ ہجری میں جعفر بن فلاح نائب دمشق کے حکم سے (جو کہ معز بامرہ کی طرف سے تھا) اذانوں میں حی علے خیر العمل کہا گیا اور کسی شخصکو مخالفت کی جرءت نہ ہوئی۔

۳۶۲ھ ہجری میں سلطان بختیار (عزالدولہ) اور مطیع کے آپس میں خطبے پر کچھ جھگڑا ہوگیا۔ مطیع نے کہا کہ میں خطبہ کے بغیر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر تم بھی چاہتے ہو تو میں عزلت نشین ہوجاتا ہوں۔ عزالدولہ کی مطیع نے تنخواہ بند کردی جس سے وہ بہت ہی تنگدست ہوگیا۔ یہانتک کہ اسکو اپنا اثاث البیت چارسو درہم پر فروخت کرنا پڑا۔ اور یہ مشہور ہوگیا کہ خلیفہ اور عزالدولہ کے آپس میں کچھ جھگڑا ہوگیا ہے۔

اسی سال میں عزالدولہ کا ایک غلام بغداد میں مارا گیا۔ وزیر ابوالفضل شیرازی نے اس کے بدلے شہر میں آگ لگوادی جس میں وہ خود بھی جل مرا (خدا اسکو بھی آتش دوزخ میں جلائے) جس سے بہت سے آدمی اور مکانات وغیرہ جل گئے ایسی آگ اس سے پہلے کبھی بغداد میں نہ لگی تھی اور اسی سال وہ وزیر بھی مرگیا

اسی سال رمضان میں المعز بامرہ اپنے آبار اجداد کے تابوت لیکر مصر پہونچ گیا

۳۶۳ھ ہجری میں مطیع نے ابوالحسن محمد بن ام شیبانی ہاشمی کو قاضی بنایا حالانکہ وہ قضا سے انکار کرتے تھے اور انہوں نے بہت سی شرطیں لکھوائیں منجملہ ان کے یہ کہ قضا کی تنخواہ نہ لینگے نہ کسی سے خلعت لینگے نہ کسی کی سفارش سُنیں گے جو کہ شریعت کے خلاف ہو انکے کاتب کے لیئے تین سو درہم ماہوار اور حاجب کے لیئے ڈیڑہ سو درہم اور تعمیل احکام کرنے والے کو سو درہم اور سر دفتر کے چہ سو درہم ماہوار مقرر کیئے گئے اس موقعہ پر جو فرمان تقرری قضا لکھا گیا اسکے الفاظ یہ تھے۔

عبداللہ الفضل المطیع للہ امیر المومنین بذریعہ اس تحریر کے محمد بن صالح ہاشمی کو بوقت تقرر عہدہ قضا مدینۃ الاسلام۔ مدینہ المنصور۔ ومدینۃ الشرقیہ کی جانب غربیہ وشرقیہ کوفہ اور ان مقامات میں جنکو فرات سیراب کرتی ہے اور واسطہ اور کرخی اور ان مقامات میں جنکو دجلہ سیراب کرتا ہے۔ خراسان۔ حلوان۔ قرمیسین۔ دیار مصر۔ دیار ربیعہ۔ دیار بکر۔ موصل حرمین یمن۔ دمشق۔ حمص۔ برجند۔ قنسرین۔ عوام۔ مصر۔ اسکندریہ۔ فلسطین۔ اردن۔ اور دیگر مقامات جو عباسیین کے تحت تصرف میں ہیں اس امر میں پابند کرتے ہیں کہ وہ قاضی القضات کا کام کریں گے اور حکام کے حالات سے آگاہ رکھینگے اور ممالک محروسہ کے حکام کا جائزہ لیتے رہیں گے اور ان کو فہمایش کرتے رہیں گے اور انکے طریقہ پر نظر رکھیں گے اور انکو عیوب پر چشم نمائی کرتے رہینگے تاکہ خاص وعام کے معاملات میں احتیاط رہے اور ملت اسلام کے موافق قضیئے فیصل ہوں اور ہر بات میں نیک نیتی ظاہر ہو ایسے لوگوں کو حاکم بنائیں گے جو صاحب دیانت وامانت ہوں اور پرہیزگاری سے موصوف اور علم میں مشہور ہوں اور عقل سلیم رکھتے ہوں۔ اور حلم سے بھی موصوف ہوں میلے کپڑے نہ پہنتے ہوں اور سفید اور پاک لباس سے ان کو رغبت ہو۔ اور دل کے بھی صاف ہوں۔ معاملات دنیا سے واقف ہوں اور کوئی ایسا کام نہ کرتے ہوں جس میں عقبے کا خوف ہو خدا سے ڈرتے ہوں وہ خود ہر چیز میں اور اپنے قول وعمل میں کتاب اللہ پر عمل کریں اور ہر

اور ہر علم میں اسی کے موافق حکم دیں اور ہر معاملہ کو اسی کے موافق فیصلہ کریں اور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نصب العین بنالیں اجماع امت کی رعایت مدنظر رکھیں اور ائمہ راشدین کی تقلید کریں اور جس معاملہ میں کتاب اور سنت اور اجماع ثابت نہ ہو اس میں اپنے اجتہاد سے کام لیں۔ متخاصمین کو ایک آنکھ سے دیکھیں اور ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کے ساتھ برتاؤ کریں۔ یہاں تک کہ غریب ان سے ڈرنا چھوڑ دیں اور امیر ان کا میلان اپنی طرف نہ دیکھیں وغیرہ وغیرہ

میں کہتا ہوں کہ خلفاء سابقین کے وقت میں یہ دستور تھا کہ ایک قاضی جو دار السلطنت میں رہتا تھا تمام ممالک محروسہ کے قاضیوں کا حاکم اور افسر ہوتا تھا۔ وہ قاضی القضاۃ کہلاتا تھا۔ پھر یہ لوگ اپنی طرف سے نائب اور شہروں میں مقرر کرتے تھے وہ لوگ صرف قاضی یا قاضی شہر فلاں کہلاتے تھے۔ لیکن اب تو یہ حال ہے کہ ہر شہر میں چار چار قاضی القضاۃ ہیں شاید ان کے ماتحت ایک بھی قاضی نہ ہو پہلے یہ حالت تھی کہ قاضی القضاۃ گویا بادشاہ پر بھی حاکم ہوتا تھا اور اب تو رعایا پر بھی پوری طرح حاکم نہیں ہوتا۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

اسی سال ۳۶۳ھ ہجری میں مطیع کو فالج ہوا اور اسکی زبان بند ہوگئی۔ عز الدولہ نے اپنے حاجب سبکتگین کے ہاتھ اسے کہلا بھیجا کہ وہ اپنے آپ کو معزول سمجھ کر اپنے بیٹے الطائع للہ کو کاروبار سلطنت سونپ دے چنانچہ مطیع نے بروز چہار شنبہ بتاریخ ۱۳ ذیقعد ۳۶۳ھ ہجری الطائع للہ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔

مطیع نے انتیس سال اور چند ماہ خلافت کی اور پھر قاضی ابن ام شیبان نے اسکے خلع کا حکم دیا۔ خلع کے بعد وہ لقب شیخ الفاضل سے ملقب ہوا

ذہبی کہتے ہیں کہ مطیع اور اسکا بیٹا بنی بویہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی رہا اور یہ حالت ضعف خلافت مقتفی تک باقی رہی مگر مقتفی نے حالت خلافت کو کچھ تھوڑا سا سنبھال لیا تھا لیکن ایسا میاؤ ڈوبنے والا ایک دفعہ ابھار لیتا ہے۔ برخلاف اس کے بنی عبید شیعوں کی سلطنت کی بنیادیں مصر میں مضبوط ہو رہی تھیں۔ اور انکی حکومت کی وہی حالت تھی جو خلافت بنی عباس کی کسی زمانہ میں تھی مطیع اپنے بیٹے کو لیکر واسط چلا گیا اور محرم ۳۶۴ھ ہجری میں وہیں مرگیا۔ ابن شاہین کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے تحقیق ہوا ہے مطیع نے اپنی مرضی سے خلع کیا تھا۔ بوساطت مطیع کے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ جب نیک لوگ مرجاتے ہیں تو ان کی اولاد ذلیل ہو جاتی ہے

مطیع کے وقت میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی

خرقی شیخ الحنابلہ۔ ابوبکر شبلی صوفی۔ ابن القاضی امام الشافعیہ۔ ابورجاء الاسوانی۔ ابوبکر صولی ہیثم بن کلیب الشاشی ابوالطیب الصعلوکی۔ ابوجعفر النحاس النحوی۔ ابونصر فارابی۔ ابو اسحاق المروزی امام شافعیہ۔ ابوقاسم الزجاجی النحوی کرخی شیخ الحنفیہ دینوری صاحب المجالسۃ۔ ابوبکر الضبعی۔ قاضی ابوالقاسم التنوخی ابن الحداد صاحب الفروع ابوعلی بن ابوہریرہ شافعیہ۔ ابوعمر الزاہد۔ مسعودی صاحب مروج الذہب۔ ابن درستویہ۔ ابوعلی الطبری۔ فاکہی صاحب تاریخ مکہ۔ متنبی شاعر۔ ابن حبان صاحب الصحیح۔ ابن شعبان امام مالکیہ۔ ابوعلی القالی۔ ابوالفرج صاحب الاغانی

الطائع للہ ابوبکر

الطائع للہ ابوبکر عبد الکریم بن المطیع ایک ام ولد موسومہ ہزار کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور بعمر تینتالیس سال اپنے باپ کے خلع کے بعد اپنے باپ المطیع کے تخت خلافت پر بیٹھا۔ دوسرے روز چادر خلافت اوڑھے ہوئے سوار نکلا۔ لشکر اسکے جلو میں تھا

اور سبکتگین (جسکو ایک دفعہ پہلے خلعت عطا ہو چکا تھا) اسکے سامنے سامنے سبکتگین کو طائع نے صرف خلعت نیابت ہی نہ عطا کیا تھا بلکہ اُسکو خطاب نصر الدولہ اور پرچم بھی عطا فرمایا تھا

سبکتگین اور عز الدولہ کی بگڑ گئی۔ سبکتگین نے ترکوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور عز الدولہ سے خوب جنگ کی

اسی سال یعنی ۳۶۳ھ ہجری میں حرمین شریفین میں المعز عبیدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا

۳۶۴ھ ہجری میں عضد الدولہ سبکتگین کے مقابلہ میں عز الدولہ کی مدد کرنے کے لئے بغداد میں آیا۔ لیکن یہاں آکر عضد الدولہ کو بغداد اور ملک بغداد ... ایسا پسند آیا کہ خود یہاں وجاہت حاصل کرنے کی سعی کرنے لگا تمام فوج کو اپنے ساتھ ملا کر عز الدولہ کے خلاف کر دیا۔ اور خود (عضد الدولہ نے) طائع کے ممالک محروسہ میں لکھ بھیجا کہ عضد الدولہ نائب السلطنت مقرر کیا گیا ہے یہ امر طائع کو ناگوار ہوا۔ عضد الدولہ پوری طرح قابو پا ہی چکا تھا اس نے طائع کا نام خطبوں میں نکلوا ڈالا چنانچہ جمادی الاول سے لیکر ۱۰ رجب تک پھر طائع کا خطبہ بغداد میں پڑھا جانے لگا

اس سال اور نیز سنین مابعد میں۔ رفض کا غلو ہو گیا۔ اور مصر و شام مشرق و مغرب میں رفض خوب پھیلا یہانتک کہ عبیدی کی خاطر سے منادی کر دی گئی کہ نماز تراویح کہیں نہ پڑھائی جائے

۳۶۵ھ ہجری میں رکن الدولہ بن بویہ نے اپنے مقبوضہ ملک کو اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا چنانچہ عضد الدولہ کے حصے میں فارس و کرمان آیا موید الدولہ کے حصہ میں رے و اصفہان اور فخر الدولہ کے حصہ میں ہمدان و دنیور آیا۔

اسی سال رجب میں مجلس حکم نے عز الدولہ کے مکان میں اجلاس کیا۔ قاضی القضات ابن معروف حاکم جلیس تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ عز الدولہ سے عرض کیا جائے کہ وہ اپنی آنکھوں سے آکر دیکھ لیں کہ انکے احکام کی تعمیل کیسی ہوتی ہے

اسی سال عز الدولہ و عضد الدولہ کی آپس میں خفیف سی لڑائی ہو گئی۔ اور عز الدولہ کا ایک ترکی غلام گرفتار ہو گیا جس سے عز الدولہ کو اتنا صدمہ ہوا کہ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اور ہر وقت روتا رہتا تھا۔ باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ یہانتک کہ اجلاس بھی کیا آخر عضد الدولہ کو بالحاح وزاری لکھا کہ وہ غلام واپس بھیجدیا جائے۔ لوگ اسپر اور بھی مذاق اڑانے لگے عضد الدولہ نے غلام کو واپس دینے سے انکار کر دیا۔ آخر عز الدولہ نے دو کنیزکیں (جن میں سے ایک کنیزک ایک لاکھ دینار میں خریدی گئی تھی) اس غلام کے عوض میں بھیجیں۔ اور جو شخص لیکر گیا تھا اس سے کہدیا کہ جو کچھ عضد الدولہ طلب کرے وہ دیکر غلام کو واپس لے آنا۔ میں اس غلام کو واپس لینا چاہتا ہوں۔ خواہ مجھے دنیا بھر کو چھوڑنا ہی کیوں نہ پڑے۔ بارے خدا خدا کر کے عضد الدولہ نے وہ غلام واپس دیدیا۔

اسی سال کوفہ میں بجائے عز الدولہ کے خطبے کے عضد الدولہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا

اسی سال المعز لدین اللہ عبیدی شاہ مصر مر گیا اور اسکی جگہ اسکا بیٹا نزار بخطاب عزیز بادشاہ ہوا۔ اس خاندان کا یہ پہلا ہی بادشاہ تھا جو بطور میراث مصر کا بادشاہ ہوا

۳۶۶ھ ہجری میں المستنصر باللہ الحکم بن الناصر لدین اللہ اموی بادشاہ اندلس (سپین) مر گیا۔ اور اسکی جگہ اسکا بیٹا المؤید باللہ ہشام تخت پر بیٹھا۔

۳۶۷ھ ہجری میں عضد الدولہ اور عز الدولہ کی لڑائی ہوئی۔ جس میں عضد الدولہ نے فتح پائی۔ عز الدولہ گرفتار ہوا۔ اور قتل کر ڈالا گیا۔ طائع نے عضد الدولہ کو خلعت نیابت عطا فرمایا اور اسکو تاج مکلل بجواہر اور کنگن دیے ... اور اپنے ہاتھ سے اسکی

تلوار باندھی۔ اور دو جھنڈے عطا کیئے۔ ایک چاندی کا بطور اعزاز امرا کے اور دوسرا سونے کا جو ولیعہدوں کے لیے مخصوص تھا اور سوائے اسکے اور کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔ ایک عہدنامہ ولی عہدی لکھکر اسے سنایا گیا۔ اور وہ دستاویز عضد الدولہ کو دیتے ہوئے طائع نے کہا کہ یہ میرا عہد ہے اس کو لیکر اسی کے موافق عمل کرو۔ ان تمام واقعات سے لوگوں کو سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ ولیعہد خلیفہ وقت کا بیٹا یا قریبی رشتہ دار ہی ہوا کرتا تھا۔

۳۶۸ ہجری میں طائع نے حکم دیا کہ عضد الدولہ کے مکان پر صبح۔ مغرب اور عشا کیوقت نوبت بجا کرے اور منبروں پر خطبوں میں اسکا نام پڑھا جایا کرے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ وہ باتیں تھیں جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں حتے کہ ولیعہدوں کو بھی نوبت کی اجازت کبھی نہ دیگئی تھی۔ قبل ازین معز الدولہ نے مدینۃ السلام میں اپنے نام سے نوبت بجوانی چاہی۔ اور مطیع سے منظوری مانگی تھی۔ لیکن اجازت نہ ملی۔ جتنی عضد الدولہ پر عنایات ہوئیں امر خلافت اور بھی ضعیف ہوتا چلا گیا۔

۳۶۹ ہجری میں عزیز شاہ مصر کا ایلچی بغداد میں عضد الدولہ کے پاس آیا۔ کہ طائع سے اپنے القاب میں تاج الملت کا لقب اور زیادہ کرنے۔ اور تاج پہننے کی اجازت دلوا دے۔ اور خلعت کی تجدید کرا دے ان سب باتوں کی منظوری ہوگئی اس موقعہ پر طائع تخت پر بیٹھا۔ سو آدمی تلواریں لیئے ہوئے اس کے اردلی میں کھڑے تو تمام زینت دکھلائی گئی۔ خود طائع کے ہاتھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک اوڑھے اور حضور اقدس صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی تلوار باندھی۔ عصا ہاتھ میں لیے ہوئے تھا۔ عضد الدولہ نے پردہ ڈلوا دیا تاکہ خلیفہ پر لشکریوں میں سے کسی کی نظر نہ پڑے۔ تو اہل دیلم و ترک خالی ہاتھ بغیر ہتیار لگائے ہوئے داخل ہوئے اشراف و اعیان سلطنت ہر دو اطراف کے اپنے اپنے مرتبے پر کھڑے تھے۔ پھر جب عضد الدولہ کو اندر آنے کا حکم دیا گیا تو پردے اٹھائے گئے عضد الدولہ نے آکر زمین خدمت چومی اور زیادتی لشکر سے ڈر گیا۔ طائع نے عضد الدولہ سے کہا کہ تم جھجکتے کیوں ہو۔ عضد الدولہ نے کہا کہ بیشک آپ خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ پھر آگے بڑھا۔ اور سات مرتبہ زمین چومی۔ طائع نے اور قریب بلایا۔ عضد الدولہ نے بڑھ کر خلیفہ کی پابوسی کی طائع نے کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ مگر کئی مرتبہ کہنے بلکہ قسم دینے سے عضد الدولہ کو کرسی پر بیٹھنے کی جرأت ہوئی۔ پھر خلیفہ نے اس سے کہا کہ امور رعیت سے جو کچھ خدا تعالٰی نے مجھے عطا فرمایا ہے اسکا مختار کل میں تمہیں کرتا ہوں۔ میرے ممالک محروسہ میں مشرق سے مغرب تک تمہیں اختیار کامل ہے سوا میری ذات خاص اور اسباب خاصہ کے۔ کیا تم اس خدمت کو قبول کرتے ہو عضد الدولہ نے کہا کہ میں اس خدمت کو اپنے آقا کی تعمیل حکم و اطاعت و خدمت امیر المؤمنین کے لیئے قبول کرتا ہوں۔ پھر عضد الدولہ کو خلعت پہنایا گیا اور دربار برخاست ہوگیا

ذرا اس خلیفہ کو دیکھو جس قدر اس نے خلافت کو ضعیف و ذلیل کیا ہے کسی نے نہ کیا تھا جیسی تقویت عضد الدولہ کو ہوئی ہے کبھی کسی نائب السلطنت کو نہ ہوئی تھی۔ اور اب (تو میرے زمانہ میں) یہ حالت ہوگئی ہے کہ شروع ماہ میں خود خلیفہ آکر نائب السلطنت کو مبارکباد دیتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صدر اجلاس میں نائب السلطنت بیٹھا ہوتا ہے۔ خلیفہ بھی آکر اپنی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ اور معمولی لوگوں کیطرح اٹھ کر چلا جاتا ہے نہ کوئی کھڑا ہوتا ہے نہ نائب السلطنت اسکی پروا کرتا ہے ایک شخص نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ جب نائب السلطنت اشرف برسبائی اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے گیا تو خلیفہ اس کے سامنے بطور حاجبوں کے سوار ہو کر چلتا تھا۔ ہیبت عظمت جتنی تھی نائب السلطنت کی تھی خلیفہ کو کوئی نہ پوچھتا تھا۔ وہ بالکل ایک معمولی آدمی بلکہ نائب السلطنت کا خدمتگذار معلوم ہوتا تھا اللہ اکبر تغیر ہمیں کتنا ہو کہ

تُذِلُّ مَن تَشَاءُ سب کچھ اسی ذات واحد کے قبضہ قدرت میں ہے

۳۶۷ھ ہجری میں جب عضد الدولہ ہمدان سے بغداد میں آیا۔ تو طائع اسکے استقبال کے لیے نکلا حالانکہ اس سے پہلے کبھی کسی خلیفہ نے کسی شخص کا استقبال نہیں کیا۔ البتہ جیساکہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ مطیع معز الدولہ کی بیٹی کی تعزیت کے واسطے گیا تھا مگر اسوقت اتنا تو ہوا تھا۔ کہ معز الدولہ نے حسب دستور قدیم زمین کو بوسہ دیا۔ اور طائع کے وقت میں یہ ہوا کہ عضد الدولہ نے طائع کو بلا بھیجا۔ یہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور تاخیر کرنے کی جرأت نہ ہوئی

۳۷۲ھ ہجری میں عضد الدولہ مر گیا۔ طائع نے اسکی جگہ اسکے بیٹے صمصام الدولہ کو بلقب شمس الملة نائب السلطان بنایا۔ اور سات خلعت تاج مرصع اور دو جھنڈے اسکو عطا کیے۔

۳۷۳ھ ہجری میں موید الدولہ عضد الدولہ کا بھائی مر گیا ۳۷۵ھ ہجری میں صمصام الدولہ نے ارادہ کیا کہ ریشمی اور سوتی کپڑے پر چنگی محصول لگائے کہ جس سے قریب ایک کروڑ درہم سالانہ کے آمدنی ہونے کی امید تھی۔ تو لوگ جامع مسجد میں اس ارادہ سے جمع ہوئے کہ مسلمانوں کو نماز نہ پڑھنے دیں اور پھر ایک فتنہ برپا کر دیا۔ لاچار اس ارادہ سے اسکو باز آنا پڑا۔

۳۷۶ھ ہجری میں شرف الدولہ نے صمصام الدولہ پر حملہ کیا اور اسپر فتح پاکر اسے اندھا کر دیا۔ فوج شرف الدولہ کیطرف مائل ہو گئی۔ شرف الدولہ بغداد آیا۔ طائع نے شہر سے باہر نکلکر اسکو مبارکباد دی۔ اور پھر اسکو نائب السلطنت بنایا تاج عطا کیا۔ اور معمولی عہدنامہ اس کو پڑھوا کر سنا

۳۷۸ھ ہجری میں شرف الدولہ نے اسی قسم کے رصدگاہ بنوایا جیساکہ مامون نے بنوایا تھا

اسی سال بغداد میں پھر قحط پڑا جس سے بہت سے آدمی مر گئے۔ بصرہ میں سخت گرمی پڑی اور لو چلی اور دجلہ اسقدر سوکھ گیا کہ زمین نظر آنے لگی اور ہوا سے بہت سی کشتیں غرقاب ہو گئیں اور کئی کشتیں مال مویشی سے بھری پانی میں بہ گئیں۔

۳۷۹ھ ہجری میں شرف الدولہ مر گیا اور اپنے بھائی ابونصر کو اپنا قائم مقام کر گیا طائع نے اسکے مکان پر جاکر تعزیت کی ابونصر نے کئی مرتبہ رسم قدیم کے موافق زمین چومی۔ پھر ابونصر طائع کے پاس حاضر ہوا اور خلیفہ نے اعیان سلطنت کی موجودگی میں ابونصر کو خلعت ہفت پارچہ سیاہ عبا اور سیاہ عمامہ عطا کیا گلے میں گلوبند اور ہاتھ میں کنگن پہنائے۔ اور حاجب کھنے کی اجازت دی جوکہ اسکے آگے لگے سلح چلا کریں۔ ابونصر نے اسکے شکریہ میں زمین کو بوسہ دیا۔ اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر عہدنامہ سنایا گیا۔ اور طائع نے اسکو بہار الدولہ وضیاء الملة کا خطاب دیا۔

۱۹ شعبان ۳۸۱ھ ہجری کو بہار الدولہ نے طائع کو اس وجہ سے قید کر لیا۔ کہ اس نے بہار الدولہ کے ایک خواص کو قید کر دیا تھا طائع سائبان میں تلوار باندھے بیٹھا ہوا تھا کہ بہار الدولہ حاضر ہوا۔ اور زمین چوم کر کرسی پر بیٹھ گیا اتنے میں بہار الدولہ کے آدمی بڑھے اور طائع کو تخت سے زمین پر گرا لیا۔ اور اہل دیلم نے اسکو اسی کے کپڑوں میں باندھ دیا۔ اور دار السلطنت (بہار الدولہ کے مکان) میں لیگئے اس حرکت سے شہر بھر کانپ اٹھا۔ لیکن بہار الدولہ اپنی بات کا پکا تھا۔ اس نے طائع کو تحریر میں قسمیں دلوائیں کہ خود کو خلع کر کے القادر باللہ کو تخت پر بیٹھادے اس تحریر پر اکابر و اشراف کی شہادتیں تحریر تھیں قادر باللہ ان دنوں بطیحہ میں تھا اسکو بلا بھیجا اور اس سے بیعت کر لی

طائع نہایت اچھی حالت میں مکرم و محترم القادر باللہ کے یہاں رہتا رہا۔ آخر شب عید الفطر ۳۹۳ھ ہجری کو اس جہان گزشتنی و گذاشتنی کو چھوڑ کر۔ لحد میں آسودہ ہو گیا۔ قادر باللہ نے اسکی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے دوست و اکابر و خدم اس کے جنازہ کے ساتھ ہو کر منزل اخیر تک پہونچا آئے۔ شریف الرضی نے ایک قصیدہ میں اسکا مرثیہ لکھا۔ اور بس۔

طائع آل ابوطالب سے ہمیشہ منحرف رہا اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں سے ایسی اُٹھ گئی تھی کہ شعراء نے اسکی بہت سی ہجویں لکھ کر شائع کردی تھیں

طائع کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا

ابن السنی الحافظ۔ ابن عدی۔ قفال الکبیر۔ سیرافی نحوی۔ ابوسہل الصعلوکی۔ ابوبکر الرازی الحنفی۔ ابن خالویہ۔ ازہری امام اللغۃ۔ ابوابراہیم الفارابی صاحب دیوان الادب۔ رفا شاعر۔ ابوزید المروزی الشافعی۔ دارکی۔ ابوبکر الابہری شیخ المالکیہ۔ ابواللیث السمرقندی امام الحنفیہ۔ ابوعلی الفارسی النحوی۔ ابن الجلاب المالکی

القادر باللہ ابو العباس

القادر باللہ ابو العباس احمد بن اسحاق بن مقتدر ۳۳۶ھ ہجری میں ایک ام ولد موسومہ تمنی (یا دمنہ) کے بطن سے پیدا ہوا اور بعد از خلع الطائع للہ تخت خلافت پر بیٹھا

قادر باللہ خلع طائع کے وقت دار الخلافت میں موجود نہ تھا۔ ۱۰ رمضان کو بغداد میں بلایا گیا جب تخت پر بیٹھا تو شعراء نے قصائد تہنیت پڑھے قادر باللہ صاحب دیانت و سیاست تھا۔ تہجد کی نماز اس نے کبھی قضا نہیں کی تھی خیرات بہت کرتا تھا حسن طریقت رکھتا۔ اور بڑا فقیہ تھا۔ یہانتک کہ اسکو تفقہ میں ابی بشر الہروی الشافعی پر ترجیح دی جاتی۔ صاحب تصنیف تھا چنانچہ ایک کتاب فضائل صحابہ اور تکفیر معتزلہ اور قائلین خلق القرآن میں لکھی۔ یہ کتاب جامع مسجد میں ہر جمعہ کے دن اصحاب حدیث کے حلقوں میں پڑھی جاتی تھی (ترجمہ ابن صلاح در طبقات شافعیہ)

ذہبی کہتے ہیں کہ ماہ شوال سال تخت نشینی میں ایک دربار منعقد کیا گیا۔ اور بہاء الدولہ اور القادر باللہ نے آپس میں وفاداری کی قسمیں کھائیں

اسی سال ابوالفتوح الحسن بن جعفر علوی صاحب مکہ نے لوگوں سے اپنی بیعت لی اور الراشد باللہ اپنا لقب مقرر کیا بادشاہ مصر کی سلطنت مکہ شریف میں سے اٹھ گئی۔ لیکن چند روز کے بعد ابوالفتوح کی حالت میں ضعف آگیا اور لوگ پھر عزیز عبیدی کی اطاعت کرنے لگے

۳۸۳ھ ہجری میں وزیر ابونصر سابور اردشیر نے کرخ میں ایک مکان بنا کر دار العلم اسکا نام رکھا اس میں ایک کتبخانہ قائم کیا اور اس مکان و کتب خانہ کو علما کے لئے وقف کردیا

۳۸۴ھ ہجری میں حاجی رستہ ہی سے واپس آگئے کیونکہ اصفیر الاعرابی نے انکو بلا محصول لیے آگے جانے سے روک دیا اہل شام و یمن کا قافلہ حجاج ہی میں آگیا۔ البتہ قافلہ مصر نے حج کیا

۳۸۷ھ ہجری میں سلطان فخر الدولہ مرگیا۔ اور اسکی جگہ اسکا چار سالہ بیٹا رستم رے وغیرہ کا حاکم ہوا قادر نے اسکو مجد الدولہ کا خطاب عطا کیا

ذہبی کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ ۳۸۷ھ ہجری میں نو بادشاہ مر گئے منجملہ انکے منصور بن نوح بادشاہ ماوراء النہر فخر الدولہ بادشاہ رے وجبال۔ عزیز عبیدی بادشاہ مصر تھے

نیز ذہبی کہتے ہیں کہ عزیز شاہ مصر ۳۸۶ھ ہجری میں مرا الدس نے اپنے باپ کی فتوحات میں حمص۔ حماۃ۔ حلب کو بھی ایزاد کیا موصل و یمن میں اسکا خطبہ پڑھا گیا اور اپنے نام کا سکہ چلایا اسکے بعد اسکا بیٹا منصور ملقب الحاکم بامر اللہ تخت

خلافت پر بیٹھا
سنہ ۳۹۰ ہجری میں سجستان میں سونے کی کان نکلی جسکی مٹی کو صاف کر کے سونا نکالا جاتا تھا
سنہ ۳۹۳ ہجری میں اسود حاکمی نائب دمشق نے مغربی کو گرفتار کیا۔ اور انکو گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا ایک منادی کہتا جاتا تھا کہ اس شخص کی سزا ہے جو ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھے اس کے بعد انکو قتل کرا دیا
سنہ ۳۹۴ ہجری میں بہاء الدولہ نے شریف ابو احمد الحسین بن موسی الموسوی کو قاضی القضاۃ بنایا۔ لیکن القادر باللہ کے منظور نہ کرنے کی وجہ سے وہ اپنے عہدے کا کام نہ کر سکے
سنہ ۳۹۵ ہجری میں حاکم نے بہت سے علماء کو مصر میں قتل کرا ڈالا اور مسجدوں کے دروازوں اور شارع عام پر صحابہ کرام کو گالیاں لکھکر لگائیں اور عمال کو حکم دیا کہ صحابہ کرام کو علے رؤس الاشہاد گالیاں دی جایا کریں۔ کلاب کے قتل کا حکم دیا اور فقہاء کا بطلان کیا۔ اور ان مچھلیوں کے کھانے سے منع کیا جس پر چھلکے نہ ہوں۔ اور اس حکم کے بعد جن لوگوں نے ایسی مچھلیاں فروخت کیں انکو قتل کرا دیا
سنہ ۳۹۶ ہجری میں حاکم نے حکم دیا کہ جہاں کہیں میرا نام لیا جائے خواہ بازار ہو یا کوئی جگہ ہر ایک ادب کے لیے کھڑا ہو جائے اور سجدہ کرے۔
سنہ ۳۹۸ ہجری میں بغداد میں شیعہ اور سنیوں میں فساد ہو گیا۔ قریب تھا کہ اس میں شیخ ابو حامد الاسفرائینی مقتول ہو جائیں شیعوں نے یا حاکم یا منصور کے نعرے لگانے شروع کیے آخر القادر باللہ کے حکم سے یہ فساد رفع ہوا اور شیعوں کی سرکوبی کر دی گئی۔
اسی سال حاکم نے قمامہ کے گرجا میں جو بیت المقدس میں تھا عیسائیوں کو جانے سے روک دیا مصر کے تمام گرجاؤں کو گرا دینے کا حکم دیا۔ اور عیسائیوں کو حکم دیا کہ ایک گز لمبی اور پانچ رطل وزنی صلیب اپنے گلوں میں لٹکائے رکھیں یہودی قرامی گلے میں لٹکائے رہیں کالے عمامے باندھیں بہت سے عیسائی اور یہودی مسلمان ہو گئے۔ لیکن بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور جو لوگ باکراہ مسلمان ہو گئے تھے ان کو پھر اپنا مذہب اگر وہ چاہیں اختیار کرنے کا حکم دیدیا
سنہ ۳۹۹ ہجری میں ابو عمرو قاضی بصرہ معزول کیے گئے اور انکی جگہ قاضی ابو الحسن بن ابو شوارب قاضی بنائے گئے
اسی سال خاندان اسپین میں خاندان ابو امیہ کی سلطنت ضعیف ہو گئی
سنہ ۴۰۰ ہجری میں دریائے دجلہ چڑھ آیا جس سے سخت نقصان ہوا سنہ ۴۰۲ ہجری میں حاکم کے حکم سے انگور اور کھجور کی فروخت بند کر دی گئی
سنہ ۴۰۴ ہجری میں عورتوں کو رات ہو یا دن رستوں میں نکلنے سے منع کر دیا اور یہ حکم اسکے مرنے تک بحال رہا
سنہ ۴۱۱ ہجری میں حاکم حلوان (مضافات مصر) میں قتل کیا گیا اور اس کے بعد اسکا بیٹا ملقب الظاہر لاعزاز دین اللہ تخت پر بیٹھا اور اس خاندان کی سلطنت معرض زوال میں آگئی حلب اور شام کا بیشتر حصہ انکے قبضہ سے نکل گیا
سنہ ۴۲۲ ہجری میں القادر باللہ اکتالیس سال تین ماہ سلطنت کر کے شب دوشنبہ تاریخ ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۴۲۲ کو مر گیا
القادر باللہ کے زمانہ سلطنت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا
ابو احمد عسکری الادیب۔ رمانی نحوی۔ ابو الحسن ماسرجسی شیخ الشافعیہ۔ ابو عبد اللہ المرزبانی۔ صاحب بن عباد وزیر موید الدولہ (وزراء میں سب سے پہلے یہی صاحب کے لقب سے ملقب ہوا تھا) دارقطنی الحافظ۔ ابن شاہین۔ ابو بکر اودنی الشافعی۔ یوسف وابن السیرافی۔ ابن سولاق المصری۔ ابن ابی زید المالکی شیخ المالکیہ۔ ابو طالب المکی صاحب قوت القلوب۔ ابن بطہ الحنبلی

ابن شمعون الواعظ - خطابی - حاتمی اللغوی - ادفوی ابوبکر - زاہر السرخسی شیخ شافعیہ - ابن غلبون المقری - کشمیہنی راوی الصحیح
معافی بن زکریا النہروانی - ابن خویز منداد - ابن جنی - جوہری صاحب الصحاح - ابن فارس صاحب المجمل - ابن مندۃ الحافظ -
اسمعیلی شیخ الشافعیہ - اصبغ بن الفرج شیخ المالکیہ - بدیع الزمان (جس نے سب سے پہلے مقامات مرتب کیا) ابن لال - ابن ابی
زمنین - ابوحیان التوحیدی - الواوا الشاعر - الہروی صاحب الغریبین - ابوالفتح البستی شاعر - حلیمی شیخ الشافعیہ - ابن
الفارض - ابوالحسن القابسی - قاضی ابوبکر باقلانی - ابوطیب صعلوکی - ابن الکفانی - ابن ابی نباتہ صاحب الخطب - صیمری
شیخ الشافعیہ - حاکم صاحب مستدرک - ابن کج - شیخ ابوحامد الاسفرائینی - ابن فورک - شریف الرضی ابوبکر الرازی
صاحب الالقاب - حافظ عبدالغنی بن سعید - ابن مردویہ - ہبۃ اللہ بن سلامۃ - الطبری المفسر - ابوعبدالرحمن السلمی شیخ
الصوفیہ - ابن البواب صاحب الخط - عبدالجبار المعتزلی - محاملی امام الشافعیہ - ابوبکر القفال شیخ الشافعیہ - استاد ابواسحٰق
الاسفرائینی اللالکائی - ابن الفخار عالم اندلس - علی بن عیسے الربعی النحوی و دیگر حضرات

ذہبی کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں سرتاج اشعریہ ابواسحٰق اسفرائینی تھے - سرتاج معتزلہ - قاضی عبدالجبار - سرتاج رافضہ
شیخ المفید - سرتاج کرامیہ محمد بن الہیصم - سرتاج قرا ابوالحسن حمامی - سرتاج محدثین حافظ عبدالغنی بن سعید - اور
سرتاج صوفیہ ابوعبدالرحمن السلمی - اور سرتاج الشعرا ابوعمر بن دراج - سرتاج المجودین - ابن البواب - سرتاج الملوک سلطان
محمود بن سبکتگین تھے - میرے نزدیک اس فہرست میں یہ لوگ اور ایزاد کرنے چاہییں سرتاج زندیقان الحاکم بامر اللہ - سرتاج
اللغویین جوہری - سرتاج نحویان ابن جنی - سرتاج بلغا بدیع - سرتاج خطبا ابن نباتہ - سرتاج المفسرین ابوالقاسم بن حبیب
نیشاپوری - سرتاج الخلفا القادر باللہ کیونکہ وہ نہایت عالم بہت بڑا فقیہ اور صاحب تصنیف تھا - اسکی نسبت اتنا
کہدینا کافی ہے - کہ شیخ تقی الدین بن صلاح نے اسکو فقہاء شافعیہ میں شمار کیا ہے - اور اسی طبقہ میں اسکو مذکور کیا
ہے نیز یہ کہ اسکی سلطنت سب سے زیادہ رہی ہے

القائم بامر اللہ

القائم بامر اللہ ابوجعفر عبداللہ بن القادر نصف ذی قعدہ ۳۹۱ہجری میں ایک ارمنی ام ولد موسومہ بدرالدجی یا قطر
الندا کے بطن سے پیدا ہوا اپنے باپ ہی کے وقت سے ولیعہد تھا - اور اسی نے خطاب القائم بامر اللہ دیا تھا
بقول ابن کثیر کے خوبصورت عابد و زاہد و عالم خدا پر پورا بھروسہ رکھنے والا - صدقہ دینے والا - صابر - ادیب - خوشخط
عادل - احسان کرنے والا - لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے والا تھا جس شخص نے جو کچھ مانگا اسکو محروم نہ رکھتا تھا
خطیب کہتے ہیں کہ جب تک ۴۵۰ہجری میں اس پر نزغہ نہیں ہوا - وہ خلافت پر بعزت قائم رہا - اس نزغہ کا سبب مختصر
یہ ہے کہ ارسلان ترکی بساسیری کی وقعت بہت ہی بڑھ گئی تھی چونکہ اس کے مقابل میں کوئی نہ تھا - اسلیے لوگوں میں
اسکی عظمت ہوگئی ہر جگہ اسکا چرچا ہونے لگا - اہل عرب و عجم اس سے ڈرتے اسکے لیے منبروں پر دعائیں کیجاتیں تھیں
اس نے لوگوں کے مال لوٹے اور بہت سے قریوں کو ویران کیا - قائم کو کوئی چارہ کار نہ تھا اتنا غنیمت رہا کہ وہ قائم سے
چند روز سید ہارہا - لیکن بعد میں اسکی نیت بدل گئی اور اس نے بغداد کو لوٹنے - اور خلیفہ کو قید کر لینے کا قصد کیا - خلیفہ
نے ابوطالب محمد بن میکائیل سلطان غز المعروف بہ طغرل بیک سے مدد مانگی (اسوقت رے میں تھا) اس اثنا میں بساسیری کے
مکان میں آگ لگا دی گئی ۴۴۷ہجری طغرل بیک آگیا - بساسیری رحبہ گیا - اور بہت سے ترک اس سے آملے - اس نے

بادشاہ مصر کو لکھا اُس نے روپے سے اسکی مدد کی۔ پھر تیال طغرلبیک کو اپنی مدد کے لیے لکھا اور اس کو یہ لالچ دیا کہ بصورت میری فتح ہونے کے میں تجھ کو طغرلبیک کی جگہہ تخت پر بٹھا دونگا۔ تیال اپنے بھائی سے اُلجھ پڑا۔ بساسیری باطمینان تمام سنہ ۴۵۰ ہجری میں سایاں مصریہ کے ساتھ بغداد پہونچا۔ خلیفہ نے اسکا مقابلہ کیا۔ المستنصر والی مصر کے نام کا خطبہ جامع مسجد میں پڑھا گیا اور اذان میں حی علے خیر العمل پڑھا گیا۔ پھر تمام مسجدوں میں (سوا مسجد خاص خلیفہ) اسکا خطبہ پڑھا گیا ایک مہینہ یہی حالت رہی اور مقابلہ و مقاتلہ جاری رہا۔ آخر ماہ ذی الحجہ میں بساسیری نے خلیفہ کو گرفتار کر لیا اور عانہ جا کر اسے قید کر دیا۔

اس اثنا میں طغرلبیک نے اپنے بھائی پر فتح پائی اور اسکو قتل کر کے متولی عانہ کو لکھا کہ خلیفہ کو فوراً رہا کر کے بعزت تمام دار الخلافت میں پہونچا دے چنانچہ ۱۵ ذی قعدہ سنہ ۴۵۱ ہجری میں خلیفہ اپنے مکان میں پہونچا دیا گیا۔ طغرلبیک نے بساسیری سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک لشکر مرتب کیا اور اسپر فتح پائی اور اسکا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا خلیفہ واپس آکر اپنے مصلے ہی پر سونے لگا۔ دن بھر روزے سے رہتا۔ اور رات کو اکثر نمازیں پڑھا کرتا اور جس جس نے اسکو اذیت دی تھی ان سب کو معاف کر دیا۔ اور جو کچھ کسی نے اس کے مکان سے لوٹا تھا وہ واپس نہ لیا اور کہا کہ ان کا حساب مجھے خدا کے سامنے دینا ہے تکیہ پر پھر سر نہ رکھا اسکی دینداری کی دلیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب اسکا گھر لوٹا گیا ہے تو ایک بھی آلہ لہو اس کے مکان سے برآمد نہیں ہوا

کہتے ہیں کہ جب بساسیری نے اسے قید کیا ہے تو اُس نے یہ دعا لکھکر کسی ترکیب سے مکہ شریف بھجوا کر دروازہ کعبہ شریف پر لٹکوا دی

دعا۔ بجناب کبریا از بندہ مسکین۔ الٰہی تو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ دلوں کا حال تجھ پر روشن ہے۔ الٰہی تو اپنے علم میں غنی ہے۔ اور تو اپنی خلقت کا حال پوری طرح جانتا ہے الٰہی تیرے اس بندے نے تیری نعمت کا کفران کیا ہے۔ اور شکر نعمت نہیں کیا۔ عواقب سے نا امید ہو گیا۔ اور موت کو یاد نہ کیا۔ تیرے حلم کو کھیل سمجھا یہانتک کہ ہمپر ایک باغی مسلط ہو گیا اور ہمارے ساتھ دشمنی کی۔ الٰہی مدد کم ہو گئی۔ اور ظالم کو غلبہ ہو گیا۔ الٰہی تجھے ہر چیز پر اطلاع ہے اور تو دانا منصف ہے اور حاکم ہے تجھ ہی سے میں فریاد کرتا ہوں اور تیری ہی طرف میں بھاگتا ہوں۔ اور اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی تیری مخلوق نے مجھ پر غلبہ کیا ہے۔ میں تجھ ہی سے فریاد کرتا ہوں۔ اور تجھے ہی اپنا انصاف سونپتا ہوں الٰہی ہماری پردے اٹھا دے۔ اور ہمپر اپنا فضل و کرم کر دے تو ہی خیر الحاکمین ہے۔

سنہ ۴۲۷ ہجری میں الظاہر عبیدی والی مصر مر گیا اور اسکی جگہ اسکا ہفت سالہ بیٹا بادشاہ بنایا گیا ظاہر نے ساٹھ برس اور چار مہینے سلطنت کی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اتنی مدت دراز کسی خلیفہ یا بادشاہ نے حکمرانی نہیں کی اسکے دوران سلطنت میں ایسا قحط پڑا کہ اسکی نظیر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا قحط تھا چنانچہ آدمیوں نے ایک دوسرے کو کاٹ کر کھا لیا۔ ایک ایک روٹی پچاس پچاس دینار میں فروخت ہوئی

سنہ ۴۴۳ ہجری میں معز بن بادیس نے عبیدیوں کا نام ملک مغرب میں خطبوں سے نکلوا ڈالا۔ اور بنو عباس کے نام کا خطبہ پڑھوایا

سنہ ۴۵۱ ہجری میں سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین بادشاہ غزنی اور سلطان جعفری بیگ بن سلجوق و طغرلبیگ والی خراسان کی آپس میں بعد از جنگ بسیار عہدنامہ صلح ہو گیا۔ لیکن اسکے ایک ہی سال کے بعد جعفری بیگ مر گیا اور اسکی جگہ الپ ارسلان تخت پر بیٹھا۔

سنہ ۴۵۴ ہجری میں خلیفے نے ردوکد بسیار۔ اور امکانی کوشش مدافعت کے بعد اپنی بیٹی کی شادی طغرل بیگ سے کر دی اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ کہ کوئی عباسیہ کسی غیر سے بیاہی گئی ہو حتے کہ بنی بویہ کو بھی اسکی تمنا رہی اور حالانکہ ان کو خلفا پر پورا اختیار و اقتدار حاصل تھا۔ بلکہ اپنے حکومت کرتے تھے۔ مگر یہ آرزو ان کی پوری نہ ہوئی تھی۔ اور اب تو یہ حال ہے کہ ہمارے زمانہ کے خلیفے نے اپنی بیٹی کا نائب السلطنت کے ایک غلام سے رمحض نائب السلطنت کو دباؤ میں آکر) عقد کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سنہ ۴۵۵ ہجری میں طغرل بیگ خلیفہ کی بیٹی کو لیکر بغداد میں آیا اور سواریث و خراج واپس کر دیا۔ اور بغداد پر ڈیڑھ لاکھ دینار ٹیکس لگا کر رستے چلا گیا۔ اور وہیں ماہ رمضان میں مر گیا (خدا انکی خطاؤں کو معاف نہ کرے اور اسکا وارث الپ ارسلان ہی ہوا۔ اور قائم بامر اللہ نے بھی اسے خلعت بھیجا)

ذہبی کہتے ہیں کہ یہی سب سے پہلا شخص ہے جو بغداد میں بر سر منبر سلطان کے نام سے پکارا گیا۔ اسکو وہ قوت و شوکت حاصل ہوئی جو کسی بادشاہ کو نہ ہوئی تھی

نصاریٰ کے اکثر شہروں کو اس نے فتح کیا اور نظام الملک کو اپنا وزیر بنایا اس نے وزیر سابق عبد الملک کی خرابیوں (مثلاً اشعریہ کو برا بھلا کہنا وغیرہ) کو رفع کیا۔ شافعیوں کی مدد کی۔ امام الحرمین اور ابو القاسم قشیری کا اکرام کیا اور مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے فقہا کے لیے یہی مدرسہ بنایا گیا تھا

سنہ ۴۵۸ ہجری میں دروازہ ازج کیطرف ایک لڑکی پیدا ہوئی جسکے دو چہرے اور دو گردنیں تھیں

اسی سال میں ایک ستارہ چاند کے برابر نمودار ہوا۔ اور دس راتوں کے بعد غائب ہو گیا لوگ اس ستارے کو دیکھ کر بہت ڈرتے تھے۔

سنہ ۴۵۹ ہجری میں مدرسہ نظامیہ بغداد میں مکمل ہو گیا اور شیخ ابو اسحاق شیرازی اسکے مدرس مقرر ہوئے طالب علم جمع ہو گئے۔ مگر شیخ ابو اسحاق نہ آئے اور کہیں چھپ رہے۔ آخر ابن الصباغ صاحب شامل نے درس دینا شروع کیا لوگوں نے شیخ ابو اسحاق کو بھی راضی کر لیا۔ اور انہوں نے بھی درس تدریس کا کام شروع کر دیا

سنہ ۴۶۰ ہجری میں رملہ میں ایسا زلزلہ آیا کہ اس کو بالکل تباہ کر دیا زمین میں سے پانی نکل آیا پچیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے سمندر بقدر یک روزہ راہ ہٹ گیا۔ لوگ وہاں مچھلیاں پکڑ رہے تھے کہ یکایک پانی پھر چڑھ آیا۔ اور تمام لوگ وہیں کے وہیں ڈوب گئے

سنہ ۴۶۱ ہجری میں جامع دمشق میں آگ لگ گئی اس کی تمام خوبیوں پر پانی پھر گیا۔ خوبصورتی میں فرق آگیا اور چھت میں جو چاندی لگی ہوئی تھی وہ سب ضائع ہو گئی

سنہ ۴۶۲ ہجری میں امیر مکہ کے ایلچی نے آکر سلطان الپ ارسلان کو اطلاع دی کہ مکہ شریف میں مستنصر کا خطبہ موقوف کر کے عباسیوں کا خطبہ پڑھنا شروع کیا گیا ہے اور اذان میں حی علے خیر العمل چھوڑ دیا گیا ہے سلطان نے اس ایلچی کو تیس ہزار دینار و خلعت عطا فرمایا (اس تغیر کی وجہ وہی قحط تھا جسکو ہم بیان کر چکے ہیں) اس قحط سے نظام سلطنت مصر میں بھی سخت خلل و ضعف آگیا تھا کہتے ہیں کہ اس قحط میں آدمی آدمیوں کو کاٹ کر کھا گئے۔ کتا پانچ دینار میں اور بلی تین دینار میں بک گئی یہانتک کہ ایک عورت نے ایک مد جواہرات لیکر اور بازار با واز بلند کہا کہ کوئی شخص مجھ سے یہ جواہرات ایک مد جو کے عوض میں لے لے۔ مگر کسی نے اسکیطرف التفات نہ کیا

سنہ ۴۶۳ ہجری میں جب اہل حلب نے مستنصر کا ادبار اور خلافت عباسیہ کا اقبال دیکھا تو آپ نے یہاں خلیفہ القائم

القائم بامر اللہ اور سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔
اسی سال مسلمانوں اور اہل روم کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور خدا نے مسلمانوں کو مظفر و منصور کیا الحمد للہ علی ذلک
اس جنگ میں سلطان الپ ارسلان نے بحیثیت سپہ سالار کے کام کیا اور شاہ روم کو خود گرفتار کیا۔ مگر بعد میں
ایک مال کثیر لے کر اسکو رہا کر دیا۔ اور پچاس برس کے لیے صلح کر لی بادشاہ روم کو چھوڑ دینے کے بعد سلطان الپ
ارسلان نے دار الخلافہ کیطرف سرنگاکر کے بجا آوری خدمت خلیفہ کا اشارہ کیا

سنہ ۴۶۴ ہجری میں جانوروں میں سخت وبا پڑی جس سے ریوڑ کے ریوڑ ضائع ہو گئے

سنہ ۴۶۵ ہجری میں سلطان الپ ارسلان مقتول ہوا اور ملک شاہ ملقب جلال الدولہ سلطان بنا اور نظام الملک
کو اپنا وزیر بنایا۔ اور اسکو اتابک یعنے امیر کا خطاب دیا۔ اس سال سے مصر میں بدستور گرانی رہی اور وبا شدید اسکے علاوہ تھی۔

سنہ ۴۶۶ ہجری میں بغداد میں بڑا سیلاب آیا۔ دجلہ تیس گز سے بھی زیادہ چڑھ آیا۔ جان و مال کا سخت نقصان ہوا لوگ کشتیوں
میں پناہ گزین ہوئے۔ حتی کہ دو مرتبہ جمعہ کی نماز کشتیوں میں ہوئی۔ خود خلیفہ نے نہایت عاجزی کے ساتھ حضور خداوندی
میں دعا مانگی قریب ایک لاکھ مکانات کے گر گئے۔ اور بغداد ایک چٹیل میدان ہو گیا۔

چہارشنبہ ۱۳ شعبان سنہ ۴۶۷ ہجری میں خلیفہ القائم بامر اللہ نے فصد کھلوائی۔ رات کو آرام سو یا۔ مگر سوتے میں کہیں زخم کا
منہ کھل گیا۔ رات بھر خون بہتا رہا جب آنکھ کھلی تو اسقدر ضعیف تھا کہ ہلا نہ جاتا تھا یہ حالت دیکھکر اس نے اپنے پوتے
عبد اللہ بن محمد ولی عہد کو بلایا اور وصیتیں کیں اور اسی راتکو انتقال کر گیا۔

القائم بامر اللہ نے پینتالیس سال خلافت کی

القائم بامر اللہ کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔

ابوبکر برقانی۔ ابو الفضل الفلکی۔ ثعلبی مفسر۔ قدوری شیخ الحنفیہ۔ ابن سینا شیخ الفلاسفہ۔ مہیار الشاعر۔ ابونعیم
صاحب الحلیہ۔ ابو زید الدرلوسی۔ بروعی المالکی صاحب التہذیب۔ ابو الحسن البصری المعتزلی۔ مکی صاحب الاعراب شیخ
محمد الجوینی۔ مہدوی صاحب التفسیر۔ افلیلی۔ ثمانینی۔ ابو عمر والدوانی۔ خلیل صاحب الارشاد سلیم الرازی۔ ابو العلاء المقری
ابو عثمان الصابونی۔ ابن بطال شارح البخاری۔ قاضی ابو الطیب الطبری۔ ابن شیطی المقری۔ الماوردی الشافعی۔ ابن باب
شاد۔ قضاعی صاحب الشہاب۔ ابن برہان النحوی۔ ابن حزم الظاہری بیہقی۔ ابن سیدہ صاحب المحکم۔ ابو یعلی بن الفراء
شیخ الحنابلہ حضرمی شافعی۔ ہذلی صاحب الکامل فی القرات۔ وزرائی خطیب بغدادی۔ ابن رشیق صاحب عمدہ ابن عبد البر

المقتدی بامر اللہ

المقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن القائم بامر اللہ اسکا باپ اسکو حمل میں چھوڑ کر قائم ہی کی حیات میں مر گیا تھا اپنے
باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ایک ام ولد ارجوان نامی کے بطن سے پیدا ہوا اپنے دادا کے مرنے کے بعد بعمر انیس ۱۹ سال
و سہ ماہ تخت خلافت پر بیٹھا شیخ ابو اسحاق شیرازی اور ابن الصباغ والدامغانی کے سامنے لوگوں نے اس سے بیعت
کی اس کے زمانہ خلافت میں دیار و امصار میں بہت سی نیکیاں اور حسنات ظاہر ہونے لگیں برخلاف گزشتہ اس کے ایام
سلطنت میں خلافت کی حرمت و عزت بڑھ گئی لہو و لعب اور گانے بجانے کو بغداد میں منع کر دیا گیا۔ اور حکم دیا کہ کوئی

شخص حمام میں بغیر تہبند باندھے نہ جائے۔ حماموں کے برج گروادئے تاکہ لوگوں کے مکانوں کی بے پردگی نہ ہو۔ نجبا بنو عباس میں یہ خلیفہ، نہایت دیندار متقی۔ قوی النفس عالی ہمت تھا

سال اول خلافت میں عبیدیوں کا خطبہ از سر نو مکہ شریف میں پڑھا جانے لگا۔

اسی سال نظام الملک نے منجموں کو جمع کرکے نوروز اول نقطہ برج حمل سے شروع کرایا۔ اس سے پہلے نوروز نصف برج حوت میں آفتاب کے آجانے کے روز سے شروع کیا جاتا تھا۔ ابتک تقویم نظامی ہی پر عمل ہوتا چلا آرہا تھا۔

۴۶۸ھ ہجری میں دمشق میں مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اور اذان سے حی علے خیر العمل نکلوا ڈالا گیا جس سے لوگ بہت ہی خوش ہوئے

۴۶۹ھ ہجری میں ابو نصر بن استاد ابو القاسم القشیری الاشعری بغداد میں آئے اور مدرسہ نظامیہ میں وعظ کہا اور چونکہ اُنہوں نے تمام دلائل مذہب عشریہ کے بیان کیے تھے اسلیے حنبلیوں کو جوش آیا۔ اور سخت فتنہ برپا ہوگیا ان کے موافق و مخالف دونوں گروہ بڑھ گئے حتے کہ بہت سے لوگ اس فساد میں مقتول ہوئے

اسی سال فخر الدولہ ابن جہیر وزارت مقتدی سے معزول کیا گیا۔ کیونکہ وہ سخت حنبلی تھا

۴۷۰ھ ہجری میں مقتدی نے شیخ ابو الاسحاق شیرازی کو سلطان کیطرف بھیجکر عمید ابو الفتح کی زیادتیوں کی شکایت کی

۴۷۱ھ ہجری میں تمام بلاد میں ارزانی ہوگئی اور قحط رفع ہوگیا۔

اسی سال خلیفہ نے ابو شجاع محمد بن حسن کو وزیر بنایا اور اسکو ظہیر الدین کا خطاب دیا۔ میرے خیال میں یہ سب سے پہلا خطاب ہے جس میں دین کیطرف نسبت کی گئی ہے

۴۷۲ھ ہجری میں سلیمان بن قتلمش سلجوقی والی قونیہ واقصرا اپنے لشکر کے ساتھ شام کیطرف گیا اور انطاکیہ پر جو ۳۵۸ھ ہجری سے روم کی سلطنت میں تھا، قابض ہوگیا اور سلطان ملک شاہ کو اس فتح کی مبارکباد دی

ذہبی کہتے ہیں کہ آل سلجوق روم کے شہروں کے بادشاہ تھے۔ ان کی سلطنت باقی رہی اور انکی اولاد زمانہ ملک الظاہر تک حکمران تھی

۴۷۸ھ ہجری میں بغداد میں کالی آندھی آئی۔ اور خوب بجلی چمکی۔ ریت اور مٹی آسمان سے مینہ کیطرح برسی کئی جگہ بجلی گری لوگوں نے سمجھا کہ قیامت آگئی لیکن تین ساعت بعد از عصر کے یہ حالت زائل ہوگئی۔ امام ابو بکر طرطوسی نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں لکھا ہے

۴۷۹ھ ہجری میں یوسف بن تاشفین والی سبتہ و مراکش نے مقتدی سے درخواست کی کہ جو شہر اسکے قبضہ میں ہیں وہ اسکو دیکر سلطان کا لقب عطا کر دیا جائے۔ چنانچہ مقتدی نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اس کے پاس خلعت و علم بھیجا اور اسکو امیر المسلمین کا خطاب عطا کیا اور ان عطیات سے نہ صرف وہی بلکہ فقہاء مغرب بھی خوش ہوئے اسی یوسف بن تاشفین نے شہر مراکش کی بنیاد رکھی تھی

اسی سال سب سے پہلے مرتبہ سلطان ملک شاہ بغداد میں آیا۔ دار المملکت میں قیام پذیر ہوا اور اس قیام میں چوگان کھیلا اور پھر اصفہان واپس چلا گیا۔

اسی سال حرمین شریفین میں عبیدی کا خطبہ موقوف ہو کر مقتدی کا خطبہ پڑھا جانے لگا

۴۸۱ھ ہجری میں بادشاہ غزنی المؤید ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین مر گیا اور اسکی جگہ جلال الدین مسعود تخت نشین ہوا

۴۸۳ھ ہجری میں بغداد میں مستوفی دولت تاج الملک نے ایک مدرسہ باب ابرز کے پاس بنایا۔ اور ابو بکر شاشی نے اسمیں درس دیا۔

سنہ ۴۸۴ ہجری میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ سقلیہ پر قبضہ کرلیا۔ یہ جزیرہ سب سے پہلے سنہ ۲۱۲ ہجری میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا مدتوں آل غالب اسپر خلیفہ کیطرف سے حکمران رہی۔ پھر عبیدی سلطنت کے قبضہ میں رہا۔ ان سے فرنگیوں کے قبضہ میں آیا

اسی سال پھر ملک شاہ بغداد میں آیا۔ اور ایک بہت بڑی جامع مسجد بنوائی اور امرا نے اس کے گرد مکانات بنوائے ملک شاہ اصفہان چلا گیا۔ مگر سنہ ۴۸۵ ہجری میں پھر بغداد میں آیا۔ اور خلیفہ کو کہلا بھیجا کہ آپ بغداد کو خالی کرکے جہاں آپکے سینگ سمائیں چلے جائیں خلیفہ کو اس سے سخت رنج ہوا۔ اور ایک ماہ کی مہلت مانگی ملک شاہ نے ایک ساعت کی بھی مہلت دینے سے انکار کیا۔ آخر بہزار دشواری دس روز کی مہلت دی۔ ابھی یہ دس دن گزرنے نہ پائے تھے کہ سلطان بیمار ہوا اور مر گیا۔ لوگوں نے اس موقعہ کو خلیفہ کی کرامت پر محمول کیا۔ کہتے ہیں کہ ایام مہلت میں خلیفہ نے روزے رکھے اور افطار کرکے راکھ پر بیٹھکر نہایت عجز کے ساتھ سلطان ملک شاہ کے لیئے دعا مانگی جو قبول ہوئی

جب سلطان ملک شاہ مر گیا تو اسکی بیوی نے اسکی موت پوشیدہ رکھی اور خفیہ طور پر امرا سے اپنے بیٹے کے لیئے (جسکی عمر پانچ برس کی تھی) عہد لے لیا۔ پھر مقتدی سے درخواست کی کہ اس بچے کو اس کے باپ کی جگہ سلطان بنا دیا جائے۔ خلیفہ نے اسکو منظور کرلیا۔ اور اسکو ناصر الدنیا والدین کا خطاب دیا۔ چند روز بعد برکیارق بن ملک شاہ پہونچ گیا۔ خلیفہ نے اسکو بلقب رکن الدولہ سلطان بنایا۔ اور ممالک محروسہ میں اسکی اطلاع بھجوادی یہ سنہ ۴۸۵ ہجری میں وقوع پذیر ہوا تھا

سنہ ۴۸۷ ہجری میں دفعۃً ایک خلیفہ مر گیا کہتے ہیں کہ اسکی جاریہ شمس النہار نے اسے زہر دیدیا تھا

مقتدی کے زمانہ میں حسب ذیل علما نے انتقال کیا۔

عبد القاہر جرجانی۔ ابو الولید الباجی۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی۔ اعلم النحوی۔ ابن الصباغ صاحب الشامل المتولی امام الحرمین۔ والدامغانی حنفی۔ ابن فضال المجاشعی۔ بزدوی شیخ الحنفیہ

المستظہر باللہ ابو العباس

المستظہر باللہ ابو العباس احمد بن المقتدی باللہ ماہ شوال سنہ ۴۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کے بعد بعمر سولہ سال تخت خلافت پر بیٹھا

ابن اثیر کہتے ہیں کہ مستظہر نہایت ملائم طبیعت کریم الاخلاق نیک کاموں میں جلدی کرنے والا خوشخط انشا پرداز اور ان فنون میں اپنا کوئی ہمسر نہ رکھتا تھا۔ علم وسیع رکھتا۔ شجاع۔ سخی۔ علما۔ وصلحا پر جان دینے والا تھا۔ بدقسمتی سے اسے اپنے ایام خلافت میں چین نہ ملا اور ہمیشہ جنگوں کا منہ دیکھنا پڑا

سال اول خلافت میں مستنصر عبیدی والی مصر مر گیا اور اسکا بیٹا مستعلی احمد تخت پر بیٹھا اسی سال اہل روم نے بلنسیہ پر قبضہ کرلیا

سنہ ۴۸۸ ہجری میں احمد خان والی سمرقند قتل ہوا۔ کیونکہ وہ کھلا کھلا زندیق تھا۔ امرا نے اسے گرفتار کرلیا اور فقہا نے اس کے قتل کا فتوی دیا (خدا اسپر رحم نہ کرے) اور اسکے بعد اسکا چچیرا بھائی تخت نشین ہوا

سنہ ۴۸۹ ہجری میں ہفت سیارہ سوا زحل کے برج حوت میں جمع ہوئے منجموں نے حساب لگایا کہ زمانہ نوح علیہ السلام جیسا طوفان آئیگا۔ لیکن سوا اسکے کچھ بھی نہ ہوا کہ قافلہ حجاج جب دار المناقب پہنچا تو ایک سیل آیا اور سب کو بہا لے گیا۔

سنہ ۴۹۰ ہجری میں سلطان ارغوان بن ارسلان سلجوقی والی خراسان مارا گیا اور سلطان برکیارق نے اس کے تمام ممالک پر قبضہ کرلیا

اسی سال حاجب انطاکیہ معرہ اور شیراز میں ایک ماہ عبیدیوں کا خطبہ پڑھا گیا۔ لیکن پھر عباسیوں کا خطبہ پڑھا جانے لگا
اسی سال فرنگیوں نے نیقیہ پر قبضہ کر لیا (یہ سب سے پہلا شہر تھا جو ان کے قبضہ میں آیا) اور اس میں اپنی مرضی کے موافق کفر پھیلایا قرب وجوار میں خوب قتل وغارت کیا۔ فرنگیوں کی ملک شام پر یہ پہلی ہی پیشقدمی تھی کہ قسطنطنیہ کے رستہ ایک بڑی فوج کے ساتھ کی تھی بادشاہ اور رعایا میں اس سے سخت اضطراب پھیل گیا
کہتے ہیں کہ والی مصر نے جیسا طاقت سلجوقیہ کو بڑھتے دیکھا تو شام پر قبضہ کر لینے کے لیے فرنگیوں کو بھیجا لیکن ہر طرف سے فرنگیوں کے خلاف لوگ اٹھ کھڑے ہوئے
۴۹۲ھ ہجری میں اصفہان میں باطنیوں کا خوب زور پھیل گیا۔ اسی سال فرنگیوں نے ڈیڑھ ماہ کی قلعہ بندی کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ اور ستر ہزار آدمیوں کو قتل کر ڈالا ان ہی میں بہت سے علماء وعباد وزہاد تھے۔ بہت سے مشاہد کو ڈھا دیا۔ اور بہت یہودیوں کو ایک کنیسے میں جمع کر کے آگ لگا دی۔ بقیۃ السیف لوگوں نے بغداد میں آکر وہاں کے ایسے واقعات بیان کیے کہ جن سے بے اختیار آنسو نکل آتے تھے۔ شعراء نے اس واقعہ ہائلہ پر بڑے مرثیے اور ہزار دشہر آشوب لکھے اور بادشاہوں کو غیرت دلائی۔ آخر سلاطین نے جمع ہو کر فرنگیوں کو بیت المقدس سے نکالدیا
اسی سال محمد بن ملک شاہ نے اپنے بھائی برکیاروق پر چڑھائی کر دی۔ اور اسکو مغلوب کر لیا۔ خلیفہ نے محمد بن ملک شاہ کو خلعت سلطانی اور خطاب غیاث الدنیا والدین عطا کیا۔ اسکا نام خطبہ میں شامل کیا۔ لیکن بعد میں پھر ان دونوں کی آپس میں ناچاقی ہو گئی
اسی سال حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف طبریہ سے دمشق میں آیا۔ لوگوں نے دور دور سے آکر اس کی زیارت کی اور آخر جامع مسجد کے ایک حجرہ میں رکھ دیا گیا
۴۹۴ھ ہجری میں باطنیوں کا عراق میں سخت زور ہوا سینکڑوں کو انہوں نے قتل کر دیا۔ انہی میں رویانی بھی تھے۔ ہر شخص اپنے خائف تھا۔ لوگوں نے کپڑوں کے نیچے زرہیں پہننی شروع کر دیں
اسی سال فرنگیوں نے سروج حیفا ارسوف۔ اور قیساریہ پر قبضہ کر لیا
۴۹۵ھ ہجری میں المستعلی والی مصر مر گیا۔ اور اسکا پانچ سالہ بیٹا الآمر باحکام اللہ اسکی جگہہ تخت پر بیٹھا
۴۹۶ھ ہجری میں سلطان کے خلاف فساد اٹھے اور اسکا نام خطبوں سے خارج کر دیا گیا اور صرف خلیفہ کا نام خطبوں میں باقی رکھا گیا
۴۹۷ھ ہجری میں محمد اور برکیاروق کی آپس میں صلح ہو گئی اور اسکا سبب یہ ہوا کہ ان دونوں کی عداوت سے فساد عام ہو گیا۔ اور کھلے طور پر غارت گری اور خونریزی ہونے لگی۔ شہر تباہ وبرباد ہو گئے سلطنت پر لوگوں نے دست جمع دراز کیا۔ اور جو لوگ مقہور تھے وہ قاہر کی حیثیت میں نکلنے لگے یہ حالت دیکھکر بہت سے عقلاء بیچ میں پڑ گئے اور طرفین میں صلح کرا دی اور عہد نامہ کو قسموں کے ساتھ مضبوط کر دیا خلیفہ نے بھی اپنی طرف سے برکیاروق کو خلعت بھیجدیا۔ اور اسکا نام خطبوں میں داخل کر دیا۔
۴۹۸ھ ہجری میں سلطان برکیاروق مر گیا امراء نے اس کے بعد اسکے بیٹے جلال الدولہ کو جسکی عمر پانچسال کی تھی سلطان بنایا اور خلیفہ نے بھی حسب معمول اسکا نام خطبوں میں داخل کر دیا۔ لیکن اسکے چچا محمد نے خروج کیا لوگ اس کے ساتھ ہو گئے خلیفہ نے محمد کو خلعت دیا اور پھر وہ اصفہان کی طرف بحیثیت سلطان چلا گیا یہ شخص نہایت ہیبت ناک

تھا اور اس کے پاس بہت سی فوجیں تھیں

اسی سال بغداد میں چیچک کا زور ہوا جس سے بے تعداد بچے مر گئے جب چیچک کم ہوئی تو سخت وبا پڑ گئی۔

۴۹۹ھ ہجری میں نواحی نہاوند میں ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا بہت سے لوگ اسکے ساتھ ہو گئے لیکن قتل کیا گیا

۵۰۰ھ ہجری میں قلعہ اصفہان باطنیہ سے چھین کر گرا دیا گیا۔ اور بہت سے باطنی قتل کر دیے گئے اس کامیابی کا شہرہ بعد از محاصرہ شدید سلطان محمد کے سر رہا۔ الحمد للہ علی ذلک

۵۰۱ھ ہجری میں سلطان نے سراؤں کا محصول اور اکثر ٹیکس بغداد میں معاف کر دیئے اور عدل و انصاف پھیلایا اور لوگوں کی دعائیں لیں

۵۰۲ھ ہجری میں فرقہ باطنیہ نے پھر شہر شیراز پر بحالت غفلت نرغہ کیا اور اس پر قابض ہو گئے لوگوں نے دروازے بند کر لئے اور وہاں سے نکل بھاگے لیکن باطنیہ نے انکو ہلاک کر دیا۔ اسی دار و گیر میں ایک باطنیہ نے بغداد میں شیخ الشافعیہ رویانی صاحب البحر کو بغداد میں قتل کر دیا جیسا کہ پہلے اشارہ ہو چکا ہے۔

۵۰۳ھ ہجری میں فرنگیوں نے دو برس کے محاصرہ کے بعد طرابلس کو فتح کر لیا

۵۰۴ھ ہجری میں فرنگیوں نے مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں خیال تھا کہ وہ شام کے اکثر حصہ پر قابض ہو جائیں گے اور مسلمانوں نے صلح کرنی چاہی لیکن فرنگیوں نے انکار کر دیا مگر لاکھوں دینار لیکر صلح کر لی اور باوجود اسکے بے ایمانی کر کے مسلمانوں کو تکلیفیں پہونچائیں۔ خدا انپر لعنت کرے۔

اسی سال مصر میں کالی آندھی ایسی آئی کہ جس سے ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا ریت کی مار سے دم بند ہوا جاتا تھا جس سے سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے لیئے روشنی ہو گئی اور زردی چھا گئی یہ حالت عصر سے مغرب کے بعد تک قائم رہی۔

اسی سال فرنگیوں کی ابن تاشفین شاہ اسپین کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ مگر الحمد للہ کہ مسلمانوں کی فتح ہوئی بہت سے عیسائی قید اور قتل ہوئے۔ اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ فرنگیوں کے بڑے بڑے شجاع اس لڑائی میں مارے گئے

۵۰۶ھ ہجری میں مودود شاہ موصل ایک لشکر کے ساتھ فرنگیوں کے بادشاہ سے بیت المقدس میں لڑنے کے لیے گیا۔ اور ایک سخت معرکہ ہوا پھر مودود دمشق کیطرف چلا آیا۔ اور جمعہ کی نماز پڑھ کر نکلا تھا کہ ایک باطنی نے اسکو زخمی کیا جسکے صدمہ سے وہ اسی روز مر گیا۔ فرنگیوں کے بادشاہ نے دمشق میں خط بھیجا کہ تمہارے بادشاہ کو تمہاری عید کے دن تمہارے خدا کے گھر میں تمہارے غلام نے قتل کر دیا۔ شرم کی بات ہے

۵۱۱ھ ہجری میں ایک سیل سخت آیا جس سے سنجار اور اسکے گرد و نواح کے اکثر گاؤں ڈوب گئے اور بہت سی خلقت ہلاک ہو گئی یہانتک کہ شہر کے دروازوں تک پانی آ گیا۔

اسی سال سلطان محمد مر گیا اور اسکے بعد اسکا بیٹا محمود بعمر ۱۴ سال تخت نشین ہوا

۵۱۲ھ ہجری میں خلیفہ المستظہر باللہ بروز چہارشنبہ تیرہ ربیع الاول پچیس برس خلافت کر کے مر گیا۔ ابن عقیل شیخ الحنابلہ نے اسے غسل دیا۔ اور اسکے بیٹے المسترشد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر اسکے چند روز بعد اسکی دادی یعنے مقتدی کی والدہ مر گئی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ کسی خلیفہ کی دادی اپنے پوتہ کے زمانہ خلافت تک زندہ نہیں رہی مگر والدہ مقتدی نے اپنے بیٹے پوتے اور پڑپوتے کو تخت خلافت پر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

سلفی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو الخطاب بن جراح نے بیان کیا کہ میں نے رمضان شریف میں مستظہر کے ساتھ نماز پڑھی ایک

رکعت میں پہلے سورہ یوسف میں یوں پڑھا (اِنَّ اَبْنَکَ سُرِّقَ) تحقیق تیرا بیٹا چوری کیا گیا) کیونکہ میں نے کسائی سے یہی سنا تھا جب میں نے سلام پھیرا تو مستظہر نے کہا یہ قرات بہت درست ہی۔ کیونکہ اس کے روسے اولاد انبیا کی کذب سے منزہ ہوتی ہی۔
المستظہر کے زمانہ میں حسب ذیل علمار نے وفات پائی۔
ابو المظفر السمعانی۔ نصر المقدسی۔ ابو الفرج الرازی، رویانی۔ الخطیب التبریزی۔ کیا رالہراس۔ امام غزالی۔ شاشی جس نے مستظہر کے واسطے کتاب الحلیہ لکھکر اسکا نام مستظہری کہا۔ ابی وردی اللغوی

المسترشد باللہ

المسترشد باللہ ابو منصور الفضل بن المستظہر باللہ ربیع الاول ۴۸۵ھ ہجری میں پیدا ہوا بعد اپنے والد کے ربیع الآخر ۵۱۲ھ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ بڑا باہمت وجرأت صاحب الرای بامیبت شخص تھا۔ امور خلافت کو بڑی خوبصورتی سے ترتیب دی رسم خلافت کو از سر نو زندہ کر دیا۔ ارکان شریعت کو مضبوط کیا۔ خود بنفس نفیس جنگوں میں شریک ہوا۔ کئی بار نوبہ۔ حلہ۔ موصل۔ طریق خراسان کیطرف گیا۔ آخر میں اسکی فوج نے ہمدان کے پاس شکست کھائی اور آذربیجان میں قید کرکے بھیجا گیا
ابو القاسم بن بیان اور عبد الوہاب بن ہبۃ اللہ السبتی سے حدیث سنی اور محمد بن عمر بن المکی الاہوازی اسکے وزیر علی بن طراد اور سمعیل بن طاہر الموصلی نے اس سے حدیث روایت کی اس کے علم وفضل کی نسبت اتنا کہدینا کافی ہے کہ ابن صلاح اور ابن سبکی نے اسکو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے۔ ابو بکر شاشی نے ایک کتاب فقہ میں تصنیف کرکے اس کے نام سے مشہور کی اور عمدۃ الدنیا والدین خطاب پایا۔
ابتدا میں نہایت عابد زاہد تھا۔ صوف کے کپڑے پہنتا تھا۔ اپنے مکان میں عبادت کے لیئے ایک الگ جگہ بنائی ہوئی تھی مسترشد کو اسکے باپ نے نہ صرف ولیعہد ہی بنایا تھا۔ بلکہ اسکا نام سکہ میں داخل کرا دیا تھا۔ نہایت خوشخط تھا اور تمام خلفار بنی عباس پر اس فن میں سبقت لے گیا۔ اکثر کاتبوں کو صلاحین دیا کرتا تھا۔ اسکی جرءت وہیبت وشجاعت اور اسکے حملے مشہور ہیں لیکن اسکے زمانہ میں تشویش بہت رہی اور مخالفین سے مکدر رکھا اس حالت کے رفع کرنے کے لیے وہ خود نکلا کرتا تھا۔ چنانچہ آخر مرتبہ عراق کیطرف گیا مگر شکست کھا کر گرفتار اور شہید ہوا
ذہبی کہتے ہیں کہ جب سلطان محمود بن ملک شاہ ۵۲۵ھ ہجری میں مرگیا اور اسکی جگہ اسکا بیٹا داؤد سلطان ہوا۔ لیکن اسپر اسکے چچیرے بھائی نے خروج کیا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی لیکن پھر صلح ہوگئی۔ سلطان مسعود کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا اور اس کے بعد داؤد کا۔ بارگاہ خلافت سے دونوں کو حسب معمول خلعت عطا ہوئی چند روز بعد خلیفہ اور مسعود کی بگڑ گئی۔ اور وہ لڑائی کے لیئے نکلا۔ دونوں کی فوجوں نے خوب جدال وقتال کیا۔ لیکن خلیفہ کے لشکر نے نمک حرامی کی اور اکثروں نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ کو شکست ہوئی اور مع خواص کے ہمدان کے قریب ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا جب اہل بغداد کو اسکی خبر پہونچی تو لوگ بازاروں میں اپنے سروں پر خاک ڈالتے روتے شور کرتے ہوئے نکلے اور عورتیں سر کے بال کھولے خلیفہ کے لیے بین کرتی پھریں نماز وخطبہ اس روز بند رہا
ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس روز بغداد میں زلزلہ آیا۔ اور پانچ چھ روز تک متواتر پانچ چھ مرتبہ روزانہ زلزلے آتے رہے لوگ اس سے اور بھی ڈر گئے آخر سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے مسعود کو لکھا کہ اس خط کے پہونچتے ہی تم خود خلیفہ کے پاس جاؤ

اور زمین خدمت چوم کر اس سے معافی مانگو اور اپنے آپ کو گناہگار ظاہر کرو۔ کیونکہ آندھی بجلی۔ زلزلے۔ اور رات کا دس روز تک باقی رہنا۔ فوج میں تشویش کا پھیلنا۔ شہروں میں انقلاب عظیم کا پیدا ہو جانا۔ ایسی آسمانی و زمینی علامات ہیں کہ دیکھنے دشوار ہیں مجھے خدا کی جانب سے اپنی جان کا خوف ہے پھر جامع مسجدوں میں نماز اور خطبوں کا نہ ہونا کتنا بڑا غضب ہے اس بار کے اٹھانے کی مجھے طاقت نہیں ہے اسلئے اپنی اس حرکت کی تلافی کرو اور امیر المومنین کو انکے مقام عالیشان تک پہونچا دو اور جیسا کہ ہماری اور تمہاری آبا کی عادت رہی ہے انکے سامنے انکا عصا ہو جاؤ۔ مسعود نے سلطان سنجر کے حکم کی تعمیل کی اور خلیفہ کے آگے زمین خدمت چوم کر معافی مانگی۔ سلطان سنجر نے پھر ایک قاصد اور ایک فوج کو مسعود کیطرف خلیفہ کے مقام ذی شان تک واپسی کی ترغیب دینے کے لیے روانہ کی۔ اس فوج میں سترہ باطنی بھی شامل ہوکر گئے بیان کیا جاتا ہے کہ مسعود کو ان کی خبر نہ تھی۔ لیکن بعض کا خیال ہے کہ مسعود ہی نے ان سے سازش کی تھی غرض یہ باطنی خلیفہ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور معہ اس کے دوستوں کے جو اس خیمہ میں تھے اسے قتل کر ڈالا۔ لشکر کو اس واقعہ کی اسوقت خبر ہوئی جبکہ وہ اپنا کام تمام کر چکے تھے آخر وہ سب گرفتار ہو کر قتل کر دیے گئے لعنہم اللہ علیہم اجمعین سلطان تعزیت میں بیٹھا اور سوگ کیا لوگوں کے شور و واویلا سے ایک ہنگامہ برپا تھا بغداد میں یہ خبر پہونچتے ہی لوگوں پر بار الم ٹوٹ پڑا۔ لوگ برہنہ پا کپڑے پھاڑتے ہوئے اور عورتیں بال بکھیرے گالوں پر طمانچے مارتی ہوئیں نکلیں اسکی وجہ صرف یہ تھی مسترشد کو بوجہ شجاعت عدل و رفق کے ہر شخص محبوب سمجھتا تھا

واقعہ قتل مسترشد بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۶ ذی قعدہ ۵۲۹ھ ہجری میں ہوا مسترشد کا شعر ہے کہ ترجمہ میں ایسا گھوڑا ہوں کہ جنگوں میں بلایا جاتا ہوں ٭ اور جو دنیا کو بغیر مزاحمت قبضہ میں لے آتا ہے۔ میرا لشکر بہت جلد ارض روم میں پہونچ جائیگا اور عنقریب چین کے دور دراز ممالک میں میری شمشیر اور تیروں کی چمک جا پہونچے گی۔

جب وہ قید ہوا تو کہا ترجمہ اگر شیروں پر قبیلہ اعادی کے بولنے والے اور گونگے کتوں نے فتح پائی تو کچھ عجب نہیں ہے۔ وحشی قاتل امیر حمزہ کے ہتیار نے حمزہ کو شربت شہادت چکھایا۔ اور ابن ملجم نے علی کو۔

جب مسترشد کو شکست ہوئی اور لوگوں نے اسکو پسپائی کی رائے دی تو اس نے نہ مانا اور ثابت قدم رہا آخر گرفتار ہوگیا ترجمہ لوگ کہتے ہیں کہ دشمنوں نے اسکو نرغہ میں لے لیا تھا جمے رہو اور بھاگو مت میں نے انکی بات مان لی۔ آدمی جب تک نصیحت پر عمل نہیں کرتا دھوکہ میں رہتا ہے۔ جب سے میں زندہ ہوں میں چین نہ پاتا اور نہ زمانہ مجھے شر سے ستاتا۔ اگر میں جانتا کہ خدا کا غیر نفع پہنچاتا ہے اور نقصان پہونچاتا ہے۔

ذہبی کی روایت ہے کہ اس نے عید الضحیٰ میں لوگوں کے سامنے یہ خطبہ پڑھا اللہ بہت بڑا ہے۔ ستارے کس طرح حرکت کر رہے ہیں اور روشنی جلوہ ریز ہے اور آفتاب طلوع ہے زمین پر آسمان سے بارش برستی ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ ابر کس طرح رواں ہے اور سراب تاباں ہے اور طلب کرنے والے کامران ہیں۔ اور بازگشت نے آنے والے کو مسرور کر دیا یہ خطبہ بلیغ کہکر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھنے لگا اور کہنے لگا۔ یا اللہ میری ذریت کے بارے میں میری اصلاح کر اور تو نے مجھے جس چیز کا مالک بنایا ہے اس میں مجھے میانہ رو رکھ اور اپنی نعمت کے شکر کرنے کی توفیق دے اور میری مدد کر۔ پس جب وہ ختم کر چکا اور اترنے کا قصد کیا تو فوراً ابو المظفر ہاشمی یہ اشعار پڑھ کر سنانے لگا۔ اے بہتر شخص جو منبر پر چڑھا ہوا ہے تجھ پر اللہ کا سلام اس کے جھنڈوں سے ظفر مندی لپٹی ہوئی ہے اور افضل ہے جو مخلوق کا امام ہے اور اپنی نیک سیرت میں انکے اندر مشہور ہے اور وہ حکومت کا مالک اور مشرق و مغرب میں زمین والوں سے افضل ہے اور جس کے باعث اس کے دادا کے وقت سے پارسی

نازل ہو تیرے خطبہ نے ہمارے کانوں کو مسرور کر دیا ہے اور تیری نصیحت سے پتھر نرم ہو جاتا ہے۔ تو نے اپنی نصیحت سے تمام دلوں میں ہیبت جھردی ہے کہ خوف الٰہی سے ممبر لرز اٹھا ہے تو نے اس سے مدنان کی بزرگی کو بڑھا دیا ہے۔ اس کے باعث مخلوق میں تجھے فخر حاصل ہو گیا ہے۔ تو نے بنو عباس کو سروار بنا دیا ہے اللہ کے زمانہ میں تو ہمارا امام ہے اور اللہ کے دین میں تو ہمارا صمد ہے تو زمانہ اور ملک میں باقی رہے۔ تجھے عید مبارک ہو تیرا نماز پڑھنا اور قربانی ہمیں مبارک ہو

وزیر جلال الدین حسن بن علی بن صدقہ مدح مسترشد میں کہتا ہے ترجمہ۔ میں نے ذائقہ اور رقت کی لحاظ سے تمام مخلوق کو پانی پایا اور امیر المومنین کو اسکا زلال دیا کو اگر بمنزلہ پانی کے مانا جائے تو امیر المومنین اسکا زلال ہے۔ میں نے عقل کی مجسم تصویر کھچوائی: تو بالکل امیر المومنین کی تصویر ہوئی۔ اگر دین و شرع و اتقا کا لحاظ نہ ہوتا تو میں امیر المومنین کی عظمت دیکھ کر جل جلالہ کہتا۔

مسترشد کے زمانہ خلافت یعنے ۵۲۳ھ ہجری میں ایک ابر اٹھا اس نے موصل میں آگ برسائی اور بہت سے مکانات کو جلا کر سیاہ کر دیا

اسی سال الامر باحکام اللہ والی مصر لاولد مر گیا۔ اور اس کے بعد اسکا چچیرا بھائی حافظ عبد المجید بن محمد بن مستنصر تخت پر بیٹھا

اسی سال بغداد میں اڑنے والے دو نیش والے بچھو پیدا ہوئے جن سے بہت سے بچے ہلاک ہوئے اور لوگوں پر سخت خوف طاری ہوا

مسترشد کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی

شمس الائمہ ابو الفضل امام الحنفیہ۔ ابو الوفا ابن عقیل الحنبلی۔ قاضی القضاۃ ابو الحسن الدامغانی۔ ابن طلبۃ المقری۔ طغرائی صاحب لامیۃ العجم۔ ابو علی الصدفی الحافظ۔ ابو نصر القشیری۔ ابن القطاع اللغوی۔ محی السنۃ بغوی۔ ابن الفحام المقری۔ حریری صاحب مقامات۔ میدانی صاحب الامثال۔ ابو الولید بن رشد المالکی۔ امام ابو بکر الطرطوشی۔ ابو الحجاج السرقسطی۔ ابن السید البطلیوسی۔ ابو علی الفارقی۔ ابن الطراوۃ النحوی۔ ابن باذش۔ ظافر الحداد شاعر۔ عبد الغافر الفارسی وغیرہ

الراشد باللہ

الراشد باللہ ابو جعفر منصور بن مسترشد ۵۰۲ھ ہجری میں ایک ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا کہتے ہیں کہ جب وہ پیدا ہوا تو اس کے پاخانے کی جگہہ نہ تھی طبیب بلائے گئے انہوں نے تجویز کی کہ سونے کی آلہ سے اسکا مخرج بنایا جائے پس ایسا کیا گیا اور نفع ہوا

اس کے باپ نے ۵۱۳ھ ہجری میں اسے ولیعہد مقرر کیا اور اپنے والد کے قتل ہونے پر ذی قعدہ ۵۲۹ھ ہجری میں خلیفہ مقرر ہوا فصیح۔ ادیب۔ شاعر۔ شجاع۔ جوانمرد۔ سخی۔ نیک سیرت عادل شخص تھا۔ اور شر سے متنفر تھا

جب سلطان مسعود بغداد میں واپس آیا تو راشد موصل کیطرف چلا گیا سلطان مسعود نے قضاۃ و اعیان و علماء کو بلوا کر محضر لکھوایا جس میں بہت سے لوگوں کی شہادت قلمبند کی گئی تھی کہ راشد نے فلاں فلاں پر ظلم کیا اور زبردستی انکا مال چھینا خونریزی کی اور شراب پی فقہاء سے فتوی لیا گیا کہ جو شخص ایسے حرکات کا مرتکب ہو تو کیا اسکی امامت درست ہو جب اس کا فسق ثابت ہو جائے تو کیا بادشاہ وقت کو اس کی معزولی کا اختیار اور اس سے بہتر شخص کا نصب جائز ہے چنانچہ علماء نے اس کے عزل کا فتوی دیدیا اور ابن الکرخی قاضی بلد نے خلع کا حکم دیدیا اور اسکے چچا محمد بن المستظہر سے بیعت کر لی

محمد نے المقتفی لامر اللہ کا لقب اختیار کیا یہ واقعہ ۱۶ ذیقعدہ ۵۳۰ ہجری کا ہے
راشد کو اپنے خلع کی خبر ہوئی تو وہ موصل سے ایک جماعت کے ساتھ آذربیجان کے شہروں کیطرف چلا گیا۔ فوج نے مراغہ میں مال و اسباب پر ظالمانہ غارت زنی کی وہاں سے ہمدان پہونچے اور وہاں فساد مچایا۔ ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ دوسروں کو سولی پر چڑھا دیا۔ علماء کی داڑھیاں منڈوا ڈالیں۔ پھر اصفہان پہونچکر اسکا محاصرہ کر لیا۔ اور دیہات میں خوب لوٹ مار کی وہیں شدید سخت بیمار پڑا۔ آخر ۱۶ رمضان ۵۳۲ھ ہجری کو بہت سے عجمیوں نے آکر اسے گھیر لیا۔ اور چھریوں سے قتل کر ڈالا۔ پھر سب کو قتل کر دیا یہ واقعہ ۱۶ رمضان ۵۳۲ھ ہجری کا ہے۔
جب بغداد میں اسکی خبر پہونچی تو ایک روز اس کا ماتم کیا گیا
عماد کاتب کہتے ہیں کہ راشد حسن یوسفی اور سخاوت رکھتا تھا
ابن جوزی کہتے ہیں کہ صولی نے بیان کیا ہے کہ لوگوں کا قول ہے کہ ہر چھٹا خلیفہ معزول کیا گیا ہے میں نے اسپر غور کیا تو مجھے یہ امر بہت ہی عجیب معلوم ہوا۔ ہمنے ان کا بقیہ قول شروع کتاب میں نقل کیا ہے۔
چادر اور چھڑی مرتے دم تک راشد کے ہی پاس رہی اور اسکے بعد مقتفی کے پاس پہونچی۔

المقتفی لامر اللہ

المقتفی لامر اللہ ابو عبد اللہ محمد بن مستظہر باللہ ۲۲ ربیع الاول ۴۸۹ھ ہجری کو ایک حبشیہ کے بطن سے پیدا ہوا اور بعد از خلع راشد بعمر چالیس سال تخت خلافت پر بیٹھا
اس کے مقتفی لقب رکھنے کا باعث یہ ہے کہ اس نے چھ روز قبل از خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ خلافت بہت جلد تم تک پہونچنے والی ہے۔ پس تم اللہ کے حکم کا اکرام کرو اسی لئے اس نے اپنا لقب المقتفی لامر اللہ مقرر کیا۔
جب مقتفی عدل و انصاف کرنے لگا اور پورے طور سے بغداد کا انتظام کر لیا۔ تو سلطان مسعود نے تمام جانور اثاث سونا پردے وغیرہ لے لئے۔ اور اصطبل خلافت میں چار گھوڑوں۔ اور آٹھ خچروں کے سوا اور کچھ بھی نہ چھوڑا کہتے ہیں کہ لوگوں نے مقتفی سے اس شرط پر بیعت کی کہ نہ گھوڑے اس کے پاس چھوڑے جائیں گے نہ کوئی آلہ سفر
۵۳۱ھ ہجری میں سلطان مسعود نے تمام چیزیں سوا ایک خاص زمین کے لے لیں اور اپنے وزیر کو ایک لاکھ دینار اور لینے کے واسطے خلیفہ کے پاس بھیجا۔ المقتفی نے کہا کہ عجب بات ہے کہ تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ مسترشد اپنا تمام مال لیکر مسعود کیطرف گیا تھا۔ اسپر جو کچھ گذری سب جانتے ہیں جب راشد خلیفہ ہوا تو اس نے جو کچھ کیا کیا اور وہ فوت ہو گیا۔
جو کچھ باقی رہا تھا وہ بھی مسعود نے لیا۔ یہانتک کہ گھر کا سامان بھی۔ مسعود نے دار الضرب پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور نہروں اور گلوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب ہم یہ مال کہاں سے لائیں۔ اب تو سوا اسکے اور کچھ باقی نہیں ہے کہ ہم گھر تم لوگوں کے سپرد کرکے نکل جائیں میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں سے ظلم کرکے ایک حبہ بھی نہ لوں۔ یہ سنکر سلطان مسعود اپنے ارادے سے باز آگیا۔ اور لوگوں کے املاک سے وصول کرنے لگا اور تجار کو تنگ کرنے لگا اسلیے لوگ تنگی میں مبتلا ہو گئے۔ آخر ماہ جمادی الاول میں تمام شہر اور معاملات اور ترکات خلیفہ کیطرف منتقل ہو گئے
اس سال رمضان کی تیسویں رات کو بھی چاند نہ دکھائی دیا۔ دوسرے روز لوگوں نے گنتی پوری کرنے کے لیے روزہ رکھا اور دوسری

شام کو بھی چاند نہ دکھائی دیا۔ حالانکہ مطلع صاف تھا۔ ایسی بات کبھی تاریخ میں نہ سنی گئی تھی
۵۳۳ھ ہجری میں خبزہ میں دس فرسنگ تک سخت زلزلہ آیا اور خبزہ خسف ہوگیا۔ اور شہر کی جگہہ کالا پانی زمین سے نکلا اور تمام آدمی ہلاک ہو گئے۔
اسی سال شہروں کی آمدنیوں پر امرا نے قبضہ کر لیا۔ اور سلطان مسعود ایسا عاجز ہوا کہ اسکا نام ہی نام باقی رہ گیا
اسی طرح سلطان سنجر کمزور ہو گیا (خدا بے نیاز کے اختیار میں ہے جسے چاہے ذلیل کر دے) ان دونوں کے ضعیف ہونے کا یہ اثر ہوا کہ خلیفہ المقتفی کی عزت بڑھ گئی اور اسکا نام بلند ہو گیا۔ دولت عباسیہ کی اصلاح کی امید ہوئی الحمدللہ علی ذلک
۵۴۱ھ ہجری میں سلطان مسعود بغداد میں آیا اور ایک دار الضرب بنائی خلیفہ نے اس شخص کو جو سکہ بناتا تھا۔ گرفتار کر لیا اور سلطان مسعود نے خلیفہ کے حاجب کو قید کر دیا خلیفہ کو اس پر بہت غصہ آیا۔ مسجدوں کے دروازے تین روز تک بند کر دیے گئے پھر حاجب رہا کر دیا گیا۔ اس کے ڈھالنے والا بھی چھوڑ دیا گیا اور فساد مٹ گیا
اسی سال ایک دفعہ ابن عبادی واعظ بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان مسعود بھی آگیا۔ ابن عبادی نے محاصل اور لوگوں کی تباہی کا ذکر کیا اور کہنے لگا ای سلطان عالم جسقدر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اسی قدر آپ ایک رات میں ایک مطرب کو بخش دیتے ہیں آپ یہ مطرب مجھے دیدیں اور جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے اسکا شکر بجالائیں۔ مسعود نے اسکی بات مان لی اور منادی کرا دی کہ اب کوئی محصول نہ لیا جائیگا۔ اور تختیوں پر لکھکر یہ حکم گشت کرایا گیا آگے آگے طبل اور قرنا بجائے گئے۔ تختیاں الناصر لدین اللہ کے وقت تک بغداد میں لگی رہیں لیکن اس نے یہ کہکر اکھڑوا پھینکیں ہمیں عجمیوں کی نشانیوں کی حاجت نہیں
۵۴۳ھ ہجری میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ اور نور الدین محمود بن زنگی والیے حلب اور اسکے بھائی غازی موصل نے ان کا مقابلہ کیا مسلمانوں کو فتح ہوئی الحمدللہ۔ فرنگیوں کے پیر اکھڑ گئے۔ نور الدین نے جنگ جاری رکھی اور تمام شہر جو فرنگیوں نے مسلمانوں سے چھینے تھے اُن سے چھین لیے ۵۴۴ھ ہجری میں والیے مصر الحافظ لدین اللہ مر گیا۔ اور اس کی جگہ اسکا بیٹا ظافر اسمعیل تخت پر بیٹھا
اسی سال زلزلہ عظیم آیا اور بغداد دس مرتبہ لرزا اور حلوان کا ایک پہاڑ ٹوٹ کر گر گیا
۵۴۵ھ ہجری میں یمن میں خون کا مینہ برسا کئی روز تک زمین سرخ رہی اور لوگوں کے کپڑوں پر سرخی کے نشان باقی رہے
۵۴۷ھ ہجری میں سلطان مسعود مر گیا۔ ابن ہبیرہ وزیر مقتفی کہتا ہے کہ جب سلطان مسعود کے آدمیوں نے مقتفی پر زیادتی کی اور بے ادبی کی اور اپنے آپ میں لڑائی کی طاقت نہ دیکھی تو یہ رائے ہوئی کہ ایک ماہ برابر مسعود کے لیے بددعا کی جائے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رعل اور ذکوان پر کی تھی چنانچہ وزیر اور خلیفہ نے اپنی اپنی جگہہ پوشیدہ طور پر شب ۹ جمادی الاول سے بددعا کرنی شروع کی ہر شب اسی طرح کرتے رہے جب پورا ایک ایک مہینہ گذر گیا تو مسعود اپنے تخت پر مر گیا ایک ماہ سے ایک دن نہ زائد ہوا نہ کم
مسعود کے مرنے کے بعد باتفاق لشکر ملک شاہ سلطان بنایا گیا۔ پھر خاص بیگ نے اس پر خروج کیا اور اسکو گرفتار کر لیا اور اس کے بھائی محمد کو خوزستان سے بلا بھیجا وہ آگیا اور اس نے سلطنت اسکے سپرد کر دی اس روز سے خلیفہ مطلق العنان حکمران رہا۔ اور جتنے لوگ سلطان کی طرف سے نظامیہ میں مدرس تھے انکو معزول کر دیا گیا۔
اس اثنا میں اسے خبر پہونچی کہ نواحی واسط میں لوگوں نے سرکشی کی ہے خلیفہ خود لشکر لیکر پہونچا شہروں پر قبضہ کیا حلہ و کوفہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر بغداد میں مظفر و منصور واپس آیا اس روز بغداد میں بڑی زینت کی گئی تھی۔

سنہ ۵۴۸ ہجری میں سلطان سنجر پر قوم غز نے نرغہ کر لیا اور اسکو گرفتار کر کے لے گئی۔ اس کو خوب ذلیل کیا اور اس کے ممالک محروسہ پر قابض ہو گئے خطبہ البتہ اسی کے نام رہا وہ رونے لگا اسکا نام سلطان رہا۔ اور ایک سائیس کے برابر سلطان کی تنخواہ مقرر کر دی

سنہ ۵۴۹ ہجری میں الظافر بامرہ عبیدی والی مصر مقتول ہوا۔ اور اس کی جگہ اسکا بیٹا الفائز عیسے تخت نشین ہوا۔ چونکہ یہ بہت ہی چھوٹی عمر کا بچہ تھا سلطنت میں سخت خرابی واقعہ ہو گئی۔ مقتفی نے اپنی طرف سے نور الدین محمود بن زنگی کو حکم دیا کہ وہ فوراً مصر جا کر اس ملک پر قابض ہو جائے۔ نور الدین اسوقت فرنگیوں سے جنگ میں مصروف تھا اور جنگ چھوڑنا مناسب نہ سمجھتا تھا اس نے اس سال صفر میں دمشق پر قبضہ کر لیا تھا اور تلوار وامان کے ذریعہ سے روم کے بہت سے حلقوں پر متصرف ہو گیا تھا۔ اور اس کے حدود سلطنت بہت بڑھ گئے تھے مقتفی نے اسے مصر جانے کا حکم دیا اور بارگاہ خلافت سے اسکو خطاب ملک العادل عطا ہوا۔ اب مقتفی کی شوکت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ اور مخالفین پر اس نے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کے مخالف اطراف فوج کشی کی اس کی سلطنت کو ترقی ہوتی رہی یہانتک کہ وہ شب یکشنبہ ۲ ربیع الاول سنہ ۵۵۵ ہجری کو مر گیا۔

ذہبی کا قول ہے کہ مقتفی سرتاج خلفا، عالم۔ ادیب۔ شجاع حلیم خوش اخلاق۔ خلافت کی تمام قابلیتیں رکھنے والا تھا۔ جتنے کہ اس کی نظیر ائمہ میں بھی کم ملتی ہے۔ اسکی سلطنت میں ایک معمولی سا حکم بھی اسکے دستخط کے بغیر جاری نہ ہوتا تھا۔ اس نے اپنے عہد خلافت میں تین ربع حدیث لکھی اور یہ احادیث اپنے استاد ابو البرکات ابن ابو الفرج بن فسنی سے حدیث سنی تھی اور کچھ ابو القاسم بن بیان (اوستاد مسترشد) سے اس سے ابو منصور الجوالیقی لغوی اور وزیر ابن ہبیرہ وغیرہ نے روایتکی مقتفی نے کعبہ کا ایک نیا دروازہ بنوایا اور اپنے دفن ہونے کے لیے عقیق کا ایک لحد (یعنے تابوت) تیار کرایا۔ نیک سیرت مشکور الدولت خلیفہ تھا۔ دیندار عقیل۔ بزرگ۔ صاحب الرا، والسیاست آدمی تھا اس نے ازسر نو امامت کو درست کیا۔ اور رسوم خلافت کو قائم کیا۔ تمام کاروبار سلطنت خود کرتا تھا۔ کئی لڑائیاں لڑا اور اسکی عمر دراز ہوئی

ابو طالب عبد الرحمن بن محمد بن عبد السمیع ہاشمی نے اپنی کتاب مناقب العباسیہ میں لکھا ہے کہ مقتفی کا زمانہ بوجہ عدل اور کارہائے نیک کے نہایت سرسبز وشاداب سمجھا جاتا ہے قبل از خلافت اکثر مصروف عبادت رہتا تھا۔ ابتدا حکومت میں زہد و دینداری اور مدوین علوم اور قرآن خوانی میں اپنے اوقات گذارتا تھا۔ باوجود سخاوت ونرمی کے معتصم کے بعد کوئی خلیفہ شہامت وحلاوت اور شجاعت میں اسکا مقابل نہ تھا باایں ہمہ اس کی عبادت و پرہیزگاری اس کی خصوصیات سے تھی اسکی فوج نے جہاں کا قصد کیا بغیر فتح کے نہ لوٹی

ابن جوزی کہتے ہیں کہ ایام مقتفی سے بغداد وعراق پھر خلفا کے ہاتھ میں آگئے اور کوئی شخص منازعت کرنے والا باقی نہیں رہا اس سے پہلے مقتدر کے زمانہ سے اس کے وقت تک غلبہ پانے والے سلاطین کے ہاتھ میں ہی خلافت رہتی تھی خلیفہ کے لیئے محض خلافت کا نام ہی رہ گیا تھا مقتفی کے نائب السلطنت سلطان سنجر والی خراسان اور سلطان نور الدین محمود والی شام تھے خلیفہ نہایت سخی کریم حدیث شریف کا عاشق خود عالم اور عالموں کا قدردان تھا۔ ابن سمعانی نے کہا کہ ہم سے ابو منصور جوالیقی نے حدیث بیان کی ان سے مقتفی لامر اللہ نے ان سے ابو البرکات احمد بن عبد الوہاب نے ان سے ابو محمد الصیرفینی نے ان سے مخلص نے ان سے اسمعیل وراق نے ان سے حفص بن عمر والربالی نے ان سے ابو سلمہ نے ان سے عبد العزیز بن صہیب نے ان سے انس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امرا سختی میں اور لوگ حرص میں

زیادتی کرنے لگیں گے اور قیامت شریر لوگوں پر برپا ہوگی

جب مقتفی نے امام ابو منصور الجوالیقی کو اپنا پیش امام بنانے کے لیے بلایا انہوں نے حاضر ہو کر اس طرح سلام کیا السلام علی امیر المومنین ورحمۃ اللہ۔ اسوقت ابن تلمید طبیب نصرانی بھی کھڑا تھا۔ اُس نے امام ابو منصور سے کہا کہ کیا اسی طرح امیر المومنین کو سلام کیا کرتے ہیں۔ امام ابو منصور نے اسکی طرف التفات نہ کی اور مکتفی سے کہا کہ امیر المومنین میرا یہ سلام عین موافق سنت ہے اسکی سند میں ایک حدیث بیان کی پھر کہا اے امیر المومنین نصرانیوں اور یہودیوں کے دلوں پر خدا تعالیٰ نے مہر کردی ہے اور یہ مہر نہیں ٹوٹتی تا وقتیکہ یہ لوگ ایمان نہ لے آئیں۔ مقتفی نے کہا کہ آپ نے درست کہا اور جو کچھ کیا مناسب کیا ابن تلمید بھی عالم شخص ہے مگر آخر انسان ہے اس سے غلطی ہوئی

مقتفی کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا

ابن الابرش نحوی۔ یونس بن مغیث۔ جمال الاسلام بن مسلم الشافعی۔ ابو القاسم الاصفہانی صاحب الترغیب۔ ابن رجان مازری المالکی صاحب المعلم۔ زمخشری۔ رشاطی صاحب الانساب۔ جوالیقی امام حنفیہ مقتفی ابن عطیہ صاحب تفسیر ابو السعادات ابن شجری۔ امام ابو بکر بن عربی۔ ناصح الدین الارجانی شاعر۔ قاضی عیاض۔ حافظ ابو الولید بن الدباغ۔ ابو الاسعد ہبۃ الرحمٰن القشیری۔ ابن علام الفرس المقری۔ رفا الشاعر۔ شہرستانی مصنف ملل والنحل۔ قیسرانی شاعر۔ محمد بن یحییٰ شاگرد امام غزالی۔ ابو الفضل بن ناصر الحافظ۔ ابو الکرم الشہرزوری المقری۔ الواو الشاعر۔ ابن خل امام شافعیہ

المستنجد باللہ

المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن المقتفی ۵۱۸ھ ہجری میں ایک گرجستانی ام ولد موسومہ طاوش کے بطن سے پیدا ہوا ۵۴۷ھ ہجری میں وہ ولی عہد مقرر کیا گیا۔ اور اپنے باپ کی موت کے دن خلیفہ مقرر ہوا

عدل اور نرمی سے موصوف تھا بہت سے ٹیکس معاف کردیے یہانتک کہ عراق سے تمام ٹیکس اٹھا دیئے مفسدین پر بڑی سختی کرتا تھا۔

ایک شخص نے ایک ملزم کو جو لوگوں کو نقصان پہنچا چکا تھا گرفتار کرکے پیش کیا۔ مستنجد نے اُن کو دس ہزار دینار دیئے اور کہا کہ اگر اس جیسے دوسرے کو بھی گرفتار کرکے لاؤ تو دس ہزار دینار اور دونگا میں اسے قید کرونگا کسی طرح مخلوق خدا ان کے شر سے محفوظ ہو جائے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ مستنجد فہم تیز۔ رائے صائب۔ ذکا رغالب اور فضیلت باہرہ رکھتا تھا نظم بدیع۔ اور نثر بلیغ لکھتا تھا علم ہیئت میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ اسطرلاب کا استعمال بہت صحیح کرتا تھا۔ اس کے اشعار میں ترجمہ وہ مجھکو بڑھاپے سے عار دلاتی ہے حالانکہ وہ وقار ہے۔ کاش وہ مجھے اس چیز سے عار دلاتی جو در اصل عار ہے۔ اگر میرے بال سفید ہو گئے تو ہو جائیں۔ رات کو چاند زینت دیتا ہے

ایک بخیل کے لیئے کہتا ہے ترجمہ اور بخیل جب ہماری خاطر داری کے لیے اپنے گھر میں شمع روشن کرتا ہے۔ تو چراغ کی آنکھوں سے جب آنسو جاری ہوتے ہیں تو اس کے آنسو بھی نکلنے لگتے ہیں

اپنے وزیر ابن ہبیرہ کی دانائی و مصالح قومی سے بہت خوش ہوا تو کہا ترجمہ وہ نعمتوں کی صفت کی گئی جو تیرے لیئے خاص ہیں اور عام طور سے قیامت تک انکا ذکر ہوتا رہے گا۔ تیری سخاوت کہ دنیا مجھ پر تیری طرف فقیر بنکر آتی ہے

اور تیرا احسان جو لوگوں میں دستیاب نہیں ہوتا۔ بھی اگر مر گیا تو اسکی جگہ جعفر ہو گیا تھا۔ لیکن تیرے بعد کوئی تیسے جعفر نہیں ہونے والا اٹھ ربیع الاول ۵۵۵ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اسکی خلافت کے پہلے سال الظاہر والی مصر مر چکا تھا اور اس کے بعد اسکا بیٹا عاضد لدین اللہ (جو آخر خلیفہ عبیدی تھا) تخت پر بیٹھا

۵۶۲ھ ہجری میں سلطان نور الدین نے امیر اسد الدین شیر کوہ کو دو ہزار سوار لیکر مصر کیطرف روانہ کیا۔ اس نے جزیرہ میں اتر کر دو ماہ برابر مصر کا محاصرہ رکھا۔ والی مصر نے فرنگیوں سے مدد مانگی چنانچہ وہ دمیاط سے اسکی مدد کو آپہونچے اسد الدین صعید کیطرف چلا گیا اور وہاں مصریوں سے مقابلہ کیا اور باوجود اپنے لشکر کی کمی اور دشمن کی کثرت کے فتحمند رہا ہزار ہا فرنگی مارے گئے پھر اسد الدین کے پاس صعید کا خراج لایا گیا۔ فرنگیوں نے اسکندریہ کا قصد کیا اس پر صلاح الدین یوسف بن ایوب (اسد الدین کا بھتیجا) قابض ہو چکا تھا۔ فرنگیوں نے چار ماہ برابر اسکندریہ محصور رکھا۔ آخر اسد الدین اسطرف بڑھا۔ اور فرنگی بھاگ گئے۔ اور اسد الدین شام کیطرف چلا گیا۔

۵۶۴ھ ہجری میں فرنگیوں نے ایک بڑی فوج لیکر دیار مصر پر حملہ کیا۔ اور بلبیس پر قبضہ کر لیا۔ اور قاہرہ کو محصور کیا والی مصر نے فرنگیوں کے قبضہ کے ڈر سے قاہرہ میں آگ لگا دی۔ پھر سلطان نور الدین سے مدد مانگی اسد الدین اپنی فوجیں لیکر وہاں پہونچ گیا۔ اور فرنگی اس کے آنے کی خبر سنکر وہاں سے بھاگ گئے۔ العاضد والی مصر نے اسد الدین کو وزیر بنا لیا۔ خلعت عطا کیا ۶۵ روز کے بعد اسد الدین کا انتقال ہو گیا اس کے بعد العاضد نے اس کے بھتیجے صلاح الدین یوسف بن ایوب کو وزیر بنا لیا۔ اور ملک ناصر کا خطاب دیا۔ صلاح الدین نے سلطنت کو مستحکم کر دیا۔

۸۔ ربیع الثانی ۵۶۶ھ ہجری کو خلیفہ المستنجد نے انتقال کیا

ذہبی کہتے ہیں کہ جب مستنجد بیمار ہوا شفق سخت آسمان پر رہی اس کی شعاع دیواروں پر دکھائی پڑتی تھی اور اس کے مرنے کے بعد زائل ہو گئی

مستنجد کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔

دیلمی صاحب مسند الفردوس۔ عمرانی صاحب البیان۔ ابن برّی شافعی۔ وزیر ابن ہبیرہ۔ شیخ عبد القادر جیلانی۔ امام ابو سعید سمعانی۔ ابو النجیب سہروردی۔ ابو الحسن بن ہذیل المقری و دیگر حضرات

المستضیٔ بامر اللہ

المستضیٔ بامر اللہ الحسن ابو محمد بن المستنجد باللہ ۵۳۶ھ ہجری میں ایک ارمینیہ ام ولد موسومہ غضہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے دن تخت خلافت پر بیٹھا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ مستضی نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی منادی کرا دی کہ آج سے تمام ٹیکس معاف ہیں اس نے مظالم کا سد باب کیا اور ایسا عدل و کرم پھیلایا کہ ہم نے اپنی عمر میں نہ دیکھا تھا۔ بہت سا مال ہاشمیوں۔ علویوں۔ علماء مدارس و سراؤں کے خرچ کے لیے عطا کیا۔ مال کی اسکے نزدیک کوئی وقعت نہ تھی اسلیے ہمیشہ لٹاتا رہتا تھا۔ نہایت حلیم و صاحب مروت تھا۔ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی تمام ارباب دولت کو خلعت عطا کی چنانچہ مخزن ورزی کا بیان ہے کہ ایک ہزار تین سو قبا ریشمی لوگوں کو عطا کیں جب اسکا خطبہ بغداد کے منبروں پر پڑھا گیا تو حسب رسم دینار تصدق کیے گئے روح بن حدیثی قاضی مقرر کیے گئے اور انکو سترہ غلام عطا کیے گئے

ابن جوزی کہتے ہیں کہ مستضیٔ اکثر لوگوں سے پردے میں رہتا تھا۔ خدم وحشم کے بغیر کبھی سوار نہ ہوتا تھا اور سوار قیباز کے اس کے پاس جانے کی کسی کو اجازت نہ تھی زمانہ خلافت مستضیٔ میں دولت بنو عبید کا خاتمہ ہو گیا۔ اور مصر میں مستضیٔ کے نام کا سکہ وخطبہ جاری ہو گیا جب اس امر کی خبر بغداد میں پہونچی تو نہایت خوشی کی گئی بازار سجائے گئے اور گنبد بنائے گئے۔ ابن جوزی نے "النصر علے مصر" اسی واقعہ کے متعلق تصنیف کی ہے

ذہبی کہتے ہیں کہ اس کے زمانہ یعنے ۵۶۷ھ ہجری میں روافض کا زور بغداد میں بالکل ٹوٹ گیا۔ اور لوگ امن میں آگئے اور اسکی خلافت میں سعادت عظیمہ حاصل ہوئی یمن۔ برقیہ۔ توزر۔ مصر اور اسوان میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا بہت سے بادشاہ اسکے فرمانبردار ہو گئے

عماد کاتب کہتے ہیں کہ ۵۶۷ھ ہجری میں سلطان صلاح الدین بن ایوب نے جامع مصر میں طاعت وسمع کا استفتاح کیا اس نے پہلے جمعہ کو مصر میں بنو عباس کے نام خطبہ پڑھوایا۔ بدعت نیست ونابود ہوئی۔ اور شریعت قائم ہوئی دوسرے جمعہ میں قاہرہ میں بنو عباس کا خطبہ جاری ہوا۔ یوم عاشوراء کو العاضد بامرہ مر گیا۔ اور صلاح الدین نے قصر اور اس کے تمام ذخائر ونفائس پر قبضہ کر لیا جسکی بیچ کھوچ صلاح الدین کی منتخب کردہ اشیاء کے علاوہ دس سال تک جاری رہی سلطان نور الدین نے شہاب الدین المطہر بن العلامہ شرف الدین کو یہ خوشخبری دیکر بغداد میں بھیجا۔ اور مجھے عماد کاتب کو حکم دیا کہ ایک تہنیت نامہ لکھو کہ تمام ممالک اسلامی میں پڑھا جائے چنانچہ میں نے اس تہنیت نامہ کو اس طرح شروع کیا تھا کہ خدا واحد حق کے بلند وظاہر کرنیوالے۔ اور باطل کو نابود کرنے والے کی تعریف ہے۔ ان شہروں میں کوئی منبر ایسا نہیں رہا جس پر ہمارا امام مستضیٔ بامر اللہ امیر المومنین کا خطبہ نہ پڑھا گیا ہو۔ تمام جامع مسجدیں عابدین وزاہدین کے واسطے چھوڑ دی گئیں۔ بدعت کی عبادتگاہیں تمام تباہ ہو گئیں۔ جہاں قریب دو سو اسی برس سے جھوٹے دعویداروں اور شیطانوں کے اتباع کرنے والوں کا دور دورہ تھا۔ پس اللہ نے ہمیں ان ممالک کا مالک بنا دیا اور زمین ہمیں قبضہ دیا اس نے ہماری آرزوں کے موافق ہمارے ہی ہاتھوں سے الحاد ورفض کو مٹا دیا۔ اور عباسیوں کی سلطنت حقہ کو قائم کرا دیا وغیرہ وغیرہ۔

بشارت کے جواب میں خلیفہ نے سلطان نور الدین اور صلاح الدین کو خلعت وتشریفات علم وپرچم خطیبوں کو اور عماد کاتب کو ایک سو دینار اور خلعت عطا فرمایا

ابن اثیر کہتے ہیں کہ جب سلطان صلاح الدین مصر پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ اور عاضد بہت ضعیف ہو گیا تو سلطان نور الدین نے اسکو لکھا کہ مصر میں عباسیوں کا خطبہ پڑھوایا جائے۔ لیکن سلطان صلاح الدین نے اس خوف سے کہ کہیں اہل مصر سرکشی نہ کریں عذر کیا اور اس کی بات پر عمل نہیں کیا۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ اس عرصہ میں العاضد بیمار ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین نے اس معاملہ میں امراء سے مشورہ کیا تو بعض کو موافق پایا۔ اور بعض کو مخالف۔ اتفاقاً ایک شخص عجمی امیر العالم نامی وہاں آگیا اور یہ لیت ولعل دیکھکر کہنے لگا کہ سب سے پہلے میں اس کام کو شروع کرتا ہوں چنانچہ پہلے ہی جمعہ میں خطیب سے پہلے منبر پر چڑھ گیا اور مستضیٔ کے واسطے دعا کی کسی شخص نے مخالفت نہ کی دوسرے جمعہ میں سلطان صلاح الدین نے خطیبوں کو حکم دیا کہ عاضد کا خطبہ چھوڑ دیں چنانچہ انہوں نے تعمیل حکم کی کسی شخص کو اف کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

عاضد کا مرض روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ آخر عاشوراء کے روز مر گیا۔

سنہ ۵۶۹ ہجری میں سلطان نورالدین نے بہت سے تحائف آستانہ خلافت میں بھیجے اس میں ایک گدہا تھا جسکے بدن پر خط بنے ہوئے تھے۔

اسی سال سواد میں نارنگی کی برابر اولے پڑے جنہوں نے گھروں کو منہدم کر دیا اور بہت مویشیوں کو ہلاک کر دیا۔ دجلہ خوب چڑھ آیا۔ اور بغداد غرق ہو گیا۔ شہر پناہ سے باہر نماز پڑھی گئی۔ فرات میں بھی طغیانی آگئی اس نے دیہات اور کھیتوں کو تباہ کر دیا لوگ اللہ تعالیٰ کیطرف زاری کرنے لگے اور عجیب بات یہ ہے کہ پانی کے اس افراط کے باوجود جیل کے کھیت خشک سالی سے تباہ ہو گئے

اسی سال سلطان نورالدین والی دمشق اور اسکے خورد سال بیٹے ملک الصالح اسمعیل نے انتقال کیا۔ فرنگیوں نے سوحل کیطرف حرکت کی لیکن آخر بہت سا مال لیکر صلح کر لی۔

اسی سال گروہ عبیدی میں سے ایک جماعت نے آل عاضد کے لیے دعوت دینی چاہی۔ سلطان صلاح الدین کے امراء بھی بہت سے انکے ساتھ ہو گئے لیکن سلطان صلاح الدین کو بروقت اسکی اطلاع مل گئی۔ اس نے سب کو دو محلوں کے درمیان سولی پر چڑھوا دیا۔

سنہ ۵۷۰ ہجری میں سلطان صلاح الدین نے مصر و قاہرہ کے گرد ایک فصیل بنوانے کا حکم دیا اور اسکا اہتمام امیر بہاء الدین قراقوش کے سپرد کیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اسکا دور انتیس ہزار گز تھا جسکے تین سو ہاشمی گز ہوتے ہیں

اسی سال سلطان صلاح الدین نے قلعہ جبل المقطم بنوانے کا حکم دیا اور یہی دار السلطنت بن گیا۔ لیکن سلطان الملک الکامل برادر صلاح الدین کے زمانہ میں یہ عمارت ختم ہوئی اور وہی سب سے پہلے اس میں آباد ہوا۔

اسی سال سلطان صلاح نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف بنوایا

سنہ ۵۷۴ ہجری میں آدھی رات کو بغداد میں سخت آندھی آئی۔ اور اطراف آسمان میں آگ کی مینار سی قائم ہو گئیں لوگوں نے نہایت خشوع و خضوع سے جناب احدیت میں دعائیں مانگیں صبح تک یہی حالت رہی

سلخ شوال سنہ ۵۷۵ ہجری میں خلیفہ مستضی نے انتقال کیا اور اپنے بیٹے احمد کو خلافت پر متمکن کر گیا

اسکے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا

ابن الخشاب نحوی۔ ملک النحاۃ۔ ابونزار الحسن بن صافی۔ حافظ ابوالعلاء الہمدانی۔ ناصح الدین ابن الدہان النحوی۔ حافظ الکبیر ابوالقاسم بن عساکر اولاد امام شافعی۔ حیص بیص شاعر۔ حافظ ابوبکر بن خیر۔ وغیرہ

الناصر لدین اللہ احمد

الناصر لدین اللہ احمد ابوالعباس المستضی بامر اللہ بروز پیر ۱۰ رجب سنہ ۵۵۳ ہجری کو ایک ترکی ام ولد سوسو نہ زمرد کی بطن سے پیدا ہوا اور ابتدائے ذیقعدہ سنہ ۵۷۵ ہجری میں اپنے باپ کی جگہ تخت خلافت پر بیٹھا

ابوالحسین عبدالحق الیوسفی۔ اور ابوالحسن علی بن عساکر البطائحی نے روایت حدیث کی اجازت اسے دی اور خود بہت سے لوگوں کو اجازت روایت دی چنانچہ لوگ اس کی حیات میں اس سے روایت کیا کرتے تھے مگر نہ بطور اسناد بلکہ بطور فخر

ذہبی کہتے ہیں کہ کسی عباسی خلیفہ نے الناصر لدین اللہ کے برابر خلافت نہیں کی اور سینتالیس سال خلیفہ رہا۔ اور مدت العمر عزت و جلالت کی حالت میں رہا۔ تمام دشمنوں کو تباہ کر دیا بادشاہوں پر غلبہ حاصل کیا اس نے ظلم نہیں

تھیا اور جس نے سرکشی کی اس کی سرکوبی کی۔ اور ہر مخالف کو منہزم کیا اور جس نے اس سے بدی کرنیکا قصد دل میں رکھا خدا نے اسے ذلیل کیا عجب اقبالمند شخص تھا۔ اپنے دادا کی تمام خوبیاں اس میں جمع تھیں۔ مصالح ملک میں سخت اہتمام کرتا تھا چھوٹے بڑے غرض تمام رعایا کا حال اس سے پوشیدہ نہ تھا اس کے مخبر و پرچہ نگار ہر شہر میں موجود تھے اور روزانہ تمام بادشاہوں کی پوشیدہ اور ظاہری خبریں اسکو پہونچ جاتی تھیں۔ بڑے بڑے حیلے کرتا تھا اور پوشیدہ چالیں چلتا تھا۔ پولٹیکل ترکیبیں ایسی بے ڈھب چلتا تھا کہ کوئی شخص نہ سمجھ سکتا تھا۔ دو دوست بادشاہوں میں لڑائی ڈلوا دیتا تھا اور انکو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ دو دشمن بادشاہوں میں صلح کرا دیتا تھا اور انہیں پتہ بھی نہ لگتا تھا

جب شاہ مازندران کا ایلچی بغداد میں آیا۔ پرچہ نگار اسکے شبینہ افعال و اعمال کا پرچہ ہر صبح خلیفہ کو پہونچا دیتا تھا یہ حالت دیکھکر اس نے اپنے تمام کام نہایت احتیاط سے پوشیدہ طور پر کرنے شروع کیے مگر پرچہ پہونچ ہی جاتا تھا وہ ایک رات کسی عورت کے ساتھ خلوت میں رہا وہ عورت ایک چور دروازہ سے آئی تھی صبح کو اسکا پرچہ لگ گیا۔ اس میں یہاں تک درج تھا کہ جو لحاف تمھارے اوپر تھا اس پر ہاتھی کی تصویر بنی ہوئی تھی یہ حالت دیکھکر ایلچی صاحب حیران رہ گئے اسکو کامل یقین ہوگیا کہ خلیفہ کو علم غیب حاصل ہے (کیونکہ امامیہ کا یہ اعتقاد ہے کہ امام معصوم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاملہ کے شکم میں کیا ہے اور دیوار کے پیچھے کیا ہے) غرض یہ ایلچی گھبرا کر بغداد سے چلا گیا۔

خوارزم شاہ کا ایلچی اپنے بادشاہ کا مخفی سربمہر خط لیکر آیا۔ الناصر لدین اللہ نے اسے دیکھتے ہی کہدیا کہ مجھے اس خط کا مضمون معلوم ہے تم واپس چلے جاؤ اسکو یقین ہوگیا کہ خلیفہ کو غیب کا حال معلوم ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ لوگوں کا عام خیال تھا کہ الناصر لدین اللہ کے جن تابع ہیں جب خوارزم شاہ نے خراسان و ماوراء النہر میں آکر سخت ظلم ڈھایا اور بڑے بڑے بادشاہوں سے اطاعت کرائی اور بہت اقوام کو تباہ کیا اور بنو عباس کا خطبہ اپنے مقبوضہ شہروں سے موقوف کرا دیا وہ بغداد کے قصد سے نکلا۔ لیکن جب ہمدان میں پہونچا تو بیس روز اس پر بے موسم برف پڑا اور ساری لشکر کو ڈھانپ لیا۔ نیز وہیں اسے خبر پہونچی کہ ترکوں نے متفق ہو کر اس کے ممالک پر حملہ کرنا چاہا ہے اسکے ساتھیوں نے کہا کہ چونکہ آپ کا قصد خلیفہ پر حملہ کرنے کا تھا۔ اسلیے یہ غضب الٰہی نازل ہوا۔ لاچار خوارزم شاہ واپس ہوگیا اور الناصر لدین اللہ اسکے مقابلہ کی زحمت سے بچ گیا۔ الناصر عجیب طبیعت کا آدمی تھا جب کسی کو کچھ دیتا تھا تو پیٹ بھر کر۔ اور مارتا تھا تو بے دردی کے ساتھ بعض موقعوں پر ان لوگوں کو دیتا تھا کہ جنکو افلاس کا خوف نہیں

ایک شخص ہندوستان سے خلیفہ کے واسطے ایک طوطا بطور تحفہ لیکر چلا جو قل ہو اللہ احد پڑھتا تھا ایک روز رات کو وہ طوطا مر گیا اس شخص کو سخت رنج ہوا اتنے میں خلیفہ کے ایک خادم نے آکر وہ طوطا اس سے طلب کیا وہ رو پڑا اور کہنے لگا کہ وہ تو رات ہی مر گیا۔ خادم نے کہا کہ مجھے معلوم ہے لا مرا ہوا ہی دیدے۔ پھر پوچھا کہ تجھے کتنی انعام کی خلیفہ سے توقع تھی اس نے کہا کہ پانچ سو دینار کی خادم نے کہا لے یہ پانچ سو دینار اور کہا کہ امیر المومنین نے تجھے عطا کیے ہیں تو جس روز ہندوستان سے چلا تھا اسی روز سے خلیفہ کو تیرا حال معلوم ہو چکا تھا

صدر جہان جب بغداد آئے تو انکے ساتھ بہت سے فقہا تھے ایک فقیہ کے پاس نہایت نفیس گھوڑا تھا جب وہ اپنے گھر سمرقند سے چلنے لگے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ یہ گھوڑا یہیں چھوڑ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ بغداد میں کوئی چھین لے انہوں نے کہا کہ خلیفہ وقت تک تو اس گھوڑے کے چھیننے کی مجال نہ ہوگی خلیفہ نے ایک باورچی کو پہلے ہی حکم دیکر کہا تھا کہ جب وہ بغداد میں آئے تو اسکو مار کر وہ گھوڑا چھین لے اور ہجوم میں گھس جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بیچارے فقیہ نے

ہر جگہ فریاد کی مگر کون سنتا تھا۔ صدر جہاں جب واپس چلنے لگے تو ان کو اور انکے ساتھیوں کو بارگاہ خلافت سے خلعت اور انعام دیا گیا۔ اس فقیہ کو بھی خلعت ملا جس میں وہی گھوڑا معہ زین وطوق طلائی کے شامل تھا اور خلیفہ نے خود اپنی زبان سے فرمایا۔ خلیفہ کو تو بے شک اس کے لینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن اسکے ایک ادنی خدمتگار نے چھین لیا۔ یہ سنکر اس فقیہ کے حواس غائب ہو گئے اور امیر المومنین کی کرامات کا قائل ہو گیا۔

الموفق عبد اللطیف کہتے ہیں کہ الناصر کی ہیبت وخوف لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی۔ اہل ہندو مصر بھی اس سے اتنا ہی ڈرتے تھے جتنا کہ خاص بغداد کے رہنے والے۔ معتصم کے بعد ہیبت خلافت مرچکی تھی۔ اس نے زندہ کیا اور اپنے ساتھ ہی خاتمہ کر گیا۔ مصر وشام کے بادشاہ اور اعیان سلطنت جب الناصر کا ذکر اپنی خلوتوں میں کرتے تھے تو اسکے ڈر کے مارے بہت ہی دھیمی آواز سے۔ ایک مرتبہ ایک سوداگر بغداد میں آیا اس کے ساتھ دمیاطی کی طلائی پوششیں تھیں چنگی والوں نے اس سے محصول مانگا۔ مگر اس نے کہہ دیا کہ میرے پاس وہ چیزیں ہی نہیں جنکا تم محصول طلب کرتے ہو۔ آخر انہوں نے تمام چیزوں کی نشانیاں صورت وشکل بیان کرنی شروع کی وہ اسپر بھی انکار کرتا رہا۔ تو انہوں نے بارگاہ خلافت کے ہدایات کے بموجب کہا کہ کیا تو نے اپنے فلاں ترکی غلام کو فلاں وجہ سے قتل کر کے سمندر کے کنارے نہیں دبا دیا ہے اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ تھی

ابن نجار کہتے ہیں کہ الناصر کے پاس سلاطین آتے تھے اور مخالف اسکی اطاعت قبول کرتے تھے باغی وطاغی اسکے ہاتھوں خوب ذلیل ہوئے اور اسکی تلوار سے تمام سرکش سرنگون ہوئے اور اس کے دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اس کے معاونوں کی کثرت ہو گئی اسکا ملک اسقدر وسیع ہو گیا تھا کہ خلفاء بنو عباس میں سے کسیکا نہ تھا حتے کہ چین اور اسپین کے شہروں میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ بنو عباس میں سب سے زیادہ شدید شخص تھا۔ پہاڑ بھی اسکی ہیبت سے کانپتے تھے خوش خلق اور خوبصورت بڑی آنکھ والا اور فصیح اللسان۔ اور بلیغ البیان شخص تھا اسکے دستخط ایک قوت رکھتے تھے اور اسکی باتیں ایک اثر رکھتی تھیں اسکے ایام سلطنت افشاں جبین زمانہ اور گوہر تاج فخر تھے۔

ابن واصل کہتے ہیں کہ الناصر نہایت شجاع صاحب فکر صائب اور عقل رسا تھا۔ پولیٹکل چالیں خوب چلتا تھا۔ عراق بلکہ ہر طرف اس کے مخبر چھوڑے ہوئے تھے جو جزئیات تک کی اسے خبر دیتے تھے چنانچہ ایک شخص نے معمولی طور پر کسی آدمیوں کی دعوت کی اتفاقاً مہمانوں سے پہلے اس نے اپنے ہاتھ دھو لیے۔ پس مخبر نے الناصر کو خبر دی اس کے جواب میں صاحب خانہ کو بدتہذیبی لکھی گئی باوجود ان باتوں کے اپنی رعایا کے حق میں اچھا نہ تھا ظلم کیطرف مائل تھا۔ یہانتک کہ اکثر لوگ اس کے مقبوضہ شہر چھوڑ کر نکل گئے تھے۔ اور ان کا مال ناصر نے ضبط کر لیا تھا اپنے بزرگوں کے خلاف تشیع اور امامیہ کیطرف میلان رکھتا تھا۔ ایک روز الناصر نے ابن جوزی سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ کس کو فضیلت حاصل ہے کہا کہ اس شخص کو جسکی بیٹی آپ کے نکاح میں تھی اسے صراحت کے ساتھ ابو بکر رض کو فضیلت دینے کی قدرت نہ ہوئی

ابن اثیر کہتے ہیں کہ اسکی سیرت نہایت خراب تھی اسکے ٹیکسوں کی وجہ سے عراق بالکل تباہ ہو گیا لوگوں کا مال اور املاک غصب کر لیا۔ کوئی فعل کرتا تھا تو اسکے برعکس بھی کرتا تھا اور اسکی وہی مثل تھی کہ کبوتر کے بندوق مارتا تھا اور پھر فریاد بھی کرتا تھا۔

الموفق عبد اللطیف کہتے ہیں کہ وسط ایام خلافت میں اسکو تحصیل علم حدیث کا شوق ہوا۔ دور دور سے محدثین کو بلایا ان سے حدیث پڑھی سنی اور اجازت حاصل کی پھر خود بہت سے بادشاہوں اور علما کو اپنی طرف سے اجازت روایت حدیث دیدی ایک کتاب میں ستر حدیثیں جمع کیں اور طلب بھیجکر لوگوں سے سنیں ذہبی نے ابن سکینہ۔ ابن الاخضر ابن النجا

ابن دامغانی وغیرہ کو ان لوگوں میں بتلایا ہے جنکو الناصر نے اجازت روایت حدیث دی تھی
ابو المظفر ابن جوزی کے پوتے کہتے ہیں کہ آخر عمر میں الناصر لدین اللہ کی نظر کم ہوگئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نظر بالکل جاتی رہی تھی۔ لیکن رعایا میں سے کسی کو حتے کہ خود اس کے گھر والوں اور وزیر کو بھی حال معلوم نہ تھا۔ ایک کنیزک کو اس نے اپنے خط کی مشق کرا دی تھی اسکا خط بالکل الناصر جیسا تھا وہی دستخط کیا کرتی تھی۔
شمس الدین جوزی کہتے ہیں اسکے پینے کا پانی چوپائے بغداد کے اوپر سات میل کے فاصلہ پر سے لایا کرتے تھے۔ پھر اسکو سات مرتبہ پکایا جاتا تھا روزانہ ایک مرتبہ پکایا جاتا تھا پھر سات روز تک برتنوں میں بھروا کر رکھ دیا جاتا تھا تب الناصر اس کو پیتا تھا۔ ایک مرتبہ کوئی خواب آور دوا چند مرتبہ پلا دی گئی اس کے بعد اسکی پیشاب گاہ پھٹ گئی اور پیشاب میں ایک کنکر نکلی اسی کے صدمہ سے بروز یکشنبہ سلخ رمضان شریف سنہ ۶۲۲ ہجری میں انتقال کیا۔
سنہ ہجری اسکے عہد کے واقعات سے یہ ہے کہ سلطان صلاح الدین کا خطاب الملک الناصر تھا۔ خلیفہ نے اسے کہلا بھیجا کہ باوجود اس کے کہ تم جانتے ہو کہ ہمارا خطاب الناصر لدین اللہ ہے تم نے اپنا خطاب الملک الناصر کیوں رکھا۔
سنہ ۵۸۰ ہجری میں خلیفہ نے حکم دیا کہ جو شخص مشہد امام موسے کاظم رضہ میں پناہ لے اس سے بازپرس نہ کیجائے۔ بہت سے مجرم وہاں پہونچ جاتے تھے اس سے سخت مفاسد پیدا ہوگئے۔
سنہ ۵۸۱ ہجری میں عَلث میں ایک بچہ پیدا ہوا جسکی پیشانی ایک بالشت چار انگل کی تھی۔ اور ایک کان تھا
اسی سال میں اطلاع پہونچی کہ الناصر کا خطبہ ملک مغرب کے شہروں میں پڑھا گیا ہے۔
سنہ ۵۸۲ ہجری میں سات ستارے برج میزان میں آکر جمع ہوئے منجموں نے حکم لگایا کہ شب نہم جمادی الآخر کو تمام ملکوں میں سخت آندھی آئے گی اور دنیا اس سے خراب ہوجائے گی۔ لوگ سخت پریشان ہوئے اور گڑھے کھود کھود کر ان میں رہنے کا قصد کیا اور ہوا آنے کی جگہوں کو بند کر دیا۔ کھانا اور پانی وہاں لے گئے اور موعودہ شب کا انتظار کرنے لگے لیکن اس رات کو اتنی ہوا بھی نہ چلی کہ چراغ ہی گل ہوجائے۔ شعرا نے منجموں کا خوب خاکہ اڑایا۔ چنانچہ ابو الغنائم محمد بن معلم کہتا ہے **ترجمہ** ابو الفضل کو۔ ذرا جا کر معترف کا قول سنا دو۔ کہ تمام ماہ جمادی الآخر گذر گیا اور رجب آگیا لیکن کوئی آندھی نہیں آئی۔ جیسا کہ اُنھوں نے حکم لگایا تھا نہ کوئی دم دار ستارہ نکلا نہ آفتاب چھپا۔ نہ ایسے بکرے ظاہر ہوئے کہ جس کے سینگوں میں شعلے ہوں ۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ اس قسم کے حکم وہ شخص لگاتا ہے کہ جسے معلوم نہیں کہ اسپر کیا حکم لگایا جائیگا منجموں کا جھوٹ ظاہر ہوگیا۔ اور کون سی بات انھوں نے کہی ہے جس میں وہ جھوٹے نہ پڑے ہوں
سنہ ۵۸۳ ہجری میں یہ عجیب اتفاق ہوا کہ سال کی پہلی تاریخ ہفتہ کے پہلے دن (یعنے شنبہ) کو پڑی یہی روز پہلی تاریخ سال شمسی اور سال قمری اور سال فارسی کی تھی آفتاب اور ماہتاب پہلے برج میں تھے۔
اسی سال مسلمانوں کو بہت سی فتوحات ہوئیں سلطان صلاح الدین نے ملک شام کے بہت سے شہر فتح کئے جو فرنگیوں کے قبضے میں آگئے تھے۔ ان سب سے زیادہ مہتم بالشان بیت المقدس تھا جو اکانوے برس تک فرنگیوں کے قبضہ میں رہا تھا اور جو کنیسے اُنھوں نے نئے بنائے تھے ان کو گرا کر مدرسہ شافعی بنایا خدا اسکو اسلام کیطرف سے جزائے خیر عطا فرمائے قمامہ کو سلطان نے محض اتباع حضرت عمر رضہ میں نہیں گرایا۔
ابن برجان نے تفسیر آیت الم غلبت الروم کی بحساب آیت یہ تفسیر کی ہے کہ بیت المقدس سنہ ۵۸۳ ہجری تک فرنگیوں کے ہاتھ میں ہے گا پھر اسپر مسلمان غلبہ پائیں گے اور بیت المقدس کو فتح کر لینگے جو انشاء اللہ ابد تک دار الاسلام رہے گا

ابو شامہ کہتے ہیں کہ یہ امر نہایت ہی عجیب ہے۔ ابن ترجان فتح بیت المقدس کے پہلے انتقال کر چکے تھے

۵۸۹ھ ہجری میں سلطان صلاح الدین نے انتقال کیا۔ خدا اس پر اپنی رحمت کاملہ کا مینہ برسائے ایک ایلچی بغداد میں انکی زرہ۔ گھوڑا ایک دینار اور ۳۶ درہم لیکر آیا۔ اس کے سوا انہوں نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا تھا۔ سلطان صلاح الدین کے پیچھے ان کا ایک بیٹا عماد الدین عثمان الملک العزیز مصر کا۔ دوسرا بیٹا الملک الافضل نور الدین علی دمشق کا۔ اور تیسرا الملک الظاہر غیاث الدین غازی حلب کا بادشاہ ہوا

۵۹۰ھ ہجری میں سلطان طغرل بیگ شاہ ابن ارسلان بن طغرل بیگ بن محمد بن ملک شاہ مرگیا وہ خاندان سلجوقیہ کا سب سے اخیری بادشاہ تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس خاندان میں ۲۰ بادشاہ ہوئے ہیں سب سے پہلے طغرل بیگ تھا جس نے قائم کو بغداد میں لوٹا دیا ان سب کی سلطنت ایک سو ساٹھ برس رہی

۵۹۲ھ ہجری میں مکہ شریف میں کالی آندھی آئی۔ لوگوں پر سرخ ریت برسی اور رکن یمانی سے ایک قطع گر گیا۔

اسی سال خوارزم شاہ نے لشکر کشی کی اور پچاس ہزار فوج لیکر دریای جیحون پر آگیا اور خلیفہ کو لکھا کہ مجھے سلطنت دی جائے۔ اور بغداد میں آنے دیا جائے۔ سلجوقی ملوک کیطرح خلیفہ بھی اس کے زیر دست تھا خلیفہ نے دار السلطنت کو منہدم کر دیا۔ اور خوارزم شاہ کے ایلچی کو بغیر کسی جواب کے واپس کر دیا۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں خدا نے اُس کے شر سے ناصر کو محفوظ رکھا۔

۵۹۳ھ ہجری میں ایک بہت بڑا تارا ٹوٹا۔ اور اس کے ٹوٹنے سے ایسی سخت آواز آئی کہ جس سے مکان عمارات ہل گئیں لوگوں نے بڑی دعائیں مانگیں اور خیال کیا کہ قیامت آگئی

۵۹۵ھ ہجری میں الملک العزیز مصر میں مرگیا اور اسکی جگہ منصور تخت پر بیٹھا لیکن الملک العادل نے اسپر حملہ کیا اور خود مصر پر قابض ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے فرزند ملک الکامل کو مصر پر متمکن کر دیا۔

۵۹۶ھ ہجری میں دریائے نیل میں طغیانی نہیں ہوئی اور ۱۳ گز بھی نہیں بڑھا اور ایسا قحط پڑا کہ لوگ مردار اور آدمی کھانے لگ گئے مردم خوری کھلم کھلا ہونے لگی قبروں میں سے مردوں کو نکالکر بھی کھا گئے اور اہل مصر بالکل تباہ ہو گئے بھوک سے اتنے آدمی مرے کہ چلنے والے کا قدم اور نگاہ مردہ پر یا دم توڑتے ہوئے انسان پر پڑتی تھی اور دیہاتی آبادی تمام کی تمام ہلاک ہو گئی۔ گاؤں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ کہیں آگ جلتی نظر آتی تھی۔ اور گھروں کے دروازے کھلے کے کھلے رہ گئے تھے اور اندر مردے تھے۔ ذہبی نے اس قحط کے ایسے ایسے واقعات لکھے ہیں کہ سنکر بدن کانپ اٹھتا ہے۔ سڑکیں مردوں کے کھیت تھے جانور انہیں کھاتے ہوئے۔ احرار و اولاد کو تھوڑے داموں میں فروخت کر دیا گیا ۵۹۹ھ ہجری تک قائم رہی

۵۹۷ھ ہجری میں مصر شام اور جزیرہ میں سخت زلزلہ آیا جس سے بہت سے مکان اور قلعے گر پڑے اور بصرہ کے پاس ایک گاؤں خسف ہو گیا

۵۹۹ھ ہجری میں سلخ محرم کو صبح تک اسقدر تارے ٹوٹے کہ ٹیڑیوں کا ڈار کا عالم معلوم ہوتا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے وقت ایسا ہوا تھا۔ پھر ایسا واقعہ کبھی نہ گذرا تھا لوگوں نے بڑی خشوع و خضوع سے دعائیں مانگیں

۶۰۰ھ ہجری میں فرنگیوں نے رشید کی راہ سے نیل پر حملہ کیا اور شہر فوت پر قبضہ کر کے اسکو خوب لوٹا اور واپس چلے گئے۔

۶۰۱ھ ہجری میں فرنگیوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور رومیوں کو نکالدیا۔ یہ شہر قبل اسلام رومیوں کے قبضہ میں تھا ۶۶۰ہجری

تک فرنگیوں کے قبضہ میں رہا اس کے بعد اہل روم نے ان سے چھڑا لیا۔
اسی سال ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا جسکے دو سر دو ہاتھ اور چار پیر تھے لیکن یہ بچہ زندہ نہ رہا
۶۱۴ھ ہجری میں اہل تاتار کی سلطنت کی ابتدا ہوئی ان کے حالات ہم آگے چلکر لکھیں گے۔
۶۱۵ھ ہجری میں فرنگیوں نے دمیاط میں برج سلسلہ پر قبضہ کر لیا۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ یہ برج دیار مصر کا قفل تھا یہ نیل کے وسط میں ایک بہت بڑا برج تھا اسکے عین مقابل مشرق کیطرف دمیاط تھا اور عین مقابل مغرب میں جزیرہ تھا اور اس کے ایک کنارہ دو بھاری سلسلے تھے جن میں سے ایک نیل پر سے ہوکر دمیاط کو پہونچتا تھا۔ اور دوسرا نیل پر سے ہوکر جزیرہ تک پہونچتا تھا یہ دونوں جہازوں کو سمندر میں گذرنے سے روکتے تھے۔
۶۱۶ھ ہجری میں بہت سی لڑائیوں اور محاصرات کے بعد فرنگیوں نے دمیاط لے لیا۔ ملک الکامل فرنگیوں کے مقابلہ سے عاجز ہوگیا تھا فاتحین نے ایسی ظلم لو ایجاد ڈھائے اور جامع مسجد کو گرجا بنا دیا۔ ملک الکامل نے دو دریاؤں کے الگ ہونیکی جگہ پر ایک شہر آباد کیا اور اسکا نام منصورہ رکھا اسکی فصیل بنائی اور اپنے لشکر سمیت وہیں قیام کیا
اسی سال میں قاضی القضاۃ رکن الدین ظاہر کو ملک معظم والی دمشق نے ایک بقچہ بھیجا جس میں زہر آلود قبا تھی اور حکم دیا کہ اسی کو پہنکر اجلاس کرے قاضی القضاۃ انکار نہ کرسکا۔ اور اس قبا کو پہن لیا۔ لیکن وہاں سے اٹھکر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ اور پھر چند ماہ کے بعد مر ہی کر نکلا۔ قاضی القضاۃ کا جگر کٹ کٹ کر گر گیا۔ اور لوگوں سے سخت افسوس کیا اتفاق یہ ہوا کہ ملک معظم نے اس کے بعد ہی شرف بن عنین کو صبوحی کے پینے کے لیے بلا بھیجا اور حالانکہ وہ شراب پینے سے توبہ کرچکا تھا اس سے کہا کہ صبوحی کی تعریف میں کچھ کہہ اس نے کہا۔ ترجمہ اے ملک معظم جو طریقہ تو نے نکالا ہے وہ ہمیشہ باقی رہے۔ تیرے بعد بادشاہ قاضیوں کو خلعت بھیجیں گے اور زاہدوں کو تحفہ میں شراب
۶۱۸ھ ہجری میں فرنگیوں سے پھر دمیاط چھین لیا گیا۔ الحمد للہ علے ذلک
۶۲۲ھ ہجری میں دار الحدیث الکاملیہ قاہرہ میں دو قصروں کے درمیان قائم ہوا۔ اور ابو الخطاب بن دحیہ اسکا استاد مقرر کیے گئے
کعبہ شریف پر مامون کے زمانہ سے سفید ریشمی غلاف ڈالا جاتا تھا۔ الناصر لدین اللہ نے سبز ریشمی غلاف ڈالا اور پھر سیاہ جو ابتک چلا آتا ہے۔
الناصر لدین اللہ کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی
حافظ ابو طاہر سلفی۔ ابو الحسن بن القصار اللغوی۔ کمال ابو البرکات بن الانباری۔ شیخ احمد بن رفاعی زاہد۔ ابن بشکوال۔ یونس۔ دمنی۔ یونس شافعی۔ ابو بکر بن طاہر الاحدب النحوی۔ ابو الفضل رافعی۔ ابن ملکون نحوی۔ عبد الحق اشبیلی صاحب الاحکام۔ ابو زید السہیلی صاحب روض الانف۔ حافظ ابو موسیٰ المدینی۔ ابن بری اللغوی۔ حافظ ابو بکر الحازمی۔ شرف بن ابی عصرون۔ ابو القاسم البخاری العثمانی صاحب جامع الکبیر۔ نجم الجبوشانی المشہور بالصلاح۔ ابو القاسم بن فیرۃ الشاطبی صاحب القصیدہ۔ فخر الدین ابو شجاع محمد بن علے بن شعیب بن الدہان الفرضی (واضع جدول فرائض) برہان۔ مرغینانی صاحب الہدایہ مذہب حنفیہ۔ قاضیخاں صاحب الفتوی۔ عبد الرحیم بن حجون الزاہد۔ ابو الولید بن رشید صاحب العلوم الفلسفیہ۔ ابو بکر بن زہر طبیب۔ جمال بن فضلان شافعی۔ قاضی فاضل صاحب الانشاء و الترسل شہاب الطوسی۔ ابو الفرج بن الجوزی۔ عماد الکاتب۔ ابن عطیۃ المقری۔ حافظ عبد الغنی المقدسی صاحب العمدہ۔ رکن الطاؤسی۔ صاحب الخلاف تمیمی الحلی۔ ابو ذر الخشنی النحوی۔ امام فخر الدین رازی۔ ابو السعادات ابن اثیر صاحب جامع الاصول ونہایت الغریب عماد بن یونس صاحب

الشرح الوجیز۔ شرف صاحب التنبیہ۔ حافظ ابوالحسن بن المفضل۔ ابومحمد بن حوطاللہ۔ ابوسلیمان بن حوطاللہ۔ حافظ عبدالقادر ہادی۔ زاہد ابوالحسن بن الصباغ بغنیہ۔ وجیہہ بن الدہان النحوی۔ تقی الدین ابن المقترح۔ ابوالیمن الکندی النحوی سعین الحاجری صاحب الکفایہ شافعی۔ رکن العمیدی۔ صاحب الطریقہ فی الخلاف۔ ابوالبقاء العکبری صاحب الاعراب۔ ابن ابی اصیبعہ طبیب۔ عبدالرحیم بن سمعانی۔ نجم الدین کبرے۔ ابن ابوالسیف الیمنی۔ موفق الدین۔ قدامۃ الحنبلی۔ فخر الدین ابن عساکر وغیرہ وغیرہ

الظاہر بامر اللہ

الظاہر بامر اللہ ابونصر محمد بن الناصر الدین اللہ ۵۷۱ھ ہجری میں پیدا ہوا باپ نے اسے ولیعہد بنایا۔ اور بعد اس کے تخت خلافت پر بیٹھا۔ الظاہر جب تخت پر بیٹھا ہے تو اس کی عمر باون سال کی تھی اس سے لوگوں نے کہا کہ آپ فتوحات کی طرف توجہ کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا کہ میرا کھیت تو سوکھ چکا ہے بیکار طمع سے کیا فائدہ ہے لوگوں نے کہا کہ خدا آپ کی عمر میں برکت دیگا جواب میں کہا کہ جس شخص نے شام کے وقت دکان کھولی ہے وہ کیا خاک کمائیگا۔ رعایا کو انہوں نے اپنے احسان سے مالا مال کر دیا تمام ٹیکس معاف کر دیے۔ مظالم دور کیے۔ اور عطیات بے انتہا کیں۔

ابن اثیر کامل میں کہتے ہیں کہ جب الظاہر تخت خلافت پر بیٹھے تو اتنا عدل و احسان کیا کہ عمرین کے بعد نہ ہوا تھا۔ اگر یہ کہا جائے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ان کے جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو بالکل صحیح ہے جتنے اموال و املاک ان کے باپ اور دادا نے ضبط کیے تھے یا اپنے کام میں لے آئے تھے مستحقین کو واپس کر دیے نئے تمام ٹیکس معاف کر دیے اور حکم دیا کہ پہلے عراق میں جو خراج تھا وہی قائم رہے اور جو اس کے باپ نے بے شمار خراج نیا جاری کیا تھا اسے معاف کر دیا تو معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب عراق سے صرف دس ہزار دینار وصول کیا کرتا تھا جب ناصر خلیفہ ہوا تو وہ سال میں اسی ہزار وصول کرتا تھا اہل عراق نے فریاد کی پس ظاہر نے پہلا ہی خراج رہنے دیا جب پہلا خراج مقرر ہونے پر بھی لوگ آکر کہنے لگے کہ ان کے املاک میں سے اکثر درخت سوکھ گئے ہیں اور تباہ ہوگئے ہیں چنانچہ دربار خلافت سے حکم ہوا کہ صرف ہرے بھرے درختوں پر محصول لیا جائے باقی سب چھوڑ دیئے جائیں۔

الظاہر کے عدل کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ میزان خزانہ کا باٹ ایک مثقال میں بقدر نصف قیراط کے بھاری تھا اہل کار خزانہ جو چیز لیتے تھے اس سے تولکر اور جو دیتے تھے وہ شہر کے باٹ سے تولکر دیتے تھے۔ الظاہر کو اطلاع ملی تو انہوں نے وزیر کو سخت چشم نمائی کی اور اپنے حکم کے شروع میں وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ (ہلاکی ہو کم تولنے والوں کو) کی چند آیات لکھیں اور لکھا کہ ہمیں ایسی ایسی خبر ملی ہے۔ پس خزانہ کے باٹ کی جگہ شہری باٹ استعمال کیا جائے۔ خزانہ والوں نے لکھا کہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ خرابی مدت سے چلی آتی ہے اور اب پینتیس ہزار کا فرق پڑ جائے گا مگر انہوں نے حکم دیا کہ اگر تین لاکھ پچاس ہزار کا بھی فرق پڑ جائے تو مضائقہ نہیں۔

ایک دفتر کا افسر واسط سے آیا اسکے پاس ایک لاکھ دینار سے زیادہ تھے جو بروئے ظلم اس نے پیدا کیے تھے خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ تمام مال مستحقین کو واپس کر دیا جائے

جو لوگ قید تھے ان کو رہا کر دیا۔ اور قاضی کو دس ہزار دینار بھیجدیے کہ تنگدستوں کا قرضہ اتار دیا جائے۔ عید الضحی کی رات کو علماء وصلحاء کو ایک لاکھ دینار تقسیم کر دیے۔ اس تمام روپیہ میں ایک حبہ بھی ایسا نہ تھا کہ کسی سے زبردستی یا خلاف رضامندی

وصول کیا گیا ہو۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں نے شام پڑے دوکان کھولی ہے مجھے نیکیاں کر لینے دو میری زندگی ہی کتنی رہ گئی ہے
جب الظاہر تخت پر بیٹھے ہیں تو دفتر خلافت میں ہزاروں ایسے کاغذات تھے کہ جو سربمہر تھے۔ لیکن انہوں نے کھول کر بھی
نہیں دیکھے کسی نے کہا کہ آپ انکو کھول کر تو دیکھ لیجیے خلیفہ نے جواب دیا کہ کھولکر کیا کرونگا۔ ان میں کسی نہ کسی کی چغلی ضرور ہوگی
(ماخوذ از ابن اثیر)
سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ جب وہ خزانے کی طرف نکل آئے تو ایک خادم نے کہا کہ یہ خزانہ آپ کے اجداد کے وقت میں بھرا
رہتا تھا۔ انہوں نے کہا خزانے معمور رہکر کہیں کام آئیں گے انکو خالی ہونا چاہیے اور راہ خدا میں صرف ہونا چاہیے۔ جمع کرنا
سوداگروں کا کام ہے۔
ابن وصل کہتے ہیں کہ الظاہر نے عدل و انصاف کیا محصول معاف کر دیے اور لوگوں میں نکلکر آنے لگے حالانکہ انکے والد بہت
کم کرتے تھے۔
۴۔ رجب ۶۲۳ھ ہجری کو نو ماہ اور چند یوم خلافت کر کے انتقال کیا خدا انپر رحم کرے
اپنے والد سے روایت حدیث کی اجازت پائی اور ان سے ابو صالح نصر بن عبد الرزاق بن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ
اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کی۔
الظاہر جب مرے ہیں تو ایک سال میں دو مرتبہ چاند کو گہن لگا۔ والی موصل نے ابن اثیر نصر اللہ کو تعزیہ کا خط دے کر بھیجا جس
کے ابتدا میں لکھا تھا۔ رات اور دن کیوں شکایت نہیں کرتے کہ ان کا بڑا حادثہ ہو گیا ہے اور شمس و قمر کیوں منکسف نہیں
ہوئے کہ ان کا تیسرا گم ہو گیا ہے۔ ہائے دنیا کی وحشت۔ دنیا تو ایسی تھی۔ جو اس میں تنہا پھاڑ آگیا وہ تنہا ہی ہے سیدنا
مولانا امام ظاہر امیر المومنین وہ تھا کہ جسکی ولایت جہانوں کے لیے رحمت تھی

المستنصر باللہ ابو جعفر

المستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن الظاہر بامر اللہ ۵۸۸ھ ہجری میں ایک ترکیہ ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا
بعد اپنے والد کے رجب ۶۲۳ھ ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ رعایا میں عدل پھیلایا اور مقدمات میں انصاف کیا اہل
علم و دین کو اپنا مقرب بنایا۔ مساجد۔ سرائیں۔ مدارس۔ شفاخانے بنوائے دین کو مضبوط کیا۔ بیتمردین کا قلع و قمع کیا
سنت کا رواج کیا۔ فتنوں کو مٹایا۔ لوگوں کو سنت کی طرف مائل کیا۔ اور جہاد میں تن دہی کی نصرت اسلام کے لیئے
لشکروں کو جمع کیا سرحد کی حفاظت کی اور بہت سے قلعے فتح کیے
الموفق عبد اللطیف کہتے ہیں کہ جب المستنصر تخت پر بیٹھے تو سیرۃ جمیلہ اختیار کی اور نیکیوں کے رستوں کو جاری کیا اور شعائر
دین اور منارہ اسلام کو قائم کیا۔ لوگ بالعموم اسکو دوست رکھتے تھے۔ اور سب اسکی تعریفیں کرتے تھے کوئی شخص ایسا
نہ تھا کہ جو اسکی بدگوئی کرتا ابتدا عمر ہی میں اسکا دادا الناصر لدین اللہ اسکو محبوب رکھتا تھا اور اسکی عقل و عدل اور منکرات
کے پرہیز کو دیکھکر اسے قاضی کہا کرتا تھا۔
حافظ زکی الدین عبد العظیم المنذری کہتے ہیں کہ مستنصر نیک کاموں پر راغب اور نیکیوں پر مائل تھا اسکی بہت سی باتیں
اس باب میں مشہور ہیں اس نے مدرسہ مستنصریہ قائم کیا یہ اس کے اوستادوں اور اہل علم کو اچھی اچھی تنخواہیں دیکر اس میں مقرر
ابن واصل نے لکھا ہے کہ مستنصر نے دجلہ کے کنارہ شرقیہ پر ایک مدرسہ بنایا کہ اس سے بہتر دنیا میں نہ بنا ہوگا۔ اور

اس میں چاروں مذہبوں کے واسطے چار مدرس مقرر کیے اسی میں شفاخانہ اور فقہا کے واسطے باورچی خانہ بنوایا۔ اور ان کے استعمال کے لیے مکان چارپائی۔ بستر تیل۔ کاغذ سیاہی وغیرہ وغیرہ اور ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا نیز حمام اس میں تھے۔ اور ایک دینار ماہوار ہر فقیہ کی تنخواہ مقرر کی انتظام مدرسہ کا کبھی کہیں نہ تھا۔ اس نے بہت سی فوج بھرتی کی اتنی فوج اسکے باپ دادا نے بھی بھرتی نہ کی تھی مستنصر خود باہمت اور صاحب الرائے شجاع شخص تھا اہل تاتار نے اس کے مقبوضہ شہروں پر حملہ کیا مگر مستنصر کی فوج نے انکو سخت شکست دی مستنصر کا ایک بھائی خفاجی نام تھا مگر وہ مستنصر سے زیادہ باہمت و شجاع تھا وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر میں خلیفہ ہو جاؤں تو جیحون کے پار جا کر تاتاریوں کی جڑوں تک اکھاڑ پھینکوں۔ لیکن بدقسمتی سے مستنصر کے بعد دویدار وشرابی نے خفاجی کو کسی خوف کے باعث خلیفہ نہ ہونے دیا اور اس کے بیٹے ابو احمد سے بسبب اسکی نرمی کے بیعت کر لی یہ شخص نہایت ضعیف الرائے تھا۔ آخر اس نے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔

مسلمان تباہ ہو گئے اور تاتاریوں کا غلبہ ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اصل تو یہ ہے کہ خدا جو کچھ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے

ذہبی کہتے ہیں کہ مدرسہ مستنصریہ کی عمارت ۶۲۵ھ ہجری میں شروع ہوئی اور ۶۳۱ھ ہجری میں ختم ہوئی۔ اسی میں ایک کتب خانہ قائم کیا گیا جس میں ایکسو ساٹھ اونٹوں پر لادکر نہایت نفیس و نایاب کتابیں رکھی گئیں دوسو اڑتالیس فقیہ طالب علم اس میں پڑھتے تھے اور چار مدرس تھے۔ حدیث۔ نحو۔ طب۔ اور فرائض کے استاد الگ الگ تھے۔ ان سب کے کھانے پینے رہنے کا (مٹھائی اور میووں) کا انتظام اسی مدرسہ کے متعلق تھا۔ اکثر یتیم بھی اسی میں تعلیم پاتے تھے۔ اور مال کثیر اس کے لیے وقف تھا۔ ذہبی نے ان گاؤں وغیرہ کو بھی گنا ہے جو اس مدرسہ کے لیے وقف تھے۔ یہ مدرسہ بروز پنجشنبہ ماہ رجب میں کھولا گیا تھا۔ اور اس موقعہ پر تمام مدرس اعیان دولت وغیرہ جمع کر کے ایک عام جلسہ کیا گیا تھا۔

۶۲۹ھ ہجری میں ملک اشرف نے دارالحدیث اشرفیہ کی بنا ڈالی اور ۶۳۰ھ ہجری میں اسکی تکمیل کی

۶۳۲ھ ہجری میں مستنصر نے چاندی کے درہم مسکوک کرائے تاکہ سونے کے چھوٹے ٹکڑوں کا چلن موقوف کر دیا جائے وزیر نے تاجروں اور صرافوں وغیرہ کو بلا کر جلسہ کیا اور چمڑے کا فرش بچھا کر اسپر درہم بکھیر دیے۔ اور لوگوں سے کہا کہ مولانا امیر المومنین نے تمہارے واسطے درہم مسکوک کرائے ہیں تاکہ سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بدل کرنے میں جو تکلیف تمکو پہونچتی ہے اور حرام اور سود کا معاملہ ہوتا ہے وہ رفع ہو جائے لوگ یہ سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور امیر المومنین کے لیے دعائیں کیں۔

۶۳۵ھ ہجری میں قاضی شمس الدین احمد الجونی قاضی دمشق مقرر ہوئے یہ سب سے پہلے قاضی ہیں جنہوں نے شہر میں ایک خاص مقام گواہی کے لیے مقرر کر دیا۔ ورنہ اس سے پہلے شہادت دینے کیواسطے عدالت میں جانا پڑا کرتا تھا

اسی سال میں سلطان اخوان الاشرف والی دمشق مر گیا۔ اور اسکے دو ماہ بعد والی مصر میں کامل کا بیٹا ملقب عادل سلطان ہوا لیکن چند روز بعد اس سے خلع کرایا گیا اور اسکا بھائی صالح ایوب نجم الدین تخت پر بیٹھا۔

۶۳۷ھ ہجری میں شیخ عز الدین بن عبد السلام خطیب دمشق مقرر ہوئے وہ سیدھا سادھا خطبہ پڑھتے تھے۔ انہوں نے علمہائے طلائی کو موقوف کر کے صرف سیاہ سفید علم قائم کیا اور صرف ایک موذن

اسی سال بادشاہ یمن نور الدین عمر بن علی بن رسول الترکمانی کا ایلچی یہ عرض لیکر خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا کہ بعد موت ملک مسعود بن ملک الکامل کے اسکو یمن کا سلطان جائز تسلیم کیا جائے چنانچہ ۶۳۵ھ ہجری تک سلطنت اس کے خاندان میں رہی۔

۶۳۹ھ ہجری میں صالح والی مصر نے قصرین کے درمیان میں ایک مدرسہ روضہ کے پاس ایک قلعہ بنایا لیکن اس قلعہ کو ۶۵۱ھ ہجری میں اسکے غلاموں نے خراب کر دیا
جمعہ ۱ جمادی الآخر ۶۴۰ھ ہجری کو مستنصر نے انتقال کیا اور بہت سے شعراء نے اس کے مرثیے لکھے صفی الدین عبد اللہ بن جمیل نے بھی لکھا۔ وجیہ القیروانی نے اسکے مدح کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے ترجمہ اگر تو روز سقیفہ میں موجود ہوتا ۔ تو تجھ ہی کو پرہیزگاروں کا پیشرو اور مقدم سمجھا جاتا
ایک شخص نے کہا کہ تم نے سخت غلطی کی اس موقعہ پر امیر المومنین کے جد اعلے حضرت عباس موجود تھے اور سوا حضرت ابوبکر صدیق کے کسی شخص کو مقدم نہیں مانا گیا مستنصر نے بھی اس اعتراض کی تائید کی اور معترض کو خلعت دی اور وجیہ کو نکالدیا پھر وہ مصر چلا گیا۔
مستنصر کے زمانہ میں حسب ذیل علما نے انتقال کیا۔
ابو القاسم الرافعی۔ جمال المصری۔ ابن معروز النحوی۔ یاقوت الحموی۔ سکاکی صاحب المفتاح۔ حافظ ابو الحسن بن القطان یحییٰ بن معطی صاحب الفیہ۔ موفق عبد اللطیف بغدادی۔ حافظ ابوبکر بن نقطہ۔ حافظ عز الدین علی بن اثیر صاحب التاریخ و الانساب و اسد الغابہ۔ ابن عنبی شاعر۔ سیف الآمدی۔ ابن فضلان۔ عمر بن الفارض صاحب التائیہ۔ شہاب الدین سہروردی صاحب العوارف المعارف۔ بہار بن شداد۔ ابو العباس العوفی صاحب مولد النبوی۔ علامہ ابو الخطاب بن دحیہ۔ ابو عمرو ان کے بھائی۔ حافظ ابو الربیع بن سالم صاحب الاکتفا۔ ابن الشواء شاعر۔ حافظ زکی الدین برزالی۔ جمال الحصری شیخ حنفیہ۔ شمس الجوینی۔ حرانی۔ حافظ ابو عبد اللہ الزبینی۔ ابو البرکات ابن المستوفی ضیا بن اثیر صاحب المثل السائر۔ ابن عربی صاحب الفصوص۔ کمال بن یونس شارح التنبیہ و دیگر حضرات

المستعصم باللہ

المستعصم باللہ ابو احمد عبد اللہ بن المستنصر باللہ۔ آخر خلفا عراق ۶۰۹ھ ہجری میں ایک ام ولد موسومہ ہاجر کے بطن سے پیدا ہوا اور اپنے باپ کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ ابن النجار مؤید طوسی ابو روح ہروی۔ النجم البادرائی شرف الدمیاطی سے اجازت روایت حدیث حاصل کی دمیاطی نے اسکو چالیس احادیث لکھکر دی تھیں جو میں نے ان ہی کے ہاتھ کی لکھی دیکھی ہیں
المستعصم۔ کریم حلیم سلیم الباطن دیندار شخص تھا
شیخ قطب الدین کہتے ہیں کہ مستعصم اپنے باپ اور دادا کی طرح دیندار سنت پر عامل ضرور تھا
لیکن اس میں نہ بیدار مغزی تھی نہ ہوشیاری نہ علو ہمت۔ مستنصر کا ایک بھائی خفاجی نام تھا جس میں تمام صفات موجود تھیں وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر خدا نے مجھے خلافت عطا کی تو میں جیحون کو عبور کر کے۔ اہل تاتار پر حملہ کروں گا انکی جڑیں تک اکھاڑ کر پھینک دونگا۔ لیکن خدا کو تو کچھ اور ہی منظور تھا جب مستنصر نے انتقال کیا تو شرابی دویدار اور دیگر اراکین سلطنت نے ڈر کے مارے خفاجی کو خلیفہ نہ ہونے دیا اور مستعصم کو ملائم طبیعت دیکھکر اسی سے بیعت کر لی تاکہ حکومت اس کے ہاتھ میں رہے مستعصم نے مؤید الدین علقمی رافضی کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اس کمانہ براندار جس نے خلیفہ کو اپنے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنا لیا۔ اور خلافت کو تباہ و برباد کر دیا۔ در پردہ اہل تاتار سے ملا رہا یہاں کی خبریں انہیں دیتا۔ عراق پر حملہ اور بغداد پر قبضہ اور حملہ کرنے کے لیے برانگیختہ کرتا اور دولت عباسیہ کو تباہ کرنے کی رائیں دیتا رہا۔ ان کی اور کوئی خبر نہ آئی تو اسکو چھپا رکھتا مقصود اس سے

صرف یہ تھا کہ اولاد علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو قائم کر دے۔ لیکن اسکا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ہوا
۶۴۷ھ ہجری میں فرنگیوں نے دمیاط فتح کر لیا سلطان ملک الصالح ان دنوں بیمار تھا اور اسی بیماری میں نصف شعبان کی رات کو مر گیا اس کی کنیزک ام خلیل موسومہ شجرۃ الدر نے اسکی موت کو مخفی رکھا اور توران شاہ الملک المعظم کو خبر پہونچا دی۔ وہ آ پہونچا۔ لیکن اسی محرم ۶۴۸ھ ہجری اس کے باپ کے غلاموں نے قتل کر ڈالا۔ اور شجرۃ الدر اور اس کے مالک عزالدین ایبک ترکمانی سے ترکوں نے عہد و پیمان کر لیا شجرۃ الدر نے امراء کو خلعت اور عطیے عطا کیے۔ پھر آخر ربیع الاول میں عزالدین بلقب المعز سلطان ہو گیا۔ مگر لوگ شجر الدر سے بیزار ہو گئے اور لشکر نے ملک الاشرف ابن صلاح الدین یوسف بن المسعود الکامل (ہشت سال) کو سلطان بنا لیا اور عزالدین اتابک بھی قائم رہا دونوں کے نام کا سکہ و خطبہ ہو گیا۔
اسی سنہ میں دمیاط اہل فرنگ سے پھر چھین لیا گیا
۶۵۲ھ ہجری میں عدن میں ایک آگ ظاہر ہوئی جس کے شرارے رات کو سمندر کیطرف چلتے معلوم ہوتے تھے اور دن کو اس سے بہت سا دھواں اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔ اسی سال معز نے ملک الاشرف کا نام ہی اڑا دیا اور خود مستقل بادشاہ ہو گیا
۶۵۴ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں آگ ظاہر ہوئی ابوشامہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ منورہ سے خطوط پہونچے کہ شب چہار شنبہ ۳ جمادی الآخر کو مدینہ منورہ میں گرج کی آواز آئی۔ اور پھر سخت زلزلہ آیا۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر تک برابر زلزلہ آتا رہا۔ یہ حالت ۵ جمادی الآخر تک رہی پھر حرہ میں قریظہ کے قریب سخت آگ معلوم ہوئی۔ شہر مدینہ شریف میں ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے پاس ہی آگ لگی ہوئی ہے پانی کیطرح اسکا سیلاب وادی شظا کی طرف بہتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ آگ کے سیلاب بہے جا رہے ہیں اور ان سے ایک بڑے قصر کی برابر شرارے نکلتے معلوم ہوتے تھے یہانتک کہ مکہ شریف اور تمام میدانوں سے دکھائی پڑتی تھی لوگ قبر شریف حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حاضر ہوئے۔ اور توبہ و استغفار کرنے لگے یہ حالت کئی مہینہ باقی رہی
ذہبی کہتے ہیں کہ اس آگ کی خبریں متواتر ہیں اور یہ وہی آگ تھی جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دی تھی۔ چنانچہ آپ نے (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ارشاد فرمایا تھا۔ کہ قیامت نہیں آئے گی تاوقتیکہ حجاز سے آگ نہ ظاہر ہو کہ جس سے بصرہ میں اونٹوں کی گردنیں نہ چمک اٹھیں۔ اکثر لوگوں نے جو اس زمانہ میں بصرہ میں تھے بیان کیا ہے کہ اس آگ کی روشنی سے بصرہ میں اونٹوں کی گردنیں اچھی طرح نظر آتی تھیں
۶۵۵ھ ہجری میں المعز ایبک سلطان مصر کو اسکی منکوحہ شجر الدر نے مار ڈالا اور اس کے بعد اس کے بیٹے الملک المنصور کو تخت پر بیٹھا دیا۔
انہی دنوں میں اہل تاتار نے ممالک کو اپنی جولانگاہ بنا رکھا تھا۔ ان کے فساد کی آگ بھڑکتی جاتی تھی اور خلیفہ و رعایا بالکل غافل و بے پرواہ تھی اور وزیر علقمی جو ازالہ دولت عباسیہ اور قیام دولت علویہ کا بیڑا اٹھا چکا تھا خفیہ طور پر ان سے خط و کتابت کر رہا تھا مستعصم اپنے لذات میں مصروف تھا اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا تھا اس سے قطعی بے خبر۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صلاح امور سوا اسے کوئی تعلق ہی نہ تھا اسکا باپ مستنصر باوجود اس قدر فوج کے تاتاریوں سے چاپلوسی کرتا تھا صلح رکھتا تھا اور ان کو اپنے سے خوش کر رکھا تھا مستعصم جب تخت خلافت پر بیٹھا تو اسکو رائے و تدبیر سے بے بہرہ دیکھکر کو دنمک وزیر نے اکثر فوج کو الگ کرا دیا۔ اور یہ رائے دی کہ تاتاریوں کی مدارات اور ان کے اکرام کرنے سے مقصود بر آئے گا عقل سے خارج مستعصم طوطی پس آئینہ بنا ہوا تھا۔ وزیر جو کچھ کہتا تھا اوس پر چلتا تھا وزیر نے موقعہ پا کر تاتاریوں

سے یہ وعدہ لے لیا کہ بغداد میں بادشاہ ہو کر وہ لوگ اسے نائب السلطنت بنا لیں گے انکو فتح بغداد میں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہونچائیں اور وہ بغداد پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے

مختصر حال اہل تاتار

تاتاریوں کا قصہ ایک ایسا قصہ ہے جو تمام قصوں کو ہضم کر سکتا ہے انکی تاریخ تمام تاریخوں کو مٹا دیتی ہے انکا افسانہ تمام افسانوں پر غالب ہے وہ مصیبت تمام مصائب کو آسان کر دیتی ہے وہ کرھا و مہلک کا جال زمین کے عرض و طول کو ڈھانپے ہوئے تھا اس قوم کی زبان اہل ہند کی زبان سے بہت ملتی ہے کیونکہ ان کا ملک ہندوستان سے ملحق ہے مکہ شریف سے تاتار تک چار ماہ کا راستہ ہے یہ لوگ ترکوں سے نسبت رکھتے ہیں انکے چوڑے چہرے چکلے سینے ہلکے چوتڑ ناک کان چھوٹے ہیں اور گندمی رنگ ہیں تیز حرکت اور تیز رفتار ہوتے ہیں غیر اقوام کی خبریں ان کو پہونچ جاتی ہیں اور ان کی خبریں دوسری اقوام تک نہیں پہونچ سکتیں کیونکہ کوئی شخص انکے ملک میں جاسوس ہو کر نہیں جا سکتا۔ اور اگر جائے تو حلیہ ہی سے پہچانا جائے جب یہ کسی جگہ کا قصد کرتے ہیں تو اپنے ارادوں کو پورا کرتے ہیں اور دفعتاً بحالت بیخبری اپنے شکار پر جا گرتے ہیں۔ لوگوں کو اسوقت خبر ہوتی ہے کہ جب وہ اُن کے پیچھے میں آ جاتے ہیں۔ فریق ثانی کی فوج سنبھلنے بھی نہیں پاتی کہ اوپر جا پڑتے ہیں سیکڑوں حیلے جانتے ہیں اور راہ فرار قطعی مسدود کر دیتے ہیں۔ انکی عورتیں مردوں کے ساتھ شریک ہو کر لڑتی ہیں شمشیر و تیر زنی میں کسی طرح اپنے مردوں سے کم نہیں ہوتیں۔ جس جس چیز کا گوشت ملتا ہے کھا جاتے ہیں کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتے ان کے قتل میں کوئی استثنا نہیں قتل عام کی تعریف کچھ انہی کے قتل سے سمجھ میں آتی ہے۔ مرد عورت۔ بچے جو ملتے ہیں انکے ہاتھوں نہیں بچتے اور قتل کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ مقصود دنیا کا تباہ کرنا ہوتا ہے نہ ملک و مال کی طمع یہاں تک کہ الموفق عبد اللطیف کا قول ہے لیکن اور لوگوں نے لکھا ہے کہ ان کا ملک چین سے ملحق ہے یہ لوگ صحرانشین ہیں اور شر و غدر میں مشہور ہیں انکے خروج کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ چین اتنا وسیع ملک ہے کہ چھ ماہ میں بھی آدمی اسکو پوری طرح نہیں دیکھ سکتا۔ اس میں چھ ممالک شامل ہیں ان چھیوں ممالک پر ایک ہی بادشاہ ہوتا ہے (جس طرح مسلمانوں میں ایک ہی خلیفہ ہوتا ہے) اسکو القان اکبر کہتے ہیں جو طمغاج میں رہتا ہے ان چھیوں ممالک میں سے ایک ملک کا نائب السلطنت دوش خان تھا جس نے چنگیز خان کی پھوپھی سے نکاح کیا تھا۔ چنگیز خاں معہ کشلو خاں کے اپنی پھوپھی سے ملنے آیا تو اسکی پھوپھی نے اس سے بیان کیا کہ دوش خان لاولد فوت ہو گیا ہے۔ بہتر ہے کہ تو ہی اس تخت کو سنبھالے چنانچہ وہ تخت پر بیٹھ گیا اور مغل اس حمایت میں آئے۔ اس کے بعد اُس نے حسب دستور القان اکبر کو تحفے بھیجے مگر القان اکبر کو یہ بہت ہی ناگوار ہوا کہ وہ بغیر اس کی منظوری کے تخت سنبھال بیٹھا۔ حالانکہ چنگیز خان کے خاندان میں کبھی کوئی شخص بادشاہ نہیں ہوا اور اسکی حیثیت ایک بادیہ نشین سے زیادہ نہ تھی۔ اس نے جو گھوڑے تحفے میں بھیجے تھے ان کی دمیں کٹوا کر واپس کرا دیا اور ایلچیوں کو قتل کر دیا جب چنگیز خان اور کشلو خان کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آپس کی مدد کا حلف اٹھایا اور بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور القان کے خلاف ہتھیار اٹھا لیے۔ القان کو جب ان کے شر اور قوت کا حال معلوم ہوا تو چنگیز خان اور کشلو خان کی تالیف قلوب کی اور کچھ دھمکی بھی دی لیکن اس کارروائی سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور آخر سخت مقابلہ کے بعد القان اکبر کو شکست فاش ہوئی اور اسکے مقبوضات پر چنگیز خان اور

اور کشلو خان قابض ہو گئے۔ اور ملک چین کے شہروں میں سے شاقون کو بھی اپنے قبضہ میں لے آئے۔ اس اثنا میں کشلو خان مر گیا
اسکا بیٹا اس کی جگہ گدی پر بیٹھا۔ لیکن چنگیز خاں نے اس پر حملہ کر کے انکو مغلوب کر لیا اور خود مستقل بادشاہ ہو گیا۔ تاتاری
اس کے ساتھ تھے ہی اب وہ اور بھی زیادہ مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور چنگیز خاں کو بمنزلہ خدا سمجھنے لگے پھر تاتاری ۶۰۶ھ
میں اپنے وطن سے ممالک ترک و فرغانہ کی طرف نکلے اور سب سے پہلے خوارزم شاہ کی طرف متوجہ ہوئے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ
خوارزم شاہ بہت سی بادشاہوں کو تباہ کر کے اور شہروں کو فتح کر کے بغداد کی طرف متوجہ ہوا تھا مگر اس میں بوجہ برف
باری ناکام رہا تھا جب اس نے تاتاریوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا اور اپنے میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو کئی شہروں
کو تباہ کر کے اور ان کے باشندوں کو اپنے ہمراہ لیکر نکل گیا۔ اہل تاتار نے ۶۱۵ھ ہجری تک مختلف مقامات میں لوٹ مار
مچائی رکھی۔ آخر چنگیز خاں نے اس کے پاس قاصد مع تحائف کے بھیجا۔ قاصد نے جا کر کہا کہ القان اعظم آپ کو سلام کہتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ تیری عظمت و جلالت اور اقالیم پر تیری حکومت پوشیدہ نہیں ہے میرے نزدیک میری اور تیری صلح ہو جانے
میں بہت سی مصلحتیں ہیں میں تجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہوں تجھے معلوم ہے کہ میں نے چین پر قبضہ کر لیا
ہے جہاں لشکر اور گھوڑوں کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اس میں چاندی کی کانیں ہیں اور مجھے کسی چیز کے واسطے دوسرے
ممالک کا دست نگر نہیں ہونا پڑتا۔ اگر تجھے بھی مناسب معلوم ہو تو مجھ سے عہد دوستی کرے اور سوداگروں کو اپنے
مقبوضات میں آنے جانے کی آزادی دیدے خوارزم شاہ نے اس کو منظور کر لیا اور دونوں میں نہ صرف صلح بلکہ دوستی
ہو گئی اور عہد نامہ کے بموجب سوداگروں کو آزادی مل گئی ماوراء النہر پر خوارزم شاہ کا خالو حاکم تھا اس کے پاس میں ہزار
سوار تھے۔ ایک قافلہ تاجروں کا جو وہاں پہونچا تو اس کی نیت بدل گئی اس نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ چنگیز خانی سوداگر
یہاں بلباس تاجرانہ آ کر جاسوسی کرتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں اسکا کچھ انتظام کروں۔ خوارزم شاہ نے تو صرف احتیاط
رکھنے کا حکم دیا مگر اس کے خالو نے انکو گرفتار کر کے ان کا تمام اسباب ضبط کر لیا۔ چنگیز خاں کو جب اسکی اطلاع پہونچی
تو اس نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ تو نے تاجروں کو آزادی دیکر آخر غدر کیا۔ غدر ہر حالت میں برا ہے خصوصاً جب کوئی مسلمان
بادشاہ غدر کرے تو اور بھی شرمناک اور معیوب ہے۔ اگر تیرے خالو نے یہ فعل بغیر تیری مرضی اور اطلاع کے کیا ہے تو اسکو
میرے سپرد کر دے ورنہ تو مجھ سے وہ دیکھے گا کہ تو نے اب تک کبھی نہ دیکھا ہوگا یہ خط پڑھکر خوارزم شاہ پر ایسا رعب چھایا
کہ اسکی عقل جاتی رہی۔ اور ایلچیوں کو قتل کر ڈالا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے خون کے ایک قطرہ کے عوض میں مسلمانوں
کے خون کے دریا بہہ گئے۔ پھر چنگیز خاں اسکی طرف بڑھا۔ خوارزم شاہ نے جیحون عبور کیا۔ نیشاپور پہونچا وہاں سے
بجانب ہمدان۔ آخر تاتاریوں نے اسکو گھیر لیا اور جتنے آدمی اسکے ساتھ تھے ایک ایک کر کے قتل کر دیے گئے۔ خوارزم
شاہ کسی طرح جان بچا کر بھاگا اور دریا عبور کر کے صحیح و سالم ایک جزیرہ میں جا پہونچا وہاں اسکو ذات الجنب کا عارضہ
ہوا اور اسی میں تن تنہا بے کس و بے یار و مددگار مر گیا۔ جو بستر کی ملل ساتھ تھی اس سے زیادہ اس کو کفن نہ مل سکا۔
اسی میں ۶۱۶ھ ہجری میں دفن کر دیا گیا۔ اور اس کے تمام مقبوضات تاتاریوں کے قبضہ میں آ گئے

سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے تاتاریوں کا ظہور ۶۱۶ھ ہجری میں ماوراء النہر پر ہوا۔ بخارا و سمرقند پر قبضہ کیا
اور وہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ پھر خوارزم شاہ کو محصور کیا پھر نہر کو عبور کیا خراسان کے ملوک کو خوارزم شاہ تباہ کر چکا
تھا تاتاریوں کو اپنے مقابل کوئی مل نہ سکا وہ لوٹ مار قید کرتے ہوئے اسی سال ہمدان و قزوین تک جا پہونچے

ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ حادثہ تاتار حوادث عظیمہ اور مصائب کبریٰ میں سے ہے دنیا میں اسکی مثال

بہت ہی کم ملتی ہے خاصکر مسلمانوں کو تو ایسے حادثہ سے کبھی سروکار نہیں پڑا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسی بلا میں آجتک خلق اللہ مبتلا نہیں ہوئی تو بالکل صحیح ہے تاریخ ایسی مثال دکھلانے سے بالکل عاری ہے

بخت نصر نے بیت المقدس میں بنو اسرائیل کے ساتھ جو کچھ کیا وہ اسکا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ واقعہ بیت المقدس و بنو اسرائیل کو کچھ بھی ان واقعات سے نسبت نہیں ہے جو مسلمانوں پر ان کے ممالک میں ان ملعونوں کے ہاتھ سے پیش آئی یہ مسلمانوں جتنی بنی اسرائیل اس زمانہ میں قتل ہوئے یہ حادثہ تو ایک بھڑکتی ہوئی آگ تھی جہاں لگی خاک سیاہ کر دیا۔ اہل تاتار جہاں پہونچ ان بادلوں کیطرح جنکو ہوا بہت تیزی کے ساتھ اڑا کرلے جاتی ہے اطراف چین سے تاتاری نکلے ترکستان کے شہروں مثل کاشغر ساغرق وغیرہ کو تباہ کیا۔ بخارا و سمرقند لوٹا لوگوں کو قتل کیا پھر ان کا ایک حصہ خراسان میں پہونچا ان کو ہلاک و خراب و قتل و غارت کر گئے اور ہمدان کے ساتھ بھی سلوک کرتے ہوئے سرحد عراق پر پہونچے آذربائجان اور اسکے قرب و نواح کو تباہ کر دیا یہ ساری آفات ایک ہی سال میں توڑ کر آذربائجان سے نکلے تو دربند و شروان کو برباد کیا اور لان ولکزے کے لوگوں کو قتل و قید کیا۔ قفچان کیطرف رخ کیا تو وہاں کے باشندوں کو جو اکثر ترک تھے اسی سلسلہ میں باندھ لیا جو لوگ نکل سکے بھاگے جو رہ گئے مارے گئے تاتاریوں کا کچھ حصہ غزنی سجستان و کرمان پر گیا اور ان ممالک پر سب جگہ سے زیادہ مصیبت نازل کی کہ جسکی مثال کبھی سننے میں نہیں آئی۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سکندر رومی نے جو دنیا کے بہت بڑے حصہ پر قابض ہو گیا تھا اس تیزی و سرعت کے ساتھ ترقی نہیں کی تھی کیونکہ اسکے فتوحات میں کم از کم دس سال لگے تھے باوجود اسکے لطف یہ تھا کہ اس نے قتل و غارت کو اپنا مقصود نہیں بنایا تھا۔ بلکہ جہاں بغیر سختی کے کام نکل گیا اور کسی نے اطاعت قبول کر لی اس نے تلوار تک میان سے نہیں نکالی۔ اور ان ملعونوں نے بنی آدم کے ساتھ دشمنی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا اور اکثر آباد دنیا اور بہتر مقامات کو ایک سال میں اپنے قبضہ میں لے آئے اور ان شہروں میں ایک بھی ایسا نہ چھوڑا کہ ہر شخص بجائے خود ان کے خوف سے نہ کانپتا ہو۔ پھر لطف یہ ہے کہ ان کو نہ مدد کی ضرورت تھی نہ خوراک کا انتظام کیونکہ بکریاں اور گھوڑے ان کے ساتھ تھے ان کا گوشت انکو کافی تھا اور ان کے گھوڑے اپنے ٹاپوں سے زمین کھود کر گھاس پات کی جڑیں کھا کے اپنا پیٹ بھر لیتے تھے دانہ کا تو نام بھی نہ جانتے تھے باقی رہا ان کا مذہب اس کی یہ حالت تھی کہ جب آفتاب نکلتا تو اسکو سجدہ کر لیا کرتے تھے اور بس کوئی چیز انکے نزدیک حرام نہ تھی تمام جانور بلکہ انسان بھی ان کے نزدیک حلال تھے۔ نکاح کا ان کے نزدیک جھگڑا ہی نہ تھا ایک عورت کئی کئی مردوں کے لیے کافی ہوتی تھی۔

۶۵۶ھ ہجری کو یہ غارت گروں کیطرح دو لاکھ آدمیوں کی جمعیت میں بسر کردگی ہلاکو خاں بغداد میں پہونچے خلیفہ کی فوج نے انکا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی یوم عاشورا کو وہ بغداد میں داخل ہوئے نمک حرام لعنتی وزیر نے مستعصم کو ان سے صلح کر لینے کی رائے دی اور کہا کہ آپ بادشاہ سے چلکر ملیں اسی سے صلح کی گفتگو کر رہا ہوں۔ وزیر خود نکلا اور اپنے لئے امان لیکر اور عہد و پیمان کرا کر پھر خلیفہ کے پاس پہونچا اور کہا کہ تاتاریوں کا بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی آپ کے صاحبزادے امیر ابوبکر کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اور آپ کو اسی طرح منصب خلافت پر قائم رکھنا چاہتا ہے جس طرح آپ کے بزرگوں کو سلاطین سلجوق نے رکھا تھا اور خود بحیثیت نائب سلطنت تمام سیاہ و سفید پر عامل تھے۔ اسکے بعد وہ اپنی فوج واپس لیکر چلے جائینگے آپ اسکو بخوشی منظور کر لیجیے کیونکہ مسلمانوں کی جانیں اسی ترکیب سے بچ سکتی ہیں اسکے بعد آپ کو اختیار کامل ہوگا آپ جو کچھ چاہیں کر سکینگے اب تو مصلحت اسی میں ہے کہ آپ چلکر ہلاکو خان سے ملیں غرض خلیفہ اپنے تمام اعیان کو لیکر نکلا۔ اور ایک خیمہ میں ٹھہر گیا پھر وزیر بھی آگیا پھر اس نے علماء و فقہا کو بلوایا کہ انکے سامنے شرائط صلح طے ہو جائیں جو جاتے تھے انکی گردنیں ماردی گئیں پھر اسیطرح ایک ایک

جماعت کو بلوایا اور سب کو قتل کرا دیا جب علما، امرا، اعیان و احباب سلطنت میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ تو رستہ صاف تھا غرض چالیس روز تک تاتاریوں کی تلواروں سے خون کے دریا بہائے گئے لاکھ آدمی قتل ہو گئے۔ جو لوگ کہیں کنوؤں میں یا ایسی ہی بے معلوم جگہوں میں چھپ گئے وہ تو باقی رہ گئے ورنہ ایک بھی نہ بچا۔ بیچارے خلیفہ کا یہ انجام ہوا کہ اسکو اہل تاتار نے لاتیں مار مار کر مار ڈالا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مقتولین کی تعداد دس لاکھ سے زائد تھی

ذہبی کہتے ہیں کہ میرا یہ خیال ہے کہ غریب مستعصم کو دفن ہونا بھی نصیب نہیں ہوا اسکے ساتھ اسکی بہت سی اولاد رشتہ دار بھی قتل ہوئے یا قید کیے گئے اہل تاتار کی ایسی بلا تھی کہ مسلمانوں کو پہلے ایسا سابقہ کبھی نہ پڑا تھا۔ نمک حرام وزیر بھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا وہ بھی تاتاریوں کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہوا۔ اور اس واقعہ کے بعد بہت دن تک نہیں جیا شعراء بغداد کے مرثیوں میں خوب جی کھولکر روئے ہیں عربی شاعروں کا فارسی شعراء نے بھی ساتھ دیا ہے

سبط تعاویذی نے خوب کہا ہے ترجمہ بغداد اور اہل بغداد تباہ ہو گئے۔ اور انکے گھر مولانا وزیر کے وجود نے خراب کر دئے

ایک اور شاعر نے کہا ہے ترجمہ اے قوت اسلام جو کچھ مستعصم پر گذرا اس پر نوحہ کر اور رو۔ وزارت نے سازش کی وہی وزارت جو پہلے ابن فرات کے ہاتھ میں تھی اور اب ابن علقمی کے ہاتھ میں ہے

آخری خطبہ جو بغداد میں پڑھا گیا اس میں خطیب نے کہا کہ اس خدا کی تعریف ہے کہ جس نے مضبوط عمارتوں کو تباہ کر دیا اور اس شہر کے رہنے والوں کو فنا کر دیا۔ اور اب بھی تلوار میان میں نہیں گئی۔

تقی الدین ابن ابی الیسر کا ایک مشہور قصیدہ تباہی بغداد پر ہے جس میں اس نے کہا ہے ترجمہ بغداد کی خبریں سنکر آنسو بہانے والی سے کہدو کہ تو کیوں کھڑا ہے احباب تو سارے چلے گئے ٭ ایک دوسرے سے ملنے والوں سے کہدو کہ یہ نہ کہیں کہ ہم تم پر فدا ہوں۔ یہ مکان اور گھر ویران ہیں تاج خلافت کو اور ان عمارتوں کو جن پر جھنڈے لہرا رہے تھے تباہی نے مٹا دیا ہے ٭ رجوع بلا سے صرف گھروں کے نشان باقی رہ گئے ہیں ٭ اور آنسوؤں سے گھروں کے آثار پر آثار باقی رہ گئے ہیں ٭ اے میرے دل کی آگ جو لڑائی سے مشتعل ہوئی ہے۔ تباہی کی ہوا نے اور بھی بھڑکا دیا ہے۔ بغداد کے منبروں پر صلیب بلند ہو گئی ہے ٭ اور اس پر وہ لوگ قابض ہو گئے ہیں جو خود زنار کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں ٭ بہت سی مکانات کہ جنکو ترکوں نے زبردستی قید کر لیا ہے۔ حالانکہ ان کے واسطے پہلے تو پردوں پر پردے پڑے ہوئے تھے بہت سے چاند اور کو بکے بعد دیگرے گہن لگ گیا ٭ ان میں سے ایک بھی لوٹ کر نہیں آیا ٭ اور بہت سے خزانہ لوٹ سے بکھر گئے اور ان پر کفار نے قبضہ کر لیا ٭ میں نے آواز دی تو معلوم ہوا کہ بہت سی قیدیوں کو جلاد اور ذلیل کرنے والوں کی طرف کھینچے لئے جا رہے ہیں

حب ہلاکو قتل خلیفہ اور اہل بغداد سے فارغ ہوا تو اس نے اپنے نائب عراق میں مقرر کیے۔ ابن علقمی نے بہت خوشامد کی کہ کسی طرح کوئی علوی خلیفہ مقرر کیا جاوے اور بہت سی چالیں چلیں مگر ایک کارگر نہ ہوئی۔ اور تاتاریوں نے اسے کتے کی طرح دھتکار دیا۔ آخر اس نے غلاموں کی طرح اُن کے ساتھ رہا اور اسی صدمہ میں مر گیا۔ خدا اوس پر رحم نہ کرے اور اس کے گناہ کو معاف نہ کرے آمین ثم آمین۔

پھر ہلاکو نے ناصر والی دمشق کو یہ خط لکھا

سلطان ملک ناصر طال بقاؤہ کو معلوم ہو کہ جب ہم عراق کی طرف متوجہ ہوئے تو اہل عراق کی فوجیں ہمارے مقابلہ کے لیئے نکلیں ہمنے ان سب کو خدا کی تلوار کے گھاٹ اتار دیا پھر رؤسا شہر ہمارے پاس آئے اور نہ بول سکنے کی وجہ سے انہوں نے بھی سزا پائی بادشاہ نے ہماری متابعت اور فرمانبرداری ظاہر کی مگر سوالات پر انہوں نے جھوٹ بولا اسلیے وہ بھی پھانسی دیدیے گئے

تمہیں چاہیے کہ ہماری اطاعت کرو اور اسکا خیال نہ کرو کہ تمہارے قبضہ میں قلعے اور شمشیر زن آدمی ہیں ہمنے سنا ہو کہ بہت سے بقیۃ السیف لوگوں نے تمہارے یہاں جا کر پناہ لی ہے **ترجمہ** حالانکہ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ ہم سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں ؏ ہم بحر و بر کے مالک ہیں بہتر ہے کہ اس خط کے پہونچتے ہی تم شام کے قلعے گروا دو فقط

اس کے بعد پھر ایک خط لکھا کہ

واضح ہو کہ ہم خدا کے لشکر ہیں وہ ہمارے ہی ذریعے سے گنہگاروں متکبروں جابروں سرکشوں سے انتقام لیتا ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔ اگر ہمیں غصہ آجاتا ہے تو ہم لوگوں کا حال دگرگوں کر دیتے ہیں اور اگر ہم سے کوئی سیدھی طرح پیش آتا ہے تو اپنی حالت پر قائم رہتا ہے ہمنے شہروں کو تباہ کر دیا ہے۔ بندگان خدا کو قتل کر دیا ہے اور عورت یا بچہ پر کوئی رحم نہیں کیا۔ جو لوگ باقی ہیں وہ بھی اسی نوبت کو پہونچنے والے ہیں۔ جو غافل ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ تم بھی اسی راستہ پر چلے جا رہے ہو ہم ہلاکت و بربادی کرنے والے ہیں نہ رحم کرنے والے۔ ہمارا مقصود ملک گیری نہیں ہوتا بلکہ انتقام ہوتا ہے ہمارے مہمان پر ظلم نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہمارا عدل و انصاف ہمارے ملک میں مشہور ہے اور ہماری تلواروں سے کسی کو کہیں بھاگنا نہیں **ترجمہ شعر** بھاگنے والوں کو کہیں بھی پناہ نہیں مل سکتی ؏ کیونکہ بحر و بر پر ہماری سلطنت ہے ہماری ہیبت سے سواد دنیا کانپ اٹھی ہے اور ہمارے قبضہ میں امراء و خلفاء آچکے ہیں

اب ہم تمہاری طرف بڑھے آتے ہیں تم بھاگو اور ہم تمہارا تعاقب کریں شہروں کو ہمنے تباہ۔ بچوں کو ہم نے تباہ و یتیم کر دیا ہے آدمیوں کو ہمنے قتل کر دیا ہے۔ ان کو سخت عذاب دیا ہے۔ ان کے بڑوں آدمیوں کو ہمنے ذلیل کر دیا ہے اور ان کے امیروں کو ہمنے قید کر لیا ہے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم ہم سے بچ کر بھاگ سکو گے۔ سب کا فیصلہ بہت جلد ہماری تلواریں کر دینگی۔

۶۵۷ھ ہجری شروع ہوا اور دنیا میں کوئی خلیفہ نہ تھا۔ اہل تاتار آمد کیطرف بڑھے

ان دنوں والی مصر المنصور علی بن المعز جو لڑکا ہی تھا اور اسکا اتابک امیر سیف الدین قطز المعزی (اسکے باپ کا غلام تھا) صاحب کمال الدین عدیمی نے اس سے مدد کی درخواست کی۔ امیر سیف الدین نے امراء و اعیان کو جمع کیا۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام بھی بلائے گئے جو کہ بات کرنے میں مشہور عالم تھے انہوں نے فتویٰ دیا کہ اگر کوئی دشمن حملہ آور ہو تو تمام دنیا پر واجب ہے کہ اسکا مقابلہ کرے اور جائز ہے کہ رعایا سے جو کچھ لیا جا سکے لے لیا جائے تاکہ جنگ کی اس سے تیاری ہو سکے بشرطیکہ بیت المال خالی ہو اور ضروری ہے کہ اس کام کے لیے تم بیش بہا چیزوں کو فروخت کر دو۔ اور صرف گھوڑا اور ہتیار اپنے پاس رکھ لو۔ بشرطیکہ فوج کے پاس اموال و آلات فاخرہ نہ موجود ہوں اس کے حکم میں امراء اور غرباء تمام مساوی ہیں۔

چند روز کے بعد امیر سیف الدین نے علماء کے سامنے یہ امر پیش کیا کہ بادشاہ بچہ ہے اور یہ وقت نہایت سخت مصیبت کا ہے اس لحاظ سے نہایت ضروری ہے کہ کوئی شجاع جو جہاد کر سکے بادشاہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ امیر سیف الدین ملقب ملک المظفر بادشاہ بنایا گیا۔

۶۵۸ھ ہجری بھی شروع ہو گیا اور دنیا بغیر خلیفہ کے رہی۔ اہل تاتار نے فرات سے عبور کیا اور حلب پہونچ کر خوب قتل عام کیا وہاں سے دمشق پہنچے ماہ شعبان میں مظفر نے تاتاریوں سے لڑنے کے لیے شام کیطرف فوج کو بڑھایا۔ فوج مصر کا سپہ سالار رکن الدین بیبرس بندقداری مقرر ہوا۔ بروز جمعہ ۱۵ رمضان ۶۵۸ھ ہجری کو عین جالوت پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ تاتاریوں کو نہایت سخت شکست ہوئی اور مسلمانوں کو فتح۔ للہ الحمد۔ ہزاروں تاتاری قتل ہوئے اور ہزاروں بھاگ گئے۔ اور خوب لوٹے گئے۔ سلطان مظفر کو دمشق میں اس فتح کی خبر دی گئی۔ اور لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ اور مظفر کو بہت دعائیں دیں۔

رکن الدین بیبرس تاتاریوں کے تعاقب میں گیا اور حلب وغیرہ تک انہیں نکال دیا
سلطان مظفر نے اس فتح کے عوض میں رکن الدین بیبرس کو حلب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن جب کام نکل گیا تو نیت بدل گئی بیبرس کو بھی اسکی اطلاع ہو گئی اور کینہ کی پیدا ہو گئی۔ مظفر خود حلب کیطرف جا رہا تھا۔ تاکہ تاتاریوں کا جو کچھ اثر باقی رہا ہوا اسکو مٹا دے۔ لیکن راستہ ہی میں اسے خبر پہونچی کہ بیبرس اور اسکے ساتھی پھر گئے ہیں۔ اسلئے وہ پھر مصر کیطرف لوٹا اور دل میں بیبرس کیطرف سے کدورت تھی جس سے بعض خواص کو بھی اطلاع دیدی تھی۔ بیبرس کو بھی کسی نہ کسی طرح پہونچ گئی۔ سو دونوں مصر کیطرف روانہ ہوئے اور ایک دوسرے کی گھات میں لگے رہے۔ پھر بیبرس نے اپنے ساتھ امراء کو متفق کر کے ۱۶۔ ذیقعدہ ۶۵۸ھ ہجری کو مظفر کو قتل کرا دیا اور خود بلقب الملک القاہر تخت پر بیٹھ گیا اور مصر میں کچھ مظالم مظفر نے پھیلائے تھے انکو رفع کر دیا۔ اور زین الملۃ والدین ابن الزبیر کو اپنا وزیر بنایا۔ وزیر نے ایک روز القاہر سے کہا کہ جس شخص نے اپنا لقب القاہر مقرر کیا اس نے کبھی فلاح نہیں پائی۔ چنانچہ القاہر بن المعتضد۔ نے یہ خطاب لیا۔ وہ چند ہی روز میں معزول کیا گیا اور اسکی آنکھیں نکلوا ڈالی گئیں۔ پھر والی موصل نے اپنا لقب قاہر رکھا اسکو زہر دیدیا گیا۔ اس پر سلطان نے اپنا لقب قاہر سے بدلکر ملک ظاہر کر لیا
۶۵۹ھ ہجری شروع ہوا اور دنیا میں کوئی خلیفہ نہ تھا۔ آخر اسی سال ساڑھے تین برس انقطاع خلافت کے بعد ماہ رجب میں مصر میں خلافت قائم ہوئی مستنصر سے لوگوں نے بیعت کی جیسا کہ ہم آگے ابھی بیان کرینگے۔
زمانہ خلافت معتصم میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی۔
حافظ تقی الدین صریفینی۔ حافظ ابو القاسم بن الطیلسان۔ شمس الائمہ کردی حنفی۔ تقی الدین بن الصلاح۔ علم السخاوی حافظ محب الدین بن النجار مورخ بغداد۔ منتخب الدین شارح المفصل۔ ابن یعیش النحوی۔ ابو الحجاج الاقصری زاہد۔ ابو علی الشلوبینی النحوی۔ ابن بیطار صاحب المفردات۔ امام علامہ جمال الدین بن الحاجب امام مالکیہ۔ ابو الحسن بن دباج نحوی قفطی صاحب تاریخ النحاۃ۔ فضل الدین الخونجی صاحب المنطق۔ اردی۔ حافظ یوسف بن الخلیل بہار بن بنت الحمیری جمال بن عمرون النحوی۔ الرضی الصغانی اللغوی۔ صاحب لعباب وغیرہ۔ کمال عبد الواحد الزملکانی صاحب المعانی والبیان و اعجاز القرآن۔ شمس خسرو شاہی۔ محمد بن تیمیہ۔ یوسف بن سبط بن الجوزی صاحب مرآۃ الزمان۔ ابن باطیش شافعی۔ نجم بادرائی۔ ابن ابو الفضل المرسی صاحب التفسیر و دیگر حضرات
مدت انقطاع خلافت میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی۔
زکی عبد العظیم المنذری۔ شیخ ابو الحسن شاذلی۔ شیخ الطائفہ شاذلیہ۔ شعلۃ المقری فاسی شارح الشاطبیہ۔ سعد الدین ابن العربی شاعر۔ صرصری شاعر۔ ابن الابار مورخ اسپین و دیگر حضرات

المستنصر باللہ احمد

المستنصر باللہ احمد ابو القاسم بن الظاہر بامر اللہ ابو نصر محمد بن الناصر لدین اللہ احمد۔ شیخ قطب الدین لکھتے ہیں کہ بوقت فتنہ تاتاریہ شاہزادہ بغداد میں قید تھا اسی دارو گیر میں یہ بھی قید سے چھوٹ کر بھاگ گیا اور عرب عراق کیطرف چلا گیا جب بیبرس ملقب ملک بادشاہ ہوا تو اس نے ماہ رجب ۶۵۹ھ میں اسے دس آدمیوں کو بطور وفد کے اسکے پاس بھیجا سلطان الظاہر مع قضاۃ اور اعیان سلطنت کے اسکی ملاقات کے لیے نکلا اور اسکو قاہرہ میں لے آیا۔ قاضی القضاۃ

تاج الدین بن الاعز نے اسکا نسب ثابت کیا۔ اور بتاریخ ۱۳۔ رجب ۶۵۹ ہجری سب سے پہلے قاضی القضاۃ ممدوح نے اور ان کے بعد شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اور پھر اور معزز اراکین نے مستنصر سے بیعت کرلی۔ اور سکوں پر اسکا نام مسکوک کرا دیا۔ خطبہ پڑھا گیا۔ اور اسکو المستنصر باللہ کا خطاب دیا گیا لوگ اس واقعہ سے بہت ہی خوش ہوئے

جمعہ کے دن وہ جلوس کے ساتھ سوار ہوا اور قلعہ کی جامع مسجد میں بر سر منبر اُس نے خطبہ پڑھا اس میں پہلے بنو عباس کا شرف بیان کیا اور سلطان اور مسلمانوں کے حق میں دعا کی پھر نماز کے بعد حسب رسم قدیم خلیفہ نے سلطان کو خلعت عطا کیا

دوشنبہ ۴ شعبان ۶۵۹ ہجری کو قاہرہ کے باہر ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ اور قضاۃ امراء اور وزیر کی موجودگی میں خلیفہ نے سلطان کو اپنے ہاتھ سے خلعت و طوق پہنایا۔ فخرالدین بن لقمان نے منبر پر کھڑے ہوکر خلیفہ کا فرمان سنایا۔ پھر سب لوگ سوار ہوکر باب نصر سے قاہرہ میں داخل ہوئے۔

سلطان نے خلیفہ کے واسطے اتابک آبدار خزانچی صاحب دربان اور کاتب مقرر کیے اور خزانہ کا ایک حصہ اس کے تصرف میں دیدیا۔ اور تمام ممالک پر بدرائے نظم اسکا قبضہ کرادیا سو گھوڑے تیس خچر دس قطار اونٹ وغیرہ خلیفہ کے اصطبل کے لیے مقرر کردیے گئے

ذہبی کہتے ہیں کہ سوا اس مستنصر اور مقتفی کے کوئی شخص اپنے بھتیجے کے بعد خلیفہ نہیں ہوا

والی حلب امیر شمس الدین اقوش حلب میں تخت پر بیٹھ گیا اور بلقب الحاکم بامراللہ خلیفہ بنگیا۔ اور سکہ و خطبہ اپنے نام کرلیا مستنصر عراق کیطرف روانہ ہوا۔ اور سلطان اسکو دمشق کی طرف پہونچانے کے لیے گیا سلطان نے خلیفہ اور اولاد صاحب موصل کو بہت سا مال اور چھیاسٹھ ہزار درم اور ایک لاکھ دینار بطور زاد راہ کے دیے خلیفہ دمشق سے ہمراہی بادشاہان شرق۔ والیان موصل و سنجار و جزیرہ حلب کیطرف گیا۔ والی حلب بھی اپنی خلافت کو چھوڑ کر اس کی اطاعت میں آگیا۔ پھر انہوں نے حدیثہ کو فتح کیا لیکن آخر لشکر تاتار سے مقابلہ و مقاتلہ ہوا اس واقعہ میں بہت سے مسلمان مارے گئے اور خلیفہ مستنصر گم ہوگیا۔ بعض تو کہتے ہیں کہ مارا گیا (اور یہی صحیح بھی معلوم ہوتا ہے) اور بعض کہتے ہیں کہ کسی طرف بھاگ گیا۔ پھر تپہ نہ لگا یہ قضیہ نامرضیہ ۳ محرم ۶۶۰ ہجری کو ہوا۔

اس حساب سے مستنصر کی خلافت صرف چھ ماہ رہی اور اس کے ایک سال بعد وہی حاکم جو حلب میں خلیفہ ہوگیا تھا اسی لقب سے تخت خلافت پر بیٹھا۔

الحاکم بامراللہ ابو العباسؒ

الحاکم بامراللہ ابو العباس احمد بن ابو علی الحسن القبی ابن علی بن ابو بکر بن خلیفہ المسترشد باللہ بن المستظہر باللہ دارو گیر بغداد کے وقت میں چھپ کر بچ رہا اور ایک جماعت کے ساتھ حسین بن فلاح امیر بنی خفاجہ کے پاس پہونچا اور اس کے پاس چند روز رہکر عربوں سمیت دمشق گیا اور امیر عیسے بن مہنا کے پاس ایک مدت قیام کیا۔ یہاں سے اسے الناصر والی دمشق نے بلا بھیجا مگر اس اثنا میں اُسکو تاتاریوں سے مقابلہ کرنا پڑ گیا جب اس لڑائی سے فارغ ہوکر الناصر پھر دمشق میں پہونچا تو امیر قبلیج بغدادی کے ہاتھ الحاکم کو بلا بھیجا لوگ اس پر مائل ہوگئے۔ اور اس سے بیعت کرلی اور بہت سے امراء عرب بھی اسے آملے حاکم غانہ۔ حدیثہ ہیئت اور انبار کو ان کی معیت میں فتح کیا۔ تاتاریوں سے لڑا اور انپر فتح پائی اسی اثنا میں ملک الظاہر کیطرف سے علاؤالدین طیبرس نائب دمشق سے خط متضمن طلبی الحاکم پہونچا۔ اسلیے وہ ماہ صفر میں دمشق میں پہونچ گیا۔ مگر اس سے تین روز پہلے مستنصر باللہ کی قاہرہ میں بیعت ہوچکی تھی حاکم ڈرا کہ کہیں قید نہ کرلیا جاؤں اسلیے وہ حلب کیطرف چلا گیا۔ وہاں والی اور رؤسا حلب نے

اس کی بیعت کرلی انہی لوگوں میں عبد الحلیم بن تیمیہ بھی تھے حاکم نے لوگوں کو جمع کرکے غانہ کا قصد کیا وہاں مستنصر بھی پہنچ گیا حاکم اسکے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گیا۔ لیکن جب مستنصر تاتاریوں کے مقابلہ کی حالت میں گم ہو گیا (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) حاکم حیہ عیسی بن مہنا کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے اسکو ملک الظاہر بیبرس نے بلا بھیجا حاکم مع اپنے بیٹوں اور جماعت کے قاہرہ میں گیا۔ وہاں ملک الظاہر نے اسکا بڑا اکرام کیا اور اس سے بیعت کرلی (یہ بیعت ایسی بابرکت ثابت ہوئی کہ حاکم نے چالیس سال سے کچھ زیادہ خلافت کی) ملک الظاہر نے اسے قلعہ کے بڑے برج میں اتارا۔ حاکم نے جامع مسجد میں کئی بار خطبہ پڑھا

شیخ قطب الدین کہتے ہیں کہ بعد از ثبوت نسب پنجشنبہ ۸ محرم ۶۶۱ھ ہجری کو سلطان نے ایک عام مجلس منعقد کی حاکم با مراء قلعہ کے ایوان سے سوار ہو کر وہاں گیا اور سلطان کے ساتھ بیٹھا سلطان نے اٹھکر زمین بوسی کی اور حسب دستور قدیم اسکو امیر المومنین تسلیم کیا۔ خلیفہ نے اسکو خلعت عطا کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے حسب مراتب حاکم کی بیعت کی۔ دوسرے روز جمعہ تھا۔ حاکم نے خطبہ پڑھا۔ اور پہلے کہا کہ اس خدا کی تعریف ہے جس نے آل عباس کے لیے ایک مددگار بنا دیا اور پھر جہاد و امامت کا ذکر کیا۔ اور حرمت خلافت کی جو کچھ ہتک ہوئی تھی اسکو یاد دلایا۔ پھر کہا کہ یہ سلطان الملک الظاہر امامت کی مدد کے واسطے اٹھا ہے اور باوجود قلت فوج کے کفار کے لشکر کو اس نے شکست دی ہے اس خطبہ کے بعد ممالک میں حاکم کی بیعت کا اعلان کر دیا

اسی سال میں اور اس کے بعد بہت سے تاتاری مسلمان ہو گئے اور مستامن ہو کر ممالک اسلام میں رہنے لگے یہاں انکو روزینے اور وظیفے مقرر ہو گئے اور ان کا شر کم ہونا شروع ہو گیا۔

۶۶۲ھ ہجری میں مدرسہ ظاہریہ قصرین کے درمیان میں بنکر طیار ہو گیا۔ اور اس میں تقی بن رزین تدریس فقہ شافعیہ اور شرف دمیاطی تدریس حدیث کے لئے مقرر کیے گئے۔ اسی سال مصر میں سخت زلزلہ آیا۔

۶۶۳ھ ہجری میں اسپین کے بادشاہ ابو عبداللہ بن الاحمر کو فرنگیوں پر فتح حاصل ہوئی اور بتیس ۳۲ شہر جن پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا تھا پھر چھین لیے گئے۔ انہی شہروں میں اشبیلیہ اور مرسیہ بھی شامل ہیں

اسی سال قاہرہ میں مختلف مقامات پر آگ لگی وہاں آگ اور گندھک مشاہدہ میں آئی اور بحر اشموں کھدوایا گیا۔ اور سلطان نے مع امراء کے اس کام میں خود حصہ لیا اسی سال ہلاکو فی النار ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا ابغا تخت پر بیٹھا

اسی سال سلطان نے اپنے چہار سالہ بیٹے ملک السعید کو ولیعہد بنایا اور مع جلوس کے قلعہ سے اسکو سوار کرکے نکالا اور اسکا غاشیہ سلطان خود اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر باب السر سے باب السلسلہ تک لے گیا۔ پھر سعید سوار ہو کر قاہرہ کی طرف گیا تمام امراء جلوس کے ساتھ پیدل تھے۔

اسی سال دیار مصر میں چار قاضی ہر مذہب کے جداگانہ مقرر کیے گئے۔ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ قاضی تاج الدین ابن بنت الاعز نے بہت سے احکام کو نافذ نہیں کیا تھا اور بہت سی باتیں ٹال رکھی ہیں جس سے شافعیوں کو یتیموں کے اموال اور بیت المال کے انتظام کیطرف توجہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ پھر اسی طرح دمشق میں بھی انتظام کیا گیا

اسی سال ماہ رمضان میں سلطان نے خلیفہ کو پردہ میں رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ خلیفہ کے پاس نہ جا کر بیٹھا کریں کیونکہ اکثر لوگ باہر نکلکر شہر میں بہت سی لایعنی باتیں اڑاتے پھرا کرتے ہیں

۶۶۵ھ ہجری میں سلطان نے جامع حسینیہ کی تعمیر کا حکم دیا اور جب ۶۶۷ھ ہجری میں بنکر تیار ہو گئی تو اس میں حنفی خطیب مقرر کیا

۶۶۸ھ ہجری میں سلطان نے نوبہ اور دنقلہ پر فوج کشی کی اور وہاں کے بادشاہ کو گرفتار کرکے اپنے سامنے پیش کرایا

اور اہل نقلہ پر جزیہ مقرر کر دیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے سنہ ۳۱ ہجری میں عبداللہ بن ابو سرح نے پانچ ہزار سوار کی جمعیت سے نوبہ پر چڑھائی کی تھی لیکن فتح نہ کر سکے اور صلح کر کے واپس آ گئے پھر ہشام کے زمانہ میں فوج کشی ہوئی مگر ناکامی ہوئی۔ منصور بھی لڑا مگر وہی نتیجہ ہوا۔ لکن نخگی کافور اخشیدی۔ ناصر الدولہ۔ ابن حمدان توران شاہ برادر صلاح الدین نے یکے بعد دیگرے اس ملک پر سنہ ۵۶۹ ہجری میں حملہ کیا۔ مگر کسی کی پیش نہ گئی آخر اسوقت اس کی گھڑی آ گئی۔ ابن عبدالظاہر نے ایک قصیدہ اس فتح پر لکھا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے
ترجمہ یہ ایسی فتح ہے کہ ایسی کبھی نہیں سنی گئی۔ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ لوگوں نے بیان کی

محرم سنہ ۶۷۶ ہجری میں ملک الظاہر دمشق میں مر گیا اور اسکی جگہ اسکا بیٹا ملک السعید محمد بعمر ۱۸ سال تخت پر بیٹھا
اسی سال تقی بن رزین کو مصر و قاہرہ دونوں کا قاضی مقرر کیا گیا۔ اس سے پہلے مصر و قاہرہ میں الگ الگ قاضی ہوا کرتے تھے
سنہ ۶۷۸ ہجری میں ملک السعید سلطنت سے معزول کیا گیا۔ اور کرک چلا گیا۔ وہاں اسی سال مر گیا۔ اس کی جگہ مصر میں اسکا ہفت سالہ بھائی بدر الدین شلامش بلقب ملک العادل سلطان بنایا گیا۔ اور امیر سیف الدین قلادون اس کا اتابک مقرر ہوا۔ سکوں پر ایک طرف اسکا اور دوسری طرف امیر سیف الدین کا نام سکوک کیا گیا مگر ماہ رجب میں شلامش بلا کسی نزاع کے تخت سے اتار دیا گیا۔ اور قلادون ملک المنصور بادشاہ ہو گیا۔

سنہ ۶۷۹ ہجری میں عرفہ کے دن ملک مصر میں بڑے بڑے اولے پڑے اور بجلی گری

سنہ ۶۸۰ ہجری میں لشکر تاتار نے شام میں پہنچ کر لوگوں نے سخت اضطراب ڈالدیا سلطان انسے لڑنے کے لیئے نکلا اور سخت جنگ ہوئی مگر خدا کا شکر ہے کہ فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی

طرابلس جو امیر معاویہ کے وقت میں فتح ہو چکا تھا سنہ ۵۰۳ ہجری سے برابر عیسائیوں کے قبضہ میں چلا آتا تھا سنہ ۶۸۸ ہجری میں اسکو سلطان نے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ تاج ابن اثیر نے والی یمن کو اس فتح کی خوشخبری میں ایک خط لکھا جس میں مذکور تھا کہ تمام خلیفے اور ملوک اپنی نفس اور مجالس کے ساتھ مشغول تھے صرف اپنی سلامتی اور حفاظت کو غنیمت سمجھتے تھے جب ان کے سامنے کچھ لڑائی کا تذکرہ ہوتا تو ہزیمت اور فرار کا طریقہ دریافت کرتے ان کے احوال و ممالک چھینے جا رہے تھے اور ان کو کچھ پروا نہیں تھی چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے ترجمہ جب دشمن حملہ کرتے ہیں تو ان کو قتل کر ڈالتے ہیں اور جب چاہتے ہیں جلا وطن کر دیتے ہیں جب لڑائی کرتے ہیں تو ان کو مغلوب کر دیتے ہیں یہانتک کہ خداوند تعالی نے ایک ایسے شخص کو بھیجدیا ہے جو کہ اسکے دین کی امداد کرتا ہے اور دشمنان دین اور شیاطین کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ زبان رومی میں طرابلس کے معنے "تین قلعے" کے ہیں۔

ذیقعدہ سنہ ۶۸۹ ہجری میں سلطان قلادون مر گیا اور اس کی جگہ اسکا بیٹا۔ ملک الاشرف صلاح الدین خلیل تخت پر بیٹھا خلیفہ جو قلادون کے عہد میں بالکل گمنام تھا۔ اب کچھ ظاہر ہونے لگا۔ چنانچہ خلیفہ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا ملک الاشرف کا سلطان ہونا تسلیم کیا پھر قاضی القضاۃ نے نماز پڑھائی اور خلیفہ نے پھر دوسری مرتبہ خطبہ پڑھا جس میں بغداد کا ذکر کیا اور جہاد کی فضیلت بیان کی کہ اس پر پھر قبضہ کرنے کی تحریص دلائی

سنہ ۶۹۱ ہجری میں سلطان نے قلعۃ الروم کا جا کر محاصرہ کیا

سنہ ۶۹۳ ہجری میں مقام تروجہ میں سلطان قتل کر ڈالا گیا اور اسکا بھائی محمد بن منصور ملقب الملک الناصر بعمر نو سال تخت پر بٹھلایا گیا لیکن محرم سنہ ۶۹۴ ہجری میں تخت سے اتار دیا گیا اور کتبغا المنصوری ملقب ملک العادل تخت پر بٹھایا گیا۔

اسی سال قازان بن ارغون بن برکابن ہلاکو بادشاہ تاتار مسلمان ہوگیا جس سے اس کے لشکر میں اسلام پھیلا۔ اس سے لوگ بہت ہی خوش ہوئے
۶۹۶ھ ہجری میں جب سلطان ملک العادل دمشق گیا ہوا تھا تو ماہ صفر میں لاجین نے زبردستی تخت سنبھال لیا۔ تمام امراء نے
حلف اطاعت اٹھائی۔ اور کسی شخص نے مخالفت نہ کی اسکو لقب ملک منصور کا دیا گیا۔ خلیفہ نے بھی اسے حسب معمول خلعت عطا کر دیا
بیچارہ ملک العادل سرحد کیطرف چلا گیا۔ اور وہیں بحیثیت نائب سلطنت رہنا منظور کیا۔ مگر لاجین جمادی الآخر ۶۹۸ھ ہجری
میں قتل کر ڈالا گیا۔ اور ملک الناصر محمد بن منصور قلادون جو کرک میں پڑا تھا پھر بار ثانی بادشاہ ہوگیا۔ او خلیفہ سے معمولی خلعت
حاصل کیا۔ عادل حمات میں آگیا۔ اور مرتے دم ۷۰۲ھ ہجری تک اسی حیثیت میں رہا

روز جمعہ ۱۸ جمادی الاول ۷۰۱ھ ہجری کو خلیفہ الحاکم نے انتقال کیا (خدا اس پر رحمت فرماوے) قلعہ کے نیچے عصر کے وقت اس
کے جنازے کی نماز پڑھائی گئی۔ اور تمام ارکان دولت پیادہ پا اس کے جنازے کے ساتھ گئے اور سیدہ نفیسہ کے قریب اس کو
دفن کیا اس سے پہلے وہی وہاں دفن ہوا تھا اس کے بعد ابتک اس خاندان کا مدفن وہیں چلا آتا ہے الحاکم نے خود اپنے
بیٹے ابوالربیع سلیمان کو ولیعہد بنا لیا۔

خلیفہ حاکم کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام۔ علم اللورقی۔ ابوالقاسم قباری زاہد۔ زین خالد النابلسی۔ حافظ ابوبکر بن سدی۔ امام ابوشامہ
۔ تاج بن بنت الاعز۔ ابوالحسن بن عدلان۔ مجدالدین بن دقیق العید۔ ابوالحسن بن عصفور النحوی۔ کمال سلار الاربلی۔ عبدالرحیم
بن یونس صاحب التعجیز۔ قرطبی صاحب التفسیر و تذکرہ شیخ جمال الدین بن مالک کا فرزند بدرالدین نصیر طوسی سرتاج فلسفیان۔
خاصۃ القشار۔ تاج بن السباعی خازن المستنصریہ۔ برہان بن جماعہ۔ نجم الکاتبی المنطقی۔ شیخ محی الدین نووی۔ صدر سلیمان امام
الحنفیہ۔ تاج بن میسر مورخ۔ کواشی مفسر۔ تقی بن رزین۔ ابن خلکان صاحب وفیات الاعیان۔ ابن ایاز نحوی۔ عبدالحلیم بن
تیمیہ۔ ابن جعوان۔ ناصر الدین بن منیر۔ نجم بن بارزی۔ برہان النسفی صاحب التصانیف فی علم کلام۔ رضی شاطبی لغوی۔ جمال شریشی
نفیسی شیخ الاطبا ابوالحسین بن الربیع نحوی اصبہانی شارح صاحب المحصول عفیف تلمسانی شاعر (جو ملحد مشہور تھا)
تاج بن الفرکاح۔ زین بن مرحل۔ شمس الجونی۔ عزالفاروقی۔ محب الطبری۔ تقی بن بنت الاعز۔ رضی قسطنطینی۔ بہا بن النحاس۔
نحوی۔ یاقوت بن المستعصمی صاحب الخط المنسوب وغیرہ

المستکفی باللہ ابوالربیع

المستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن الحاکم بامر اللہ نصف محرم ۶۸۴ھ ہجری میں پیدا ہوا وہ اپنے باپ کے وقت میں ہی ولیعہد بنایا
گیا۔ مصر اور شام کے منبروں پر اسکا خطبہ پڑھا گیا۔ اور تمام ممالک اسلام میں اسکی خوشخبری دی گئی۔

خاندان خلافت کبش میں رہتا تھا سلطان نے انکو قلعہ میں بلا لیا۔ اور ایک مکان الگ انکو دیدیا

۷۰۲ھ ہجری میں اہل تاتار نے شام پر حملہ کیا۔ سلطان مع خلیفہ کے ان سے جنگ کرنے کے لیے نکلے اور فتحیاب ہوئے تاتاری بہت
سے مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔

اسی سال مصر اور شام میں بڑا بھاری زلزلہ آیا اور بہت سو آدمی مکانوں کے نیچے دب کر مر گئے۔

۷۰۳ھ ہجری میں امیر بیبرس الجاشنکیر منصوری نے جامع مسجد حاکم میں وظیفے مقرر کیے اور جتنا حصہ زلزلہ میں گر گیا تھا پھر
از سر نو بنایا۔ چار قاضی مقرر کیے دو فقہ کے مدرس اور سعدالدین حارثی کو علم حدیث کا استاد مقرر کیا اور ابوحیان کو علم نحو کا

سنہ ۷۰۸ہجری میں سلطان الملک الناصر محمد بن قلاوون حج کے واسطے ماہ رمضان میں مصر سے نکلا بہت سے امراء نے اسے رخصت کیا کرک میں اسکے لیئے ایک پل بنا گیا جب سلطان اسکے وسط میں پہونچا تو پل گر گیا اور جو لوگ آگے تھے وہ بچ گئے اور سلطان کو اس کے گھوڑے نے بچا لیا پیچھے جو پچاس آدمی تھے ان میں سے چار آدمی مر گئے۔
سلطان کرک ہی ٹھہر گیا۔ اور دیار مصر میں خود اطلاع دیدی کہ میں نے سلطنت چھوڑ دی قاضیان مصر و شام نے بعد از ثبوت ۲۳ شوال سنہ ۷۰۸ہجری کو رکن الدین برس جاشنکیر سے بلقب الملک المظفر بیعت کر لی خلیفہ نے اسکو خلعت سیاہ اور عمامہ مدور عطا کیا فرمان سلطنت اطلس کے کیسہ سیاہ میں بند کر کے شام میں بھیجا گیا
رجب سنہ ۷۰۹ہجری میں الناصر نے پھر آ کر دعوی سلطنت کیا۔ بہت سے امراء نے اسکی مدد کی چنانچہ شعبان میں وہ دمشق پہونچ گیا اور عید الفطر کے دن مصر میں پہونچکر قلعہ پر چڑھ گیا مظفر بیبرس اپنے ساتھیوں کو لیکر پہلے ہی بھاگ چکا تھا لیکن آخر اسے لوگوں نے پکڑ کر قتل کر دیا اس بارہ میں علاء وداعی نے کہا ہے **ترجمہ شعر** ملک ناصر سورج چڑھے اپنی سلطنت کی طرف آیا جیسا کہ حضرت سلیمان اپنے تخت کیطرف آئے تھے
اسی سال وزیر سلطنت نے چاہا کہ کفار باشندگان ممالک اسلام سفید عمامہ باندھا کریں حالانکہ وہ سات لاکھ دینار جزیہ سالانہ سے زیادہ ادا کرتے تھے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے اس کی سخت مخالفت کی اور وزیر کی نہ چلنے دی الحمد للہ
اسی سال بادشاہ تاتار خربندہ نے اپنے حدود سلطنت میں مذہب شیعہ کا رواج دیا اور حکم دیا کہ خطبوں میں سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ و اہل بیت اور اولاد شریفین حضرت کے اور کسی کا ذکر نہ کیا جائے اس کے مرتے دم یعنی سولہ سال تک یہ حکم رہا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا بادشاہ ہوا کہ پابند سنت تھا۔ اس نے اپنے باپ کے حکموں کو منسوخ کر دیا اور خطبوں میں صحابہ کرام کے اسم مبارک یاد کرنے کا پھر حکم دیا۔ اس کی وجہ سے بہت سے فتنے فرو ہو گئے اس نے بہت عدل و انصاف کیا یہ بادشاہ اہل تاتار میں سب سے بہتر گذرا ہے سنہ ۷۳۶ہجری میں انتقال کیا۔ اور اقبال اپنے ساتھ لے گیا۔ کیونکہ اسکے بعد سلطنت تاتار میں سخت رخنے پڑ گئے۔
سنہ ۷۱۱ہجری میں دریائے نیل بہت چڑھ آیا۔ اور بہت سے آدمی اور شہر ڈوب گئے سنہ ۷۲۴ہجری میں یہی حال رہا۔ اور ساڑھے تین ماہ کامل پانی کھڑا رہا سنہ ۷۲۸ہجری میں مکہ معظمہ کی مسجد حرام کی چھت اور دروازے از سر نو بنائے گئے
سنہ ۷۳۰ہجری میں سب سے پہلے مرتبہ مدرسہ صالحیہ کے ایوان شافعیہ میں نماز جمعہ پڑھی گئی۔ اسی سال قوصون کی بنا کردہ مسجد باب زویلہ کی باہر مکمل ہو گئی سلطنت اور اعیان سلطنت کے سامنے اس میں خطبہ پڑھا گیا۔ اور سب سے پہلے خطیب قاضی القضاۃ جلال الدین قزوینی مقرر کیے گئے اور پھر فخر الدین بن شکر مستقل کیے گئے
سنہ ۷۳۳ہجری میں سلطان نے بندوق چلانے اور فروخت تیر اور منجموں سے رجوع لانے کو منع کر دیا
اسی سال سلطان نے کعبہ شریف کا دروازہ چوب آبنوس کا بنوایا اور اسپر چاندی کے پتر چڑھوائے جنکا وزن ۳۵۳۰۰ مثقال تھا۔ اور پرانا دروازہ اکھاڑ ڈالا گیا جس پر وا لیے یمن کا نام کندہ تھا جلکے پتروں کو بنو شیبہ نے لیا
سنہ ۷۳۶ہجری میں خلیفہ اور سلطان کی آپس میں کچھ رنجیدگی ہو گئی پہلے اس کو برج قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ پھر مع اسکی اولاد و متعلقین کے جو سو آدمی تھے ذی الحجہ سنہ ۷۳۷ہجری میں قوص بھیجدیا اور ان کے لیے کافی تنخواہ مقرر کر دی آخر مستکفی نے سنہ ۷۴۰ہجری میں پچاس برس سے کچھ زیادہ کی عمر میں وہیں انتقال کیا اور وہاں ہی مدفون ہوا
ابن حجر نے اپنی کتاب درر میں لکھا ہے کہ مستکفی۔ فاضل سخی۔ نہایت خوشخط۔ شجاع آدمی تھا چوگان کھیلنے اور بندوق سے

نشانہ لگانے میں کامل اوستاد تھا علما ر وادبا کی صحبت میں بیٹھتا۔ اور ان کا بہت کچھ اکرام کرتا تھا جب تک وہ زندہ رہا اس کا خطبہ ممبروں پر پڑہا جاتا رہا حتے کہ زمانہ نظربندی وقیام قوص میں بھی انقطاع خطبہ نہیں ہوا۔ ابتدائے سلطان اور خلیفہ کے درمیان میں محبت زیادہ تھی دونوں سیر وتماشے کے واسطے ساتھ ہی نکلا کرتے اور اکٹھے ہی چوگان کھیلا کرتے تھے اور بھائیوں کی طرح رہا کرتے تھے ایک روز خلیفہ کا ایک خط اس کے سامنے پیش کیا گیا جس میں خلیفہ نے کسی کو لکھا تھا کہ وہ سلطان کو مجلس شرع شریف میں کسی معاملہ کی وجہ سے پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس سے سلطان ناخوش ہوگیا اور نوبت قوص پہونچنے اور تنخواہ مقرر کردینے پر پہونچی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابن فضل اللہ نے کتاب مسالک میں لکھا ہے کہ مستکفی بہمہ خوبی ونرمی تھا

حسب ذیل علما رنے اس کے زمانہ میں وفات پائی۔

قاضی القضاۃ تقی الدین بن دقیق العید۔ شیخ زین الدین الفارقی شیخ الشافعیہ وشیخ دار الحدیث (جو بعد وفات نودی کے اس عہدہ پر مقرر ہوئے اور مرتے وقت تک اسی پر رہے۔ ان کے بعد صدر الدین بن الوکیل مقرر ہوئے) شرف الفزاری۔ صدر بن رزیر بن حاسب۔ حافظ شرف الدین دمیاطی۔ ضیاء الطوسی شارح حاوی شمس السروجی شارح ہدایہ حنفیہ امام نجم الدین بن الرفعہ امام شافعیہ۔ حافظ سعد الدین حارثی۔ فخر النوری محدث مکہ شریف۔ رشید بن المعلم از کبار علمائے حنفیہ) صدر بن الوکیل شیخ الشافعیہ۔ کمال بن شریشی۔ تاج تبریزی۔ فخر بنت ابی سعد۔ شمس بن ابو العز شیخ الحنفیہ۔ رضی طبری امام مکہ۔ صفی ابو الثناء محمود الارموی شیخ نور الدین بکری۔ علاء بن العطار شاگرد امام نووی شمس اصفہانی صاحب التفسیر وشرح مختصر ابن حاجب وشرح تجرید وغیرہ۔ تقی الصائغ المقری۔ خاتمۃ المشائخ القراء۔ شہاب محمود وشیخ صناعۃ الانشا جمال بن مطہر شیخ الشیعہ۔ کمال ابن قاضی شہبہ۔ نجم القمولی صاحب الجواہر والبحر۔ کمال بن زملکانی شیخ تقی الدین بن تیمیہ۔ ابن جبارہ شیخ الشاطبیہ۔ نجم البالسی شارح تنبیہ۔ برہان الفزاری شیخ الشافعیہ۔ علاء القونوی شارح الحاوی۔ فخر ترکمانی حنفی شارح جامع الکبیر۔ الملک المؤید صاحب حماۃ الذی لہ تصانیفہ کثیرۃ۔ شیخ یاقوت العرشی شاگرد شیخ ابی العباس مرسی۔ برہان الجعبری۔ بدر بن جماعہ۔ تاج بن فاکہانی۔ فتح بن سید الناس۔ قطب الحلبی زین الکنانی قاضی محی الدین بن فضل اللہ۔ رکن بن القوبع۔ زین بن مرحل۔ شرف بن بارزی۔ جلال قزوینی۔ ودیگر حضرات

الواثق باللہ ابراہیم

الواثق باللہ ابراہیم بن ولی العہد المتمسک باللہ ابو عبد اللہ محمد بن الحاکم بامر اللہ ابو العباس احمد

اسکے دادا الحاکم نے اپنے بیٹے محمد مستمسک باللہ کا خطاب دیکر ولی عہد بنایا تھا۔ لیکن وہ اپنے باپ ہی کے سامنے مرگیا اس لیئے حاکم نے اس ابراہیم (اپنے پوتے) کو ولیعہد بنایا۔ اسکا گمان یہ تھا کہ اس میں خلافت کی صلاحیت ہوجائیگی لیکن بعد میں اسکو خود ہی معلوم ہوگیا کہ یہ سخت نالائق ہے۔ کھیل کود میں مصروف رہتا ہے۔ کمینوں سے صحبت رکھتا ہے اسلیئے حاکم نے اُسے ولیعہدی سے معزول کرکے اپنے دوسرے بیٹے مستکفی (ابراہیم کے چچا) ابن حاکم کو ولی عہد بنایا۔ اس پر ابراہیم نے وہ کمینہ حرکت کی کہ سلطان اور خلیفہ مستکفی کے درمیان چغلی کھاکر باہم دشمن کرادیا۔ اور جو بھائی بنے ہوئے تھے ان میں دشمنی ڈلوادی اسکا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے۔ مستکفی نے قوص میں مرتے وقت اپنے بیٹے احمد کو ولیعہد بنایا۔ لیکن سلطان نے ایک نہ مانی اور اسی ابراہیم سے بیعت کرلی۔ واثق باللہ اسکا لقب مقرر کیا۔ لیکن سلطان

اپنے مرتے وقت اس حرکت پر پچھتایا۔ اور یکم محرم ۷۴۲ھ ہجری کو اُسے معزول کرکے ولیعہد احمد کو بلقب الحاکم خلیفہ مقرر کیا
ابن حجر کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے ملک سلطان سے اس ابراہیم کی بد اعمالی کی شکایت کی لیکن سلطان نے ایک
نہ سُنی اور اس سے بیعت کرلی۔ عام لوگوں نے ابراہیم کو المستعطی باللہ کا خطاب دیا
ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے کہ واثق کو اسکے دادا نے اس خیال سے کہ شاید اس میں صلاحیت خلافت پیدا ہوجائیگی
ولی عہد مقرر کیا تھا۔ لیکن وہ خلاف امید بجائے صالح ہونے اور لیاقت رکھنے کے جوان ہوکر بدنام کنندہ نکونامے چند
ہوا و بیدار ہونا تو در کنار نہایت بدکار ہوا۔ ہمیشہ غیر ضروری کام کیا کرتا اور سفلوں میں بیٹھا کرتا تھا برے کاموں پر فخر
کیا کرتا تھا۔ کبھی نیک کام کے پاس نہ جاتا تھا۔ کبوتر باز۔ بٹیر باز۔ مینڈھے لڑانے والا تھا اور اس قسم کے کام کرنے والا
تھا کہ جس سے مروت کی عظمت ہی دل سے اٹھ جاتی ہے اور وقار جاتا رہے۔ بدمعاملہ تھا۔ لوگوں سے چیزیں خرید لیتا اور قیمت
نہ دیتا۔ حرام طریقہ پر روپیہ پیسہ حاصل کرتا اور بے تکلف خود بھی کھاتا اور اپنے عیال کو بھی کھلاتا (پہلے بیان ہوچکا ہے)
کہ ان ہی صاحبزادے کی عنایت سے ان کے دادا اور سلطان کو آپس میں رنج ہوگیا ان ہی نے اپنے چچا کی غیبتیں سلطان
سے کیں اور اسکو خلافت سے محروم کرادیا۔ آخر سلطان نے باوجود اس کے کہ اسکے افعال کا حال معلوم تھا اس سے بیعت کرلی
قاضی القضاۃ ابو عمر بن جماعہ نے اس کی مخالفت کی اور سلطان کو اپنے ارادے سے باز رکھنا چاہا مگر نہ ہوسکا۔ آخر رائے
اسپر قرار پائی کہ خطبوں میں اس واثق کا نام نہ لیا جائے اور صرف سلطان کی دعاء دولت پر اکتفا کیا جائے نتیجہ اس کا
ظاہر ہے کہ مستکفی کی موت سے خطبہ میں سے خلیفہ کا نام ہی نکال ڈالا گیا گویا وہ آخر خلیفہ بنو عباس تھا۔ یہ حالت اسوقت
تک قائم رہی کہ سلطان بستر مرگ پر بیمار پڑا۔ اور اپنے کیے پر پچھتایا۔ اور الحاکم کو خلیفہ کرکے حق بحقدار رسانید سے
عہدہ برآ ہوا حق اس پر ظاہر ہوگیا۔ اور خواب موت نے اس کی آنکھیں کھولیں کمبخت ابراہیم جو بھیڑ کے لباس میں بھیڑیا۔ شریفوں
کے لباس میں پاجی۔ سخیوں کے لباس میں لوٹیرا تھا۔ معزول کردیا گیا۔ اللہ اکبر کہاں تو وہ واثق تھا کہ جس کے نام سے لوگ
کانپا کرتے تھے۔ اور کہاں یہ شخص جس نے اپنے نام اور خلافت کو بٹہ لگایا اور لوگوں کے دلوں میں اپنی وقعت ایک ادنے
غلام کے برابر بھی قائم نہ رکھی۔ شیر نیستان اور شیر قالین میں شاہ شطرنج اور شاہ جہاں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ معزول
ہونے کے بعد واثق صاحب لگے ہاتھ کاٹنے مگر کیا ہوتا تھا پہلے اتنا نہ سوچا کہ اپنی عزت تو گئی ہی تھی خاندان کا نام بھی ڈبورہا
ہوں سچ ہے جو شخص کسیکو ذلیل کرتا ہے وہ خود ذلیل ہوتا ہے انتہی کلام ابن فضل اللہ

الحاکم بامر اللہ ابو العباس

الحاکم بامر اللہ ابو العباس احمد بن المستکفی
جب اس کے والد نے قوص میں انتقال کیا تو اسکو ولی عہد مقرر کیا لیکن ملک ناصر نے اپنے چچا کے بیٹے ابراہیم کو اس پر ترجیح دی کیونکہ
مستکفی کیطرف سے اس کے دل میں کچھ ہول تھا۔ پھر چونکہ ابراہیم کی خصلت کچھ اچھی نہ تھی اسلیے قاضی عزالدین وغیرہ نے ہزار
کوشش کی کہ کسی طرح سلطان کو اس سے باز رکھیں مگر نہ ہوسکا۔ ناصر آخر مرتے وقت اپنے کیے پر پچھتایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کو معزول
کرکے ولی عہد مستکفی کے فرزند احمد کو خلیفہ بنایا جائے چنانچہ جب ناصر کے مرنے کے بعد منصور بادشاہ ہوا۔ تو اس نے بروز پنجشنبہ
۱۱۔ ذی الحجہ ۷۴۱ھ ہجری میں ایک مجلس منعقد کی۔ اور ابراہیم اور ولی عہد احمد کو طلب کیا اور قاضیوں سے پوچھا کہ شرعاً مستحق
خلافت کون ہے قاضی عزالدین نے کہا کہ خلیفہ مستکفی نے شہر قوص میں مرتے وقت اپنے بیٹے احمد کو خلیفہ بنانے کی وصیت

وصیت کی تھی اور اس واقعہ کی چالیس عادل لوگوں نے شہادت دی ہے پہلے اسکا ثبوت میرے نزدیک نائب قاضی قوص کے سامنے گذرا ہے اور پھر میرے سامنے اسکو ثابت کر دیا گیا ہے یہ سنکر سلطان نے فوراً ابراہیم کو معزول کر دیا۔ اور پھر اس نے اور قاضی القضاۃ نے احمد سے بیعت کر لی اور اسکے دادا ہی کا لقب الحاکم بامر اللہ اسکا لقب مقرر کیا

ابن فضل اللہ نے کتاب مسالک میں لکھا ہے کہ الحاکم بامر اللہ ہمارے زمانہ کا امام اور ہماری ممالک کا بادشاہ ہے اُس نے مراسم خلافت کو زندہ کیا اور کسی شخص کو اپنے ارادوں کا مخالف نہ ہونے دیا۔ اپنے اباو اجداد کے قدم بقدم چلا جو عظمت کہ مرجھا چکی تھی اسکو پھر زندہ کر دیا۔ اور اپنی اولاد کے واسطے رستہ بنا گیا۔ بنو امیہ کے شمائل نیک کا جامع تھا۔ خاندان میں جو کچھ تفریق و اختلاف ہو گیا تھا۔ اسکو مٹا دیا منبروں پر اسکا خطبہ پڑہا گیا اور تمام ممالک اسلام میں اسکا اعتبار بڑھ گیا

ابن حجر نے درر میں لکھا ہے کہ پہلے اسکا لقب المستنصر مقرر ہوا تھا مگر بعد میں الحاکم کر دیا گیا۔

شیخ زین الدین عراقی کہتے ہیں کہ حاکم نے بعض علما متاخرین سے حدیث کی تحصیل کی تھی

نصف ۷۵۳ھ ہجری میں بمرض طاعون انتقال کیا۔

اسکے زمانہ خلافت میں حسب ذیل حوادث پیش آئے

سلطان منصور بوجہ بداعمالی اور شراب خواری کے تخت سے اتار دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ اسکی بدکاری اس درجہ پر پہونچ گئی تھی کہ اُس نے اپنے باپ کی بی بیوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ معزولی کے بعد قوص بھیجدیا گیا۔ اور وہیں مقتول ہوا۔ فی الاصل یہ بدلہ تھا اسی بدی کا جو اس کے باپ نے حاکم کے باپ المستکفی سے کی تھی۔ کیونکہ یہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ جس نے بنو عباس کو کوئی ایذا دی اسکو فوراً ہی سزا مل گئی۔

منصور کے بعد اسکا بھائی ملک الاشرف کجک تخت پر بیٹھا اور اسی سال تخت سے اتار دیا گیا۔ اس کے بعد اسکا بھائی احمد بلقب الناصر سلطان ہوا۔ قاضی تقی الدین سبکی قاضی شام نے اس خلیفہ کی بیعت لی

۷۴۳ھ ہجری میں الناصر احمد بھی معزول ہوا۔ اور اُسکا بھائی اسمعیل بلقب صالح بادشاہ ہوا

۷۴۶ھ ہجری میں صالح مر گیا۔ خلیفہ نے اس کے بھائی شعبان کو بلقب کامل بادشاہ کیا۔

۷۴۷ھ ہجری میں کامل قتل کر دیا گیا۔ اور اسکا بھائی امیر حاج بلقب مظفر تخت پر بیٹھا

۷۴۸ھ ہجری میں مظفر بھی معزول کیا گیا۔ اور اسکا بھائی حسن بلقب الناصر تخت پر بیٹھا

۷۴۹ھ ہجری میں ایسا سخت طاعون پڑا کہ اسکی مثل کبھی نہ سنا گیا تھا

۷۵۲ھ ہجری میں حسن الناصر بھی معزول ہوا اور اسکا بھائی صالح بلقب ملک الصالح تخت پر بیٹھا۔ یہ آٹھواں شخص تھا جو اولاد الناصر محمد بن قلادون سے تخت پر بیٹھا۔ شیخو اسکا اتابک تھا مسالک میں لکھا ہے کہ مصر میں سب سے پہلے یہی اتابک امیر کبیر کے لقب سے ممتاز ہوا تھا

الحاکم کے زمانہ میں حسب ذیل علما نے وفات پائی

حافظ ابو الحجاج المزی۔ تاج عبد الباقی یمنی شمس عبد الهادی۔ ابو حیان۔ ابن الوردی۔ ابن اللبان۔ ابن عدلان۔ ذہبی مین فضل اللہ۔ ابن قیم جوزی۔ فخر المصری شیخ الشافعیہ در ملک شام۔ تاج المراکشی وغیرہ

المعتضد باللہ ابو الفتح

المعتضد باللہ ابو الفتح ابو بکر بن المستکفی اس کے بھائی کے مرنے کے بعد ۷۵۳ھ ہجری میں لوگوں نے اس سے بیعت کی نہایت نیک اور متواضع شخص تھا اہل علم کو بہت دوست رکھتا تھا
اس نے جمادی الاولیٰ ۷۶۳ھ ہجری میں انتقال کیا
المعتضد کے وقت میں حسب ذیل حوادث پیش آئے۔
ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ ۷۵۴ھ ہجری میں طرابلس میں ایک لڑکی نفیسہ نامی تھی تین مردوں سے اسکا نکاح ہوا۔ مگر کوئی اس پر قادر نہ ہوسکا ان کا گمان تھا کہ اسکی شرمگاہ پر کچھ پردہ ہے جب اسکی پچیس برس کی عمر ہوئی تو اس کے پستان غائب ہو گئے۔ پھر اسکی شرمگاہ سے کچھ گوشت ابھرنا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ بقدر کئی انگشت کے مرد کی علامت بن گیا تو ذکر اور خصیے ظاہر ہو گئے
۷۵۵ھ ہجری میں ملک الصالح معزول ہوا اور حسن الناصر پھر بادشاہ بنایا گیا
۷۵۹ھ ہجری میں نئے پیسے دینار کی برابر اور اسی کے وزن کے بنائے گئے ایک درہم کے چوبیس پیسے مقرر کیے گئے پہلے ایک درہم کے ڈیڑھ رطل پیسے آتے تھے ان ہی نئے پیسوں سے نقرئی داموں کا حساب کرکے بحکم اتابک شیخو و صرغتمش لوگوں کو تنخواہیں دلواتے تھے
۷۶۲ھ ہجری میں الناصر حسن قتل کر ڈالا گیا اور اس کے بھائی مظفر کا بیٹا محمد نامی بلقب منصور تخت پر بیٹھا
معتضد کے وقت میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی
شیخ تقی الدین سبکی۔ سمین صاحب الاعراب۔ قوام الاتقانی۔ بہاء بن عقیل۔ صلاح العلائی۔ جمال بن ہشام۔ حافظ مغلطائی۔ ابوامامہ بن النقاش و دیگر حضرات

المتوکل علی اللہ ابو عبداللہ

المتوکل علی اللہ ابو عبداللہ محمد بن المعتضد والد خلفاء عصر (موصوف رح) ولی عہد تھا اپنے باپ کے بعد جمادی الاولیٰ ۷۶۳ھ ہجری میں اس سے بیعت کی گئی پینتالیس برس خلیفہ رہا اسی میں وہ زمانہ بھی شامل ہے کہ جس میں وہ معزول اور قید رہا جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے اولاد کثیر اپنے پیچھے چھوڑی کہتے ہیں کہ اسکی سو اولادیں ہوئیں۔ کچھ تو ہو کر مر گئے اور کچھ کا اسقاط حمل ہو گیا بہت سے بڑے ہو کر مرے ان میں پانچ شخص خلیفہ ہوئے جس کی نظیر اور خلفاء میں نہیں ملتی۔ اُن کے نام یہ ہیں المستعین العباس المعتضد داؤد۔ المستکفی سلیمان۔ قائم حمزہ۔ مستنجد یوسف اسکی اولاد میں سے ایک اب بھی موجود ہے جس کا نام موسیٰ ہے جو کہ ابراہیم بن مستکفی کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے بنو عباس میں سے جسقدر لوگ اسوقت موجود ہیں وہ اسی متوکل کی اولاد میں سے ہیں خدا ان میں برکت عطا فرمائے اور انکی نسل کو بڑھائے
حسب ذیل حوادث اس کے زمانہ میں ہوئے
۷۶۴ھ ہجری میں المنصور محمد معزول کیا گیا اور شعبان بن حسین بن الناصر بن محمد بن قلاوون ملقب بالاشرف سلطان ہوا۔
۷۷۳ھ ہجری میں بحکم سلطان شرفا کی علامت عمامہ سبز مقرر کی گئی تاکہ وہ الگ پہچان رہیں یہ ایک بالکل نئی بات تھی اسی باب میں ابو عبداللہ بن جابر الاعمی نحوی نے (شارح الفیہ (جو الاعمیٰ والبصیر کے لقب سے مشہور ہیں) کہا
ترجمہ ابناء رسول کے لیے ایک علامت مقرر کی گئی ہے۔ علامت اس چیز کی ہونی چاہیے جو مشہور نہیں ہوتی۔ ان کے

چہروں پر نور نبوت کا چمکنا۔ شریفوں کو سبز کپڑوں سے مستغنی کرتا ہے

اسی سال طاغی تیمور لنگ نے خروج کیا۔ جس نے شہروں کو تباہ کر دیا۔ بندگان خدا کو ہلاک کیا۔ اور زمین خدا پر خوب ہی فساد پھیلایا یہاں تک کہ خدا نے اس لعنتی کو مار کر اپنے بندوں پر رحم فرمایا۔

اس شخص کی اصل یہ ہے کہ یہ ایک دہقان زادہ تھا ہوش سنبھالتے ہی چوری اور رہزنی شروع کی پھر صاحب خیل السلطان کی خدمت میں پہونچ گیا اور اسکے مرنے کے بعد اس کے تخت کو سنبھال لیا۔ پھر وہ ترقی کی جو کہ تواریخ میں اسکا نام چلا جاتا ہے

ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ شروع فساد تیمور لنگ کا کس زمانہ میں ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ سال عذاب میں کیونکہ بحساب ابجد لفظ عذاب سے سات سو تہتر کے عدد نکلتے ہیں

۷۷۵ھ ہجری میں سلطان کے سامنے قلعہ میں بخاری شریف پڑھانی شروع ہوئی۔ حافظ زین الدین عراقی پہلے قاری مقرر ہوئے۔ پھر شہاب العریانی بھی انکے ساتھ واری واری شامل کر دیے گئے

۷۷۶ھ ہجری میں سخت قحط پڑا جس میں ایک ایک دانہ تین درہم کو فروخت ہوا۔

۷۷۸ھ ہجری میں اشرف شعبان قتل کیا گیا۔ اور اسکی جگہ اسکا بیٹا علی بلقب المنصور تخت پر بیٹھا یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اشرف مع خلیفہ اور امراء و قضات کے حج کے واسطے گیا۔ راستے میں امراء چھپ کر قاہرہ واپس بھاگ آئے خلیفہ بھی چلا آیا۔ خلیفہ کو تخت مصر پر لوگ بٹھانے لگے مگر اس نے انکار کر دیا۔ اسلیے منصور کو تخت پر بٹھا دیا۔ اشرف بیچارہ کہیں چھپ رہا۔ لیکن آخر امرا کی تحریک سے وہ ذی قعدہ میں پکڑا گیا اور گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔

اسی سال آفتاب و ماہتاب دونوں کو پورا گہن لگا ۱۴ شعبان کو جو چاند نکلا تو گہن لیے ہوئے اور ۲۸ شعبان کو آفتاب کو گہن لگا

۱۴ ربیع الاول ۷۷۹ھ ہجری کو ایک البدری اتابک نے زکریا بن ابراہیم بن المستمسک خلیفہ حاکم کو خلعت دیا اور بلقب المعتصم باللہ خلیفہ بنا دیا۔ لطف یہ ہے کہ نہ کسی نے اس سے بیعت کی نہ اسکے لیے اجماع ہوا۔ اور متوکل کو قوص جانے کا حکم دیدیا اس عزل ونصب کی وجہ ایک مناقشہ تھا جو اشرف کے قتل کے موقعہ پر خلیفہ اور اتابک میں واقعہ ہو گیا تھا

آخر ۲۰ ربیع الاول کو پھر متوکل ہی کو خلیفہ بنایا گیا اور المعتصم صرف پندرہ روز خلیفہ رہکر پھر معزول کر دیا گیا۔

متوکل مصر میں چھٹا خلیفہ تھا۔ قاعدہ مستمرہ کے موافق یہ بھی معزول ہوا۔ یہ عجیب طرح کا اتفاق ہے جس پر ہم دیباچہ میں بحث کر چکے ہیں

۷۸۲ھ ہجری میں حلب سے خبر پہونچی کہ ایک امام نماز پڑھنے کھڑا ہوا ایک شخص نے اگر کوئی بیہودہ بات کی مگر امام نے نیت نہ توڑی جب سلام پھیرا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس بیہودہ بات کرنے والے کی صورت سور کی سی ہو گئی۔ جو کہ جنگل کیطرف بھاگ گیا جس سے لوگوں کو نہایت ہی تعجب ہوا اور کتب تواریخ میں لکھا گیا

صفر ۷۸۳ھ ہجری میں منصور مر گیا اور اسکا بھائی حاجی بن اشرف بلقب صالح تخت پر بیٹھا

رمضان ۷۸۴ھ ہجری میں صالح تخت سے اتار دیا گیا۔ اور اسکے بعد برقوق چرکس بلقب الظاہر تخت پر بیٹھا۔ یہ پہلا ہی چرکس ہے جو مصر کے تخت پر بیٹھا تھا

رجب ۷۸۵ھ ہجری میں برقوق نے خلیفہ متوکل کو پکڑ کر پہاڑی قلعہ میں قید کر دیا۔ اور محمد بن ابراہیم بن المستمسک بن الحاکم سے بیعت کرکے واثق باللہ اسکا لقب مقرر کیا۔ یہ چہارشنبہ ۱۷ شوال ۷۸۸ھ ہجری میں مر گیا لوگوں نے برقوق سے کہا کہ خلیفہ متوکل کو پھر بحال کر دیا جائے۔ لیکن اس نے نہ مانا۔ اور محمد بن زکریا کے بھائی سے بیعت کرکے اسکا لقب المستعصم باللہ

مقرر کیا یہ ۷۹۱ھ ہجری تک خلیفہ رہا۔ برقوق پھر اپنے فعلوں پر نادم ہوا۔ اور متوکل کو قید سے نکالکر اسے خلیفہ کر دیا اور زکریا کو معزول کر دیا جو اپنے گھر ہی بیٹھا بیٹھا مر گیا۔ متوکل مرتے دم تک خلیفہ رہا۔

اسی سال جمادی الآخر میں صالح حاجی سلطان ہو گیا۔ اور اسکا لقب بدلکر منصور کر دیا گیا۔ برقوق کرک میں قید کر دیا گیا اسی سال موذنوں نے بحکم محتسب نجم الدین طنبدی اذانوں کے آخر میں "الصلوٰۃ والتسلیم علے النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم" شامل کیا یہ ایک بالکل نئی بات تھی

صفر ۷۹۲ھ ہجری میں برقوق قید سے رہا کر کے پھر سلطان بنا دیا گیا اور مرتے دم (شوال ۸۰۱ھ ہجری) تک بادشاہ رہا۔ پھر اسکا بیٹا فرج بلقب الناصر تخت پر بیٹھا مگر ربیع الآخر ۸۰۸ھ ہجری کو معزول کر دیا گیا اور اسکے بھائی عبد العزیز کو بلقب المنصور تخت پر بیٹھلایا گیا۔ وہ بھی جمادی الآخر کو معزول ہوا۔ پھر الناصر فرج بار ثانی تخت پر بیٹھا

اسی سال شب سہ شنبہ ۱۸۔ رجب (۸۰۸ھ ہجری) کو خلیفہ متوکل نے انتقال کیا۔

متوکل کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا

شمس بن مفلح عالم حنبلی۔ صلاح الصفدی۔ شہاب بن نقیب۔ محب ناظر الجیش۔ شریف الحسینی الحافظ۔ قطب تحتانی۔ قاضی القضاۃ عز الدین بن جماعۃ۔ تاج بن سبکی۔ اور اسکا بھائی بہاؤ الدین بن سبکی۔ جمال الاسنوی۔ ابن صائغ الحنفی جمال بن نباتہ۔ عفیف یافعی۔ جمال الشریشی۔ شرف بن قاضی الجبل۔ سراج الہندی۔ ابن ابی حجلہ۔ حافظ تقی الدین بن رافع۔ حافظ عماد الدین بن کثیر۔ عنابی نحوی۔ بہا ابو البقا السبکی۔ شمس بن خطیب بن یبرود۔ عماد الحسبانی۔ بدر بن حبیب۔ ضیاء القرمی۔ شہاب الاذرعی۔ شیخ اکمل الدین۔ شیخ سعد الدین تفتازانی۔ بدر الزرکشی۔ سراج بن الملقن۔ سراج البلقینی۔ حافظ زین الدین عراقی۔

الواثق باللہ عمر

الواثق باللہ عمر بن ابراہیم بن ولی عہد المستمسک بن الحاکم۔ بعد از خلع متوکل ماہ رجب ۷۸۵ھ ہجری میں اس سے بیعت کی گئی یہاں تک کہ روز چہار شنبہ ۱۹ شوال ۷۸۸ھ ہجری کو بحالت خلافت مر گیا۔

المستعصم باللہ زکریا

المستعصم باللہ زکریا بن ابراہیم بن المستمسک سے اسکے بھائی واثق باللہ کے مرنے کے بعد بیعت کی گئی۔ مگر ۷۹۱ھ ہجری میں معزول کر دیا گیا۔ مرتے دم تک معزول رہا۔ اور متوکل پھر خلیفہ کر دیا گیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے

المستعین باللہ ابو الفضل

المستعین باللہ ابو الفضل العباس بن متوکل یہ ایک ترکیہ ام ولد موسومہ بائی خاتون کے بطن سے پیدا ہوا۔ متوکل کے انتقال کے بعد اس سے ۸۰۸ھ ہجری میں بیعت کی گئی۔ ان دنوں الناصر فرج سلطان تھا۔ جب الناصر شیخ سے لڑنے گیا اور شکست کھا کر مقتول ہوا تو محرم ۸۱۵ھ ہجری میں خلیفہ سے بحیثیت خلیفہ و سلطان ماہ محرم ۸۱۵ھ میں بیعت کی گئی۔ خلیفہ نے اس بیعت کو تا وقتیکہ امراء سے عہد و قسمیں نہ لے لیں منظور نہ کیا۔ پھر امراء کے جلو میں مصر آ گیا۔ ولایت میں تخت و تصرف عزل و نصب کیا اور

اور سکہ اس کے نام پر سکوک ہوا۔ مگر لقب نہ بدلا گیا۔

شیخ الاسلام ابن حجر نے ایک قصیدہ طویل اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں ترجمہ ہم میں بوجہ مستعین عادل عباسی کے ملک کی بنیاد مضبوط ہو گئی ہے۔ اولاد عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد از فراموشی مدت دراز کے اجلاس فرمایا ہے۔ ۲ ربیع الآخر روز سہ شنبہ مبارک ہے کہ اس میں خوشی برستی ہے۔ اسی روز مہدی زمانہ اور امین عیب سے خالی طاہر الانفاس تخت پر بیٹھا۔ میرے آقا تیرا غلام امیدوار بنکر آیا ہے۔ اگر تو قبول کرے تو نا امیدی پاس نہ آئے۔

جب مستعین مصر میں آیا تو قلعہ میں مقیم ہوا۔ مستعین نے تدبیر مملکت دیار مصر شیخ الاصطبل کے سپرد کی۔ اور اسکو نظام الملک کا خطاب دیا۔ امرا کو جب اپنی خدمات سے فراغت ملتی تو وہ اصطبل میر اشیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تمام کام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیئے۔ یہانتک کہ فرامین وغیرہ سے اسکی شرارت ظاہر ہونے لگی اور بغیر اسکے حکم کے خلیفہ کے احکام جاری نہ ہوتے تھے خلیفہ کو اس حالت سے سخت وحشت اور نہایت قلق ہوا۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ آخر اس نے ماہ شعبان میں خلیفہ سے درخواست کی کہ اسے سلطان بنا دیا جائے جیسا کہ مدت سے چلا آتا ہے۔ خلیفہ نے اس میں یہ شرط لگائی کہ وہ قلعہ چھوڑ کر اپنے مکان میں چلا جانے کے لیے مجبور نہ کیا جائے مگر نظام الملک نے نہ مانا اور بزور سلطان بنگیا۔ اور المؤید کا خطاب لے لیا اور ڈھیلا صاف طور پر خلیفہ کو معزول کر کے اس کے بھائی داود سے بیعت کر لی۔ مستعین مع اپنے اہل وعیال کے قصر سے اپنے مکان میں چلا آیا۔ مؤید نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص مستعین کے پاس جائے نہ وہ کسی سے ملنے پائے۔ جب یہ خبر نوروز نائب شام کو پہونچی تو اس نے قاضیوں اور علماء کو جمع کر کے مستعین کے معاملہ میں فتوی لیا انہوں نے بالاتفاق کہا کہ مؤید کا خلع کرنا کسیطرح جائز نہیں ہے اس پر مؤید سے جنگ کی تیاری ہوگئی۔ مؤید بھی ۸۱۵ھ ہجری میں جنگ کے لیے نکلا۔ مستعین اسکندریہ چلا گیا۔ اور وہیں قید کر لیا گیا۔ جب ططر تخت پر بیٹھا۔ تو اسکو رہا کر کے قاہرہ میں واپس آجانے کی اجازت دی۔ لیکن مستعین نے اسکندریہ ہی کی سکونت اختیار کی اور تاجروں سے بہت سا مال اسکو وصول ہوا۔ آخر جمادی الآخر ۸۳۳ھ ہجری میں بمرض طاعون شہید ہوا

مستعین کے زمانہ کے حوادث حسب ذیل ہیں۔

۸۱۲ھ ہجری میں پہلے تو نیل اتنا اترا کہ پایاب اترنے کے قابل ہوگیا۔ پھر اس قدر چڑھا کہ معمول سے بائیس گز اونچا ہوگیا ۸۱۳ھ ہجری میں غیاث الدین بن سکندر پادشاہ ہند نے خلیفہ سے خطاب وغیرہ کی درخواست کی اور بہت سا مال بطور نذر بھیجا۔ نیز سلطان کو بہت سے تحفے بھیجے

مندرجہ ذیل علماء نے اسکے زمانہ میں وفات پائی۔

الموفق الناشری شاعر یمن۔ نصر اللہ بغدادی عالم حنبلی۔ شمس العید نحوی مکہ۔ شہاب الحسبانی۔ شہاب الناشری فقیہ یمن ابن الہائم صاحب الفرائض والحساب۔ ابن العفیف شاعر یمن۔ محب بن شحنہ عالم حنفیہ والد قاضی العسکر۔

المعتضد باللہ ابو الفتح

المعتضد باللہ ابو الفتح داود بن متوکل ایک ترکی ام ولد موسومہ کزل کے بطن سے پیدا ہوا اسکے بھائی کے خلع کے بعد اس سے ۸۱۶ھ ہجری میں بیعت کی گئی۔ ان دنوں سلطان مؤید تخت پر تھا سلطان نے محرم ۸۲۴ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اور اس کی جگہ احمد ملقب المظفر تخت پر بیٹھا اور ططر کو نظام سلطنت سپرد کیا گیا۔ ماہ شعبان میں ططر نے اسے گرفتار

گرفتار کر لیا خلیفہ نے اُسی کو بلقب الظاہر سلطان بنا دیا۔ ططر اسی سال ماہ ذی الحجہ میں مر گیا۔ اسکی جگہ اسکا بیٹا محمد بلقب صالح تخت پر بیٹھا۔ اور برسبائی کو انتظام مملکت سپرد ہوا۔ برسبائی نے اس سے تخت چھین لیا۔ ربیع الآخر ۸۲۵ھ ہجری میں خلیفہ نے اُس کو سلطان بنا دیا۔ جو مرتے دم ذی الحجہ ۸۴۱ھ ہجری تک سلطان رہا۔ اس کی جگہہ اسکا بیٹا یوسف بلقب عزیز تخت پر بیٹھا۔ جقمق اسکا وزیر ہوا تھا۔ اس نے عزیز کو ۸۴۲ھ ہجری میں معزول کرکے خود تخت سنبھال لیا۔ خلیفہ نے اسکو الظاہر کا لقب دیا۔ خلیفہ نے اسی کے زمانہ میں انتقال کیا۔

معتضد نہایت نیک۔ نجیب۔ زکی۔ اور عقیل شخص تھا۔ علما و فضلا کی صحبت کو پسند کرتا تھا۔ ان سے فائدہ حاصل کرتا اور ماحضر میں ان کو شریک کرتا۔ بے انتہا سخی تھا۔ یکشنبہ ۴ ربیع الاول ۸۴۵ھ ہجری کو قریب ستر برس کی عمر میں انتقال کیا۔ یہ ابن حجر کا قول ہے۔ مگر مجھ سے اسکی بھتیجی نے بیان کیا کہ اسکی عمر تریسٹھ برس کی ہوئی

اس کے زمانہ میں حسب ذیل نئی اور عجیب تین واقعات ہوئیں

۸۱۸ھ ہجری میں صدر الدین بن آدمی کو عہدہ قضا کے ساتھ عہدہ محتسب بھی دیا گیا۔ یہ پہلا شخص تھا جو ان دونوں عہدوں کا جامع ہوا۔

۸۱۹ھ ہجری میں منکلی بغا محتسب مقرر کیا گیا۔ ترکوں میں سب سے پہلا شخص یہی تھا جو اس عہدے پر مقرر ہوا۔ اسی سال مصر میں ایک شخص نے دعوے کیا کہ میں آسمان پر جاتا ہوں۔ خدا سے ملکر ہم کلام ہوتا ہوں۔ بہت سے عوام الناس اسکے معتقد ہو گئے۔ آخر اسکو ایک جلسہ میں طلب کرکے توبہ کرنے کے لیے کہا گیا۔ مگر اس نے انکار کیا۔ اس پر مالکی نے حکم دیا کہ اگر دو آدمی اس کے فتور عقل پر گواہی نہ دیں تو قتل کر دیا جائے بہت سے طبیبوں نے شہادت دی کہ اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہے اس لیے قید کرکے پاگل خانے میں بھیجا گیا ۸۲۱ھ ہجری میں مصر میں ایک بھینس نے بچہ دیا جس کے دو سر دو گردنیں چار اگلے پیر کمر کی دو ریڑھ کی ہڈیاں ایک پاخانہ کی جگہ دو پچھلے پیر پیشاب کی جگہہ ایک مونث کی تھی دو دمیں علاحدہ علاحدہ تھیں۔ یہ صنعت ایزدی کا عجیب نمونہ تھا ۸۲۲ھ ہجری میں ارزنکان میں سخت زلزلہ آیا جس کے سبب سے بہت سے آدمی مر گئے اسی سال مدرسہ مویدہ بنکر تیار ہو گیا شیخ شمس بن مدیری اس میں استاد مقرر کیے گئے۔ درس سلطان کے سامنے شروع ہوا سلطان کے بیٹے ابراہیم نے شیخ شمس کا سجادہ خود اپنے ہاتھ سے بچھایا اور اٹھایا ۸۲۳ھ ہجری میں شہر غزہ میں ایک اونٹ حلال کیا گیا۔ اُس کا گوشت چراغ کیطرح چمکتا تھا کتے کے سامنے ڈالا گیا تو اس نے بھی نہ کھایا ۸۲۴ھ ہجری میں دریا نیل اتنا چڑھا کہ بہت سے زراعت غرق ہو گئے ۸۳۳ھ ہجری میں فاطمہ بنت قاضی جلال الدین بلقینی کو ایک بچہ پیدا ہوا اس میں مرد و عورت کی دونو علامتیں موجود تھیں اور سر پر بیل کیطرح دو سینگ تھے جو ایک گھنٹہ کے بعد مر گیا اسی سال قاہرہ میں خفیف سا زلزلہ آیا معتضد باللہ کے زمانہ میں حسب ذیل علما نے وفات پائی۔ شہاب بن حجی فقیہ شام۔ برہان بن رفاعہ ادیب۔ زین ابوبکر المراغی فقیہ و محدث مدینہ شریفہ۔ حسام الابیوردی۔ جمال بن ظہیرہ حافظ مکہ۔ مجد شیرازی صاحب قاموس۔ خلف النحریری مالکی شمس بن القبانی حنفی۔ ابوہریرہ بن نقاش۔ الوانوغی عز الدین بن جماعہ کے استاد۔ ابن ہشام العجمی۔ صلاح الفقہسی۔ شہاب الغزی شافعی۔ جلال البلقینی۔ برہان البیجوری۔ ولی العراقی۔ شمس بن المدیری۔ شرف القبانی۔ علا بن مغلی۔ بدر بن دمامینی۔ تقی الحصینی شارح ابو الشجاع۔ ہروی۔ سراج قاری الہدایہ۔ نجم بن حجی۔ بدر البشتکی۔ شمس البرماوی۔ شمس الشطنوفی۔ تقی الفاسی۔ زین العقبی۔ نظام یحییٰ سیرامی۔ قرا یعقوب الرومی۔ شرف بن مفلح الحنبلی۔ شمس بن قشیری۔ ابن الجزری شیخ القرات۔ ابن خطیب الدہشہ۔ شہاب الاکشیطی۔ زین التفہنی۔ بدر المقدسی۔ شرف بن المقری عالم یمن صاحب

عنوان الشرف۔ تقی بن حجۃ شاعر۔ جلال المرشدی نحوی مکہ۔ ہمام الشیرازی شاگرد شریف۔ جمال بن خیاط عالم یمن۔ بوصیری محدث شہاب بن محمرہ علاء البخاری۔ شمس البساطی۔ جمال کازرونی عالم طیبہ۔ محب البغدادی حنبلی۔ شمس بن عمار۔ ودیگر حضرات

المستکفی باللہ ابو الربیع

المستکفی باللہ ابو الربیع سلیمان بن المتوکل اپنے بھائی کے زمانہ میں ولی عہد ہوا میرے والد ماجد نے نامہ تولیت عہد لکھا جسکے الفاظ یہ ہیں یہہ دستاویز ہے جو میں ابو الربیع کے بنفس شریف کے لیے تحریر کرتا ہوں۔ خدا تعالی اس کی حفاظت کرے اور برائیوں سے محفوظ رکھے اور اسکی رعایت فرمائے ہمارے سردار آقا طاہر۔ امام اعظم عباسیہ نبویہ معتضدیہ۔ امیر المومنین رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی اولاد خلفائے راشدین کا وارث المعتضد باللہ تعالے ابو الفتح و ادوخدا اس کے وجود سے دین کو غلبہ عطا فرماوے اور مسلمانوں کو نفع پہونچائے۔ یہ دستاویز اپنے چھوٹے بھائی کے حق میں لکھی ہے جو اعلی مکان سردار اصیل نجیب ابو الربیع سلیمان المستکفی باللہ ہے (خدا اس کی شان بوجہ خلافت کے بلند کرے اور اسکو خلیفہ کرے اور مسلمانوں کا امام بنائے) یہ عہد شرعی معتبر برضا ورغبت خود لکھا ہے تاکہ مسلمانوں کے لیے نصیحت ہو اور مسلمانوں کے امور میں مصالحت ہو اور خلفائے راشدین کی اور ائمۃ المھتدین کی سنت کا اقتدار ہو یہ دستاویز اسوقت لکھی گئی ہے کہ جب ابو الربیع کے دین نیکی عدالت کفایت اہلیت استحقاق پر اطمینان کر لیا گیا ہے اور اسکی پوشیدہ حالات کو جانچ لیا گیا ہے اور یہ دیکھ لیا گیا ہے کہ وہ ثقہ اور معتبر ہے ہمنے کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی کہ جو اسکے استحقاق کی منافی ہو اہل حل وعقد کے معاملات پر اسکو واقف ہونیکا پورا ملکہ ہے اسیوجہ سے اور خود بری الذمہ ہونے کے لیے اور نیز حق کو حقدار تک پہونچانے کے لیے یہ دستاویز تحریر کی گئی تاکہ عند الحاجت جو لوگ اسکو دیکھیں اسکی تعمیل کریں اور ان کو اسکی اطاعت کے لیے بلائیں یہ دستاویز امیر المومنین معتضد باللہ کی موجودگی۔ اذن اور امر سے لکھی گئی اور سیدی المستکفی ابو الربیع سلیمان نے قبول شرعی کیا فقط المستکفی نہایت صالح۔ دیندار۔ عابد شب زندہ دار بہت روزہ رکھنے والا قرآن شریف کی تلاوت کرنے والا مسلمانوں کے جرائم سے چشم پوشی کرنے والا تھا۔ اس کے حق میں معتضد اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے بھائی سلیمان سے کبھی کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوتے نہیں دیکھا سلیمان ظاہر اسکا بے انتہا معتقد تھا۔ میرے والد ماجد اس کے امام تھے اور مستکفی اون کا نہایت ادب وعزت ملحوظ رکھتا تھا۔ ہمیشہ اپنا مخدوم سمجھتا رہا اور میں تو اسیکے گھر میں اور اسی کی تربیت میں اٹھا بڑہا ہوں لطف یہ ہے کہ مستکفی کی اولاد بھی نہایت دیندار عابد پارسا ہے میرا گمان ہے بعد اولاد عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کسی خلیفہ کی اولاد ایسی عابد وزاہد نہ ہوئی ہوگی جیسے کہ مستکفی کی ہے بروز جمعہ ذی الحجہ ۸۵۴ھ ہجری کو بعمر ۶۳ سال انتقال کیا۔ والد ماجد اسکے بعد چالیس روز سے زیادہ زندہ نہ رہے سلطان ان کے جنازے کے ساتھ خود گیا اور خود کندھا دیا اور انکی قبر تک گیا حسب ذیل علماء نے مستکفی کے زمانہ میں انتقال کیا۔ تقی المقریزی بستویع عباد ہ۔ ابن کمیل شاعر۔ بعانی قایانی شیخ الاسلام ابن حجر

القائم بامر اللہ ابو البقا

القائم بامر اللہ ابو البقا حمزہ بن متوکل سے بعد اس کے بھائی معتضد کی بیعت کی گئی معتضد اسکو یا کسی اور کو ولیعہد نہ بنا سکا تھا۔ القائم تیز طبیعت دوہرے بدن کا آدمی تھا بخلاف اور بھائیوں کے باشوکت وجبروت شخص تھا ۸۵۵ھ ہجری کے شروع

الملک الظاہر جقمق مر گیا۔ اور اسکی جگہ اسکا بیٹا عثمان بلقب المنصور تخت پر بیٹھا۔ لیکن ڈیڑہ ہی مہینہ سلطنت کی تھی کہ اینال نے اسکو تخت سے اتار دیا خلیفہ نے اُسے بلقب اشرف سلطان بنا دیا۔ لیکن چند روز کے بعد ایک لشکر کشی پر اسکے اور خلیفہ کے درمیان میں رنج ہو گیا۔ لہذا جمادی الاول ۸۵۹ھ ہجری میں خلیفہ کو معزول کر دیا اور اسکندریہ بھیجدیا اور ۸۶۳ھ ہجری میں نہ صرف اشرف کی قید بلکہ قید ہستی سے چھوٹ گیا اور مستعین کے پاس دفن ہوا عجیب بات یہ ہے کہ ان دونوں بھائیوں کو خلع کر کے اسکندریہ ہی میں قید کیا گیا۔ اور پاس ہی پاس دفن کیے گئے زمانہ القائم میں میرے والد ماجد اور علامہ قلقشندی نے وفات پائی

المستنجد باللہ (خلیفہ عصر) ابو المحاسن

المستنجد باللہ (خلیفہ عصر) ابو المحاسن یوسف بن متوکل بعد از خلع اپنے بھائی کے خلیفہ ہوا۔ ان دنوں اینال اشرف سلطان تھا ۸۶۵ھ ہجری میں مر گیا اسکے بعد اسکا بیٹا۔ احمد بلقب المؤید تخت پر بیٹھا۔ مگر خوش قدم نے اسی رمضان میں اسے تخت سے اتار دیا۔ اور خود بلقب الظاہر سلطان ہوا۔ اور ربیع الاول ۸۷۲ھ ہجری میں مر گیا۔ بلبائی بلقب الظاہر سلطان ہوا۔ مگر اسکو دو ماہ کے بعد فوج نے تخت سے اتار دیا اور تمربغا کو بلقب الظاہر تخت پر بیٹھا دیا۔ اسکے دو ماہ کے بعد سلطان العصر قایتبائی بلقب اشرف تخت پر بیٹھا اور نہایت شان و شوکت دلیری اور عقل کے ساتھ سلطنت کرنی شروع کی عہد سلطان الناصر محمد بن قلاوون سے ایسا کوئی سلطان نہیں ہوا۔ عام لوگ اُسکو بہت دوست رکھتے تھے چنانچہ مصر سے فرات تک اس نے بہت تھوڑے آدمی ساتھ لیکر بے دہڑک اور بے خوف و خطر سفر کیا۔ اس نے مصر میں کسی صاحب وظیفہ مثل قاضی۔ مشایخ و مدرسوں کو مقرر نہیں کیا مگر یہ کہ موجودہ لوگوں کی اصلاح حال کی اور بعض کو سنت تنخواہ دی الظاہر خوش قدم جب سلطان بنایا گیا تو حاتم نائب شام اس سے ملنے کے لیے آیا۔ الظاہر کو جب اس کے آنے کی اطلاع ملی تو حکم دیا کہ خلیفہ چاروں قاضی اور لشکر قلعہ میں آئیں۔ اور پھر نائب شام کو بلا کر اس سے کچھ شرائط کیں اور واپس لوٹا دیا۔ قاضی اور لشکر اپنے اپنے مقامات کو چلے گئے۔ خلیفہ قلعہ ہی میں رہ گیا الظاہر اسے اُسکے مکان پر نہ بھیج سکا۔ چنانچہ خلیفہ نے وہیں ہفتہ ۲۴ محرم ۸۸۴ھ ہجری دو سال بعارضہ فالج بیمار رہ کر انتقال کیا۔ اسکی نماز جنازہ قلعہ ہی میں پڑہائی گئی اور مشہد نفیسی میں دفن کیا گیا۔ اس وقت اسکی عمر نوے سال یا اس سے کچھ متجاوز تھی۔

المتوکل علی اللہ ابو العز

المتوکل علی اللہ ابو العز عبد العزیز بن یعقوب بن المتوکل علی اللہ ۸۱۹ھ ہجری میں جندی کی بیٹی موسومہ حاج ملک کے بطن سے پیدا ہوا۔ اسکے والد کو خلافت نہیں پہونچی یہ خود جب بڑا ہوا تو بوجہ اپنے خصائل جمیلہ کے خاص و عام کا محبوب اور مشار الیہ ہو گیا۔ نہایت متواضع نیک سیرت خندہ پیشانی شخص تھا خود عالم اور علم دوست آدمی تھا میرے والد ماجد اور دوسرے علماء سے تحصیل کی گیا۔ اس کے چچا المستکفی نے اپنی بیٹی کا عقد اس سے کیا تھا اور ایک لڑکا نہایت صالح پیدا ہوا۔ جو ہاشمی ہاشمیہ کی اولاد ہے جب اسکا دوسرا چچا مستنجد بیمار ہوا تو اسکو ولی عہد بنایا اور مستنجد کے مرنے کے بعد لوگوں نے ۱۶ محرم ۸۸۴ھ ہجری بروز دوشنبہ بموجودگی سلطان و قضاۃ و اعیان اس سے بیعت کی پہلے اس نے

المستعین باللہ لقب لینا چاہا تھا لیکن پھر متوکل ہی پر اسرار قرار پائی اور یہی خطاب مقرر ہوا۔ بیعت کے بعد قلعہ سے وہ اپنے مکان کیطرف گیا۔ قضاۃ اعیان اور مصاحب اسکی جلوس میں تھے پھر شام کو قلعہ میں چلا آیا۔ اور جس طرح مستنجد قلعہ میں رہتا تھا۔ یہ بھی رہنے لگا اسی سال سلطان ملک الاشرف نے حج کی واسطے حجاز کا سفر کیا۔ اس سے پہلے کسی سلطان نے سو برس سے حج نہ کیا تھا۔ پھر زیارت مدینہ شریف کے لیے آیا اور وہاں چھ ہزار دینار صرف کیے پھر مکہ شریف میں آیا۔ اور وہاں پانچہزار دینار خرچ کیے۔ اور ایک مدرسہ میں قیام کیا جوکہ مکہ شریف میں تعمیر کیا تھا جب واپس آیا تو شہر میں چراغان و زینت کی گئی۔ ۸۸۵ھ ہجری میں سلطان مصر نے بسر کردگی دوادار عراق پر فوج کشی کی۔ ادہر سے یعقوب شاہ بن حسن نے رہی کے قریب مقابلہ کیا مصریوں کو شکست ہوئی اور بہت سے آدمی مارے گئے اور باقی قید ہوئے دوادار بھی قید ہو گیا اور قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ نصف ثانی رمضان کا ہے عجب بات ہے کہ اس دوادار اور قاضی حنفیہ شمس الدین ہشاطی کی آپس میں سخت دشمنی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے زوال کے خواستگار رہتے تھے۔ اتفاقاً دوادار وہاں کنارہ فرات پر قتل ہوئے اسی روز قاضی شمس الدین نے مصر میں انتقال کیا۔ یک شنبہ ۷ محرم ۸۸۶ھ ہجری کو زلزلہ آیا جس سے پہاڑ زمین اور بیابان سبکو سخت حرکت ہوئی لیکن الحمد للہ کہ بہت تھوڑی سی دیر کے بعد رفع ہو گیا۔ اسی زلزلہ میں مدرسہ صالحیہ کے مدرس قاضی القضاۃ شرف الدین بن عبد پر چھت آگری اور انہوں نے انتقال کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اسی سال ماہ ربیع الاول میں ایک شخص ہندوستان سے مصر میں آیا جسکا نام خاکی تھا۔ اور اس نے دعوی کیا کہ میری عمر اڑہائی سو برس کی ہے میں ابن حجر سے جا کر ملا۔ اسکی بڑی گھنی داڑھی تھی بال ایک بھی سفید نہ تھا اور کسیطرح عقل نہیں مانتی تھی۔ کہ اسکی عمر ستر برس سے زیادہ ہو گی وہ بھی اپنی اس قدر عمر کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا تھا میرے خیال میں وہ ضرور جھوٹا تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے بعمر ۱۸ سال حج کیا تھا۔ اور پھر اپنے وطن ہندوستان چلا گیا تھا پھر بغداد پر تاتاریوں کے حملہ کا حال سنا اور سلطان حسن کے زمانہ میں قبل از بناء مدرسہ مصر میں آیا۔ لیکن کوئی بات بیان نہ کر سکا جس سے اسکے دعوی کی صحت ہوتی

اسی سال سلطان محمد عثمان بادشاہ روم کی انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ اور نیز سنا گیا کہ دو بھائیوں کی آپس میں ملک کے واسطے جنگ ہوئی ایک بھائی بادشاہ روم ہو گیا۔ اور دوسرا مصر میں آ گیا۔ سلطان مصر نے اسکا نہایت اکرام کیا پھر وہ شام ہوتا ہوا حج کے واسطے چلا گیا۔ ماہ شوال میں مدینہ منورہ سے خطوط آئے کہ ۱۳ رمضان شریف کو مسجد کے مادنہ پر بجلی گری جس سے مادنہ اور مسجد شریف کی چھت خزانہ اور کتب خانہ جل گیا اور سوا دیواروں کے کچھ باقی نہ رہا۔ خلیفہ متوکل علی اللہ نے چہار شنبہ سلخ محرم ۹۰۳ھ ہجری کو انتقال کیا اور اپنے بیٹے یعقوب کو ولی عہد بنا گیا اور المستمسک اسکا لقب مقرر کیا یہ آخر خلیفہ تھا جسکا حال میں اس کتاب میں قلمبند کر سکا ہوں میں نے اس کتاب کی تصنیف میں حوادث کو تاریخ ذہبی سے لیا ہے جس میں ۷۰۰ھ ہجری تک کے حالات درج ہیں۔ پھر تاریخ ابن کثیر سے جس میں ۷۳۸ھ ہجری تک کے واقعات ہیں پھر مسالک سے جس میں ۷۷۳ھ ہجری کے واقعات ہیں پھر انباء الغمر تالیف ابن حجر سے جس میں ۸۵۰ھ ہجری تک کے واقعات لکھے ہیں حوادث کے سوا میں نے حسب ذیل تاریخوں سے اقتباس کیا ہے۔ تاریخ بغداد مصنفہ خطیب (دس جلدیں) تاریخ دمشق ابن عساکر (ستاون مجلدات) اوراق ابن صولی (سات جلدیں) طیوریات (تین جلد) حلیہ ابو نعیم (سات جلد) مجالست دینوری کامل مبرد (دو جلد) امالی ثعلب (ایک جلد) اور سوا ان کے اور کتب تاریخ وغیرہ

فصل سلطنت امویہ میں جوکہ اندلس میں قائم ہوئی)

سب سے پہلے ۱۳۹ھ ہجری میں عبد الرحمن بن معاویہ بن ہشام عبد الملک بن مروان کی خلافت کی بیعت لی گئی جبکہ وہ بھاگ کر اندلس

میں آیا تھا اور وہ عالم باعدل تھا۔ اور اس نے ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۷۲ ہجری میں وفات پائی اسکے بعد اسکا بیٹا حشام ابو الولید خلیفہ
ہوا۔ اور اس نے ماہ صفر سنہ ۱۸۰ ہجری میں وفات پائی آسکے بعد اسکا بیٹا الحکم ابو المظفر خلیفہ ہوا جسکا لقب مرتضی رکھا گیا جس نے
ذوالحجہ سنہ ۲۰۶ ہجری میں وفات پائی آسکے بعد اسکا بیٹا عبد الرحمن خلیفہ مقرر ہوا جس نے اسویہ کو اندلس میں آباد کیا اور انکی خلافت
کا جزو اعظم بنا اور انہیں ایام میں اندلس میں ریشمین لباس ایجاد ہوا۔ دراہم کا سکہ مضروب ہونے لگا۔ اس سے پیشتر عربوں نے
اسکو فتح کیا تھا۔ کوئی وہاں دار الضرب (ٹکسال) نہ تھی۔ انہیں دراہم سے لوگ لین دین کرتے تھے جو کہ مشرقی ممالک کیطرف سے
آتے تھے وہ رعب اور تشدد میں ولید بن عبد الملک کے ساتھ مشابہ تھا اور کتب فلسفہ کی اشاعت میں مامون عباسی سے مشابہت
رکھتا تھا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے اندلس میں کتب فلسفہ کو مروج کیا اس نے سنہ ۲۳۹ ہجری میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا
محمد خلیفہ ہوا جس نے صفر سنہ ۲۷۳ ہجری میں وفات پائی۔ پھر اُسکا بیٹا منذر خلیفہ ہوا جس نے سنہ ۲۷۵ ہجری میں وفات پائی پھر اسکا بھائی
عبد اللہ خلیفہ ہوا جو کہ دین اور علم میں تمام خلفاء سے بہتر تھا جس نے ربیع الاول سنہ ۳۰۰ میں وفات پائی۔ پھر اسکا عبد الرحمن
ابن محمد خلیفہ ہوا جسکا لقب ناصر مقرر کیا گیا جس نے پہلے پہل اندلس میں خلافت اور امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا یہ اسوقت
ہوا جب کہ سلطنت عباسی مقتدر کے زمانہ میں معدوم ہوگئی تھی اس سے پیشتر صرف امیر کا لفظ اختیار کیا جاتا رہا تھا اور اس نے
ماہ رمضان سنہ ۳۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ پھر اسکا بیٹا الحکم مستنصر خلیفہ ہوا جس نے صفر سنہ ۳۶۶ ہجری میں وفات پائی۔ پھر اُسکا
بیٹا حشام المؤید خلیفہ ہوا جسکو معزول کرکے سنہ ۳۹۹ ہجری قید کیا گیا۔ اور پھر محمد حشام بن عبد الجبار بن ناصر عبد الرحمن خلیفہ ہوا جس
کو لقب مہدی کا دیا گیا جو کہ صرف چھ ماہ خلیفہ رہا بعدہ اسکے بھتیجے حشام بن سلیمان بن ناصر عبد الرحمن نے زور پاکر اپنی بیعت
لوگوں سے کرائی اور اسکو لقب رشید کا دیا گیا پھر اسکے ساتھ اسکے چچا نے محاربہ کرکے اسکو قتل کردیا لوگوں نے اسکے چچا کی خلافت
کا انکار کردیا اسلیے وہ کہیں چھپ گیا بعدہ مارڈالا گیا اور اس کے چچا کے بیٹے حشام مقتول سلیمان بن حکم المستنصر کی بیعت کر
لی جسکو لقب مستعین کا دیا گیا۔ پھر اسکے ساتھ مقابلہ کرکے سنہ ۴۰۶ ہجری میں قید کردیا۔ پھر عبد الرحمن بن عبد الملک بن ناصر خلیفہ
ہوا جسکو لقب مرتضی کا دیا گیا جو کہ اسی سال کے آخر میں قتل کردیا گیا اس کے بعد سلطنت اسویہ جاتی رہی اور اسکی بجای سلطنت
علویہ حسنہ قائم ہوگئی۔ پھر ناصر علی بن حمود ماہ محرم سنہ ۴۰۷ ہجری میں خلیفہ ہوا اور دوسرے سال ماہ ذیقعدہ سنہ ۴۰۸ ہجری میں قتل کردیا
گیا پھر اسی کا چچا مامون قاسم خلیفہ ہوا اور سنہ ۴۱۲ ہجری میں معزول کیا گیا۔ پھر اسکا بھتیجا یحیی بن ناصر علی بن حمود خلیفہ ہوا جس کو
لقب مستعلی دیا گیا اور ایک سال سات ماہ کے بعد قتل کردیا گیا۔ پھر اسکے بعد سلطنت اسویہ کیطرف رجوع کرآئی اور مستظہر عبد الرحمن
بن حشام بن عبد الجبار خلیفہ ہوا اور پچاس روز کے بعد قتل کیا گیا۔ پھر محمد بن عبد الرحمن بن عبید اللہ بن ناصر عبد الرحمن خلیفہ ہوا جس
کو لقب مستکفی دیا گیا اور ایک سال چار ماہ کے بعد معزول کیا گیا۔ پھر حشام بن محمد بن عبد الملک بن ناصر عبد الرحمن خلیفہ ہوا
جسکو معتمد کا لقب دیا گیا جو مدت تک خلیفہ رہا پھر معزول کرکے قید کیا گیا یہانتک کہ قیدخانہ میں ہی اس نے وفات پائی اور اسکی وفات کے
ساتھ ہی سلطنت اسویہ اندلس سے جاتی رہی۔

فصل خبیث سلطنت عبیدیوں میں

سب سے پہلے عبیدیوں میں سے مہدی عبید اللہ مغرب میں سنہ ۲۹۶ ہجری میں خلیفہ ہوا جس نے سنہ ۳۲۲ ہجری میں وفات پائی پھر اسکا بیٹا
منصور اسمعیل خلیفہ ہوا جس نے سنہ ۳۴۱ ہجری میں وفات پائی پھر اسکا فرزند معز الدین اللہ معد خلیفہ ہوا اور قاہرہ میں سنہ ۳۶۲ ہجری میں داخل
ہوا اور سنہ ۳۶۵ میں مرگیا۔ پھر اسکا بیٹا عزیز نزار خلیفہ ہوا اور سنہ ۳۸۶ ہجری میں مرگیا پھر اسکا فرزند حاکم بامر اللہ منصور خلیفہ ہوا اور سنہ ۴۱۱
میں مقتول ہوا۔ پھر اسکا بیٹا ظاہر لاعزاز دین اللہ علی خلیفہ ہوا اور سنہ ۴۲۷ ہجری میں مرگیا۔ پھر اسکا فرزند مستنصر خلیفہ ہوا اور سنہ ۴۸۷

میں مر گیا اسلیئے اسکی خلافت ساٹھ سال چار ماہ رہی۔ ذہبی نے کہا ہے کہ میں نے اسلام میں کوئی خلیفہ یا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس نے
اتنے عرصہ تک سلطنت کی ہو۔ پھر اسکا فرزند مستعلی باللہ احمد خلیفہ ہوا اور ۴۹۵ھ ہجری میں فوت ہو گیا۔ پھر اسکا بیٹا آمر
باحکام اللہ منصور پانچ سالہ بچہ خلیفہ مقرر کیا گیا جو کہ ۵۲۴ھ ہجری میں مقتول کیا گیا۔ جسکی کوئی اولاد نہیں تھی۔ پھر اس کا
بھتیجا حافظ لدین اللہ عبد المجید بن محمد بن مستنصر خلیفہ ہوا ۵۴۴ھ ہجری میں وفات پائی پھر اسکا بیٹا ظافر باللہ اسمعیل خلیفہ ہوا
جو کہ ۵۴۹ھ ہجری میں قتل کیا گیا۔ پھر اسکا بیٹا فائز بنصر اللہ عیسے خلیفہ ہوا جس نے ۵۵۵ھ ہجری میں وفات پائی پھر عاضد لدین اللہ
عبد اللہ بن یوسف بن حافظ لدین اللہ خلیفہ ہوا جو کہ ۵۶۷ھ میں معزول کیا گیا اور اسی سال اس نے وفات پائی اور پھر سلطنت
عباسی مصر میں قائم ہو گئی اور سلطنت عبیدیوں کو زوال آگیا۔ ذہبی نے کہا ہے کہ اس سلطنت میں چودہ خلیفے گذرے ہیں۔

فصل سلطنت بنی طباطبا علوی حسنی میں۔

سب سے پہلے خلیفہ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم طباطبا جمادی الاول ۱۹۹ھ ہجری میں ہوا۔ پھر اسی زمانہ میں ملک یمن میں
یحیے بن حسن بن قاسم طباطبا خلیفہ ہوا وہ امیر المؤمنین کے خطاب سے پکارا جاتا رہا اس نے ۲۹۸ھ ہجری میں وفات پائی۔
پھر اسکا بیٹا مرتضے محمد خلیفہ ہوا اور اس نے ۳۲۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ پھر اسکا بھائی ناصر احمد خلیفہ ہوا جس نے ۳۲۲ھ
ہجری میں وفات پائی۔ پھر اسکا بیٹا منتخب حسین ۳۲۹ھ ہجری میں خلیفہ ہوا۔ پھر اسکا بھائی مختار خلیفہ ہوا جو کہ ماہ شوال ۳۴۴ھ
ہجری میں قتل کیا گیا۔ پھر اسکا بھائی ہادی محمد پھر رشید عباس خلیفے ہوئے پھر انکی خلافت کو زوال آگیا۔ **فائدہ** ابن ابو
حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت عبد اللہ بن عمرو بن العاص لکھا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہر صدی کے شروع میں کوئی نہ کوئی
حادثہ سخت ضرور واقع ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شروع صدی اولی ہجری میں حجاج کا فتنہ ہوا دوسری صدی میں خلیفہ مامون کا
فتنہ یعنے اپنے بھائی امین سے لڑنا جس میں بغداد کی خوبیوں پر پانی پھر گیا۔ اور بہت سے اہل بغداد ہلاک ہو گئے پھر اسکا لوگوں کو امتحان
خلق قرآن میں ڈالنا اور یہ سب سے بڑا اور پہلا فتنہ تھا جو اس امت میں پڑا کیونکہ اسکی ابتدا ہی بدعت تھی اور اس سے پہلے کسی خلیفہ
نے لوگوں کو بدعت کی طرف مائل نہیں کیا تھا تیسری صدی میں قرمطی کا خروج پھر مقتدر کا فتنہ جبکہ اسکا خلع کیا گیا۔ اور ابن معتز
سے بیعت کی گئی۔ اور مقتدر ثانی پھر خلیفہ ہوا۔ اور بہت سے قاضی اور علما بے رحمی سے ذبح کر دیے گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے
اسلام میں کوئی قاضی نہیں قتل کیا گیا تھا۔ پھر فتنہ تفریق کلمہ اور متغلبین کا غلبہ پانا جو اس وقت تک برابر چلا آتا ہے منجملہ اسکے
دولت عبیدیہ کا قائم ہونا یہاں صرف اتنا اشارہ ہی کافی ہے کہ ان لوگوں نے کفر و الحاد و فساد پھیلایا اور علماء و صلحا کو قتل
کرایا چوتھی صدی میں حاکم کا فتنہ جو ابلیس کی ترغیب سے تھا نہ خدا کے حکم سے اسکے افعال خود اسپر شاہد ہیں پانچویں صدی میں
فرنگیوں کا شام اور بیت المقدس پر غالب ہونا چھٹی صدی میں سخت قحط کا پڑنا جسکی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے
بعد نہیں ملتی اور نیز تاتاریوں کا ابتدائی فتنہ ساتویں صدی میں فتنہ تاتار کہ اس سے بڑھکر کبھی نہ سنا گیا تھا جس میں اہل اسلام کے
خون کے دریا بہ گئے آٹھویں صدی میں تیمور لنگ کا فتنہ کہ فتنہ تاتار بھی اسکے مقابلہ میں ہیچ تھا خدا سے دعا ہے کہ ہمکو نویں صدی
کا فتنہ نہ دکھلائے اور قبل اسکے ہی دنیا سے اٹھا لے بطفیل اپنے حبیب کریم اشرف انبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آمین یا رب العالمین

فہرست مضامین کتاب مستطاب تاریخ الخلفا اردو

تمت

خاتمۃ الطبع

خدا کا شکر بے پایاں اور احسان فراوان ہے کہ یہ کتاب مستطاب یعنی تاریخ الخلفاء عربی مصنفہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بزبان اردو ترجمہ ہو کر ہماری مطبع صدیقی میں بہت خوشنمائی کے ساتھ چھپی تھی اسکی مقبولیت اس درجہ تک ہوئی کہ تھوڑے عرصہ میں سب کی سب فروخت ہو گئی۔ کثرت فرمائشوں کے وصول ہونے سے اب بار چہارم اسکو چھاپا گیا ہے۔ امید کہ شائقین ناظرین ہماری محنت مالی و دماغی کی قدردانی فرما کر بذریعہ خریداری کتب مطبوعہ مطبع صدیقی کی حوصلہ افزائی فرماتے رہیں گے اور حتی الوسع اپنے احباب و دیندار مسلمانوں میں اس کتاب کی خوبیوں کو جتلاتے رہیں فقط والسلام

الملتمس

خاکسار عبدالحی پسر شیخ محی الدین صاحب مرحوم تاجر کتب مالک مطبع صدیقی لاہور